اعلام الھدایۃ

ہادیانِ بر حق

(چودہ معصومینؑ کی مستند، معتبر، سبق آموز سوانح حیات)

جلد اوّل

از

حضرت حجۃ الاسلام والمسلمین

جناب مولانا السید علی الرضوی قمی گوپال پوری طاب ثراہ

ناشر

نور اسلام امام باڑہ۔ فیض آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اعلام الھدایۃ

با

ترجمہ

اثبات الوصیّۃ

للامامِ حجّۃِ اللہِ علی بن ابی طالب علیہ السلام

جلد ۱

تالیف

علامہ جلیل و محقق، مورخ قدیم و مدقق ابو الحسن علی ابن حسین مسعودی
ھذلی
صاحب تاریخ مروج الذہب متوفی سنہ ۳۴۶ ہجری

از

خادم الشریعۃ المطہرۃ السیّد علی الرضوی القمی
گوپال پوری بہاری در اترولہ ضلع گونڈہ یوپی

کتاب کا نام : اعلام الہدایۃ یا ہادیانِ برحق

تالیف : ابوالحسن علی بن حسین مسعودی ہذلی (م۔ ۳۴۶ھ)

ترجمہ وتوضیح : حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا سید علی رضوی قمی گوپال پوری طاب ثراہ

تاریخ اشاعت: جنوری ۲۰۰۵ء، ذی الحجہ ۱۴۲۵ھ

اشاعت دوم: رمضان المبارک ۱۴۴۳ھ

ناشر : نوراسلام امام باڑہ۔ فیض آباد

قیمت : ۳۰۰/-

بسمہ تعالیٰ وبذکر ولیہ (عج)

عنایت حق اور توجّہ ولی حق

خدا اور حجتّ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ایسے وسائل فراہم ہو گئے جس کی بنا پر یہ گران قدر کتاب آپ کے ہاتھوں تک پہونچ سکی۔ اس سلسلے میں ادارہ جناب حاجی حبیب والجی صاحب مرحوم و مغفور کے اہل خاندان کا شکر گذار ہے کہ ان کی عنایتوں سے یہ کتاب منظرِ عام پر آسکی اور ان لوگوں کا بھی شکر گذار ہے جو اس کارِ خیر میں واسطہ بنے۔ اور یہی عنایت کتاب کی قیمت کے کم ہونے کا سبب قرار پائی۔ لہٰذا جناب حبیب والجی مرحوم اور ان کے مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب ہمارا اخلاقی فریضہ ہے۔

خداوند عالم حضرت حجتؑ کے ظہور میں تعجیل فرمائے۔

اور ہم سب کو ان کے غلاموں میں شمار فرمائے۔ آمین۔

ادارہ۔ نورِ اسلام

حقیر مؤلف کی مختصر کتاب زندگی

عمر بھر مثل نفس چلتے ہی گذری عالیؔ
بیٹھنے ہی نہ دیا حسرتِ منزل نے مجھے

میری پیدائش شب پانزدہم ماہ مبارک رمضان شب جمعہ تاریخ ولادت حضرت امام حسنؑ ۱۳۳۰ھ میں ملک عراق شہر مقدس نجف اشرف میں ہوئی اور فقیہ اہل بیتؑ آیۃ اللہ آقائے سید کاظم طباطبائی طاب ثراہ نے میرا نام سید علی رکھا۔ پہلی جنگ عظیم میں ۱۳۳۴ھ میں والدین کے ساتھ عراق سے ہندوستان آیا۔ داستانِ سفر بڑی پُر ہول ہے بس یہ خدا کا فضل و کرم تھا کہ ہم لوگ زندہ اور سلامت وطن پہونچ گئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن گوپال پور ضلع سارن صوبہ بہار میں جناب مولوی سید محمد عسکری صاحب مرحوم اور جناب مولوی سید علی حسین صاحب مرحوم اور جناب مولوی سید گوہر علی صاحب مرحوم سے حاصل کی پھر سرکار والد مرحوم کے ساتھ حسین آباد ضلع مونگیر چلا گیا اور وہاں میزان منشعب سے کافیہ اور نفحۃ الیمن تک اور منطق کی ابتدائی کتابیں عالم باعمل طبیب حاذق جناب مولانا حکیم سید تجمل حسین صاحب مرحوم بھیک پوری سے اور خود جناب مرحوم سے پڑھیں۔

۱۳۴۱ھ میں جناب مرحوم کے ساتھ زیارت عتبات عالیات سے مشرف ہوا۔ وہاں سے واپسی کے بعد پھر چند سال حسین آباد میں پڑھتا رہا پھر بغرض تحصیل علم مدرسہ عباسیہ پٹنہ بھیجا گیا لیکن وہاں میرا وقت ضائع ہوا تو میں جناب مرحوم سے اجازت لے کر لکھنؤ چلا گیا اور مدرسہ سلطان

المدارس میں نام لکھوایا اور وہیں سے عالم الٰہ آباد کا امتحان دیا اور کامیاب ہوا پھر سند الافاضل کی دوسری جماعت تک وہیں پڑھا اور کچھ کتابیں خارج سے علماء لکھنؤ سے پڑھتا رہا۔ فیلسوف اسلام مولانا سید مظاہر حسین صاحب مدرس معقولات مدرسۂ ناظمیہ کی خدمت میں شرح مطالع الانوار اور علامہ عصر ادیب کامل حجۃ الاسلام مولانا مفتی سید محمد علی صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ کی خدمت میں نہج البلاغہ اور حضرت آیۃ اللہ مولانا سید سبط حسین صاحب طاب ثراہ جون پوری اور ان کے جون پور چلے جانے کے بعد حجۃ الاسلام مولانا مفتی سید احمد علی صاحب طاب ثراہ کی خدمت میں قوانین پڑھی۔ شرح مطالع الانوار، تصورات ختم کرنے کے بعد عالم جلیل جناب مولانا سید کاظم حسین صاحب مرحوم لکھنوی کی خدمت میں تصریح شرح تشریح الافلاک کامل اور حمد اللہ اور صدرا فن اول کامل پڑھی مولانا سید کاظم حسین صاحب مرحوم مدرسۂ سلیمانیہ پٹنہ میں ملازم تھے جب آپ پٹنہ جانے لگے تو چونکہ آپ بڑی شفقت اور محبت سے پڑھاتے تھے اور میری کتابیں ابھی ناتمام تھیں لہٰذا میں بھی آپ کے ساتھ پٹنہ چلا گیا اور مدرسہ ترک کر دیا۔ حمد اللہ اور صدرا ختم کرنے کے بعد پھر میں لکھنؤ واپس آیا اور مدرسۂ ناظمیہ میں داخلہ لے کر فاضل کا امتحان دیا۔ پھر ممتاز الافاضل میں آیا اور طبیب حاذق جناب حکیم سید احمد حسین صاحب مرحوم سے طب میں سدیدی اور شرح اسباب پڑھی اور صبح کو نسخہ نویسی کرتا تھا مولانا حکیم سید محمد اطہر صاحب سیتاپوری میرے ساتھی اور ہم درس تھے۔

پھر تکمیل الطب کالج جھوائی ٹولہ میں داخلہ لیا۔ چونکہ میرے درجہ کے طلبہ میں میری حالت سب سے بہتر تھی اور پرنسپل اور میرے درجہ کے مدرسین مجھ سے بہت خوش تھے اور میرا احترام کرتے تھے لہٰذا میرے درجہ کے ناصبی طلبہ نے سازش کر کے ۱۹۳۷ء میں تبرا ایجیٹیشن سے پہلے مجھ کو شربت میں پارے کا زہر ملا کر پلا دیا جس سے میں شدید بیمار ہو گیا جس کا سلسلہ چھتیس برس گذرنے کے بعد اب بھی جاری ہے اور اب تو صحت بہت زیادہ خراب ہو چکی

ہے۔ میں نے پہلے کچھ دنوں جناب حکیم منّے آغا صاحب مرحوم کا علاج کیا لیکن جب فائدہ نہ ہوا تو وطن چلا گیا۔ علاج ہوتا رہا اور مرض بڑھتا گیا یہاں تک کہ امید زیست قطع ہو گئی۔

میرا مرض پیچش سے شروع ہوا پھر بخار رہنے لگا جب حالت زیادہ خراب ہوئی تو بغرضِ علاج پھر لکھنؤ گیا۔ اس وقت تبرا ایجیٹیشن جاری تھا جناب حکیم منّے آغا صاحب مرحوم اور جناب حکیم سید احمد حسین صاحب مرحوم کے مشورے سے علاج شروع ہوا بخار تو اتر گیا لیکن دیگر شکایات میں بہت خفیف فائدہ ہوا۔ پھر میں وطن واپس آیا اور خود جناب والد مرحوم کا علاج ہوتا رہا اور مرض کبھی کم اور کبھی زیادہ ہوتا رہا اسی طرح گیارہ برس کی مدّت گذر گئی۔ اس درمیان میں تقریباً آٹھ برس جناب والد مرحوم کے ساتھ رہنے کا موقع ملا اور انھیں حالات میں مختلف کتابیں علم کلام و طب و فقہ کی پڑھتا رہا کفایۃ ملا آخوند خراسانی کی پہلی جلد کا کچھ حصّہ پڑھا اور الٰہیات صدرا اور شرح تجرید قوشجی و شرح حکمت الاشراق و شمس بازغہ و کتب تفاسیر و احادیث کا مطالعہ کرتا رہا اور تفسیر انوار القرآن کی تصنیف میں جناب مرحوم کی کمک کرتا رہا اور خود بھی متعدد کتابیں تصنیف کیں۔

۱۳۶۴ھ میں میری حالت کچھ بہتر ہوئی تو مومنین اترولہ کی خواہش پر صرف ماہ رمضان المبارک کے لیے اترولہ آیا بعد ماہِ صیام مومنین کے اصرار پر اترولہ کا مستقل قیام منظور کر لیا خداوند عالم جزائے خیر عطا فرمائے سادات و مومنین اترولہ کو انھوں نے روز اول جو وعدہ کیا تھا آج تک بڑی محبّت و خلوص کے ساتھ بہتر سے بہتر طریقہ سے پورا کیا۔

سفر ایران

میری کوشش تھی کہ ہندوستان کی تعلیم جلد از جلد ختم کر کے تکمیل فقہ واصول کے لیے عراق چلا جاؤں لیکن " عرفت ربی بفسخ العزائم " ۱۳۵۶ھ میں جیسا کہ گذر چکا کہ میں بیمار ہو گیا جس کا سلسلہ برسوں رہا ۱۳۵۹ھ میں جب میری حالت کچھ بہتر ہوئی تو میری شادی ہو گئی اگرچہ میرے مرض کا سلسلہ ابھی باقی تھا اور علاج ہو رہا تھا۔

۱۳۶۴ھ میں اترولہ بلا لیا گیا اس وقت میرے دو بچّے پیدا ہو چکے تھے اور اب تحصیل علم کے لیے عراق جانے کا ارادہ ایک خواب پریشان بن چکا تھا کہ ۱۳۶۹ھ میں پروردگار عالم نے یک بیک میرے عراق جانے کا انتظام کر دیا میں نے بچوں کو وطن پہونچایا اور براہِ کوئٹہ پاکستان ایران روانہ ہو گیا اور مشہد مقدس کی زیارت سے مشرف ہو کر عراق چلا گیا اور چند یوم میں عراق کی زیارتوں سے فرصت کر کے چونکہ حوزۂ علمیہ نجف حضرت ابوالحسن اصفہانی اعلی اللہ مقامہ کے بعد قم منتقل ہو چکا تھا میں ماہِ صفر میں حضرت آیۃ اللہ سید حسین بروجردی طاب ثراہ کی خدمت میں قم پہونچ گیا اور حضرت آیۃ اللہ سے اجازت لے کر اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔

مدرسوں میں جگہ نہ ہونے کے سبب سے میں نے حضرت آقائے بروجردی اعلی اللہ مقامہ کے مکان سے قریب محلہ عشق علی میں ایک کمرہ کرائے پر لے لیا اور حجۃ الاسلام حضرت آقائے مصطفیٰ صادقی مدظلہ کی خدمت میں شرح لمعہ جلد اول اور حجۃ الاسلام شیخ محمد حسن دزفولی مدظلہ کی خدمت میں شرح لمعہ جلد دوم اور حجۃ الاسلام آقائے سید رضا اشراقی کی خدمت میں رسائل پڑھی۔ ایران میں چھ ماہ تعلیم ہوتی ہے اور چھ ماہ تعطیل ہوتی ہے لیکن میں ایام تعطیل میں بھی پڑھتا رہا اور ثقۃ الاسلام آقائے سید ابوالفضل فصیحی اصفہانی کی میبذی اور فخر الاسلام آقائے علی اشراقی قمی کو شرح تجرید علامہ کا مباحثہ کرایا دو سال کے بعد گرمیوں کی تعطیل میں عراق چلا گیا

اور زیارات سے مشرف ہوا اور نجف اشرف میں حضرت آیۃ اللہ محسن حکیم مدظلہ کی زیارت سے مشرف ہوا آپ نے اجازہ اور اپنی وکالت اور کتاب مستمسک العروہ عطا فرمائی پھر میں عراق سے ہندوستان چلا آیا اور چند ماہ کے بعد براہِ کوئٹہ مشہد مقدس ہوتا ہوا قم پہونچ گیا اور تحصیل علم میں مشغول ہو گیا اور حجۃ الاسلام آقائے میرزا علی اصغر قمی دام ظلہ کی خدمت میں مکاسب اور کفایۃ الاصول جلد اول اور حجۃ الاسلام آقائے سید شہاب الدین نجفی مرعشی مدظلہ العالی سے کفایۃ الاصول جلد ثانی پڑھی اور حضرت آقائے نجفی مدظلہ کے خارج مکاسب اور حضرت آیۃ اللہ بروجردی طاب ثراہ درس خارج میں شرکت کرتا رہا۔

۱۳۷۴ھ میں جناب مرحوم کی علالت کے زمانے میں اچانک ہندوستان واپس آنا ہوا۔ پانچ مجتہدین سے اجازے حاصل کر سکا۔ ایران سے براہِ خرم شہر کراچی پہونچا وہاں سے شکار پور سندھ کے مومنین کے اصرار سے شکارپور چلا گیا اور عشرۂ محرم کی مجلسیں پڑھیں جن میں ہر مذہب وملّت کے لوگ شریک ہوتے رہے، دو آدمیوں نے مذہب حق قبول کیا اور ایک دینی مدرسہ مدرسۂ حسینیہ نام کا قائم کیا۔ جو بحمد اللہ اب تک قائم ہے۔ پھر میں لاہور ہوتا ہوا لکھنؤ پہونچ گیا اور جناب مرحوم کی علالت کے زمانے میں مدرسۃ الواعظین میں مدرس اعلیٰ کی خدمت انجام دیتا رہا میرے بعض ہمدردوں نے مشورہ دیا کہ جناب سے کہیے کہ وہ مہاراج کمار سے کہہ کر آپ کو اپنی جگہ پر مستقل کرا دیں لیکن میں نے پسند نہ کیا۔ میں نے اترولہ کے قیام کو ترجیح دی اور جناب مرحوم کے انتقال کے بعد اترولہ چلا آیا۔ میں جہاں بھی رہا ہمیشہ مومنین کو اعلم کی تقلید کا پابند بنایا اور انھیں کے مسائل بیان کیے اور کل مومنین و مومنات پر دنیا میں جہاں بھی آباد ہوں جو خود مجتہد نہیں ہیں نہ احتیاط پر عمل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اعلم وقت ہی کی تقلید واجب ہے مومنین غفلت و بے پروائی سے اپنے اعمال کو برباد نہ کریں۔

میری دعا

پروردگارا! بحق محمد وآل محمد علیہم السلام اس ملّت جعفریہ کو اس آخر زمانے کے فتنوں سے محفوظ رکھ ان کے ایمان کو تباہی وبربادی سے اور ان کے شیرازے کو انتشار وافتراق سے بچا اور ہم سب کو حق پر قائم رکھ اور دنیا سے باایمان اٹھا۔

آمین رب العالمین۔

میری حقیر تصنیفات

وہ کتابیں جو ایران جانے سے قبل لکھیں:

۱۔ اسرار کائنات در غرض خلقت ممکنات۔ دہریوں کی رد میں ایک مدلّل اور قابلِ دید کتاب ہے۔

۲۔ مرج البحرین در عقائد فریقین۔ اس کتاب میں توحید و عدل و نبوّت و امامت و قیامت کے تفصیلی مباحث کے متعلق شیعہ اور سنی کے عقائد بالمقابل لکھے گئے ہیں۔

۳۔ معیارِ خلافت۔

۴۔ جنّات المعارف، مختلف موضوعات علمیہ پر تحقیقی مضامین۔

۵۔ جلوۂ حیدریہ۔

۶۔ دیوان آل عبد المطلب۔ اس میں ابجد کی ترتیب پر خاندان عبد المطلب کے اشعار جمع کیے گئے ہیں۔

۷۔ منہاج النجاۃ۔ مجرب و مستند دعاؤں کا مجموعہ۔

۸۔ مجربات طب۔ سر سے پاؤں تک کے امراض کے تیر بہدف اور مجرب نسخے۔

۹۔ قیصر و زہرا کی مختصر تاریخ عربی میں عشری حسن پورہ سے دکھن ایک جنگل میں دو قبریں ہیں جن کا ہندو اور مسلمان سب احترام کرتے ہیں۔ یہ قیصر و زہرا کی قبریں کہی جاتی ہیں ان کا پورا خاندان کفّار سے جنگ میں شہید ہوا۔

۱۰۔ شرح خطبۂ شقشقیہ عربی میں۔

۱۱۔ کشکول عربی۔

وہ کتابیں جو ایران میں لکھیں:

۱۲۔ ابو الفرج اصفہانی۔

۱۳۔ صیغ العقود۔

۱۴۔ حواشی مکاسب محرمہ۔

وہ کتابیں جو ایران سے واپسی کے بعد لکھیں:

۱۵۔ حقیقت رویائے صادقہ وکاذبہ۔

۱۶۔ تلخیص الدرایہ۔

۱۷۔ صاحب تاج المآثر حسن بسطامی کا مذہب ایک تاریخی اور تحقیقی رسالہ۔

۱۸۔ وجودِ خدا۔

۱۹۔ حقیقتِ وضو۔

۲۰۔ علامات ظہور قائم آل محمد علیہم السلام قابلِ دید رسالہ ہے۔

۲۱۔ رفع اتہام از دامنِ امام۔

۲۲۔ قرآن کا عمرانی نظام روس کے داغستان یونیورسٹی کے پروفیسر عبداللطیف کا جواب۔

۲۳۔ شرح دعائے مکارم الاخلاق ناتمام۔

۲۴۔ منازل موت وبرزخ۔

۲۵۔ القرآن۔

۲۶۔ معصوم کی نمازِ جنازہ۔

۲۷۔ آریوں کی بت پرستی۔

۲۸۔ ترجمہ دعائے فرمان صادق آل محمدؑ۔

۲۹۔ نور و ظلمت کی جنگ، ۲۱۰ صفحات مولانا عبد الصمد رحمانی کی کتاب فاطمہؑ کا چاند کا جواب شایع ہو چکی ہے۔

۳۰۔ ایمانِ ابو طالبؑ۔

۳۱۔ رسالہ جنّت و جہنم شائع ہو چکی ہے۔

۳۲۔ کاروانِ نور مجموعہ قصائد۔

۳۳۔ بزم نجوم غزلوں اور نظموں کا مجموعہ۔

۳۴۔ خاتم النبیینؐ کے معنی اور امینی صاحب کی پریشانی کلکتہ کے قادیانی عالم مولانا امینی کے رسالۂ خاتم النبیینؐ کا جواب شایع ہو چکا ہے۔

۳۵۔ جوازِ عزاداری امام مظلوم دیوبند کے رسالۂ تعزیہ، اسلام اور علماء کی نظر میں کا نہایت مدلّل اور دندان شکن جواب شایع ہو چکا ہے۔

۳۶۔ تبرا اور اس کے حدود۔

۳۷۔ پیام عمل اہل محراب و منبر کو ہدایت۔

۳۸۔ اوقاتِ نماز شیعہ قرآن اور احادیث رسولؐ کی روشنی میں۔

۳۹۔ رسالہ در جواز اعادۂ معدوم۔

۴۰۔ الفرقۃ الناجیۃ فی الاسلام ۵۱۲ر صفحات اسلام کے تہتّر فرقوں میں نجات پانے والا فرقہ کون ہے۔ مقبول خاص و عام اور قابلِ دید کتاب ہے۔

۴۱۔ اعلام الھدایۃ باترجمہ اثبات وصیت مسعودی ۸۰۰ر صفحات سوانح چہاردہ معصومین علیہم السلام۔

۴۲۔ نغمۂ ہستی در فلسفہ تکوین ایک مسدس تیس بند کا مع شرح۔

۴۳۔ مودّت اہل بیتؑ۔

۴۴۔ کشکول اردو دو جلدیں۔

۴۵۔ تصوف کی حقیقت۔

۴۶۔ پانچ شہدائے راہِ خدا۔

۴۷۔ ثقلین۔

۴۸۔ تناقض واختلاف۔ اس کتاب میں مذاہب اربعہ حنفی وشافعی ومالکی وحنبلی کے اصول وفروع میں اختلافات اور متناقض عقائد واقوال بالمقابل لکھے گئے ہیں۔

۴۹۔ زیارت عاشورہ غیر مشہورہ۔

فقط

حقیر سید علی الرضوی قمی گوپال پوری بہاری

ابن

حجۃ الاسلام والمسلمین آیۃ اللہ فی العالمین،

مولانا سید راحت حسین صاحب قبلہ مجتہد اعلیٰ اللہ مقامہ۔

رہنمائے کتاب

موضوع	صفحہ	موضوع	صفحہ
مختصر حالات علی ابن حسین مسعودی	۳۰	ولادت سرورِ کائنات کی خوشی میں کعبہ کا سجدۂ شکر	۷۳
مسعودی کے متعلق علماء امامیہ کے بیانات	۳۱	تاریخ ولادت حضرت سرور کائنات ﷺ	۷۵
مسعودی کے متعلق علماء اہل سنّت کے بیانات	۳۲	واقعات رضاعت رسول اللہ ﷺ	۷۶
مسعودی کی تصنیفات	۳۳	حضرت رسول اللہ ﷺ کا سفر شام اور بحیرہ راہب سے ملاقات	۸۰
مسعودی کی کتاب اثبات الوصیۃ کا ذکر	۳۴		
اعتذار	۳۵	حضرت خدیجہ سے شادی	۸۲
جبینِ انبیاء (ع)		بعثت	۸۴
جبین انبیاءؑ میں نورِ رسالت مآب ﷺ	۳۹	اسلام میں پہلی نماز	۸۵
تابوتِ عہد	۴۳	دعوتِ ذوالعشیرہ	۸۷
قیدار کو صحرائی جانوروں کا پیغام	۴۵	رسول اللہؐ پر سب سے پہلے کون لوگ ایمان لائے	۸۹
حضرت ہاشم	۵۱	قریش کا عہد نامہ اور بنی ہاشم سے ترک موالات	۹۱
حضرت ہاشم کا خطبہ منذریہ	۵۴	ادلۂ نبوّت	۹۵
حضرت عبد المطلب	۵۷	حضرت رسول اللہ ﷺ کے معجزات	۹۵
حکایت ابرہہ اور اصحاب فیل	۵۷	نزولِ قرآن	۹۷
حضرت عبد اللہ ابن عبد المطلب	۶۳	معراج حضرت رسول اللہ ﷺ	۹۸
آثار حمل حضرت رسول اللہ ﷺ	۶۵	تاریخ وفات حضرت ابو طالبؑ و حضرت خدیجہؑ	۱۰۵
آثار ولادت حضرت سرورِ کائناتؐ	۷۰	قریش کا مشورہ قتل حضرت رسول اللہ ﷺ	۱۰۵
آباؤ اجداد حضرت رسول اللہ ﷺ مومن اور اوصیاء حضرت ابراہیمؑ تھے	۷۲	ہجرت مدینہ	۱۰۶
		ہجرت حبشہ	۱۰۷

موضوع	صفحہ	موضوع	صفحہ
عقبۂ اولیٰ	۱۱۰	سریہ محمد ابن سلمہ	۱۴۲
عقبۂ ثانیہ	۱۱۱	غزوۂ ذی قروہ	۱۴۳
اصحاب رسول ﷺ کی روانگی مدینہ	۱۱۲	سیریہ دومۃ الجندل	۱۴۳
فرش رسولؐ پر حضرت علیؑ	۱۱۴	سریۂ فدک	۱۴۳
حضرت رسول اللہ ﷺ قبا اور مدینہ میں	۱۱۹	سریۂ زید ابن حارثہ	۱۴۴
نماز و اذان	۱۲۱	سریۂ عرینہ	۱۴۴
حکمِ جہاد	۱۲۱	استسقاء	۱۴۴
غزوۂ ابواء	۱۲۲	غزوۂ حدیبیہ	۱۴۵
اسلامی لڑائیاں سب دفاعی تھیں	۱۲۳	شرائط صلح نامہ	۱۴۷
غزوۂ ذوالعشیرہ	۱۲۴	شاہانِ اطراف کے نام فرامین پیغمبر اسلامؐ	۱۴۹
سریہ بطن نخلہ	۱۲۴	خدا کبھی باطل سے حق کی تائید کرتا ہے	۱۶۰
انتقام و دفاع ہر انسان کا فطری حق ہے	۱۲۶	مذہب کی ترقی فتوحات کی وسعت اور افراد و نفوس کی کثرت کا نام نہیں	۱۶۵
غزوۂ بدر	۱۲۷		
غزوۂ اُحد	۱۳۰	حاصل کلام	۱۶۸
حضرت حمزہؓ کا ماتم	۱۳۴	اسلام ابوہریرہ اور غزوۂ خیبر	۱۶۸
سریۂ رجیع	۱۳۵	فتح فدک	۱۷۳
غزوۂ احزاب	۱۳۶	رجعت شمس	۱۷۴
غزوۂ بنو قریظہ	۱۴۱	غزوۂ وادی القریٰ	۱۷۵
غزوۂ لحیان	۱۴۲	نامۂ مبارک بنام شاہ عنان	۱۷۵
غزوۂ مزینہ	۱۴۲	سریۂ موتہ	۱۷۵
غزوۂ دومۃ الجندل	۱۴۲	سریہ ذات السلاسل	۱۷۷

موضوع	صفحہ	موضوع	صفحہ
سریہ خبط	۱۷۷	سریہ امیر المومنینؑ	۲۰۳
فتح مکہ	۱۷۸	مباہلہ	۲۰۳
دعوت بنو خزیمہ	۱۸۲	حضرت امیر المومنینؑ کی ولی عہدی	۲۰۵
غزوۂ حنین	۱۸۳	علم حضرت رسول اللہ ﷺ	۲۱۰
جنگ اوطاس	۱۸۵	حکم اطاعت رسول اللہ ﷺ	۲۱۰
غزوۂ طائف	۱۸۵	صاحب خلق عظیم	۲۱۱
تقسیم غنائم حنین	۱۸۶	اللہ نے رسول اللہ ﷺ کو بہتر اسماء اعظم تعلیم فرمائے	۲۱۱
منبر رسول ﷺ	۱۸۸	کتاب عہد	۲۱۱
نامۂ مبارک بنام حاکم بحرین	۱۸۸	حضرت رسول اللہ ﷺ کا مرض موت اور جیش اسامہ سے صحابہ کی روگردانی	۲۱۳
وفد عبد القیس	۱۸۸		
سریہ بنو تمیم	۱۸۹	حدیثِ قرطاس	۲۱۶
بت شکنی	۱۸۹	وصیت	۲۲۴
سریہ قطبہ ابن عامر	۱۸۹	تنبیہ	۲۲۵
جناب حفصہ اور عائشہ کا مظاہرہ	۱۹۰	حضرت ابو بکر کی پیش نمازی	۲۲۶
غزوۂ تبوک	۱۹۳	وفات حضرت رسول اللہ ﷺ	۲۲۸
عقبہ ذی قتیق	۱۹۵	خطبۂ امیر المومنینؑ بعد وفات حضرت رسول اللہ ﷺ	۲۲۹
مسجد ضرار	۱۹۶	ازواجِ رسول ﷺ	۲۴۶
سریہ وادی الرمل	۱۹۷	۱۔ ام المومنین حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا	۲۴۶
کثرت وفود	۱۹۸	۲۔ حضرت سودہ بنت زمعہ	۲۴۷
ابن ابی سلول اور نجاشی کی موت	۱۹۹	۳۔ حضرت عائشہ بنت ابو بکر	۲۴۸
تبلیغ سورۂ برائت	۱۹۹	حضرت عائشہ اور حفصہ کی شان میں قرآنی آیتیں	۲۴۸

موضوع	صفحہ	موضوع	صفحہ
حضرت عائشہ کی شان میں رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں	۲۴۹	حضرت فاطمہ زہراؑ کی شان میں حدیثیں	۲۶۴
حضرت عائشہ سے متعلق احادیث رسولؐ کا دوسرا رُخ	۲۵۰	قضیہ فدک	۲۶۵
۴۔ حضرت حفصہ	۲۵۱	وفات حضرت فاطمہ زہراؑ	۲۶۸
۵۔ حضرت زینب بنت خزیمہ	۲۵۱	**حضرت فاطمہؑ کا عقد نکاح خدا نے آسمان پر کیا**	۲۶۹
۶۔ حضرت ام سلمہ	۲۵۱	سیرتِ فاطمہ زہراؑ	۲۷۲
۷۔ حضرت زینب بنت جحش	۲۵۲	پردہ کا خیال	۲۷۲
۸۔ جویریہ بنت حارث	۲۵۳	زہد و ترک دنیا	۲۷۲
۹۔ جناب ام حبیبہ بنت ابوسفیان	۲۵۳	خانہ داری	۲۷۴
۱۰۔ حضرت صفیہ بنت حی ابن اخطب	۲۵۴	تسبیح فاطمہ زہراؑ	۲۷۴
۱۱۔ حضرت میمونہ بنت حارث	۲۵۵	فاطمہ زہراؑ کے گھر کی خدمت کے لیے خدا نے ملائکہ مقرر فرمائے تھے	۲۷۴
حضرت رسول اللہ ﷺ کی کنیزیں	۲۵۶		
۱۔ ماریہ بنت شمعون قبطیہ	۲۵۶	مساوات	۲۷۵
۲۔ ریحانہ بنت عمر	۲۵۶	اطاعت شوہر	۲۷۵
حضرت رسول اللہ ﷺ کی اولاد	۲۵۶	گریہ حضرت فاطمہ زہراؑ	۲۷۶
۱۔ قاسم	۲۵۶	حضرت رسول اللہ ﷺ کے اصحاب	۲۷۷
۲۔ عبداللہ	۲۵۶	**حالات سید الوصیین امیر المومنین امام الاولین والآخرین**	
۳۔ ابراہیم	۲۵۶	**حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام**	
۴۔ **حضرت فاطمہ زہرا** سلام اللہ علیہا	۲۵۷	حضرت رسول اللہؐ اور حضرت علیؑ ایک نور سے تھے	۲۸۰
القاب	۲۵۹	حضرت امیر المومنینؑ کعبہ میں پیدا ہوئے	۲۸۱
حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا	۲۶۳	حضرت علیؑ سابق الایمان ہیں	۲۸۳
حضرت فاطمہؑ کی فضیلت میں قرآن کی آیتیں	۲۶۳	حضرت رسول اللہؐ کے متعلق علماء نصاریٰ و کاہنوں کی بشارتیں	۲۸۴

موضوع	صفحہ	موضوع	صفحہ
رسول اللہؐ کی پرورش میں فاطمہ بنت اسد کی خدمات	۲۸۶	اسبابِ جنگ صفین	۳۲۳
عہد طفلی میں حضرت رسول اللہؐ کی سیرت	۲۸۷	معاویہ اور قتل عثمان	۳۲۷
بچپن میں حضرت رسول اللہؐ کا ایک معجزہ	۲۸۸	جنگ صفین	۳۳۲
خدا کی بارگاہ میں فاطمہ بنت اسد کی قربانیاں	۲۹۰	فیصلہ حکمین	۳۳۶
عالم نصرانی کا امیر المومنینؑ کی ولادت کی خبر دینا	۲۹۳	جنگ جمل و صفین و نہروان کے متعلق قرآن کی آیت	۳۴۱
حضرت فاطمہ بنت اسد کا خواب	۲۹۵	اصحاب جمل کے متعلق قرآن کی آیت	۳۴۳
سقیفہ کی کہانی	۳۰۲	اصحاب صفین کے متعلق قرآن کی آیت	۳۴۴
رسول اللہؐ کے کفن و دفن میں کون شریک تھے	۳۰۲	خوارج نہروان	۳۴۴
خطبۂ امیر المومنینؑ	۳۰۳	ناکثین و قاسطین و مارقین سے جنگ کے متعلق	
جمع قرآن	۳۰۴	حضرت رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں	۳۴۴
احراق خانۂ فاطمہ زہراؑ	۳۰۵	جنگ جمل و صفین و نہروان کے متعلق	
ایک معجزہ اور اتمام حجّت	۳۰۶	علمائے اہل سنّت کی رائیں	۳۴۷
تدبیرِ قتل امیر المومنینؑ	۳۰۷	جنگِ نہروان	۳۴۹
استخلاف	۳۰۷	رجعت شمس	۳۵۰
شوریٰ	۳۰۸	سندھ پر لشکر کشی	۳۵۰
بیعت امیر المومنینؑ	۳۰۹	فارس اور کرمان پر لشکر کشی	۳۵۲
خطبہ	۳۰۹	امیر المومنینؑ نے بعد رسول اللہؐ کیا کیا؟	۳۵۷
جنگِ جمل	۳۱۲	بعد رسول اللہ ﷺ اسلام کی حالت	۳۶۲
خطائے اجتہادی	۳۱۹	خدا نے امیر المومنینؑ کو بہتر اسماء اعظم تعلیم فرمائے	۳۶۴
بغاوت سیستان	۳۲۲	معجزات امیر المومنینؑ	۳۶۴
بغاوت خراسان	۳۲۲	جنوں کی بیعت	۳۶۵

موضوع	صفحہ	موضوع	صفحہ
فضائل امیر المومنینؑ	۳۶۸	شہادت امیر المومنینؑ	۳۸۹
امیر المومنینؑ بعد رسول اللہؐ سارے انسانوں سے افضل تھے	۳۶۸	وصیت	۳۹۰
سیرتِ امیر المومنینؑ	۳۷۱	مقام قبر امیر المومنینؑ	۳۹۱
نصرت و حمایت حق	۳۷۱	معجزۂ قبر امیر المومنینؑ	۳۹۳
شجاعت	۳۷۱	آثار شہادت	۳۹۴
عصمت	۳۷۲	خطبۂ حضرت امام حسنؑ	۳۹۴
سخاوت	۳۷۲	نقش خاتم امیر المومنینؑ	۳۹۵
سابقیت اسلام	۳۷۴	ازواجِ امیر المومنینؑ	۳۹۵
صبر	۳۷۵	اولاد امیر المومنینؑ	۳۹۶
رحم و کرم	۳۷۶	حضرت امیر المومنینؑ کے اصحاب	۳۹۷
عبادت	۳۷۶	**حالات**	
ایثار	۳۷۷	**حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام**	
محبت خدا اور رسولؐ	۳۷۷	ولادت	۴۰۰
ہدایت	۳۷۸	ختنہ	۴۰۱
صدق	۳۷۸	حلیۂ مبارک	۴۰۱
زہد و ترک دنیا	۳۷۹	مشابہت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۴۰۱
عفو و بخشش	۳۸۰	القاب	۴۰۲
عدل و انصاف	۳۸۱	فضائل امام حسنؑ قرآن کریم میں	۴۰۲
علم امیر المومنینؑ	۳۸۲	حضرت امام حسنؑ ابن رسولؐ ہیں	۴۰۳
قضا	۳۸۵	حضرت امام حسنؑ کی محبت مسلمانوں پر فرض کی گئی	۴۰۷
پابندی شرع	۳۸۷	امام حسنؑ سوارِ دوشِ رسولؐ ہیں	۴۱۰

موضوع	صفحہ	موضوع	صفحہ
امام حسنؑ سردارِ جوانانِ اہل بہشت ہیں	۴۱۰	وصیت	۴۵۴
امام حسنؑ کو سرداری اور ہیبت رسول اللہؐ سے وراثت میں ملی	۴۱۱	حضرت امام حسنؑ کے آخری کلمات	۴۵۶
		حضرت امام حسنؑ کی ازواج	۴۵۸
حضرت امام حسنؑ کی پرورش	۴۱۱	حضرت امام حسنؑ کی اولاد	۴۶۰
عبد اللہ ابن عثمان	۴۱۳	حضرت امام حسنؑ کے مخصوص حواری	۴۶۱
خلافت	۴۱۶	**(جلد ۲) حالات سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام**	
صلح حسنؑ	۴۱۹		
شرائط صلح	۴۲۷	ولادت	۴۶۴
صلح حسنؑ یا بنی امیہ کی موت	۴۲۹	مکان ولادت	۴۶۴
صلح امام حسنؑ کے بعد معاویہ کی پہلی شکست	۴۳۷	تہنیت ولادت حضرت سید الشہداءؑ کے لیے نزولِ ملائکہ	۴۶۵
سخاوت امام حسنؑ	۴۳۷		
حضرت امام حسنؑ کا حلم	۴۴۰	کنیت والقاب	۴۶۶
امام حسنؑ کی عبادت	۴۴۱	عقیقہ	۴۶۶
امام حسنؑ کی ہیبت	۴۴۲	ختنہ	۴۶۶
امام حسنؑ کا زہد	۴۴۲	حلیۂ مبارک	۴۶۷
حضرت امام حسنؑ کا علم	۴۴۳	فضائل امام حسینؑ قرآن میں	
حضرت امام حسنؑ کے قضایا	۴۴۸	حضرت امام حسینؑ معصوم تھے	۴۶۸
حضرت امام حسنؑ کے معجزات	۴۴۸	حضرت امام حسینؑ ابن رسولؐ ہیں	۴۷۰
حضرت امام حسنؑ کا خُلق	۴۵۲	حضرت امام حسینؑ کی محبت مسلمانوں پر فرض کی گئی	۴۷۰
ایام طفلی کا امر بالمعروف	۴۵۳	سرداری جوانانِ جنّت	۴۷۳
حضرت امام حسنؑ کی وفات	۴۵۴	امام حسینؑ میں رسول اللہ ﷺ کی شجاعت تھی	۴۷۴

موضوع	صفحہ	موضوع	صفحہ
حضرت رسول اللہ ﷺ اور محبت امام حسینؑ	۴۷۵	معجزات و کرامات حضرت عباسؑ	۵۱۸
حضرت عمر اور اقرار افضلیت امام حسینؑ	۴۷۶	شہادت حضرت علی اصغرؑ	۵۱۹
حضرت ابن عباس اور احترام حضرت امام حسینؑ	۴۷۷	شہادت حضرت امام حسینؑ	۵۲۱
عبد اللہ ابن عمر اور اقرار افضلیت امام حسینؑ	۴۷۸	شہادت عبد اللہ ابن حسنؑ	۵۲۴
ابو ہریرہ کا امام حسینؑ کے قدم مبارک کی خاک جھاڑنا	۴۷۸	انصار امام حسینؑ جو کربلا میں شہید ہوئے	۵۲۵
عام مسلمانوں اور صحابہ کی نگاہ میں آپ کی منزلت وعظمت	۴۷۸	روانگی اسراء اہل بیتؑ طرفِ کوفہ	۵۲۸
اہل بیتؑ کا دشمن منافق اور جہنمی ہے	۴۷۹	واقعۂ کربلا کے نتائج	۵۳۲
شہادت امام کی پیشگوئیاں	۴۸۰	انقلاب	۵۳۸
معاویہ اور بیعتِ یزید کے لیے جدوجہد	۴۸۱	انتقام	۵۴۶
یزید کی تخت نشینی اور گورنر مدینہ کے نام فرمان	۴۸۳	حضرت امام حسینؑ کی سخاوت	۵۴۹
اہل کوفہ کے خطوط	۴۸۹	تواضع	۵۵۱
کوفہ کے شیعہ	۴۹۳	ہیبت	۵۵۱
حضرت مسلم کی روانگی	۴۹۶	عبادت	۵۵۱
امام نے شب عاشورا اپنے اصحاب کو جنّت دکھائی	۵۰۶	بے نیازی	۵۵۲
جنگ	۵۰۷	حلم	۵۵۲
روز عاشور امام کی نمازِ ظہر	۵۱۰	زہد وترک دنیا	۵۵۲
حضرت علی اکبرؑ	۵۱۱	علم	۵۵۳
محمد ابن عبد اللہ ابن جعفر طیار	۵۱۳	حضرت کے حکیمانہ اقوال	۵۵۴
عون ابن عبد اللہ ابن جعفر طیار	۵۱۳	معجزات	۵۵۶
حضرت قاسم ابن حسنؑ	۵۱۳	آپ کی ازواج واولاد	۵۵۷
حضرت ابو الفضل العباس ابن علی ابن ابی طالبؑ	۵۱۵	عمر شریف	۵۵۷

موضوع	صفحہ	موضوع	صفحہ
حالات سید الساجدین		امامؑ کی سخاوت	۵۸۵
حضرت امام زین العابدین علیہ السلام		دشمن پر رحم و کرم	۵۸۶
نصوص امامت	۵۶۰	آپ کے زمانہ کے بادشاہ	۵۸۶
لوح فاطمہؑ	۵۶۱	قصیدۂ فرزدق	۵۸۷
ولادت	۵۶۳	وصیت	۵۸۸
آپ کا خاندانی شرف	۵۶۶	وفات	۵۸۹
آپ کے القاب	۵۶۶	ازواج و اولاد	۵۸۹
حلیۂ مبارک	۵۶۷	آپ کے مخصوص حواری	۵۹۰
ہیبت	۵۶۸	**حالات باقر العلوم**	
شجاعت	۵۶۸	**حضرت امام محمد باقر علیہ السلام**	
صبر	۵۷۰	کنیت و القاب	۵۹۴
حلم	۵۷۰	نشر و اشاعت علمِ دین	۵۹۶
علم	۵۷۱	حسن بصری کو تنبیہ	۵۹۹
آپ کی معرفت	۵۷۲	امام ابو حنیفہ کو تنبیہ	۶۰۰
آپ کی عبادت	۵۷۲	امام کو شکست دینے کی ناکام کوشش	۶۰۱
حضرت کا کثرت گریہ و بکا	۵۷۳	نصوص امامت	۶۰۳
حضرت امام کے حبشی غلام کا مرتبہ	۵۷۷	ائمۂ اہل بیتؑ بعد رسول اللہؐ مثل رسولؐ	
ادلۂ امامت	۵۷۹	حاکم اسلام ہیں	۶۰۳
حضرت کے معجزات	۵۷۹	دلائل امامت	۶۰۵
حضرت کی امامت کا سخت دور	۵۸۲	امام کی خدمت میں تحصیل علم کے لیے	
امام زین العابدینؑ کی امامت پر حجر اسود کی شہادت	۵۸۳	جنوں کا حاضر ہونا	۶۰۶

موضوع	صفحہ
باقر العلومؑ کا زہد و تقویٰ و عبادت	٦٠٧
صوفی مخالف اہل بیتؑ ہیں	٦٠٨
کسبِ معاش اور زراعت	٦٠٩
علم تمدّن	٦٠٩
حضرت کے زمانہ کے بادشاہ	٦١٢
عبدالملک کا ایک خواب	٦١٢
شہادت حضرت زید ابن علی ابن الحسینؑ	٦١٢
وصیت	٦١٣
وفات	٦١٣
ازواج و اولاد	٦١٤
آپ کے مخصوص اصحاب	٦١٤
حالات **حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام**	
آپ کی والدۂ ماجدہ	٦١٧
نصوص امامت و خلافت	٦١٨
کنیت و القاب	٦٢١
حلیۂ مبارک	٦٢١
امام کا عہد طفلی	٦٢١
آپ کی عظمت و جلالت اور علم	٦٢٢
امام مالک اور ابو حنیفہ جیسے جلیل القدر ائمہ اہل سنّت بھی آپ کی شاگردی پر فخر و ناز کرتے ہیں	٦٢٣

موضوع	صفحہ
فیلسوف اسلام جابر ابن حیان طرسوسی	٦٢٥
ائمہ اہل بیتؑ کے علوم کے ذرائع	٦٢٥
دعوائے سلونی	٦٢٨
کتاب جفر و جامع	٦٢٩
اخبار بالغیب	٦٣٠
ایک عجیب الخلقت پرندہ	٦٣٣
دلائل امامت	٦٣٤
معجزۂ حضرت موسیٰؑ	٦٣٤
معجزۂ حضرت ابراہیمؑ	٦٣٥
ابو حنیفہ کو ہدایت	٦٣٦
مناظرے	٦٣٧
عبادت	٦٤٠
وصیت	٦٤١
وفات	٦٤١
آپ کے زمانے کے بادشاہ	٦٤٢
ازواج و اولاد	٦٤٢
اصحاب حضرت امام جعفر صادقؑ	٦٤٢
حالات **حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام**	
آپ کی ولادت	٦٤٦
نام کنیت اور القاب	٦٤٦

موضوع	صفحہ	موضوع	صفحہ
آپ کی والدۂ ماجدہ	۶۴۷	ولادت	۶۷۹
امام کا عہدِ طفلی	۶۴۹	کنیت والقاب	۶۷۹
نصوص امامت	۶۵۱	والدین	۶۸۰
اسماعیل ابن جعفر صادقؑ	۶۵۱	نصوص امامت	۶۸۱
فرقۂ اسماعیلیہ	۶۵۴	دلائل امامت	۶۸۲
عبد اللہ افطح ابن جعفر صادقؑ	۶۵۵	اخبار بالغیب	۶۸۲
دلائل امامت	۶۵۷	سفر خراسان	۶۸۴
عذاب کا کنواں	۶۶۱	ابو حبیب نباجی کا خواب	۶۸۵
سخاوت	۶۶۳	حضرت امامؑ قم میں	۶۸۷
عصمت	۶۶۳	امامؑ نیشاپور میں	۶۸۷
عبادت	۶۶۴	ایک تاجر کا خواب	۶۸۸
حلم وہدایت خلق	۶۶۵	امام دہ سرخ میں	۶۸۹
وصیت	۶۶۷	امام کا ورود سناباد میں	۶۹۰
دفن وکفن	۶۶۹	امام کا ورود مرو میں	۶۹۰
کاظمین	۶۶۹	ولی عہد	۶۹۰
حضرت کی ازواج واولاد	۶۷۱	نماز عید	۶۹۲
معصومۂ قم حضرت فاطمہ بنت موسیٰ ابن جعفرؑ	۶۷۲	حضرت کا علم وفضل	۶۹۳
معصومۂ قم کے حرم کی کرامات	۶۷۴	جنوں کا آنا اور سوال کرنا	۶۹۷
اصحاب حضرت امام موسیٰ کاظمؑ	۶۷۶	معروف کرخی	۶۹۷
حالات امام ہشتم		شاعر اہل بیتؑ دعبل خزاعی	۶۹۸
حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام		وفات	۷۰۴

موضوع	صفحہ
ازواج واولاد	۷۰۷
حالات امام نہم **حضرت محمد ابن علی تقی علیہ السلام**	
ولادت	۷۱۰
کنیت والقاب	۷۱۱
والدین	۷۱۱
نصوص امامت	۷۱۱
مہرِ امامت	۷۱۳
دلائل امامت	۷۱۶
اخبار بالغیب	۷۱۶
مامون کا شکار اور امام محمد تقیؑ کا امتحان	۷۱۷
معجزات	۷۱۸
امام کا علم	۷۲۰
امام سے یحییٰ ابن اکثم کے سوالات	۷۲۴
وفات	۷۲۷
وصیت	۷۲۸
ازواج واولاد	۷۲۹
امامؑ کے اصحاب	۷۲۹
حالات امام دھم **حضرت علی نقی علیہ السلام**	
ولادت	۷۳۲
کنیت والقاب	۷۳۲
والدین	۷۳۳
فضائل	۷۳۳
نصوص امامت	۷۳۴
دلائل امامت	۷۳۵
اخبار بالغیب	۷۳۵
معجزات	۷۳۸
ہندوستان کا جادوگر	۷۳۹
درندوں میں امامؑ	۷۴۰
استجابت دعا	۷۴۱
سخاوت وایثار	۷۴۱
عبادت وزہد	۷۴۲
امامؑ کا علم	۷۴۳
وفات ووصیّت	۷۴۶
ازواج واولاد	۷۴۷
اصحاب خاص	۷۴۷
حالات امام یازدھم **ابومحمد حضرت حسن عسکری علیہ السلام**	
ولادت	۷۵۰
کنیت والقاب	۷۵۰
والدین	۷۵۱

موضوع	صفحہ	موضوع	صفحہ
نصوص امامت	۷۵۱	کنیت و القاب	۷۷۸
ادلۂ امامت	۷۵۳	صفات امامؑ	۷۷۸
اخبار بالغیب	۷۵۳	**پیدائش صاحب الامرؑ کے متعلق علماء کے اقوال**	۷۷۹
مختلف زبانوں میں گفتگو	۷۵۴	ائمہ اثنا عشر اور غیبت امام زمانہؑ کے متعلق حضرت رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں	۷۸۳
معجزات	۷۵۵		
دینِ خدا کی حمایت	۷۵۶	نصوص امامت	۷۸۹
بہلول دانا کو نصیحت	۷۵۷	ادلۂ امامت	۷۹۱
کتاب تناقض القرآن	۷۵۸	غیبتِ صغریٰ	۷۹۳
سخاوت	۷۶۰	فرمانِ حاکم زمین و زمان امام الانس والجان	۷۹۵
علم	۷۶۱	غیبتِ کبریٰ	۷۹۸
وصیت و وفات	۷۶۲	ائمہ اثنا عشر کے متعلق حضرت رسول اللہؐ کی حدیثیں	۷۹۹
ازواج و اولاد	۷۶۷	ظہور حضرت صاحب الامرؑ کے متعلق رسول اللہؐ کی حدیثیں	۸۰۱
اصحابِ خاص	۷۶۷	علامات ظہور حضرت صاحب الامرؑ	۸۰۲
آپ کے زمانے کے بادشاہ	۷۶۷	علامات قیامت	۸۰۳
ظالموں کی حکومت اور اس کا دنیاوی انجام	۷۶۸	منبر پر بیٹھنے والوں کی ذمہ داریاں	۸۰۴
خدا کے مقرر کردہ خلفاء	۷۶۹	زبان عذابِ الٰہی	۸۰۶
امّت کے مقرر کردہ خلفاء	۷۶۹	ریل موٹر ہوائی جہاز، ریڈیو.. کی ایجادات	۸۰۷
امام دوازدھم حجّت اللہ		تاجروں کی ناشکری اور حرص	۸۰۸
حضرت صاحب العصر والزمان علیہ السلام		کمیونزم کے متعلق پیش گوئی	۸۰۸
ولادت	۷۷۳	ممالک اسلام میں نئی تہذیب و دہریت	۸۰۸
کیفیت خلقت امام	۷۷۳	مرد عورت اور عورتیں مرد بنیں گی	۸۰۹

موضوع	صفحہ	موضوع	صفحہ
مسجدوں کی آبادی اور نمازیوں کی بربادی	۸۰۹	ظہورِ امام کے عام قدرتی علامات	۸۲۵
سود خواری اور دنیاداری	۸۱۰	آفتاب علم نجف سے غروب ہو کر شہر قم طلوع کرے گا	۸۲۶
ناچ اور گانے کی کثرت	۸۱۰		
حج و زیارت یا تجارت	۸۱۱	یاجوج وماجوج کا خروج	۸۲۷
علماء سوء کا ظہور	۸۱۱	منغولیا	۸۲۹
تقلید کیسے علماء کی کرنی چاہیے؟	۸۱۳	پیش گوئی حزقیل	۸۳۰
علمائے صالحین کے فضائل	۸۱۴	سدیاجوج وماجوج	۸۳۱
علمائے صالحین کی صحبت میں بیٹھو ہول محشر سے نجات پاؤ گے	۸۱۵	زمین کے بسنے والوں کی آسمان پر فتح	۸۳۳
		یاجوج وماجوج کا حملہ اور ان کا انجام	۸۳۴
عالم باعمل کی دشمنی نفاق ہے	۸۱۵	حضرت آخر الزمانؑ کے ظہور کے متعلق حضرت حزقیل پیغمبر کی پیش گوئی	۸۳۶
اچھے لوگوں پر برُے لوگ مسلط ہو جائیں گے	۸۱۶		
لوگ بچوں کو علم دین نہ پڑھائیں گے	۸۱۷	ظہور امام شہر شیب روایت مفضل	۸۳۷
خدا کی راہ میں خرچ کرو نجات پاؤ گے	۸۱۸	امامؑ کا حلیہٴ مبارک	۸۳۷
حرام لباس پہننے اور حرام غذا کھانے والے کی دعا قبول نہیں ہوتی	۸۱۹	ید بیضاء	۸۳۸
		صیحہ	۸۳۸
علامات ظہور ہندو مذہب کی کتابوں سے	۸۲۱	سفیانی کا خروج	۸۳۹
تھوڑے ہی لوگ مہامت کے فرزندوں کی راہ پر رہیں گے	۸۲۳	سفیانی فوج کی ہلاکت	۸۳۹
		سفیانی کی ہلاکت	۸۴۰
چوپائی	۸۲۴	دابۃ الارض	۸۴۱
حضرت صاحب الامرؑ کی بشارت توریت میں	۸۲۴	دابۃ الارض حضرت امیر المومنینؑ ہیں	۸۴۲
حضرت کی بشارت زبور میں	۸۲۵	فوج امام کی سد	۸۴۲

موضوع	صفحہ	موضوع	صفحہ
دنیا کی آخری جنگ اور عراق وبغداد کی تباہی	۸۴۲	دجال کا قتل	۸۴۷
ترک اور مغربی قوموں کی آمد	۸۴۴	شیطان کے لشکر اور امام کی فوج میں جنگ	۸۴۸
شام کی تباہی	۸۴۴	شیطان کی ہلاکت	۸۴۸
نفس ذکیہ کا قتل	۸۴۵	امامؑ کا دارالسلطنت	۸۴۹
ایٹمی جنگ	۸۴۵	ٹیلی ویژن، وائرلیس احادیث کی روشنی میں	۸۴۹
جوان حسنی کا خروج	۸۴۶		
حضرت امام حسینؑ کی آمد	۸۴۶	حکومت الٰہیہ کا پاکیزہ دور	۸۵۰
نزول حضرت عیسیٰؑ	۸۴۷	جملہ مومنین و مسلمین کی خدمت میں گذارش	۸۵۲
حضرت عیسیٰؑ حضرت امامؑ کے پیچھے نماز پڑھیں گے	۸۴۷		

مختصر حالات علی ابن حسین مسعودی

ابوالحسن علی ابن حسین ابن علی مسعودی ھذلی(۱) صحابی رسولؐ جناب عبداللہ ابن مسعودؓ کی نسل سے تھے اسی لیے ان کو مسعودی کہا جاتا ہے(۲)۔ آپ شیخ طوسیؒ کے نانا تھے(۳)۔

آپ کی ولادت بابل میں ہوئی جیسا کہ اپنی کتاب مروج الذہب جلد ۱، صفحہ ۲۷۳ میں خود لکھا ہے لہٰذا ابن ندیم نے جو فہرست میں لکھا ہے کہ وہ مغرب کے رہنے والے تھے خلاف تحقیق ہے۔

مسعودی کی نشو ونما بغداد میں ہوئی اس کے بعد مصر چلے گئے اور بہت دنوں تک وہاں مقیم رہے پھر وہاں سے بصرہ گئے اور وہاں ابو خلیفہ جمجی سے ملاقات کی (۴) پھر تحصیل علم کے شوق میں دور دراز مقامات کے سفر کیے ۳۰۹ھ میں فارس اور کرمان ہوتے ہوئے اصطخر پہونچے وہاں کچھ دنوں قیام کرکے ہندوستان کا ارادہ کیا اور ملتان اور منصورہ و کتبایہ اور صیمور اور سراندیپ اور شیلان کی سیاحت کرتے ہوئے براہِ دریا چین پہونچے وہاں سے بحر ہند کو عبور کرکے مداغاسکر تک گئے پھر وہاں سے واپس آکر عمان میں قیام کیا۔

۳۱۴ھ میں آذربائیجان اور جرجان وغیرہ کا سفر کیا پھر شام اور فلسطین گئے۔

۳۳۲ھ میں انطاکیہ اور شامات کی سیر کی آخر ۳۴۵ھ میں مصر پہونچ کر فسطاط میں مستقل قیام اختیار کیا(۵)۔

---

(۱)۔ خلاصہ علّامہ حلی ص۴۹۔

(۲)۔ آداب اللغۃ العربیہ جرجی زیدان جلد ۲، صفحہ ۳۱۳۔

(۳)۔ ریاض العلماء خطی۔

(۴)۔ طبقات الشافعیہ سبکی جلد ۲، صفحہ ۳۰۷۔

(۵)۔ آداب اللغۃ العربیہ، جلد ۲، صفحہ ۳۱۳۔

اور دوسری جمادی الآخرہ کو ۳۴۵ھ میں وفات پائی (۱)۔

مسعودی کے متعلق علمائے امامیہ کے بیانات

۱۔ علامہ حلیؒ نے خلاصہ میں لکھا ہے کہ: مسعودی ثقہ تھے اور شہید ثانیؒ نے حواشی خلاصہ میں اس پر کوئی تنقید نہیں فرمائی۔

۲۔ اور عبداللہ آفندیؒ کی ریاض العلماء میں ہے کہ مسعودی شیخ جلیل اور متقدمین سے تھے اور صدوق علیہ الرحمہ کے ہم عصر تھے۔

پھر لکھا ہے کہ شیخ طوسیؒ کے اختیار رجال کشی کے حاشیہ پر باقر دامادؒ نے لکھا ہے کہ: مسعودی شیخ جلیل اور ثقہ تھے اور سنّی اور شیعہ سب کے نزدیک مامون الحدیث تھے۔

۳۔ اور علامہ مجلسیؒ نے وجیزہ میں مسعودی کو ممدوحین میں شمار کیا ہے۔

۴۔ اور سید ابن طاؤسؒ نے فرج المہموم میں لکھا ہے کہ علی ابن حسین مسعودی صاحب مروج الذہب شیخ فاضل تھے۔

---

(۱)۔ لسان المیزان، جلد ۴، صفحہ ۲۲۵، شذرات الذہب، جلد ۲، صفحہ ۳۷۱۔

مسعودی کے متعلق علمائے اہل سنّت کے بیانات

علامہ ابن حجر عسقلانی نے لسان المیزان جلد ۴، صفحہ ۲۲۵ میں لکھا ہے کہ: مسعودی معتزلی تھا لیکن مسعودی کا معتزلی ہونا خلاف تحقیق ہے اسی سبب سے سبکی نے طبقات الشافعیہ، جلد ۲، صفحہ ۳۰ میں اس قول کی تضعیف کی ہے اور لکھا ہے کہ: ”**قیل انه معتزلی العقیده**؛ یعنی ایک کمزور قول یہ ہے کہ وہ معتزلی تھا“۔

علامہ محمد ابن شاکر فوات الوفیات جلد ۲، صفحہ ۴۵ میں لکھتے ہیں کہ: علی ابن حسین ابن علی ابوالحسن مسعودی اولادِ عبداللہ ابن مسعودؓ سے تھے شیخ شمس الدین کہتے ہیں کہ: ان کا شمار بغداد والوں میں ہے پھر یہ مصر چلے گئے اور وہیں اقامت اختیار کی نہایت زبردست علامہ اور مؤرخ اور بہت سے نادر اور غریب علوم والے انسان تھے ۳۴۶ھ میں فوت ہوئے۔

مولانا شبلی نعمانی صاحب لکھتے ہیں کہ: ابوالحسن علی ابن الحسین مسعودی المتوفی ۳۸۶ھ یا ۳۴۶ھ مطابق فوات الوفیات ابن شاکر فن تاریخ کا امام ہے۔ اسلام میں آج تک اس کے برابر کوئی وسیع النظر مورخ پیدا نہیں ہوا وہ دنیا کی اور قوموں کی تاریخ کا بہت بڑا ماہر تھا اس کی تمام کتابیں ملتیں تو کسی اور تصنیف کی کچھ حاجت نہ ہوتی لیکن افسوس ہے کہ قوم کی بدمذاقی سے اس کی اکثر تصنیفات ناپید ہو گئیں یورپ نے بڑی تلاش سے دو کتابیں مہیا کیں۔ ایک مروج الذہب اور دوسری کتاب الاشراف والتنبیہ۔

مروج الذہب مصر میں چھپ چکی ہے (۱)۔

---

(۱)۔ الفاروق، حصّہ اول، دیباچہ صفحہ ۸۔

مسعودی کی تصنیفات

احمد ابن علی ابن احمد ابن عباس نجاشیؒ نے اپنی کتاب رجال صفحہ ۱۷۸ میں مسعودی کی تالیفات میں حسب ذیل کتابوں کے نام لکھے ہیں: کتاب المقالات فی اصول الدیانات، الزلف، الاستبصار، البشر الحیٰوۃ، بشر الابرار، الصفوۃ فی الامۃ، الہدایۃ فی تحقیق الولایہ، المعالی فی الدرجات، الابانۃ فی اصول الدیانات، اثبات الوصیۃ، رسالۃ الی ابن صفوۃ المصیصی، اخبار الزمان الامم الماضیۃ و الاحوال الخالیۃ، مروج الذہب۔

حر عاملیؒ نے امل الامل میں لکھا ہے کہ خلاصہ کے حاشیہ پر شہیدؒ نے لکھا ہے کہ: مسعودی کی تالیفات حسب ذیل ہیں: کتاب الانتصار والاستبصار، مروج الذہب، الاوسط، اسماء القضاء والتجارب و النصرۃ، مزاہر الاخبار و طرائف الآثار، وحدائق الازھار فی اخبار آل محمدؐ، الواجب فی الاحکام اللوازم۔

روضات الجنات صفحہ ۳۷۰ میں حسب ذیل کتابوں کے نام ہیں: ذخائر العلوم وماکان فی سالف الدہور، الرسائل، الاستذکار لمامر فی سالف الاعصار، والتاریخ فی اخبار الامم من العرب و العجم، التنبیہ والاشراف، خزائن الملک، سر العالمین و البیان فی اسماء الائمۃ، کتاب اخبار الخوارج و کتاب الادعیہ۔

فہرست ابن ندیم صفحہ ۲۱۹ میں ہے اسماء القرابات، الرسائل، اور لسان المیزان جلد ۴، صفحہ ۲۲۴ میں ابن حجر نے لکھا ہے کہ: مسعودی کی ایک کتاب ہے کتاب التعیین للخلیفہ الماضی۔

فوات الوفیات جلد ۲، صفحہ ۴۵ میں ہے کہ: مسعودی کی ایک کتاب ہے کتاب البیان فی اسماء الائمۃ۔ اور یاقوت نے معجم جلد ۱۳ صفحہ ۹۴ میں بھی اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔

مسعودی کی کتاب ”اثبات الوصیہ“ کا ذکر حسب ذیل علماء نے اپنی کتابوں میں کیا ہے:

(۱)۔ نجاشیؒ المتوفی ۴۵۵ھ نے رجال نجاشی میں۔

(۲)۔ علامہ حلیؒ المتوفی ۷۲۶ھ نے خلاصہ میں۔

(۳)۔ شہید ثانیؒ المتوفی ۹۶۶ھ نے حاشیہ خلاصہ میں۔

(۴)۔ علامہ مجلسیؒ المتوفی ۱۱۱۱ھ نے بحار میں۔

(۵)۔ ابو علی حائریؒ نے منتہیٰ المقال میں۔

(۶)۔ آقائی خونساریؒ نے روضات الجنات میں۔

(۷)۔ محدث نوریؒ نے خاتمۃ المستدرک میں۔

(۸)۔ علامہ مامقانیؒ نے تنقیح المقال میں۔

(۹)۔ علامہ کاشف الغطاؒ نے اصل الشیعہ واصولہا میں۔

(۱۰)۔ آغا بزرگ طہرانیؒ نے الذریعہ میں۔

(۱۱)۔ شہید ثالث سید نور اللہ شوستریؒ نے مجالس المومنین مجلس ۵ میں (مترجم)۔

(۱۲)۔ کتبی نے فوات الوفیات میں البیان فی اسماء الائمہ کا ذکر کیا ہے۔

(۱۳)۔ اور ابن حجر نے کتاب تعیین الخلیفہ الماضی کا، ممکن ہے اس سے اثبات الوصیۃ ہی مقصود ہو۔

فقط

اعتذار

مورخ قدیم علامہ مسعودیؒ کی جلیل القدر تالیف کتاب ''اثبات الوصیۃ'' جس کی دوسری جلد کے اکثر ضروری مضامین کا ترجمہ میں اپنی کتاب ''اعلام الھدایۃ'' میں مومنین کی خدمت میں پیش کرنے کا فخر حاصل کر رہا ہوں۔ ایسے فوائد جلیلہ اور مضامین عالیہ کی جامع ہے جو عام طور سے کتابوں میں نہیں ملتے اور جن کا جاننا ہر مومن کے لیے بہت ضروری ہے۔ پہلی جلد میں مؤلف نے ابو البشر حضرت آدمؑ سے حضرت عیسیٰؑ تک انبیاء واوصیاء علیہم السلام کے مختصر حالات اور سلسلۂ وصایت کا ذکر کیا ہے جس کا ترجمہ میں نے بعض مجبوریوں کی بنا پر ترک کر دیا۔

دوسری جلد میں اصلاب انبیاءؑ اور ارحام مطہرات میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کا منتقل ہونا اور آپ کے آباؤاجدادؑ کے مختصر حالات اور حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حجۃ اللہ حضرت صاحب الامرؑ تک کل معصومین علیہم السلام کی سوانح حیات اور سلسلۂ وصایت بروایت صحیحہ بیان کیے ہیں۔ یہ کتاب بھی مفقود تھی آخر تلاش و جستجو کے بعد سب سے پہلے ایران میں شائع ہوئی اس کے بعد مطبع حیدریہ نجف نے شائع کی۔ میرے پاس جو نسخہ ہے وہ نجف کا چھپا ہوا ہے۔ اپنی بے بضاعتی کے اعتراف کے ساتھ ہجوم افکار وآلام پھر اپنا طویل اور شدید سلسلۂ علالت ان امور نے دل و دماغ کو اس طرح بے کار و معطل کر رکھا ہے کہ میں ہرگز کوئی علمی خدمات انجام دینے کے لائق نہیں رہا۔ لیکن صرف یہ سوچ کر کہ زندگی کے جو لمحات بھی خدمتِ دین پروردگار میں گذریں اور اپنے لیے اور مومنین کے لیے ذخیرۂ آخرت مہیا کر سکوں مغتنم ہے جو خدمت ممکن

ہے انجام دیتا ہوں مومنین کرام اگر کوئی غلطی وخطا ملاحظہ فرمائیں تو ازراہِ کرم دامن عفو میں جگہ دیں اور مجھ کو اور میرے والدین کو دعائے خیر سے فراموش نہ فرمائیں۔

وَمَا تَوْفِيْقِيْ إِلَّا بِاللهِ

فقط

ناچیز سید علی الرضوی قمی گوپال پوری

دراترولہ، ضلع گونڈہ

نوٹ:

جن مضامین کے شروع میں یہ جملہ لکھا ہے ''مسعودی نے لکھا ہے'' اور جس میں کوئی حوالہ درج نہیں ہے وہ مسعودی کی کتاب ''اثبات الوصیۃ'' کا ترجمہ ہے۔ (مؤلف)

حالات

پیغمبر اسلام رسالت مآب

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ وَ الۡعَاقِبَۃُ لِلۡمُتَّقِیۡنَ وَ لَا عُدۡوَانَ اِلَّا عَلَی الظَّالِمِیۡنَ وَ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہِ الطَّیِّبِیۡنَ الطَّاھِرِیۡنَ۔

جبینِ انبیاؑ میں نورِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مسعودی نے لکھا ہے کہ: خاصہ اور عامہ نے روایت کی ہے کہ پروردگار عالم نے جب حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خلق فرمانا چاہاتو حضرت جبرئیل امینؑ کو حکم دیا کہ وسطِ ارض سے ایک مشت مٹی لائیں اور اس کو منور کریں۔ جبرئیل امینؑ ملائکہؑ فرادیس کے ساتھ نازل ہوئے اور حضرت کی قبر مطہر (۱) کے پاس سے مٹی لی جو اس وقت سفید تھی پھر اس کو آبِ تسنیم سے گوندھا اور حرکت دی تو مثل سفید موتی کے ہوگئی پھر جنّت کی کل نہروں میں غوطہ دی گئی اور کل آسمانوں اور زمینوں اور دریاؤں میں گردش دی گئی۔ یہاں تک کہ ملائکہ نے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت آدمؑ سے پہلے پہچان لیا۔ جب خداوند عالم نے حضرت آدمؑ کو پیدا کیا تو انھوں نے اپنی پیشانی کے خطوط کے وسط سے ایک چیونٹی کی سی آواز سنی تو عرض کیا کہ: بے نیاز ہے تو اے میرے پروردگار! یہ آواز کیسی ہے؟ ارشاد ہوا کہ یہ خاتم النبیینؐ اور سید المرسلینؐ کی تسبیح کی آواز ہے۔ یہ

---

(۱)۔ یعنی جہاں اس وقت آپ کی قبر ہے۔ ۱۲ مترجم۔

تمہاری نسل سے ہوں گے۔ اگر ان کی خلقت مقصود نہ ہوتی تو اے آدم! نہ ہم تم کو پیدا کرتے نہ آسمان و زمین و جنّت و نار کو خلق کرتے ہمارا یہ عہد و میثاق یاد رکھو کہ! اس (نور) کو ودیعت نہ کرنا لیکن اصلاب طاہرہ [میں]، حضرت آدمؑ نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار اور میرے سید! میں تیرے اس عہد پر قائم رہوں گا اور نہ ودیعت کروں گا اس کو لیکن اصلاب مطہرین اور ارحام محصنات میں۔

مروی ہے کہ محصنات سے صالحہ اور پاک دامن عورتیں مراد ہیں۔

راوی نے کہا کہ: حضرت رسول اللہ ﷺ کا نور سفیدی جبین حضرت آدمؑ میں اس طرح نظر آتا تھا جیسے آفتاب نصف النہار یا جیسے اندھیری رات میں ماہِ کامل، اس عہد کے بعد حضرت آدمؑ جب جناب حوّا سے قربت کا ارادہ کرتے تو پہلے طہارت کرتے اور اپنے آپ کو معطر کرتے اور حضرت حوّا سے فرماتے تھے کہ: تم بھی ایسا ہی کرو شاید وہ نور جو ہمارے صلب میں ہے عنقریب تمہاری طرف منتقل کیا جائے تو حضرت حوّا برابر ایسا ہی کرتی تھیں یہاں تک کہ خداوند عالم نے ان کو ابو الانبیا اور راس المرسلین حضرت شیثؑ کی ولادت کی بشارت دی اور حضرت آدمؑ اور جناب حوّا کے لیے جنّت کی ایک نہر کھول دی اور ان پر رحمت نازل فرمائی تو اسی روز جناب حوّا کو حضرت شیثؑ کا حمل قرار پایا۔

حضرت آدمؑ نے جب صبح کو دیکھا کہ وہ نور ان کی جبین سے غائب ہے اور حضرت حوّا کی پیشانی میں چمک رہا ہے تو بہت مسرور ہوئے۔ حضرت حوّا کا حسن اس روز کے بعد روزافزوں ترقی کرتا گیا یہاں تک کہ طائرانِ ہوا اور جنگل کے درندے بھی ان کے نور کے مشتاق ہوتے تھے اور حضرت آدمؑ نے حضرت حوّا اور اس نور کی طہارت کا احترام کرتے ہوئے جو ان کے بطن میں امانت رکھا گیا تھا ان سے مقاربت ترک کر دی اور ہر روز رب العالمین کی طرف سے ملائکہ تحفۂ تحیات لے کر آتے جاتے تھے اور جنّت سے آبِ تسنیم لاتے تھے جس کو حضرت حوّا پیتی تھیں۔

پروردگارِ عالم نے احترام نور حضرت سرور کائنات ملحوظ رکھتے ہوئے ان کے بطن میں ایک ہی جنین کی تخلیق فرمائی۔ یہاں تک کہ حضرت شیثؑ پیدا ہوئے تو حضرت حوّا نے دیکھا کہ نور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ان کی پیشانی سے حضرت شیثؑ کی جبین میں منتقل ہو گیا۔ پھر خداوند عالم نے حضرت شیثؑ اور ابلیس ملعون کے درمیان میں ایک نور کا حجاب قائم کر دیا جس کا حجم پانچ سو برس کی راہ تک تھا۔ ابلیس اس وقت تک اس میں مقیّد رہا کہ حضرت شیث سات برس کے ہو گئے وہ عمود نور اسی طرح زمین وآسمان کے درمیان قائم رہا۔

جب حضرت آدمؑ کو اپنی موت کا یقین ہو اتو انھوں نے حضرت شیثؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ بیٹا! خدا نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں تم سے عہد ومیثاق لوں کہ اس نور کو جو تمہاری جبین میں ہے ودیعت نہ کرنا لیکن طاہر ترین نساءعالمین کے بطن میں خدا نے مجھ سے اس کا بہت سخت عہد لیا ہے۔ پھر حضرت آدمؑ نے بارگاہِ احدیث میں عرض کیا کہ: اے پالنے والے !تو نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں اس نور کے متعلق شیث سے عہد لوں تو کچھ فرشتوں کو بھیج دے جو اس امر کے گواہ رہیں۔ جب حضرت آدمؑ کی دعا ختم ہوئی تو حضرت جبرئیل ستّر ہزار فرشتوں کے ساتھ نازل ہوئے ان کے ہاتھ میں ایک سفید ریشمی کپڑا اور جنّت کا قلم تھا۔ حضرت جبرئیلؑ نے حضرت آدمؑ کو سلام کیا اور کہا کہ خداوند عالم نے بعد سلام کے ارشاد فرمایا ہے کہ: قریب ہے کہ میرے حبیب محمد ﷺ کا نور اصلاب وارحام طاہرہ کی طرف منتقل ہو جائے یہ سفید ریشم اور جنّت کا قلم ہے یہ بغیر کسی تحریر کے تمہاری شہادت دے گا تم ان فرشتوں کی گواہی کے ساتھ ہمارے عہد و امانت کی ایک تحریر اپنے بیٹے شیث کے لیے لکھ دو۔

حضرت آدمؑ نے عہد نامہ لکھ کر اس ریشم کو اچھی طرح لپیٹ دیا اور اس پر حضرت جبرئیلؑ کی مہر لگا دی اور حضرت شیثؑ کو دو لمبے حلے پہنائے جو شعاع آفتاب کی طرح منور اور پانی کی طرح رقیق تھے اور قبل اس کے کہ ملائکہ واپس جائیں بحکمِ خدا ان کا عقد ایک جنّتی حور سے کر دیا تو

اس کے بطن میں انوش کا حمل قرار پایا۔ جب وہ حاملہ ہوئی تو ہر طرف سے آوازیں سننے لگی کہ: مبارک ہو اور بشارت ہو تجھ کو کہ خداوند عالم نے اپنے حبیب محمد ﷺ کا نور تجھ میں ودیعت فرمایا ہے۔ پھر خدا نے شیطان ملعون اور عام انسانوں کی نگاہوں سے حفاظت کی غرض سے اس حور کے گرد ایک حجاب نور خلق فرمایا۔ شیطان جب زمین کی طرف متوجہ ہوتا تھا تو حجاب حائل پاتا تھا یہاں تک کہ انوش پیدا ہوئے ان کی ولادت کے بعد اس حور نے نورِ حضرت رسول اللہ ﷺ ان کی پیشانی میں درخشاں دیکھا۔ جب انوش جوان ہوئے تو ایک روز ان کے پدر بزرگوار حضرت شیثؑ نے ان کو بلایا اور فرمایا کہ: خدا نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں تم سے عہد لوں کہ جو عورت دنیا میں سب عورتوں سے زیادہ طاہر ہو اس سے عقد کرنا انوش یہ سن کر حمد خدا بجالائے اور اپنے والد کی وصیت قبول کی پھر اسی طرح انوش نے اپنے بیٹے قینان سے اور قینان نے اپنے بیٹے مہائیل سے اور مہائیل نے اپنے بیٹے یرد اسے وصیت کی۔

یرد انے ایک عورت سے شادی کی جس کا نام برہ تھا اس سے اخنوخ پیدا ہوئے جن کا نام ادریسؑ تھا۔ جب حضرت ادریسؑ پیدا ہوئے تو ان کے والد نے نورِ رسول اللہ ﷺ ان کی جبین میں دیکھا تو ان سے تزویج کے متعلق وصیت کی۔ ادریسؑ نے وصیت قبول کی اور ایک عورت سے شادی کی جس کا نام بزرعا تھا، تو اس سے متوشلخ پیدا ہوئے اور متوشلخ سے لمک پیدا ہوئے لمک ایک سفید فام اور قوی وبہادر شخص تھے انھوں نے قنسوس بنت ترکاسل سے شادی کی تو اس سے حضرت نوحؑ پیدا ہوئے اور وہ نور ان کی پیشانی میں آگیا۔ حضرت نوحؑ کے والد نے جب ان کی پیشانی میں نور دیکھا تو فرمایا: بیٹا! یہ نور جو تمہاری پیشانی میں ہے محمد مصطفیٰ ﷺ کا نور ہے جو انبیاؑ کی پیشانیوں میں عہد و میثاق کے ساتھ بوراثت آرہا ہے۔ تم ایک طاہر ترین عورت سے شادی کرنا۔ حضرت نوحؑ نے وصیت قبول کی اور ایک مومنہ عورت عمودہ سے شادی کی تو اس سے سام

پیدا ہوئے اور نورِ رسول خدا ﷺ ان کی پیشانی میں منتقل ہو گیا۔ حضرت نوحؑ نے سام کی پیشانی میں نور دیکھ کر تابوت حضرت آدمؑ ان کے حوالہ کر دیا۔

تابوت عہد

تابوت حضرت آدمؑ جو کہ یاقوت سرخ کا تھا اور ایک قول ہے کہ سفید موتی کا تھا اور اس کے دو حصّے تھے جو طلائے احمر کی زنجیر سے کسے ہوئے تھے اور دو دستے اس کے زمرّد کے تھے اس میں حضرت آدمؑ کا ریشم والا عہد نامہ رکھا ہوا تھا۔ پھر حضرت نوحؑ نے اپنے بیٹے سام کی شادی ایک بادشاہ کی لڑکی سے کر دی جو حسن و جمال میں اپنا نظیر نہیں رکھتی تھی تو اس سے ارفخشد پیدا ہوئے تو سام نے تابوت آدمؑ ان کے سپرد کر دیا۔ انھوں نے ایک عورت سے عقد کیا جس کا نام مرجانہ تھا اس سے یغایر پیدا ہوئے۔ یہی ہودؑ تھے۔

جب حضرت ہودؑ پیدا ہوئے تو ان کی والدہ ماجدہ ہر جانب سے یہ آوازیں سننے لگیں کہ: یہ محمد ﷺ کا نور ہے جو کُل بتوں کو توڑ ڈالے گا اور سرکشوں اور کافروں کو قتل کر دے گا۔ حضرت ہودؑ اپنے وقت میں سب سے زیادہ حسین و جمیل تھے انھوں نے ایک عورت سے عقد کیا جس کا نام ملساحا تھا تو اس کے بطن سے فالغ پیدا ہوئے فالغ سے شالخ اور شالخ سے ارغوا اور ارغوا سے سروع اور سروع سے ناحور اور ناحور سے تارخ پیدا ہوئے تارخ نے ادنیٰ بنت سمن سے شادی کی تو اس سے حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ پیدا ہوئے۔

حضرت ابراہیمؑ کے لیے پروردگار عالم نے کچھ نور کے عَلَم قائم کئے ایک مشرق میں اور ایک مغرب میں یہاں تک کہ ساری دنیا ان کی نگاہوں کے سامنے ایک بقعۂ نور بن گئی اور ایک نور کا ستون وسط عالم میں نصب کر دیا جو آسمان سے ملا ہوا تھا اس میں ایک چمک اور ایسی ایک دلکش آواز تھی جس کو سن کر ملائکۂ سماوات جھوم اٹھتے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کی والدہ

نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا کہ: پروردگارا! یہ کیا ہے؟ ارشاد ہوا کہ یہ حضرت محمد ﷺ کا نور ہے۔

راوی نے کہا کہ: خداوند عالم نے حضرت ابراہیمؑ کے سامنے سے حجابات اٹھا دیئے تھے جس طرح ان کے قبل حضرت آدمؑ کے لیے اٹھا دیے تھے۔

حضرت ابراہیمؑ نے عرض کیا کہ: اے پروردگار! اے میرے سیّد! میں نے کوئی مخلوق تیری اس مخلوق سے حسین تر نہیں دیکھی نہ اس امّت سے زیادہ منوّر کوئی امّت دیکھی یہ کون ہیں؟ ارشاد ہوا: یہ میرے حبیب محمدؐ ہیں میں نے آسمانوں اور زمین کی خلقت کے قبل ان کا ذکر جاری کر دیا تھا اور ان کو اس وقت نبی بنایا تھا جب تمہارے باپ آدم، جسم و روح کے درمیان ایک مٹی کا ڈھیر تھے۔ تم ان سے عالم ذر میں ملاقات کر چکے ہو پھر ہم نے ان کو تمہاری صلب میں اور تمہارے بیٹے اسماعیل کے صلب میں قرار دیا۔

حضرت ابراہیمؑ نے اپنی زوجہ جناب سارہ کو خبر دی کہ خداوند عالم تم کو عنقریب ایک طیب و طاہر لڑکا عطا فرمائے گا تو ان کو نور رسالت مآب ﷺ کی تمنا پیدا ہوئی۔ حضرت ابراہیمؑ ان کو عظمت و جمال نور رسول اللہ ﷺ کی خبر دے چکے تھے لہٰذا وہ ہمیشہ متوقع رہتی تھیں کہ وہ بچہ انھیں کی نسل سے پیدا ہو۔ یہاں تک کہ ہاجرہ کو حضرت اسماعیلؑ کا حمل قرار پا گیا ان کے حاملہ ہونے سے جناب سارہ بہت غمگین رہنے لگیں جب جناب ہاجرہ کے یہاں ولادت ہوئی تو جناب سارہ کو غیرت لاحق ہوئی جیسا کہ عورتوں کی عادت ہے اور وہ روئیں اور حضرت ابراہیمؑ سے اپنے لاولد ہونے کی شکایت کی۔ حضرت ابراہیمؑ نے سمجھایا کہ غم نہ کھاؤ اور تم کو بشارت ہو کہ خدا اپنا وعدہ پورا کرنے والا ہے وہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

سارہ برابر وعدۂ الٰہی کے انتظار میں رہیں۔ کچھ دنوں کے بعد خداوند عالم نے ان کو حضرت اسحاقؑ جیسی اولاد عطا فرمائی جب وہ جوان ہوئے اور حضرت ابراہیمؑ کی وفات کا زمانہ قریب

ہوا تو انھوں نے اپنے بیٹوں کو جمع کیا جن کی تعداد چھ تھی اور حضرت اسماعیلؑ کی پیشانی میں نور مشاہدہ فرمایا تو کہا کہ: مبارک ہو تم کو کہ خدا نے اپنے نبی کے نور کی امانت داری کے لیے تم کو منتخب فرمایا ہے اور ہم تم سے اس کے متعلق عہد و میثاق لیتے ہیں کہ اس کو طاہر ترین نساء عالمین کی طرف ودیعت کرنا حضرت اسماعیلؑ نے ہالہ بنت حارث سے عقد کیا تو اس سے قیدار پیدا ہوئے۔ اور نور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف منتقل ہو گیا۔ یہ دیکھ کر حضرت اسماعیلؑ نے تابوتِ حضرت آدمؑ ان کے حوالہ کر دیا اور ان کو دین و سنّت الٰہیہ کی پابندی کی وصیت فرمائی اور حکم دیا کہ پاکیزہ ترین عورت سے عقد کرنا۔

قیدار اپنی قوم کے بادشاہ اور سردار تھے اور خدا نے ان کو سات خصلتیں ایسی عطا فرمائی تھیں جو ان سے قبل کسی کو عطا نہیں ہوئی تھیں: ۱۔ شکار کا ملکہ، ۲۔ تیر اندازی۔ ۳۔ شہسواری، ۴۔ شدّت، ۵۔ شجاعت۔ ۶۔ فروتنی، ۷۔ قوت نکاح۔

قیدار نے نسل اسحاقؑ سے دو سو سال کی مدّت میں دو سو عورتوں سے عقد کیا۔

قیدار کو صحرائی جانوروں کا پیغام

ایک روز قیدار شکار میں مشغول تھے کہ ان سے صحرا کے وحشی جانوروں اور درندوں اور طائرانِ ہوا نے انسانی زبان میں کہا کہ: اے قیدار! تمہاری عمر گذر گئی اور ابھی تم غفلت میں پڑے ہو؟! وہ وقت کب آئے گا کہ تم نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہتمام کی طرف متوجہ ہو؟ قیدار یہ سن کر غمگین و بے چین گھر کی طرف پلٹے اور خدائے ابراہیمؑ کی قسم کھائی کہ نہ کھانا کھاؤں گا نہ کسی زوجہ سے ہم کنار ہوں گا جب تک کہ ان باتوں کی تفصیل نہ معلوم کر لوں جو طائروں اور حیوانات کی زبانی سنی ہیں وہ اسی فکر میں ہمیشہ صحرا میں بیٹھے رہا کرتے تھے یہاں تک کہ پروردگار عالم نے فرشتۂ ہوا کو ایک انسان کی شکل میں ان کے پاس بھیجا جس سے زیادہ حسین و خلیق و صاحبِ ذی وقار

انسان قیدار نے کبھی نہیں دیکھا تھا، اس نے قیدار کو سلام کیا۔ قیدار نے جوابِ سلام دیا پھر وہ قیدار کے پاس بیٹھ گیا اور کہا: اے قیدار! تم کو خدا نے قوّت و شجاعت سے آراستہ کیا ہے اور بادشاہ بنایا ہے اور نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہاری طرف منتقل فرمایا ہے، اور وہ بچہ تمہاری ہی نسل سے پیدا ہوگا نہ کہ نسل اسحاقؑ سے تو اگر تم نذر کرو اور خدائے ابراہیمؑ کی بارگاہ میں قربانی پیش کرو اور سوال کرو کہ وہ تم کو بتائے کہ کس سے شادی کرو جس کے بطن سے وہ بچہ پیدا ہو تو تمہارے لیے بہتر ہے اس کے بعد وہ فرشتہ اپنی جگہ پر واپس چلا گیا۔ قیدار اسی وقت اپنی جگہ سے اس حال میں اٹھے کہ ان کے دل میں اُمنگ اور چہرے سے حسن و جمال ظاہر تھا اور انھوں نے علاوہ ان دنبوں کے جو حضرت ابراہیمؑ سے ان کو وراثت میں پہونچی تھیں سات سو دنبوں کی قربانی کی۔

قیدار جب کوئی دنبہ ذبح کرتے تھے تو آسمان سے ایک بے دھویں کی آگ آتی تھی جو سفید زنجیر کی صورت [میں] زمین و آسمان کے درمیان کھینچی رہتی تھی اور وہ اس قربانی کو لے کر آسمان پر چلی جاتی تھی اسی طرح قیدار قربانی پیش کرتے رہے یہاں تک کہ آواز آئی کہ: قیدار بس خدا نے تمہاری قربانی قبول فرمائی اور تمہاری دعا قبول کی تم ابھی درخت وعدہ گاہ کے پاس جاؤ اور اس کی جڑ کے پاس سو رہو اور تم کو خواب میں جو بشارت ہو اس پر عمل کرو۔ قیدار اٹھے اور اس درخت کے پاس جا کر اس کی جڑ کے پاس جا کر سو رہے تو ایک آنے والا عالم خواب میں ان کے پاس آیا اور کہا کہ: اے قیدار! یہ نور جو تمہاری صلب میں ہے وہی نور ہے جس کی برکت سے خدا نے کل ابواب خیر کھولے ہیں اور جس کے لیے ساری دنیا خلق فرمائی ہے اور خدا اس کو سواء عربی النسل عورت کے کسی جگہ امانت نہ رکھے گا تم اپنے لیے ایک عربی النسل اور طاہرہ لڑکی تلاش کرو جس کا نام غاضرہ ہو۔

قیدار جب خواب سے بیدار ہوئے تو خوشی میں فوراً کھڑے ہوگئے اور گھر پہونچ کر ہر طرف سفیر بھیجے کہ اس عربی النسل لڑکی کو تلاش کریں جس کا نام غاضرہ ہو اور خود بھی اپنے

گھوڑے پر سوار ہو کر برہنہ تلوار ہاتھ میں لے کر قبائل عرب میں تلاش کے لیے روانہ ہو گئے یہاں تک کہ بادشاہ حرمین کے یہاں پہونچے جو ذھل ابن عامر ابن یعرب ابن قحطان کی نسل سے تھا اور اس کی لڑکی کا نام غاضرہ تھا جو دنیا کی حسین ترین لڑکیوں میں تھی اس سے شادی کی اور اپنے گھر لائے۔ جب اس کو حمل قرار پایا تو قیدار نے دیکھا کہ ان کی پیشانی کا نور غاضرہ کی پیشانی میں منتقل ہو گیا یہ دیکھ کر قیدار بہت مسرور ہوئے۔

تابوت حضرت آدمؑ قیدار کے پاس تھا اور حضرت اسحاقؑ کی اولاد اس کے بارے میں قیدار سے جھگڑتی تھی کہ وہ تابوت ہم کو دے دو کیونکہ تمہارے خاندان سے نبوّت نکل چکی ہے اب سواء اس نور کے تمہارے پاس کچھ نہیں ہے لیکن قیدار نہیں دیتے تھے اور یہ جواب دیتے تھے کہ یہ ہمارے پدر بزرگوار حضرت اسماعیلؑ کی وصیت ہے ہم اس کو دنیا کے کسی شخص کو نہ دیں گے۔ ایک دن قیدار نے اس تابوت کو کھولنا چاہا لیکن وہ نہ کھلا اور ایک آواز آئی کہ: اے قیدار! تم اس تابوت کو نہیں کھول سکتے! اس لیے کہ تم وصی ہو اور اس تابوت کو سواء نبی کے کوئی کھول نہیں سکتا لہٰذا اس کو اپنے چچا کے بیٹے حضرت یعقوب اسرائیل کو دے دو۔

قیدار نے اپنی زوجہ غاضرہ سے کہا کہ: اگر بچہ پیدا ہوا تو اس کا نام ”حمل“ رکھنا یہ نام بہت اچھا ہے اس کے بعد تابوت اپنے کندھے پر اٹھایا اور سرزمین کنعان کی طرف روانہ ہو گئے جہاں حضرت یعقوب رہتے تھے۔ جب کنعان کے نزدیک پہونچے تو اس تابوت سے ایک آواز پیدا ہوئی جس کو حضرت یعقوبؑ نے سنا اور اپنے بیٹوں سے فرمایا کہ: قسم خدا کی! تمہارے یہاں قیدار آرہے ہیں تم لوگ ان کے استقبال کے لیے جاؤ اس کے بعد خود حضرت یعقوبؑ اپنے بیٹوں کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے جب حضرت یعقوب کی نظر قیدار پر پڑی تو رونے لگے اور کہا کہ کیا بات ہے کہ ہم تمہارا رنگ متغیر اور تمہاری قوّت کم دیکھ رہے ہیں کسی دشمن کے ستائے ہوئے ہو یا کوئی گناہ کیا ہے؟ قیدار نے کہا: نہ تو کسی دشمن نے ظلم کیا ہے نہ میں نے کوئی جرم کیا ہے صرف سبب یہ ہے کہ

محمد ﷺ کا نور میری صلب سے منتقل ہوچکا ہے۔ حضرت یعقوب نے کہا کہ: تم کو شرف نور محمد مصطفیٰ ﷺ مبارک ہو! خدا اس کو امانت نہیں رکھے گا لیکن عربی النسل اور طاہرہ عورتوں کے بطن میں اے قیدار! تم کو مبارک ہو کہ غاضرہ کے یہاں اسی گذشتہ شب میں ولادت ہوئی ہے قیدار نے کہا کہ: آپ کو کیونکر خبر ہوگئی، حالانکہ آپ شام کی زمین میں ہیں اور غاضرہ زمین حرم تہامہ (۱) میں ہے؟۔

حضرت یعقوبؑ نے فرمایا کہ: میں نے دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھل گئے اور زمین سے آسمان تک ایک نور مثل نور قمر کے پھیلا ہوا ہے اور ملائکۂ رحمت برکتوں کے ساتھ نازل ہو رہے ہیں تو میں سمجھ گیا کہ یہ نور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے لیے اہتمامات ہیں۔ قیدار نے تابوت حضرت یعقوبؑ کے سپرد کیا اور گھر کی طرف روانہ ہوگئے۔ وہاں پہونچ کر دیکھا کہ بچہ پیدا ہوا ہے۔ جب جل جوان ہوئے تو قیدار نے ان کا ہاتھ پکڑا اور مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب کوہ شبیر کے قریب پہونچے تو ملک الموت ایک انسان کی شکل میں ان سے ملے اور پوچھا کہ: اے قیدار! کہاں کا ارادہ ہے؟ قیدار نے کہا کہ: اپنے اس لڑکے کو مکّہ اور حرم خدا کی طرف لے جارہے ہیں۔ ملک الموت نے کہا کہ: خدا تم کو توفیق عطا فرمائے میں ایک نصیحت کرنا چاہتا ہوں ذرا میرے نزدیک آؤ! قیدار جیسے ہی اس کے نزدیک گئے اس نے ان کی روح قبض کرلی اور وہ مر کر زمین پر گر پڑے (واضح رہے کہ ایک کی موت دوسرے کے لیے عبرت اور بہترین نصیحت ہے مترجم)۔

قیدار کی موت پر جل بہت غضب ناک ہوئے اور کہا کہ: اے بندۂ خدا! تو نے میرے باپ کو غفلت میں مار ڈالا ملک الموت نے کہا کہ: ذرا اپنے باپ کو دیکھو تو زندہ ہیں یا مردہ؟ جل اپنے

---

(۱)۔ تہامہ عرب الوادی کا ایک صوبہ ہے یہ حصّہ زیادہ تر ویران ہے، غیر آباد ریگستان اور سوکھی ساکھی پہاڑیوں سے بھرا ہوا ہے اس کے لمبے چوڑے صحراؤں میں کہیں کہیں قصبات و دیہات بھی آباد ہیں، دارالحکومت اس کا مکّہ ہے (خیر الکلام فی احوال العرب والاسلام، صفحہ ۲)۔

باپ کی طرف جھکے کہ ان کا حال معلوم کریں تو دیکھا کہ وہ مر چکے ہیں اور ملک الموت آسمان کی طرف پرواز کر گئے۔ جب جل نے اپنا سر اٹھایا تو نہ کسی کو جاتے ہوئے دیکھا نہ آتے ہوئے دیکھا تو سمجھ گئے کہ وہ ملک الموت تھے، اور اپنے باپ کے سرہانے بیٹھ کر رونے لگے۔ خداوند عالم نے ذریّت اسحاقؑ سے کچھ لوگوں کو بھیج دیا۔ ان لوگوں نے قیدار کو غسل دیا اور کفن پہنایا اور کوہِ شبیر پر دفن کر دیا۔ اب جل تنہا رہ گئے۔ خداوند عالم نے ان کی حفاظت کی یہاں تک کہ عزت و شرف میں سب پر فوقیت لے گئے۔ جل نے اپنی قوم کی ایک عورت سے شادی کی جس کا نام ''حریز'' تھا تو اس سے نبت پیدا ہوئے اور نبت سے سلامان اور سلامان سے ہمیع اور ہمیع سے الیسع اور الیسع سے ادد پیدا ہوئے۔ ان کا نام ادد اس سبب سے پڑ گیا کہ یہ بڑے عظیم الصوت اور عزت و شرف تھے۔ پھر ادد سے اد پیدا ہوئے اد سے عدنان پیدا ہوئے۔

ان کا نام عدنان اس لیے ہوا کہ ان پر تمام قبائل کی نگاہیں لگی تھیں۔ لوگ کہتے تھے کہ: اگر یہ لڑکا زندہ رہ گیا اور جوان ہوا تو اس کی نسل سے ایک ایسا بچہ پیدا ہوگا جو سارے انسانوں کا سردار ہوگا لہٰذا ان لوگوں نے ان کے قتل کا ارادہ کیا لیکن خدا نے ایسے لوگوں کو ان کا محافظ مقرر کر دیا کہ دشمنوں کی تدبیریں کامیاب نہ ہو سکیں اور عدنان پرورش پا کر اپنے زمانے کے سب لوگوں سے بہتر نکلے۔ عدنان سے معد پیدا ہوئے ان کو معد اس سبب سے کہتے تھے کہ انھوں نے یہود بنی اسرائیل سے بڑی جنگیں کیں اور بڑی دولت حاصل کی اور جس سے بھی جنگ کی فتح کیا۔ معد سے نزار پیدا ہوئے معد نے جب ان کے چہرے پر نور رسالت مآب ﷺ مشاہدہ کیا تو بہت بڑی قربانی پیش کی اور کہا کہ: یہ قربانی تمہارے لیے بہت کم ہے اور یہ ایک نذر (۱) ہے اسی لیے ان کا نام ''نزار'' مشہور ہوا۔ نزار نے اپنی قوم کی ایک لڑکی سے شادی کی جس کا نام سعیدہ تھا تو اس سے

---

(۱)۔ نزر کے معنی خیر و خیرات میں کمی کرنے کے ہیں (منجد)۔

مضر پیدا ہوئے ان کا نام مضر اس لیے ہوا کہ جس کی نگاہ ان پر پڑتی تھی وہ ان سے محبّت کرتا تھا یہ بڑے شکاری تھے۔

غرض ہر ایک ان لوگوں میں سے اپنے بیٹوں سے یہ عہد لیتا تھا کہ ایسی عورت سے شادی کرنا جو اپنے زمانے میں سب سے زیادہ پاک وپاکیزہ ہو اور یہ عہد نامے بیت اللہ میں لٹکا دیئے جاتے تھے جو حضرت اسماعیلؑ کے زمانے سے ایام فیل تک اسی طرح لٹکے رہے۔ سب سے پہلے جس نے ان عہد ناموں کو بدلا اور ان میں کمی اور زیادتی کی وہ عمر ابن اللحی تھا۔ جس نے کعبہ سے بت پرستی کو رائج کیا۔

مضر نے اپنی قوم کی ایک لڑکی سے شادی کی جس کا نام خزیمہ تھا اور ام حکیم بھی کہی جاتی تھی تو اس سے الیاس پیدا ہوئے۔ چونکہ یہ ناامیدی اور یاس کے بعد پیدا ہوئے اس لیے ان کا نام الیاس رکھا گیا۔ یہ اپنی قوم میں کریم اور سید کہے جاتے تھے اور یہ اپنی پشت سے کبھی کبھی نور حضرت سرور کائنات ﷺ کی تسبیح وتہلیل کی آواز سنا کرتے تھے۔ یاس نے ایک عورت سے شادی کی جس کا نام فرعہ تھا تو اس سے مدرکہ پیدا ہوئے اور مدرکہ سے خزیمہ پیدا ہوئے۔

ان کا نام خزیمہ اس سبب سے ہوا کہ انھوں نے نورِ رسول اللہ ﷺ کو اپنے آباؤ اجداد کی صلب سے اپنی صلب کی طرف منتقل کر لیا۔ خزیمہ نے بنت طانجہ سے عقد کیا تو اس سے کنانہ پیدا ہوئے۔ کنانہ نے خافہ سے شادی کی تو اس سے نضر پیدا ہوئے۔ ان کا نام نضر اس لیے رکھا گیا کہ خدا نے ان کو نورِ رسول اللہ ﷺ کے لیے منتخب فرمایا اور حسن وجمال عطا فرمایا اور انھیں کا نام قریش تھا لہٰذا ان کی اولاد قریش کہی گئی۔

نضر نے کہا کہ: ایک روز میں نے خواب میں دیکھا کہ میری پشت سے ایک ہرا درخت نکلا اور بڑھ کر آسمان تک پہونچ گیا۔ اس کی شاخیں سب نور ہی نور ہیں۔ جب میں بیدار ہوا اور کعبہ کی طرف گیا تو وہاں جو لوگ تھے ان سے اپنا خواب بیان کیا۔ ان لوگوں نے کہا کہ: اگر تمہارا یہ خواب

سچّا ہے تو تم کو عزّت و سخاوت عطا ہوئی اور شرافت و سیادت کے ساتھ مخصوص کیے گئے۔ چنانچہ خدا نے ان کو وہ سب فضائل عطا فرمائے۔

پھر پروردگار عالم نے زمین پر ایک نگاہِ انتخاب ڈالی اور ملائکہ سے فرمایا کہ: دیکھو اس وقت روئے زمین پر اہل زمین سے سب سے زیادہ عزّت والا میرے نزدیک کون ہے حالانکہ میں بہتر جانتا ہوں؟ فرشتوں نے عرض کیا کہ: اے پالنے والے اور اے سید! ہم تو زمین پر کسی کو نہیں دیکھتے کہ اقرار وحدانیت اور خلوص کے ساتھ تیرا ذکر کرتا ہو سواء اس نور کے جو اسماعیلؑ کی اولاد میں سے ایک شخص کی صلب میں ہے۔ خداوند عالم نے فرمایا کہ: تم لوگ گواہ رہو کہ ہم نے اس شخص کو اپنے حبیب محمد ﷺ کا پدر بنانے کے لیے منتخب کیا اور سرزمینِ حرم اس کی عزت و شرف کے لیے کشادہ کردی۔ یہاں تک کہ ان کی نسل سے مالک پیدا ہوئے ان کا نام مالک اس لیے ہوا کہ وہ عرب کے مالک ہو گئے مالک نے اپنے بیٹے فہر کو وصی بنایا اور فہر نے اپنے بیٹے غالب کو اور غالب نے اپنے بیٹے لوی کو اور لوی نے اپنے بیٹے کعب کو اور کعب نے اپنے بیٹے مُرّہ کو اور مُرّہ نے اپنے بیٹے کلاب کو اور کلاب نے اپنے بیٹے قصی کو اور قصی نے اپنے بیٹے عبد مناف کو اپنا وصی بنایا اس لیے کہ وہ سارے انسانوں پر فضیلت و شرف میں فوقیت لے گئے اور اطراف عالم کے سرکشوں کو منقاد و مطیع کر لیا تھا۔

حضرت ہاشم

عبد مناف کو پہلی اولاد جو خدا نے ان کو عطا فرمائی وہ حضرت ہاشم تھے ان کا نام ہاشم اس لیے ہوا کہ سب سے پہلے انہی نے اپنی قوم کے لیے شوربے میں روٹی توڑ کر بھگائی جب کہ شدید خشک سالی تھی، ان کا دستر خوان مہمانوں کے لیے بچھا رہتا تھا۔ مسافروں کو لاکر ٹھہراتے اور خوف زدہ لوگوں کو امن و امان عطا کرتے تھے، یہ صورت و سیرت میں حضرت اسماعیلؑ سے مشابہ تھے۔

خداوند عالم نے جب حضرت ہاشم کو نور حضرت رسول اللہ ﷺ کے لیے مخصوص فرمایا اور سارے عرب میں ان کو منتخب کرلیا اور سارے قریش پر فضیلت عطا فرمائی تو فرشتوں سے فرمایا کہ: تم لوگ گواہ رہو کہ ہم نے اپنے اس بندہ کو ہر گندگی سے پاک کیا اور محمد ﷺ کا نور اس کی صلب میں امانت رکھا۔

حضرت ہاشم کے چہرے پر وہ نور ہلال اور چمکتے ہوئے تارے کی طرح نظر آتا تھا اور جس چیز کی طرف سے آپ گذرتے تھے وہ تعظیماً سجدہ میں جھک جاتی تھی اور جس شخص کی طرف سے گذرتے تھے وہ آپ کی طرف متوجہ ہو جاتا تھا۔ عرب کے قبائل اور سلاطین روم اور دنیا کے دیگر قبائل کے وفود آپ کے پاس آتے تھے اور اپنی لڑکیاں شادی کے لیے پیش کرتے تھے لیکن حضرت ہاشم انکار کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ: قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھ کو زمانے کے سارے انسانوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے میں سواء اس عورت کے جو سب سے زیادہ پاک و پاکیزہ ہو کسی اور عورت سے شادی نہ کروں گا۔

ایک روز حضرت ہاشم کو خواب میں ہدایت ہوئی کہ سلمٰی بنت زید ابن عمرو ابن لبید ابن خراش ابن عدنان سے عقد کرو۔ چنانچہ جناب ہاشم نے سلمٰی سے شادی کرلی۔ سلمٰی عقل و دولت وحلم میں حضرت خدیجہ بنت خویلد سے مشابہ تھیں۔ سلمٰی کے بطن سے حضرت عبد المطلب پیدا ہوئے۔

ہارون نے زکریا ہجری سے انھوں نے ابو جمیل بحرانی سے انھوں نے اپنے اسناد سے مرفوعاً علی ابن جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ: میں نے اپنے بھائی موسیٰ کاظمؑ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ: ایک اعرابی نے حضرت ہاشم کے متعلق ایک خواب دیکھا تو حضرت ہاشم سے بیان کیا۔ حضرت ہاشم نے فرمایا کہ: جو کچھ تجھ کو مانگنا ہے مانگ میں دوں گا۔ پھر حکم دیا کہ اس کو ایک سُرخ اونٹنی دودھ دینے والی جس کے ساتھ اس کی نسل سے پانچ پشتوں تک جس قدر حاملہ

اونٹنیاں ہوں اور سو بھیڑیں موٹی دودھ والی اور ایک شال صنعاء اُون کی بنی ہوئی دی جائیں اور فرمایا کہ: اگر خدا نے مجھ کو اس وقت تک زندہ رکھا جب یہ بات ہونے والی ہے تو میں تجھ کو عرب کا سردار بنادوں گا۔ جب شب ہوئی تو حضرت ہاشم نے خواب میں دیکھا کہ ایک نشان ان کے پاس لایا گیا تو انھوں نے اس کو اپنے گھر کے دروازے پر نصب کر دیا پھر آگ کا ایک شعلہ ان کی پشت سے نکلا جس سے دنیا روشن ہوگئی اور سارے جن وانسان ووحوش وطیور اس کے نیچے جمع ہوگئے اور ایسا امن وامان قائم ہو گیا ہے کہ بکریاں بھیڑے کو سینگھ مار رہی ہیں اور کتّے شیر پر بھونک رہے ہیں اور سب ایک گھاٹ پر پانی پی رہے ہیں اور سنا کہ ایک آواز دینے والا آواز دے رہا ہے کہ اے ابونضلہ! یہ ایک مصرع ایک سطر کا ان سرکشوں کی ناک پر لکھا جائے گا جن لوگوں نے گروہ بندی کرکے قوّت پیدا کرلی ہے۔

سَیَظۡهَر مَحۡمُودوَیَنصُر نَاصِره

یعنی عنقریب محمود ظاہر ہو گا اور اس کی مدد کرنے والے فاتح و منصور ہوں گے جب صبح ہوئی تو حضرت ہاشم نے ایک شخص کو حکم دیا کہ مکہ کی گلیوں میں پکارو کہ اے اولادِ نضر ابن کنانہ! اور جو قبائل بھی مکّہ میں آباد ہیں آئیں اور کوئی پیچھے نہ رہ جائے تو جب سب جمع ہوگئے اور ہر طرف سے سوار پہونچ گئے تو حضرت ہاشم ان کی طرف تشریف لے گئے اور اپنے منبر پر جاکر جو وہاں نصب تھا خاموش بیٹھ گئے قریش نے کہا: اے ابونضلہ! آخر ہم لوگوں کو کس لیے بلایا گیا ہے؟ بتایئے! کیونکہ ہمارے سینے تنگی کر رہے ہیں۔

حضرت ہاشم کا خطبہ منذریہ

فقال هبه عن قريب افيق اذا حضرت القروم تنفخ شقاشقها ـ وخنس كل حاول ـ يحك عجب الذنب ـ فكيف بكم اذا صرتم كدوحة القاع احاط بها الراعى بغنم المرعى فهى تحصل هشيم اعضانها فعندها تصبح تلك الاعلام سهلة محجتها لحافر العير وظلف المعزىٰ ويتواضع كل شموخ عالى الذروة صعب المرتقى ـ فاذا كان ذالك قرع النبع وارثت الزناد بجناتها وساد ذليل القوم عشيرته واتبع المتبوع تابعه واضطربت امواج العرب واصطكت جنادل قريش فثم تنكر قريش امرها ـ فقالت قريش يا ابانضله ان سحابك لرعد ـ يغرق العشيره فاين القول نعلمه واشرح الامر نفهمه ـ

قال انه لامر عجيب وكاين عما قريب يعز تابعه ويذل دافعه فاذا انا بدره وشد ازره ـ وقاتل فظفر ـ وغزا فنصر ـ فليست مكة لقريش ـ ولتلقيه رجالات قريش تمنعها اواصر الانفة من اتباعه كالابل حول قليب السقاء ـ والله والله ليكونن ما اقول ولو ادركته اذا والله حاميت عنه محاماة الاسد عن عرينه وضاربت دونه مضاربة الجمل الهائج عن النوق الضبع ـ فثم ترزء الحاضن بيضها وتشكل المفردة وحيدها ويبكم خطيب العشيرة ويقدم كسير القطيع والله ليكونن وليظهرن وان رغمت عنه انف رجال حين يهتف لى فلا اجيب ـ

ترجمہ: فرمایا: ہاں! عنقریب اس سے زیادہ تنگی کریں گے جب کہ حاضر ہوئے سادات عظیم المرتبت اچانک ظاہر کرتے ہوئے اپنے جوش کو اور پیچھے دبا ہر ظالم اور گھسنے لگا سر اپنی دم کا ۔ تو

کیا حال ہوگا تمہارا جب کہ تم صحرا کے اس عظیم الشان درخت کے مانند ہو جاؤ گے جس کو چراگاہ کی بھیڑوں کے ساتھ چرواہوں نے گھیر رکھا ہو اور وہ اس کی توڑی ہوئی شاخوں کو کاٹ رہی ہوں تو اس وقت ان اُونچے اُونچے پہاڑوں کی راہیں قافلوں کی ٹاپ اور بکریوں کی کھروں کے لیے ہموار ہو جائے گی۔ اور پست ہو جائے گا ہر اُونچی چوٹیوں والا دشوار گذار پہاڑ اور جب یہ بات ظاہر ہو گی تو نیزے چلیں گے اور چنگاریاں اپنے پوشیدہ شعلوں کو بھڑکائیں گی اور ذلیل وپست لوگ اپنے قبیلہ کے سردار بن جائیں گے اور حاکم اپنے محکوموں کی پیروی کریں گے۔ تلاطم میں پڑ جائے گی موجیں قبائل عرب کی، اور برسرجنگ ہو جائیں گے بہادرانِ قریش۔ تو کیا اس کے بعد بھی قریش اس کا انکار کریں گے۔

قریش نے کہا کہ: اے ابونضلہ! آپ کا کڑکتا ہوا بادل قبیلہ کو غرق کر دے گا اس بات کو بیان تو کیجئے کہ ہم جانیں اور تفصیل کیجئے کہ ہم سمجھیں!۔

جناب ہاشم نے فرمایا کہ: وہ ایک امر عجیب ہے اور عنقریب ظاہر ہونے والا ہے اس کی پیروی کرنے والا عزّت پائے گا اور اس کا دفع کرنے والا ذلیل ہو گا تو جب کہ طالع ہوا چاند اس وقت کا اور کس لی اس نے کمر اپنی اور جنگ کی اور کامیاب ہوا اور جہاد کیا اور نصرت کیا گیا تو پھر مکّہ قریش کا نہ رہے گا۔ بے شک پائیں گے اس کو کچھ مرد صورت لوگ قریش کے روکیں گے ان کو مائل ہونے والے نخوت و غرور کی طرف اس کی پیروی سے جس طرح اونٹ اس کنوئیں کے گرد دوسرے اونٹوں کو آنے سے روکتا ہے جس سے جانوروں کو پانی پلایا جاتا ہے۔ خدا کی قسم!، خدا کی قسم! جو باتیں میں کہہ رہا ہوں ہو کر رہے گی اور اگر میں اس کو پاؤں تو خدا کی قسم! اس کی حمایت کروں جس طرح شیر اپنے بیشہ کی حفاظت کرتا ہے۔ اور جنگ کروں اس کی طرف سے جس طرح جوش میں آیا ہوا اونٹ ناقوں کی حمایت میں بجّو سے لڑتا ہے تو اس وقت انڈے سینے والے طائر اپنے انڈوں کو ناقص کر دیں گے اور ماں اپنے اکلوتے بچّے کو روئے گی اور قبیلہ کا خطیب گونگا

ہو جائے گا اور آگے بڑھائے گا کمزور شکست خوردہ انسانوں کو، خدا کی قسم! یہ باتیں ہوں گی اور ضرور ظاہر ہوں گی اگرچہ ذلیل ہو جائیں اس سے اُونچی ناک والے متکبر جس وقت مجھ کو پکارا جائے گا تو میں جواب نہ دوں گا۔

اس کے بعد جناب ہاشم وہاں سے چلے گئے اور انتقال فرمایا اور جناب عبد المطلب کو اپنے دردِ فراق میں مبتلا کر گئے۔

جناب عبد المطلب کو ایک روز ان کے پدر بزرگوار نے مقام حجر میں آنکھوں میں سُرمہ اور سر میں تیل لگائے اور جنّت کا حلہ پہنے ہوئے دیکھا تو بہت بہت متحیر ہوئے کہ ان کو کس نے سنوارا ہے پھر ان کا ہاتھ پکڑ کر قریش کے کاہنوں کے پاس لے گئے اور ان سے واقعہ بیان کیا تو انھوں نے کہا کہ: اے ابونضلہ! خدائے آسمان نے ان کی شادی کا حکم دیا ہے۔ جناب ہاشم نے جناب عبد المطلب کی شادی قبلہ بنت عمرو ابن عائشہ سے کر دی تو اس سے حارث پیدا ہوئے اس کے بعد اس عورت نے انتقال کیا تو ہندہ بنت عمر سے شادی کر دی۔ جب حضرت ہاشم کے انتقال کا زمانہ قریب آیا تو انھوں نے جناب عبد المطلب کو بلایا اور کہا کہ: بیٹا میرے پاس کل بنی نضر یعنی عبد شمس اور مخزوم اور فہر اور لوی اور غالب اور ہاشم کی اولاد کو بلاؤ! جناب عبد المطلب نے سب کو جمع کیا۔ اس وقت جناب عبد المطلب کی عمر پچیس سال تھی لیکن قریش میں سب سے زیادہ سخی اور قوی تھے ان کے جسم سے مشک کی خوشبو آتی تھی اور چہرے سے نور ظاہر تھا۔ حضرت ہاشم نے فرمایا: اے گروہ قریش! بے شک تم خلاصۂ اولاد حضرت اسماعیلؑ اور اولاد ہاشم ہو اور خداوند عالم نے تم کو اپنے لیے منتخب فرمایا ہے اور اپنے حرم اور اپنے گھر کا ساکن بنایا ہے اور میں تمہارا پرورش کردہ اور تمہارا سردار ہوں یہ نزار کا نشان اور حضرت اسماعیلؑ کی کمان اور عہدۂ سقایت حاج اور کعبۂ محترم کی کنجیاں ہیں میں یہ چیزیں عبد المطلب کے سپرد کر رہا ہوں تم لوگ ان کا حکم ماننا اور ان

کی پیروی کرنا۔ قریش یہ سن کر خوشی میں اچھل پڑے اور حضرت عبد المطلب کا سر چوم لیا اور کہا کہ: ہم نے ان کی اطاعت (۱) قبول کی اور ان پر روپے اور سونا نثار کیا۔

حضرت عبد المطلب

جناب ہاشم کے عطا کردہ تبرکات اور عہدہ برابر جناب عبد المطلب ہی کے پاس رہا اطراف وجوانب کے سلاطین برابر ان سے خط وکتابت کرتے اور ہدیے بھیجتے سواء مدائن کے بادشاہ کسریٰ کے جو ان کا دشمن اور مخالف تھا۔ قریش کا یہ حال تھا کہ جب وہ خشک سالی یا کسی بلا میں مبتلا ہوتے تھے تو جناب عبد المطلب کو جبل ثور کی طرف لے جاتے اور ان کے وسیلہ سے خدا سے تقرب چاہتے اور پانی طلب کرتے اور پروردگار عالم نور حضرت رسول اللہ ﷺ کے واسطہ سے ان کی دعاؤں کو قبول فرماتا اور بارانِ رحمت نازل کرتا تھا۔

حکایت ابرہہ واصحاب فیل

جس دن ابرھہ ابن صباح بادشاہ یمن خانۂ کعبہ ڈھانے کے ارادے سے آیا نور رسالت مآب ﷺ کے عجیب معجزات بیان کیے گئے ہیں حضرت عبد المطلب نے قریش سے فرمایا کہ: ابرھہ خانۂ خدا کے ڈھانے میں کامیاب نہ ہوگا کیونکہ اس گھر کا ایک مالک ہے وہ اس کی حفاظت کرے

(۱)۔ کفّار قریش نے آخر وقت میں اپنے سردار حضرت ہاشم کی وصیت برضاوخوشی قبول کی اور حضرت عبد المطلب کو اپنا سردار مان لیا لیکن مسلمانوں نے آخر وقت میں اپنے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی وصیت قبول نہ کی جب آپ نے فرمایا کہ: میرے پاس قلم وکاغذ لاؤ تاکہ ایک ایسی تحریر لکھ دیں جس کے بعد تم لوگ کبھی گمراہ نہ ہوگے تو فوراً حضرت عمر سمجھ گئے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت علیؑ کو اپنا خلیفہ بنانا چاہتے ہیں اور فوراً چیخ اٹھے کہ: "**ان الرجل لیھجر حسبنا کتاب اللہ**"؛ یعنی یہ مرد نعوذ باللہ ہذیان بول رہا ہے ہم لوگوں کے لیے کتاب خدا کافی ہے (ملل ونحل شہرستانی بیان خلافت اوّل بحوالہ بخاری)۔

گا۔ابرھہ جب آکر مکہ کے میدان میں اترا تو جس قدر اونٹ اور بھیڑیں اہل مکّہ کی وہاں چر رہی تھیں سب کو پکڑوالیا۔ان میں چارسوسرخ اونٹ حضرت عبدالمطلب کے تھے۔حضرت عبدالمطلب اپنی قوم کے چند آدمیوں کے ساتھ سوار ہو کر کوہِ شبیر پر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ نور حضرت رسول اللہ ﷺ جو ان کی جبیں میں ہے اس میں مثل ہلال کے حلقہ پیدا ہو گیا ہے اور بیت الحرام پر جب اس کی چھوٹ پڑی تو ایک چراغ سا جلتا ہوا نظر آیا۔یہ دیکھ کر جناب عبدالمطلب نے قریش سے فرمایا: بس تم لوگ اب اپنی جگہ پر واپس جاؤ یہ علامت تمہارے لیے کافی ہے خدا کی قسم! جب بھی اس نور میں حلقہ پیدا ہوا فتح ہماری ہوئی۔یہ فرما کر جناب عبدالمطلب ابرھہ کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے اپنے اونٹوں کا سوال کیا۔اس نے کہا: میں تو ان کا معبد ڈھانے اور اس کی عظمت مٹانے آیا ہوں اور یہ مجھ سے اونٹوں کا سوال کرتے ہیں۔ترجمان نے جب عبدالمطلب سے ابرھہ کے قول کی ترجمانی کی تو جناب عبدالمطلب نے جواب دیا کہ میں اس چیز کا سوال کر رہا ہوں جو میری اور میری قوم کی ہے اور یہ گھر جس کا ہے وہ خود عنقریب اس کی حفاظت کرے گا اور کسی کو اس کے قریب بھی جانے نہ دے گا۔اگر کوئی بیت اللہ تک پہونچ جائے اور اس کو ڈھانے میں کامیاب ہو جائے تو مجھ کو مار ڈالنا یہ جواب ابرھہ کو بہت شاق گذرا۔

بیان کیا گیا ہے کہ: ابرھہ نے جب مکہ کا محاصرہ کیا تو اپنی قوم کے ایک شخص کو جس کا نام حنظلہ حمیری تھا مکہ کی طرف بھیجا حنظلہ بڑا سخت آدمی تھا جب وہ مکہ میں داخل ہوا تو لوگوں سے ان کے سردار کا پتہ پوچھا لوگوں نے حضرت عبدالمطلب کا نشان بتایا جب حنظلہ عبدالمطلب کے پاس پہونچا تو گونگا ہو گیا اور اس کی زبان لڑکھڑانے لگی غش کھا کر گر پڑا۔جب اس کو ہوش میں لانے کی تدبیریں کی گئیں تو بیل کی طرح آواز دینے لگا۔جب ہوش میں آیا تو سجدہ میں گر پڑا اور کہا کہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ سید و سردار قریش ہیں۔

جو شخص بھی مکہ میں داخل ہوتا تھا اور جناب عبد المطلب کے چہرے پر نگاہ کرتا تھا وہ تعظیم نور حضرت رسول اللہ ﷺ کے لیے سجدہ میں گر پڑتا تھا۔

پھر حنظلہ نے ابرھہ کا خط جناب عبد المطلب کی خدمت میں پیش کیا۔ جناب عبد المطلب خط پڑھ کر اپنی قوم کے چند آدمیوں کے ساتھ ابرھہ کی طرف روانہ ہوئے جب ابرھہ کے لشکر میں پہونچے تو حنظلہ نے بڑھ کر ابرھہ کو خبر دی کہ تیرے پاس سردار قریش آرہے ہیں جو واقعاً سردار قریش ہیں ابرھہ نے پوچھا کہ: تونے کیونکر پہچانا کہ وہ سردار قریش ہیں؟ حنظلہ نے کہا کہ: میں نے ان سے زیادہ خوبصورت کوئی انسان نہیں دیکھا جیسے درّ مکنون ہے اور وہ جس چیز کی طرف سے گذرتے ہیں وہ سجدہ میں جھک جاتی ہے یہ سن کر ابرھہ نے پہلے اپنے آپ کو آراستہ کیا پھر جناب عبد المطلب کو طلب کیا جب آپ پہونچے تو دیکھا کہ ابرھہ ایک مخملی خیمہ میں تخت پر بیٹھا ہے آپ نے اس کو سلام کیا اس نے جواب سلام دیا اور کھڑا ہو گیا اور اپنے دونوں ہاتھوں سے آپ کو پکڑ کر اپنے تخت پر بٹھلایا اور آپ کے چہرے کے نور کو دیکھنے لگا پھر سوال کیا کہ: کیا آپ کے آباؤ اجداد میں سے بھی کسی کے چہرے پر ایسا نور تھا؟

جناب عبد المطلب نے جواب دیا کہ: ہاں ہمارے کل آباؤ اجداد کے چہروں پر یہی نور تھا۔

ابرھہ نے کہا: بے شک آپ لوگوں کو شرف و عزّت میں تمام بادشاہوں پر فخر حاصل ہے۔ پھر اپنے سفید (۱) ہاتھی کے پیلبان کو حکم دیا کہ ہاتھی لاؤ یہ ہاتھی سفید اور بہت بڑا تھا اور اس کے دونوں دانتوں میں جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ ابرھہ اس ہاتھی کی وجہ سے دنیا کے بادشاہوں پر فخر کرتا تھا جب وہ ہاتھی لایا گیا اور اس کی نگاہ حضرت عبد المطلب پر پڑی تو پاؤں موڑ کر سجدہ میں جھک گیا اور فصیح عربی میں کہا کہ: سلام ہو اس نور پر جو آپ کی پشت میں ہے اے عبد المطلب سید قریش! ہر عزّت و شرف اور بزرگی آپ کو حاصل ہے۔

---

(۱)۔ اس ہاتھی کا نام محمود تھا۔ نجاشی بادشاہ حبش نے افریقہ سے ابرھہ کے پاس بھیجا تھا (اخبار الطوال صفحہ ۶۵ و طبری وغیرہ)۔

ابرھہ نے جب ہاتھی کا یہ کلام سنا تو اس کے جسم میں لرزہ پڑ گیا اور گمان کیا کہ وہ سحر ہے۔ پھر اس نے اپنے ملک کے ساحروں کو طلب کیا جب وہ حاضر ہوئے تو ابرھہ نے کہا کہ تم لوگ اس ہاتھی کے ان عجیب و غریب حالات کا راز بتاؤ۔ اس نے کیوں عبدالمطلب کو سجدہ کیا حالانکہ اس نے کبھی مجھ کو سجدہ نہیں کیا۔ ساحروں نے کہا کہ: اے بادشاہ! اس ہاتھی نے عبدالمطلب کو سجدہ نہیں کیا ہے بلکہ اس نور کو سجدہ کیا ہے جو ان کی جبین میں ہے ان کا نام محمد ﷺ ہو گا۔ یہ ایک روز مشرق سے مغرب تک ساری زمین خشکی و تری و بیابان و کوہستان کے مالک ہو جائیں گے اور کل بادشاہ ان کے مطیع و منقاد ہو جائیں گے۔ اے بادشاہ! ہم کو اجازت دے کہ عبدالمطلب کے ہاتھ اور قدم چومیں۔ ابرھہ نے اجازت دی تو ساحروں نے حضرت عبدالمطلب کے ہاتھ اور قدم چومے پھر ابرھہ بڑی فروتنی اور انکسار کے ساتھ کھڑا ہوا اور اس نے عبدالمطلب کی پیشانی چوم لی اور ہدیے پیش کئے اور ان کے اور ان کی قوم کے اونٹ واپس کر دیئے۔

علامہ طبری نے لکھا ہے کہ: جناب عبدالمطلب اپنے ہمراہیوں کے ساتھ ابرھہ کے پاس سے واپس آئے اور کل اہل مکہ کو ہدایت کی کہ مکہ خالی کر کے پہاڑوں پر چلے جائیں اور بخود وقت روانگی خانۂ کعبہ کا دروازہ پکڑ کر کھڑے ہو گئے۔ اس وقت ان کے پاس قریش کے چند منتخب آدمی موجود تھے جو سب خدا سے دعا کر رہے تھے جناب عبدالمطلب نے گڑ گڑا کر خدا کی بارگاہ میں عرض کیا:

لاهم ان العبد يمنع
رحله فامنع حلالك
لا يغلبن صليبهم
ومحالهم عدوا محالك الخ

یعنی اے اللہ! بندہ اپنے گھر میں داخل ہونے والے کو روکتا ہے تو تو بھی اپنے گھر میں داخل ہونے والوں کو روک! اے اللہ! ان کی صلیب اور ان کی قوّت تیری قوّت پر غالب نہ آنے پائے۔

اسی طرح چند اشعار فرمائے اس کے بعد اپنے ساتھیوں کے ساتھ پہاڑ پر چلے گئے تاکہ دیکھیں ابرھہ کیا کرتا ہے جب صبح ہوئی تو ابرھہ نے لشکر آراستہ کیا اور ہاتھی لے کر کعبہ کی طرف بڑھا ہاتھی کچھ دور چل کر بیٹھ گیا تو ان لوگوں نے گجبانک سے اس کے سر پر مارا لیکن وہ نہیں اٹھا پھر اس کو ان لوگوں نے اس کے ہونٹھ میں گھُسیڑ دیا کہ وہ پھٹ گیا لیکن وہ نہیں اٹھا جب اس کو یمن کی سمت یا اور کسی سمت چلاتے تھے تو تیز چلتا تھا لیکن جب کعبہ کی طرف چلاتے تھے تو بیٹھ جاتا تھا وہ لوگ اسی حال میں تھے کہ پروردگار عالم نے ابابیل کا لشکر ان کے سروں پر بھیجا۔

ہر طائر کے ساتھ تین کنکریاں تھیں دو دونوں پنجوں میں اور ایک منقار میں۔ ان طائروں نے ابرھہ کی فوج پر کنکریاں برسانا شروع کر دیں۔ جس پر ایک کنکری پڑتی تھی ہلاک ہو جاتا تھا۔ ابرھہ اور اس کی فوج بھاگی۔ لوگ بھاگتے جاتے تھے اور مَر مَر کر گرتے جاتے تھے ابرھہ بھی زخموں سے چور ہو کر بھاگا اس کی انگلیاں کٹ کٹ کر گرتی جاتی تھیں اور جو انگلی گرتی تھی اس مقام سے خون اور پیپ جاری ہوتی تھی آخر راستے ہی میں مر کر رہ گیا(۱)۔

مسعودی نے لکھا ہے کہ: عبدالمطلب نے ھالہ بنت حارث سے شادی کی تو اس سے ابولہب پیدا ہوا جو بڑا کافر و شیطان نکلا اور اس کا نام عبدالعزیٰ تھا۔ ہالہ کی وفات کے بعد آپ نے متعدد عورتوں سے شادی کی اور ان سے متعدد بچّے پیدا ہوئے ایک روز آپ مقام حجر میں سو رہے تھے تو خواب میں دیکھا کہ آپ کی پشت سے ایک نورانی سلسلہ ظاہر ہوا ہے جس کے چار کنارے ہیں ایک مشرق میں اور دوسرا مغرب میں ہے اور ایک آسمان سے ملا ہے اور ایک زمین کی تہہ تک

(۸)۔ طبری، جلد ۱، صفحہ ۵۵۵۔

پہونچا ہوا ہے آپ اس کو دیکھ رہے تھے کہ کنارہ اس کا چشم زدن میں ایک ہرا درخت بن گیا جس سے زیادہ سرسبز و شاداب درخت کسی نے نہ دیکھا ہو گا۔ اس کے بعد دو شخص نہایت درجہ حسین و جمیل ظاہر ہوئے اور آپ کے پاس آکر کھڑے ہو گئے۔ آپ نے ان میں سے ایک سے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ انھوں نے کہا کہ: تم مجھ کو نہیں پہچانتے میں تمہارا دادا نوحؑ رسول رب العالمین ہوں پھر دوسرے سے پوچھا کہ: آپ کون ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ: میں تمہارا جدّ ابراہیمؑ خلیل رب العالمین ہوں۔ پھر وہ بیدار ہو گئے۔ لوگوں نے آپ کے اس خواب کی تعبیر یہ دی کہ تمہاری صلب سے ایک ایسا بچہ پیدا ہو گا جس پر سارے اہل آسمان و زمین ایمان لائیں گے اور وہ لوگوں کے لیے خدا کی ایک واضح نشانی ہو گا۔ حضرت عبد المطلب اپنے گھر واپس آئے اور بہت دنوں تک اسی فکر میں رہے کہ کس لڑکی سے شادی کریں۔ ایک روز ان کو خواب میں ہدایت ہوئی کہ فاطمہ بنت عمرو ابن عامر مخزومی سے عقد کرو آپ نے ان سے شادی کی تو ان سے جناب ابو طالب پیدا ہوئے پھر زبیر پیدا ہوئے پھر کچھ زمانے تک کوئی اولاد نہیں ہوئی اور نور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی پیشانی میں چمکتا رہا۔ ایک روز آپ اپنی شکار گاہ سے دوپہر کو نکلے اور بہت پیاسے تھے جب مقام حجر میں پہونچے تو خوشگوار پانی دیکھا آپ نے اس میں سے پیا اس کی خنکی آپ نے اپنے قلب میں محسوس کی اور گھر تشریف لائے اسی روز حضرت عبد اللہ کا حمل قرار پایا یہ تو آپ کے سب سے چھوٹے صاحب زادے تھے اور حضرت ابو طالب کے پدری و مادری بھائی تھے۔

حضرت عبد اللہ ابن عبد المطلب

جب حضرت عبد اللہ پیدا ہوئے تو حضرت عبد المطلب بہت مسرور ہوئے اور سارے قبائل عرب اور شام میں آپ کی ولادت کی خبر مشہور ہوگئی۔ یہ شہرت اس طرح ہوئی کہ ان لوگوں کے پاس بالوں کا ایک سفید جبہ تھا جس میں حضرت یحییٰؑ کا خون لگا ہوا تھا اوران کی کتابوں میں لکھا تھا کہ جس وقت اس جبہ سے تازہ خون (١) ٹپکنے لگے تو سمجھ لینا کہ عبد اللہ ابن عبد المطلب پیدا ہوگئے۔ چنانچہ وہ لوگ ہر سال اس جبہ کو دیکھا کرتے تھے۔

اس زمانہ میں شام سے قریش کا تجارتی کاروبار جاری تھا تو حجاز و تہامہ کا جو قافلہ بھی شام پہونچتا تھا احبار بنی اسرائیل اس سے حضرت عبد اللہ کا حال پوچھا کرتے تھے۔ وہ جواب دیتے تھے کہ مبارک ہو۔ ہم نے ان کو اس حال میں چھوڑا ہے کہ قریش میں ان کا حسن و جمال وکمال روزافزوں ترقی کررہا ہے یہ سن کر احبار کہتے تھے کہ: اے قبیلۂ قریش! وہ نور عبد اللہ کا نہیں ہے بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی کا نور ہے جو اس کی صلب سے پیدا ہوں گے اور بت پرستی ولات (٢) وعزیٰ (٣) کی عبادت کو مٹادیں گے۔ جب قریش یہ باتیں سنتے تھے تو رنجیدہ اور غمگین ہوتے تھے اور جب اپنے وطن واپس آتے تھے تو پھر اپنے کفر والحاد کی طرف پلٹ جاتے تھے اور وہی باتیں کہتے تھے جو ہمیشہ

---

(١)۔ غالباً یہ اس امر کی علامت تھی کہ بنی اسرائیل سے خون حضرت یحییٰؑ کا انتقام لینے والے کے ظہور کا زمانہ قریب آگیا ہے (مترجم)۔

(٢)۔ لات ایک بت کا نام تھا جو طائف میں تھا اس کی شکل چوکور تھی۔ کفّار عرب اس کی پرستش کرتے تھے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے خالد ابن ولید نے چند مسلمانوں کے ساتھ جاکر اس کو توڑا۔ اب اس مقام پر مسجد ہے (فرہنگ قصص قرآن، سید صدرالدین بلاغی، چھاپہ تھران، صفحہ ٤٠)۔

(٣)۔ عزیٰ عرب کا اور خصوصاً قریش کا بہت بڑا بت تھا اس کا بت خانہ عراق ومکہ کے درمیان وادی نخلہ میں تھا۔ کفار یہاں اپنی قربانیاں پیش کرتے تھے اور اس بت خانہ کو کعبہ کے برابر سمجھتے تھے فتح مکہ کے بعد یہ بت خانہ تباہ کیا گیا (فرہنگ قصص قرآن، صفحہ ٣٨)۔

کہا کرتے تھے قسم ہے کعبہ کے خدا کی! حضرت عبد اللہ اپنے زمانے میں سب سے زیادہ حسین و خوبصورت تھے۔ عورتیں ان پر فریفتہ ہوتی تھیں چنانچہ انھوں نے بھی اپنے زمانہ میں وہی باتیں دیکھیں جو حضرت یوسفؑ نے عزیز مصر کی زوجہ سے دیکھیں۔

ساحرہ عورتیں کہتی تھیں کہ: اگر ہم اس جوان پر اور اس نور پر جو اس کی پیشانی میں ہے غالب نہ آئے تو ہم کو خوف ہے کہ بہت جلد یہ ہمارا علم ہم سے چھین لے گا لہٰذا کاہنہ عورتیں اپنے نفس کو ان پر پیش کرتی تھیں اور مال و دولت دینے کا وعدہ کرتی تھیں لیکن جناب عبد اللہ ان کو جواب دیتے تھے کہ: تم سے کلام کرنے کی میرے لیے کوئی راہ نہیں ہے۔

جناب عبد اللہ جناب عبد المطلب کو عجیب و غریب خبریں دیا کرتے تھے۔ ایک دن انھوں نے کہا کہ: میں مکہ سے باہر نکلا تو میری پشت سے دو نور ظاہر ہوئے ایک مشرق تک پھیل گیا اور دوسرا مغرب تک پھر دونوں نور چشم زدن میں ایک دائرہ بن گیا۔ جناب عبد المطلب نے فرمایا کہ: جو کچھ تم نے دیکھا ہے اگر صحیح ہے تو تمہاری صلب سے ایک بچہ پیدا ہو گا جو کل اہل دنیا سے بہتر ہو گا اسی حال میں ایک زمانہ گزر گیا کہ زنانِ قریش سوا آپ کے کسی دوسرے مرد کی طرف رغبت نہیں رکھتی تھیں۔

کچھ دنوں کے بعد ستّر احبار یہود شام سے چلے اور حلف اٹھایا کہ عبد اللہ کو قتل کیے بغیر نہ پلٹیں گے اور سب اپنے ساتھ زہر میں بجھی ہوئی تلواریں لے کر چلے راتوں کو سفر کرتے اور دن کو چھپ جاتے۔ یہاں تک کہ مکہ کے میدان میں پہنچ گئے اور وہیں قیام کیا۔ ایک روز جناب عبد اللہ تنہا شکار کو نکلے احبار نے آپ کو تنہا پا کر ہر چہار جانب سے گھیر لیا اور تلواریں سونت کر حملہ کر دیا اتفاقاً وھب ابن عبد مناف زہری جناب آمنہ کے والد اس واقعہ کو دیکھ رہے تھے، ان کو جوش آ گیا کہا کہ مکہ کے ایک تنہا آدمی کو ستّر آدمی گھیرے ہوئے ہیں اور اس کا کوئی مددگار نہیں میں ضرور اس کی مدد کروں گا اور یہودیوں پر حملہ کر دیا۔

جب یہ یہودیوں کی طرف بڑھے تو دیکھا کہ کچھ لوگ آسمان سے زمین پر اترے جو دنیا کے انسانوں سے مشابہت نہیں رکھتے پھر انھوں نے یہودیوں پر حملہ کر دیا اور ان سب کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا یہ دیکھ کر جناب وھب بہت تیز گھر کی طرف روانہ ہوئے اور اپنی زوجہ سے واقعہ بیان کیا اور کہا کہ: فوراً عبد اللہ سے اپنی لڑکی کا پیغام لے کر عبد المطلب کے پاس جاؤ شاید وہ منظور کر لیں قبل اس کے کہ دوسرے لوگ سبقت کریں تو پھر بڑا افسوس اور قلق ہو گا یہ سن کر وھب کی زوجہ (برہ) جناب عبد المطلب کے پاس پہونچیں اور اپنی بیٹی جناب آمنہ کا پیغام دیا جناب عبد المطلب نے فرمایا کہ: تم نے ایسی لڑکی کا نام لیا جس کے سوا کوئی لڑکی میرے لڑکے کے لیے مناسب نہیں ہے اور آپ نے سو سُرخ اونٹ مہر پر شادی کر دی جب جناب عبد اللہ کی شادی جناب آمنہ سے ہو گئی تو قریش کی عورتیں مریض ہو گئیں اور بہت سی لڑکیاں غم فراق عبد اللہ میں ہلاک ہو گئیں۔

پروردگار عالم نے جناب آمنہ کو ایسا حسن و جمال و نور عطا فرمایا تھا کہ وہ سیدۂ قوم کہی جاتی تھیں۔ شادی کے بعد ایک زمانے تک نور حضرت رسول اللہ ﷺ حضرت عبد اللہ کی پیشانی میں چمکتا رہا اور حضرت آمنہ کی طرف منتقل نہیں ہوا۔

آثارِ حمل حضرت رسول اللہ ﷺ

ماہِ ذی الحجہ شبِ جمعہ عرفہ کی رات میں وہ نور بحکم پروردگار حضرت آمنہ کی طرف منتقل ہوا۔ اس رات پروردگار عالم نے رضوان خازن جنّت کو حکم دیا کہ جنّت کے دروازے کھول دے تو کل آسمانوں اور جنّت کے دروازے کھول دیئے گئے اور زمین کو بشارت دی گئی کہ نورِ مکنون حضرت

رسول اللہؐ بطن جناب آمنہ میں منتقل ہو گیا(۱) اور قریش کے اور ساری دنیا کے بت اس روز سرنگوں ہو گئے۔

ان کے شیاطین انھیں میں قید کر دیئے گئے اور ابلیس لعین کا تخت اُلٹ گیا اور چالیس روز اُلٹا پڑا رہا اور شیطان اس سے اپنی جان چھڑا کر جلتا ہوا بھاگا۔ اور کوہِ ابو قبیس پر پہونچ کر ایک ایسی چیخ ماری کہ سارے شیاطین اس کے پاس جمع ہو گئے اور اپنے سردار سے کہنے لگے کہ تمہارا یہ کیا حال ہے؟ شیطان نے کہا کہ: تمہارے حال پر افسوس ہے اب کی مرتبہ تم ایسا ہلاک ہوئے کہ ایسی

---

(۱)۔ رسول اللہ ﷺ کا نسب: حضرت رسول اللہ ﷺ کا نسب عدنان تک علمائے انساب کے نزدیک متفق علیہ ہے عدنان سے حضرت اسماعیلؑ تک اور حضرت اسماعیلؑ سے حضرت آدمؑ تک بہت اختلافی ہے اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے جب کہ تاریخ وفات پیغمبر ﷺ مسلمانوں کے نزدیک متفق علیہ نہ رہ سکی تو عدنان سے اوپر کے نسب میں اختلاف کا ہونا کیا تعجب کی بات ہے۔ علامہ جلیل مسعودی نے جو اپنی اس کتاب میں بیان کیا ہے اس لحاظ سے حضرت کا سلسلۂ نسب حسب ذیل ہے:

حضرت آدمؑ۔ شیثؑ۔ انوش۔ قینان۔ مہائیل۔ یرد۔ اخنوخ ادریسؑ۔ شوشلخ۔ لمک۔ نوحؑ۔ سام۔ ارفخشد۔ یغابر ھودؑ۔ فالخ۔ شالخ۔ ارغوا۔ سروع۔ ناحور۔ تارخ۔ ابراہیمؑ۔ اسماعیل۔ قیدار۔ حمل۔ نبت۔ سلامان۔ ہمیع۔ الیسع۔ ادد۔ اد۔ عدنان۔ معد۔ نزار۔ مضر۔ یاس۔ مدرکہ۔ خزیمہ۔ کنانہ۔ نضر قریش۔ مالک۔ فہر۔ غالب۔ لوی۔ کعب۔ مرہ۔ کلاب۔ قصی۔ عبد مناف۔ ہاشم۔ عبد المطلب۔ عبد اللہ۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ۔ حضرت رسول اللہ ﷺ کے اوپر پچاس پشتیں۔

مورخ محقق علامہ جلیل حجت الاسلام مولانا سید علی حیدر صاحب قبلہ طاب ثراہ نے اپنی کتاب تاریخ ائمہ میں حضرت رسول اللہ ﷺ کا نسب نامہ حسب ذیل لکھا ہے: حضرت آدمؑ، شیثؑ۔ انوش۔ قینان۔ مہائیل۔ یرد۔ ادریس۔ شوشلخ۔ لامخ لمک۔ نوحؑ۔ سام۔ ارفشخد۔ قینان۔ شالخ۔ ہودؑ۔

فالخ۔ رعو۔ ساروع۔ ناحور۔ تارخ۔ ابراہیمؑ۔ اسماعیل۔ قیدار۔ حمل۔ بنت۔ سلامان۔ ہمیع۔ یسع۔ ادد۔ اد۔ عدنان۔ معد۔ نزار۔ مضر۔ الیاس۔ مدرکہ۔ خزیمہ۔ کنانہ۔ نضر۔ مالک۔ فہر۔ غالب۔ لوی۔ کعب۔ مرہ۔ کلاب۔ قصی۔ عبد مناف۔ ہاشم۔ عبد المطلب۔ عبد اللہ۔ حضرت رسول اللہ ﷺ (تاریخ ائمہ صفحہ ٦)۔

پھر لکھتے ہیں کہ: جس طرح حضرت آدمؑ سے اس وقت تک کی مدّت میں کہ کس قدر زمانہ ہوا شدید اختلاف ہے۔

اسی طرح جناب ممدوح سے قریش تک بزرگ فہر تک جو تیسری صدی عیسوی میں ہوا ہے سلسلۂ نسب میں شدید اختلاف ہے۔ اس وجہ سے مذکورہ بالا سلسلۂ نسب کو یقینی اور اعتراض سے خالی نہیں سمجھنا چاہیے۔

ہلاکت تم پر کبھی نہیں آئی شیاطین نے پوچھا آخر کیا قصہ ہے؟ ابلیس نے کہا کہ: محمد ﷺ سیف قاطع کے ساتھ مبعوث ہوگئے جس کے بعد پھر زندگی ممکن نہیں اور ان کی مادر گرامی آمنہ ہی وہ بی بی ہیں جن کی وجہ سے میرے پروردگار نے مجھ پر لعنت فرمائی اور شیطان رجیم بنایا۔ یہ لوگ وحدانیت کو ظاہر کریں گے اور ذرّہ برابر بھی اس کے ساتھ شرک نہ کریں گے اور عنقریب ان سے اور ان کی مادر گرامی سے ایسی باتیں ظاہر ہوں گی جو میری آنکھوں کو اور دل کو جَلا دیں گی تو اب کہاں بھاگنے کا ٹھکانہ ہے؟

یہ سن کر ابلیس کے چیلوں نے کہا: آپ اپنے دل کو شاد اور آنکھوں کو خنک کیجئے خداوند عالم نے اولادِ آدم کو سات طبقوں پر پیدا کیا ہے ان میں سے ہر طبقہ میں سے ایک حصّہ تقسیم کیا ہوا میرا ہے ان میں سے چھ طبقات گذر چکے جو ان لوگوں سے زیادہ قوی اور زیادہ مال واولاد والے تھے ہم نے ان میں سے اپنا ایک حصّہ لے لیا اور کچھ لوگوں سے پختہ عہد ومیثاق کر لیا اب ضروری ہے کہ اس ساتویں طبقہ سے بھی عہد ومیثاق لے لیں۔ ابلیس نے کہا کہ: یہ کیونکر ممکن ہے جب کہ اس طبقہ میں بہت سے خصال حمیدہ موجود ہوں گے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جاری ہوگا؟ شیاطین نے کہا کہ: ہم عالم کو اس کے علم کے ذریعہ سے اور جاہل کو اس کی جہالت کے ذریعہ سے اہل دنیا کو دنیا کے ذریعہ سے زُہاد کو زہد کے ذریعہ سے زناکار کو زنا کے ذریعہ سے گمراہ کریں گے۔ ابلیس نے کہا: وہ لوگ صرف خدائے وحدہٗ لاشریک پر بھروسہ رکھیں گے۔ شیاطین نے جواب دیا کہ: اگر وہ لوگ خدا پر بھروسہ کریں گے تو ہم گمراہ اور گمراہ کن فرقوں کو مضبوط پکڑ لیں گے یہ سن کر ابلیس ہنسا اور کہا کہ: تم نے میری آنکھیں خنک کیں۔

جس سال حضرت رسول اللہ ﷺ کا حمل قرار پایا قریش بڑی سخت خشک سالی اور قحط میں مبتلا تھے کئی سال کی خشک سالی کے بعد اس سال زمین سرسبز ہوئی اور درخت بار لائے اور ہر

طرف سے وفود آئے جس سبب سے مکہ اور اطراف مکہ میں پوری خوش حالی پیدا ہوگئی لہٰذا اس سن کا نام سنِ فتح رکھا گیا۔

جب تک حضرت عبد المطلب کی جبیں سے نورِ حضرت رسول اللہؐ حضرت عبد اللہ کی طرف منتقل نہیں ہوا تھا اس وقت تک لوگ اس کے واسطے سے طلب باراں کرتے تھے۔

یعقوب ابن جعفر ابن سلیمان ہاشمی نے اپنے جد سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ: مجھ سے میرے والد علی ابن عبد اللہ نے بیان کیا ان سے عباس نے ان سے ان کے والد جناب عبد اللہ ابن عباس نے بیان کیا کہ: قیس کے شہروں میں ایک مرتبہ خشک سالی ہوئی اور قحط پڑا آسمان سے بارش نہیں ہوئی کہ زمین میں قوّت آتی اور سبزہ روئیدہ ہوتا جس سے سارے جاندار پوست واستخوان ہوگئے اور نقصان اور لاغری سے گرنے لگے تو قبیلۂ قیس رائے مشورہ کے لیے جمع ہوا اور یہ طے پایا کہ اس سرزمین کو چھوڑ کر اور کسی جگہ کوچ کر جائیں تو ان میں سے ایک گروہ نے کہا کہ: اے قبیلۂ قیس! تم لوگ جو بات سوچ رہے ہو کھیل نہیں ہے اس کے خطرات بہت ہیں اور اس کا ہونا آسان نہیں ہے ہم کو خبر ملی ہے کہ سید بطحا عبد المطلب نے خدا سے طلبِ باران کیا تو بارش ہوئی اور ان کی دعا اور شفاعت قبول ہوئی تم لوگ بھی انھیں پر بھروسہ کرو اور چلو ان کو اپنا وسیلہ بناؤ جس طرح تمہارے غیروں نے ان کو اپنا وسیلہ بنایا۔ سب نے کہا کہ: تم لوگوں نے بہت بہتر رائے دی اور سب حضرت عبد المطلب کے پاس آئے اور عرض کیا کہ: اے ابو الحارث! ہماری تدبیر کو کامیاب بنایئے ہم آپ کے قریبی ذوی الارحام ہیں کئی سال کی پے درپے خشک سالی نے ہمارے مونٹوں کو لاغر اور چشموں کو خشک کر دیا ہے ہم لوگوں کو آپ کی خبریں ملی ہیں اور مقبولیت واضح ہو چکی ہے تو ہم لوگوں کے لیے آپ اس ذات سے شفاعت فرمایئے جس سے آپ شفاعت کرتے ہیں۔ جناب عبد المطلب نے فرمایا: تمہاری وعدہ گاہ جبل عرفات ہے پھر آپ اپنے بیٹوں اور پوتوں کو لے کر کوہِ عرفات پر پہونچے اور اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے اور کہا: اے اللہ! اے تند چلنے والی

ہواؤں اور چمکنے والی بجلیوں اور کڑکنے والے رعد کے پروردگار! اے بنانے والے بادلوں کے اور مالک بندوں کے اور خالق مخلوق کے اور اے نازل کرنے والے رزق اور حق کے یہ قبیلۂ مضر (خیر البشر) تیری بارگاہ میں اپنے حالات کی سختی اور خشک سالی کی زیادتی کی شکایت کر رہا ہے ان کی پشتیں خم ہیں اور بال پریشان ہیں اور ان کے موٹے جانور لاغر ہو گئے ہیں اور بہتا ہوا پانی سوکھ گیا ہے اور چشمے خشک ہو گئے ہیں یہ اپنے پیچھے کمزور وضعیف لڑکے اور چرنے والے بہائم اور شیر خوار بچّے چھوڑ کر آئے ہیں اے اللہ! ان کے لیے فراٹے سے چلنے والی ہوا اور جھوم جھوم کر برسنے والے بادل کا دروازہ کھول دے کہ ان کی زمین ہنسنے لگے اور ان کے نقصانات پورے ہو جائیں۔

راوی نے کہا کہ: وہ لوگ ابھی اپنی جگہ سے اٹھے بھی نہ تھے کہ ایک کالی گھٹا گرجتی ہوئی پہونچ گئی۔ حضرت عبد المطلب نے فرمایا: ہاں یہی تیرے گرجنے کا وقت ہے اب برس۔ پھر فرمایا: اے گروہِ قیس! بس واپس جاؤ تمہاری زمین سیر اب ہو گئی۔ وہ لوگ واپس ہوئے اور جو کچھ عبد المطلب نے فرمایا تھا پورا ہوا۔ اس وقت حضرت ابو طالب نے چند اشعار کہے۔

قریش کے امور کے ناظم جناب عبد المطلب ہر روز بیت اللہ کے طواف کو جایا کرتے تھے تو ان کو جمال ذات حضرت رسول اللہ ﷺ ایک نور کی شکل میں نظر آیا کرتا تھا تو وہ قریش سے فرمایا کرتے تھے کہ: جب میں طواف کے لیے جاتا ہوں تو مجھ کو نور کی شکل میں ایک شخص نظر آتا ہے قریش کہتے تھے کہ: عبد المطلب کو جو تصویر نظر آتی ہے ہم لوگوں کو نظر نہیں آتی۔

حضرت ابن عباس راوی ہیں کہ حمل حضرت سرور کائنات ﷺ کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ بھی تھی کہ جس شب میں آپ کا حمل قرار پایا قریش کے جتنے جانور تھے سب بول اٹھے کہ قسم ہے کعبہ کے پروردگار کی! محمد ﷺ کا حمل قرار پا گیا جو کہ امان وصلاح اہل دنیا ہے اور قریش کی کاہنہ عورتوں کے موکل ان کی نگاہوں سے پوشیدہ ہو گئے اور ان کا علم کہانت ان کے سینہ سے

نکل گیا اور مشرق کے جانوروں نے مغرب کے وحوش کو اور دریا کے حیوانات نے ایک دوسرے کو حضرت کے حمل کی بشارت دی۔

عالم آل محمدؑ (حضرت محمد تقیؑ) سے منقول ہے کہ: جب پروردگار عالم نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا کرنا چاہا تو اس نے پانی کا ایک قطرہ عرش کے نیچے سے دنیا کے پھلوں میں سے ایک پھل میں نازل فرمایا اور حضرت عبد اللہ نے اس کو کھایا اسی سے حضرت کا حمل قرار پایا جب اس کو چالیس روز گذر گئے تو آپ بطنِ مادر سے ہر طرح کی آوازیں سننے لگے اور جب چار ماہ کے ہوئے تو آپ کے داہنے بازو پر یہ عبارت [سورہ انعام، آیت ۱۱۵] لکھ گئی: ﴿وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۱۱۵﴾

آثارِ ولادت حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بحکمِ پروردگار پیدا ہوئے تو خداوند عالم نے آپ کی نگاہوں کے سامنے ایک نور کا ستون خلق فرمایا۔ جس میں آپ دنیا کے تمام انسانوں کے اعمال کا مشاہدہ کرتے تھے۔

جناب آمنہ بنت وھب سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ: جب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کا زمانہ نزدیک ہوا تو میں نے دیکھا کہ ایک سفید طائر نے میرے سینہ پر اپنا پر مس کر دیا جس سے میرا خوف زائل ہو گیا اور دودھ کی شکل کا ایک سفید شربت میرے لیے لایا گیا مجھ کو اس وقت پیاس لگی تھی تو میں نے اس کو پیا اس وقت مجھ سے ایک نور ساطع ہوا جس کی شعاعیں بہت بلندی تک پہونچیں پھر میں نے خرمے کے درخت کی طرح لمبے قد کی کچھ عورتوں کو دیکھا کہ وہ مجھ سے گفتگو

کررہی ہیں تو مجھ کو حیرت ہوئی اور اپنے دل میں کہنے لگی کہ: ان عورتوں کو میری جگہ کس نے بتادی؟ پھر میری تکلیف زیادہ ہوگئی۔

میں بچہ کے دل کی دھڑکن ہمیشہ سنا کرتی تھی ایک روز میں نے دیکھا کہ زمین وآسمان کے درمیان سفید مخمل سا بھر گیااور سنا کہ کوئی شخص کہہ رہاہے کہ: اس بچہ کو لوگوں کی نگاہوں سے چھپاؤ پھر میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ ہوا پر کھڑے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں آفتابہ ہے پھر پروردگار عالم نے اس وقت میری نگاہوں سے پردے اٹھادیئے تو میں نے مشرق سے مغرب تک دنیا کامشاہدہ کیااور تین علم نصب کیے ہوئے دیکھے ایک مشرق میں اور ایک مغرب میں اور ایک پشت کعبہ پر اس کے بعد محمد ﷺ کی ولادت ہوئی۔

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پیدا ہوتے ہی سجدہ میں جھک گئے اور مثل تضرع وزاری کرنے والوں کے اپنی انگلی آسمان کی طرف بلند کردی اور دیکھا کہ آسمان سے ایک سفید ابر اترا اوراس نے محمد ﷺ کوڈھانک لیااورایک آواز دینے والے نے آوازدی کہ: محمد ﷺ کو مشرق و مغرب عالم اور دریاؤں کی سیر کراؤ تاکہ ساری دنیاان کوان کی صورت اور نام اور صفت کے ساتھ پہچان لے اس کے بعد وہ ابر محمد ﷺ کے پاس سے ہٹ گیااور میں نے محمد ﷺ کو دیکھا کہ وہ ایک کپڑے میں لپٹے ہوئے ہیں جو دودھ سے زیادہ سفید ہے اور اس کے نیچے ایک ہرے رنگ کاریشمی کپڑا ہے اور ہاتھ میں موتیوں کی تین کنجیاں لیے ہیں اور ایک شخص کہہ رہاہے کہ: محمد ﷺ نے جنّت ونصرت ونبوّت کی کنجیوں پر قبضہ کرلیا۔اس کے بعد ابر کا ایک دوسرا ٹکڑا آیاجوپہلے ابر سے زیادہ روشن ومنوّر تھااور ایک شخص نے کہاکہ: محمد ﷺ کو مشرق و مغرب کی سیر کراؤ اور جن وانس وطیوروسباع کل ذی حیات پر پیش کرواور ان کو صفائے آدمؑ اور رقت قلب نوحؑ اور زبان اسماعیلؑ اور جمال یوسفؑ اور خلت ابراہیمؑ اور بشارت یعقوبؑ اور لحن داؤدؑ وصبر ایوبؑ اور زہد یحییؑ اور کرم عیسیٰؑ عطاکرو پھر وہ ابرہٹ گیاتو میں نے دیکھا کہ محمد ﷺ کے ہاتھ میں ایک سبز ریشم ہے جو بہت سخت لپیٹا ہوا ہے اور

ایک شخص آواز دے رہا ہے کہ: محمد ﷺ نے ساری دنیا پر قبضہ کر لیا۔ پھر میرے پاس تین شخص آئے جن کے چہرے آفتاب کی طرح روشن تھے ان میں سے ایک کے ہاتھ میں ایک چاندی کا آفتابہ تھا جس سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی اور دوسرے کے ہاتھ میں ایک طشت زمرد سبز کا تھا جس کے چار گوشے تھے اور سب موتی کے تھے اور وہ کہہ رہا تھا کہ: اے حبیب خدا! یہ دنیا ہے اس پر قبضہ کر تو محمد ﷺ نے اس کو درمیان سے پکڑ لیا تو ایک کہنے والے نے کہا کہ: محمد ﷺ نے کعبہ پر قبضہ کر لیا اور تیسرے کے ہاتھ میں لپیٹا ہوا ایک سفید ریشم تھا اس نے اس کو کھول کر اس میں سے ایک انگوٹھی نکالی جس کی چمک سے آنکھیں خیرہ کر رہی تھیں پھر اس نے اس لوٹے کے پانی سے میرے بیٹے کو سات مرتبہ غسل دیا اور اس انگوٹھی سے اس کے دونوں شانوں کے درمیان میں مہر کر دیا اور ریشم کے کپڑے میں لپیٹ دیا اور اپنے پروں کے درمیان میں چھپا لیا۔

عالم آل محمدؑ (حضرت امام محمد تقیؑ) سے روایت ہے حضرت نے فرمایا کہ: وہ شخص جس نے حضرت رسول اللہ ﷺ کو غسل دیا تھا رضوان خازن جنّت تھا وہ جب چلا تو حضرت کی طرف مڑ مڑ کر دیکھتا جاتا تھا اور کہتا جاتا تھا کہ: محمد ﷺ تم کو عزّت دنیا اور شرف آخرت کی بشارت ہو۔

حضرت رسول اللہ ﷺ شکمِ مادر سے طاہر و مطہر پیدا ہوئے۔

آباؤ اجداد حضرت رسول اللہ ﷺ مومن اور اوصیائے حضرت ابراہیمؑ تھے

منقول ہے امامؑ نے فرمایا کہ: وہ وصی جو اس زمانے کے لوگوں پر حجّت خدا تھا میرے جد حضرت عبد اللہ تھے۔ جب حضرت رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے تو انھوں نے اپنے امور اپنے معتمد وکلاء کو سپرد کر دیئے اور خود باب رسولؐ بن گئے تو وہ ظاہر میں تو حضرت کی طرف سے لوگوں پر

حجّت تھے اور باطن میں باب رسولؐ تھے۔ اس لیے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کبھی کوئی شخص حجت و حاکم نہیں رہا کیونکہ حضرت خود حجّت تھے تو آپ پیدائش کے روز سے بعثت کے زمانے تک اس زمانے کے وصی اور وصی کے ثقات پر حجّت تھے اور وہ وصی خلق اللہ پر ظاہر میں حجّت تھا اور باطن میں باب رسولؐ تھے۔

ولادت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشی میں کعبہ کا سجدۂ شکر

حضرت عبد المطلب نے فرمایا کہ: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس شب میں پیدا ہوئے میں کعبہ میں تھا جب کچھ رات گذری تو میں نے دیکھا بیت اللہ ہر چہار جانب سے جھکا اور مقام حضرت ابراہیمؑ میں سجدہ میں گر پڑا پھر سیدھا ہو گیا جیسے پہلے تھا اور اس سے آواز آئی: "**اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر رب محمد المصطفیٰ**" اب مجھ کو میرے پروردگار نے شرک کی نجاستوں اور جاہلیت کی گندگیوں سے پاک کر دیا اس کے بعد اس طرح بت گرنے لگے جس طرح مکان گرتا ہے گویا کہ میں بڑے بت ھبل(۱) کی طرف دیکھ رہا ہوں ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے۔ جب میں نے بیت اللہ کی یہ حالت دیکھی تو میری سمجھ میں کچھ نہ آیا اور میں نے اپنی آستین اُلٹ لی۔ کبھی میں کہتا تھا کہ: شاید میں سو رہا ہوں پھر کہتا کہ نہیں میں جاگ رہا ہوں پھر میں مکہ کی طرف روانہ ہوا تو کوہِ صفا کو دیکھا کہ وہ بلند ہوتا چلا جا رہا ہے اور کوہ مروہ کو دیکھا کہ وہ تھرّا رہا ہے۔ اس کے بعد ہر طرف سے آوازیں آنے لگیں کہ: اے سردار قریش! تم کیوں خائف ہو؟ گویا کوئی دشمن تعاقب کر رہا ہے لیکن میں اس پکارنے والے کا کوئی جواب نہیں دے رہا تھا مجھے صرف آمنہ کی فکر تھی کہ ذرا اس کے بچے

(۱)۔ ھبل قریش کا عظیم ترین بت تھا یہ بت انسان کی شکل کا تھا اور عقیق سُرخ کا بنا ہوا تھا اس کا داہنا ہاتھ ٹوٹ گیا تھا تو قریش نے سونے کا ہاتھ بنا کر لگا دیا تھا۔ فتح مکہ کے روز حضرت علیؑ نے اس کو کعبہ کی چھت پر سے توڑ کر نیچے گرایا (قصص القرآن، صفحہ ۴۲)۔

محمد ﷺ کا حال معلوم کروں جب میں قریب پہنچا تو دیکھا کہ بہت سے طائر ان کے گھر کے گرد جمع ہیں اور مکہ کے پہاڑوں کو دیکھا کہ بہت اُونچے ہوگئے ہیں اور ایک سفید ابر آمنہ کے حجرے کے سامنے اترا ہوا ہے میں دروازے کے قریب پہونچ کر اس پر چڑھ گیا تو دیکھا کہ آمنہ دروازہ بند کیے بیٹھی ہیں اور ان پر وضع حمل کا اثر نہیں ہے پھر میں نے اتر کر دروازہ کھٹکھٹایا تو آمنہ نے دھیمی آواز سے جواب دیا۔

میں نے کہا: جلدی دروازہ کھولو جب دروازہ کھلا تو سب سے پہلے میری نگاہ ان کے چہرے پر پڑی تو میں نے محمد ﷺ کا نور ان کے چہرے پر نہ دیکھا پھر میں نے پوچھا کہ: آمنہ میں سو رہا ہوں یا بیدار ہوں؟ آمنہ نے کہا کہ: بیدار ہیں آپ کیوں اتنا خائف ہیں جیسے کوئی دشمن تعاقب کر رہا ہو؟ میں نے کہا: نہیں تو کوئی تعاقب نہیں کر رہا ہے لیکن میں آج کی رات بڑے خوف وہراس میں ہوں کیا بات ہے کہ میں آج تمہارے چہرے پر وہ نور نہیں دیکھتا؟ آمنہ نے کہا کہ: وہ بچہ پیدا ہو گیا جس کا وہ نور تھا۔ میں نے کہا کہ: میں تم پر وضع حمل کا کوئی اثر نہیں دیکھتا؟! آمنہ نے کہا کہ: ہاں سب منزلیں آسان ہو گئیں اور یہ طائر جو آپ دیکھ رہے ہیں مجھ سے میرے بچہ کو چھین رہا ہے چاہتا ہے کہ میں دے دوں تو یہ اس کو اپنے گھونسلے میں لے جائے اور یہ ابر جو آپ دیکھ رہے ہیں یہ بھی میرے بچے کو مانگ رہا ہے۔

جناب عبد المطلب نے فرمایا: لاؤ بچہ کو دیکھوں۔ جناب آمنہ نے کہا کہ: آپ لوگوں کو اس کے دیکھنے کی اجازت نہیں ہے کیونکہ ایک شخص میرے پاس آیا تھا جو چاندی کی طرح سفید اور خرمے کے درخت کی طرح لمبا تھا وہ مجھ سے کہہ گیا ہے کہ اس بچّہ کو تین دن تک کسی انسان کو نہ دکھانا۔ یہ سن کر جناب عبد المطلب ناراض ہوگئے اور کہا کہ: بچے کو دکھاؤ گی یا میں اپنے آپ کو ہلاک کرلوں؟ جب آمنہ نے میرا اصرار دیکھا تو کہا کہ آپ کو اختیار ہے بچہ اس کمرہ میں ایک سفید کپڑے میں لپٹا ہوا ہے اوراس کے نیچے سبز کپڑا ریشم کا ہے جناب عبد المطلب نے کہا کہ: میں نے

اس کمرہ کے دروازے میں داخل ہونا چاہاتو ایک شخص اندر سے بہت عجلت کے ساتھ نکلااور کہا کہ: ٹھہر جائیے اور واپس جائیے! کیونکہ تین روز تک کسی انسان کو اس کے دیکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ جب تک کہ ملائکہ اس کی زیارت نہ کرلیں۔ یہ سن کر میرے اعضا کانپنے لگے اور میں گھر سے نکل کر بہت تیز چلا کہ قریش کو ان حالات کی خبر دوں لیکن خدا نے میری زبان گنگ کردی کہ میں سات دن اور سات راتیں کسی سے کچھ نہ کہہ سکا۔

مورخین نے لکھاہے کہ: جس شب میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے دریائے ساوہ خشک ہوگیااور دریائے ساوہ جو ہزار سال سے خشک پڑا تھا جاری ہوگیا اور قصر کسریٰ کو زلزلہ آیا اور بارہ کنگرے اس کے گر پڑے جس کے سبب سے کسریٰ بہت خوف زدہ ہوا اور فارس کا آتش کدہ سرد ہوگیا۔ جو ہزار سال سے روشن تھا(۱)۔

تاریخ ولادت حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مسعودی نے لکھاہے کہ: سید اولاد آدم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوشنبہ کے روز صبح کے وقت طیب وطاہر پیدا ہوئے۔ اور ایک روایت ہے کہ جمعہ کے روز ربیع الاول سنہ ۱ عام الفیل میں جس کو عام الفتح بھی کہتے ہیں پیدا ہوئے اور یہی صحیح ہے۔

حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کی تاریخ میں اختلاف ہے۔ بعض علماء نے چھ اور کسی نے آٹھ اور کسی نے نو اور کسی نے دس اور کسی نے بارہ تاریخ لکھی ہے اور بارہ زیادہ مشہور ہے لیکن زیادہ تر علمائے امامیہ نے سترہ ربیع الاول لکھی ہے اور یہ زیادہ معتبر ہے کیونکہ علمائے شیعہ کا اس پر متفق ہونا بتاتا ہے کہ اہل بیتؑ سے یہی تاریخ منقول ہے۔ اور ماہِ ربیع الاول پر علماء کا اتفاق اس امر کا پتہ دیتا ہے کہ علامہ مسعودی نے اور بعض دیگر علماء نے جو لکھا ہے کہ نو

(۱)۔ روضۃ الاحباب، جلد ۱، صفحہ ۵۶/۵۷ وغیرہ۔

ذی الحجہ کو آپ کا حمل قرار پایا یہ خلاف تحقیق ہے کیونکہ اس صورت میں لازم آتا ہے کہ آپ یا تو تین مہینہ بطن مادر میں رہے یا پندرہ مہینہ رہے اور یہ دونوں باتیں غلط ہیں کیونکہ آپ کامل نو ماہ بطن مادر میں رہے نہ کم نہ زیادہ(۱)۔

لہٰذا یقیناً ماہِ جمادی الاخریٰ میں آپ کا حمل قرار پایا۔

کلینیؒ نے اصول کافی میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ بارہ ربیع الاول سنہ ۱ عام الفیل روز جمعہ وقت زوال یا وقت طلوع صبح چالیس سال قبل بعثت پیدا ہوئے۔

لیکن اکثر علمائے امامیہ کے نزدیک حضرت کی تاریخ ولادت سترہ ربیع الاول متفق علیہ ہے۔

مسعودیؒ نے کہا کہ: حضرت کی ولادت کے بعد قریش کا مرتبہ عرب میں زیادہ ہو گیا اور اس کا نام آل اللہ پڑ گیا۔

واقعات رضاعت رسول اللہ ﷺ

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو حضرت عبد المطلب نے حلیمہ بنت ابو ذویب کے سپرد کیا جن کی رضاعت کے واقعات مشہور ہیں اور کتاب دلائل نبوت محمد مصطفیٰ ﷺ میں تفصیل کے ساتھ مرقوم ہیں اس کتاب میں حضرت کی نبوّت کی دلیلیں دو سو اوراق میں ثقات کی روایت سے نقل کی گئی ہیں۔

اشراف عرب کا دستور تھا کہ فصاحت زبان اور پاکیزگی آب وہوا کا لحاظ کرتے ہوئے اپنے بچوں کو بادیہ نشین عربوں میں پرورش کے لیے بھیج دیا کرتے تھے اس بنا پر صحرا نشین عربوں کی عورتیں سال میں دو مرتبہ فصل ربیع اور فصل خریف میں شہر میں آکر بچوں کو لے جاتی تھیں۔

---

(۱)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۱۰۔

جناب حلیمہ خاتون بیان کرتی ہیں: جس سال حضرت رسول اللہ ﷺ کی ولادت ہوئی میرا قبیلہ سخت معاشی بحران اور فقر و گرسنگی کا شکار تھا میرے پاس ایک اونٹنی تھی وہ بھی ایک قطرہ دودھ نہیں دیتی تھی۔ میری گود کا بچّہ بھوک سے رویا کرتا تھا لیکن میرے اتنا بھی دودھ نہ تھا کہ بچہ کا پیٹ بھر سکے۔ ایک شب مجھ کو بے ہوشی سی طاری ہوگئی تو خواب میں دیکھا کہ ایک شخص نے مجھ کو اٹھا کر ایک نہر میں غوطہ دیا جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید تھا اور مجھ سے کہا کہ: اس کا پانی پی تا کہ تیرا دودھ زیادہ ہو جائے میں نے پیا خدا کی قسم! اس کا پانی شہد سے زیادہ شیرین تھا۔ پھر کہا کہ: اے حلیمہ! مکہ جا وہاں تیرے لیے وسیع روزی کا ذریعہ اور نور ساطع موجود ہے اس کو اپنے ساتھ لا اور اپنے راز کو لوگوں سے پوشیدہ رکھ پھر اس نے میرے سینہ پر ہاتھ پھیرا اور کہا:

جا خدا تجھ کو رزق دے! اور تیرے شیر کو جاری کرے! میں جب بیدار ہوئی تو بھوک پیاس اور ضعف و کمزوری کا کوئی اثر مجھ پر نہ تھا۔ میری قوم کی لڑکیاں طلب معاش کی غرض سے مکّہ جا رہی تھیں میں بھی ان کے ساتھ روانہ ہوگئی راہ میں میں آواز سن رہی تھی کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ: اے حلیمہ! تجھ کو مبارک ہو! جب میں مکہ پہونچی تو میرے قبیلہ کی عورتیں تمام مال داروں کے گھروں میں پھیل گئیں اور پرورش کے لیے بچے لے آئیں لیکن میں محروم رہ گئی اور شرمندہ ہوئی کہ کیوں مکہ آئی ناگاہ میں نے ایک نہایت صاحب عظمت و وقار شخص کو دیکھا اور لوگوں سے پوچھا یہ کون ہیں؟ کسی نے کہا کہ: یہ بزرگ مکہ عبد المطلب ابن ہاشم ہیں اور وہ آواز دے رہے تھے کہ: اے عورتوں! تم میں کوئی ایسی عورت بھی ہے جس کو کوئی بچہ نہ ملا ہو؟ حلیمہ کہتی ہیں کہ: میں ان کے پاس گئی اور عرض کیا کہ: میں ہوں، جناب عبد المطلب نے پوچھا کہ: تم کون ہو؟ میں نے کہا کہ: قبیلۂ بنی سعد کی ایک عورت ہوں میرا نام حلیمہ ہے یہ سن کر فرمایا: خوشا حال تمہارا! تم لوگوں میں دو صفتیں ہیں سعادت و حلم جو سبب عزت دنیا اور عزّت ابدی ہیں۔

پھر فرمایا کہ: اے حلیمہ! میرے پاس ایک یتیم بچہ ہے جس کا نام محمد ﷺ ہے میں نے اس کو بہت سی عورتوں کے سُپرد کیا لیکن اس نے کسی کا دودھ قبول نہیں کیا تم اس کو لو شاید تم کو قبول کرے حلیمہ کہتی ہیں کہ: میں نے قبول کیا اور محمد ﷺ کو گود میں لیا اور اپنے بائیں پستان سے لگایا کیوں کہ میرے داہنے پستان میں دودھ نہ تھا وہ خشک تھا لیکن محمد ﷺ نے اس کو قبول نہیں کیا اور بار بار داہنے پستان کی طرف ہمکتے تھے۔ پھر میں نے داہنے پستان سے محمد ﷺ کو لگایا تو فوراً دودھ جاری ہو گیا مجھ کو سخت تعجب ہوا کہ میں نے بائیں پستان سے بارہ لڑکوں کو دودھ پلایا لیکن داہنے پستان میں کبھی دودھ نہ رہا لیکن آج محمد ﷺ کی برکت سے داہنے پستان میں دودھ آ گیا۔

جناب عبد المطلب نے فرمایا کہ: تم مکہ ہی میں رہو اور اپنے مکان سے متصل ایک مکان حلیمہ کو رہنے کے لیے دیا لیکن حلیمہ کے والد نے قبول نہ کیا حلیمہ چند روز مکہ رہیں پھر حضرت رسول اللہ ﷺ کو لے کر اپنے گھر چلی گئیں جو مکہ سے اٹھارہ میل پر جدہ کی راہ پر واقع تھا۔ جناب عبد المطلب نے حکم دیا کہ محمد ﷺ کو ہر جمعہ کو مکہ لانا اور کعبہ کا طواف کرانا۔ حلیمہ حضرت رسول اللہ ﷺ کو لے کر روانہ ہوئیں راہ میں کسی نے آواز دی کہ: اے حلیمہ! جانتی ہو کہ یہ بچہ کون ہے؟ یہ محمد رسول رب العالمین اور بہترین اولادِ آدم ہے جب میں ان کو لے کر اپنے قبیلہ میں پہونچی تو میرے قبیلہ کی عورتوں نے محمدؐ کو دیکھنے کے لیے ان کے چہرے سے چادر ہٹائی تو محمد ﷺ کے چہرے سے ایک نور نکل کر آسمان تک پہونچ گیا جس سے سب متعجب ہوئیں اور مجھ کو بشارت دینے لگیں۔ پھر رفتہ رفتہ میرے مال میں فراوانی ہونے لگی تھوڑے دنوں میں اپنے وطن کے دولت مندوں میں شمار کی جانے لگی۔

حلیمہ نے کہا کہ: سب سے پہلا کلام جو محمدؐ سے میں نے سنا یہ تھا کہ ایک شب انھوں نے کہا: ”لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قُدُّوْسًا قُدُّوْسًا نَامَتِ الْعُيُوْنُ وَالرَّحْمٰنُ لَا تَأْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ“: محمد ﷺ نے عام بچوں کی طرح کبھی کپڑے میں بول و براز نہیں کیا۔ اور جب کبھی چاہتی تھی کہ ان کا ہاتھ

منھ دھوؤں تو غیب سے کوئی شخص آکر مجھ سے پہلے دھو دیتا تھا۔ اور محمد ﷺ کبھی کوئی چیز بائیں ہاتھ سے نہیں اٹھاتے تھے جب کوئی چیز اٹھائی تو داہنے ہاتھ سے اور ہر روز دو مرغ سفید آتے تھے اور محمد ﷺ کے گریبان میں داخل ہو کر غائب ہو جاتے تھے (۱)۔

حضرت رسول اللہ ﷺ قبیلۂ بنی سعد میں حلیمہ خاتون کے پاس پانچ برس کی عمر تک رہے (۲)۔

مسعودی نے لکھا ہے کہ: حضرت رسول اللہ ﷺ ابھی کمسن ہی تھے کہ آپ کی والدۂ ماجدہ نے انتقال کیا۔ اس کے بعد تھوڑے دنوں تک آپ کی پرورش جناب عبد المطلب نے کی۔ ان کے بعد جناب ابو طالب نے جب تک کہ آپ مبعوث برسالت ہوئے اور خدا نے حضرت کو اظہار رسالت کی اجازت مرحمت فرمائی۔

حضرت امام محمد تقیؑ سے منقول ہے حضرت نے فرمایا کہ: پروردگار عالم نے اپنے نبیؐ کو اس لیے یتیم کر دیا کہ آپ پر کسی انسان کی ریاست و حکومت نہ رہے۔

آپ کے چچا ابو طالب کے زیر سرپرستی آپ کا پرورش پانا اور حضرت کی زوجہ جناب فاطمہ بنت اسد کا آپ کی خدمتیں کرنا (اور آپ کے قتل کے ارادے سے) یہودیوں کا آپ کی تلاش و جستجو میں رہنا اور آپ کا اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ شام کا سفر کرنا اور راہ میں بحیرہ راہب کا حضرت کے سرانور پر ابر کو سایہ فگن دیکھ کر اپنے صومعہ سے نکلنا اور آپ کی مہمان داری کرنا اور اس وقت جو معجزات آپ سے ظاہر ہوئے معروف و مشہور ہیں۔

---

(۱)۔ خلاصہ مضامین روضۃ الاحباب، جلد ۱، صفحہ ۵۹ تا ۶۳ و شجرۂ طوبیٰ از صفحہ ۵ تا ۶ بحوالہ واقدی۔

(۲)۔ روضۃ الاحباب، جلد ۱، صفحہ ۶۶۔

حضرت رسول اللہ ﷺ کا سفر شام اور بحیرہ راہب سے ملاقات

حضرت رسول اللہ ﷺ کی عمر جب بارہ برس دو مہینہ دس روز ہوئی حضرت ابو طالب نے بغرض تجارت شام جانے کا ارادہ کیا حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: چچا ہم کو کس پر چھوڑ کر جارہے ہیں اور ساتھ جانے کی خواہش کی حضرت ابو طالب نے آپ کو اپنے ساتھ لیا اور روانہ ہوگئے جب قریۂ کفر میں پہونچے جو بصریٰ سے چھ میل پر واقع تھا جہاں بحیرہ راہب کا جو نصاریٰ کا بہت بڑا عالم اور زاہد وعبادت گزار تھا صومعہ تھا بحیرہ نے حضرت رسول اللہ ﷺ کے حالات و صفات اور آپ کے متعلق پیشگوئیاں انجیل و توریت اور سابق آسمانی کتابوں میں پڑھی تھیں اور کتابوں میں پڑھا تھا کہ وہ پیغمبر فلاں زمانے میں اس راہ سے گذرے گا اور فلاں درخت کے نیچے قیام کرے گا لہٰذا جو قافلہ بھی اس راہ سے گذرتا تھا بحیرہ اپنے صومعہ پر چڑھ کر گہری نگاہ سے اس کو دیکھتا تھا اور جب وہ علامتیں اس میں نہیں پاتا تھا تو اپنی جگہ پر واپس چلا جاتا تھا۔

حضرت ابو طالب کا کارواں جب اس کے دَیر کے نزدیک پہونچا تو حسب عادت اس نے دیر کی چھت پر جاکر اس کو دیکھا تو دیکھا کہ ایک ابر قافلہ کے اوپر سایہ فگن ہے جب قافلہ چلتا ہے تو وہ بھی چلتا ہے اور جب قافلہ ٹھہر جاتا ہے تو وہ بھی ٹھہر جاتا ہے۔ نیز دیکھا کہ جس طرف سے وہ قافلہ گذر جاتا ہے وہاں کے پتھر اور درخت **السلام علیک یا رسول اللہ** کہتے ہیں۔ ناگاہ وہ قافلہ آکر ایک خشک درخت کے نیچے ٹھہرا فوراً اس درخت کی شاخیں سرسبز ہوگئیں۔ بحیرہ نے یہ علامتیں دیکھ کر کہا کہ: یقیناً وہ پیغمبر جس کے آنے کی بشارتیں ہم نے کتابوں میں پڑھی ہیں اس قافلہ میں موجود ہے فوراً بحیرہ نے ضیافت و مہمان داری کا انتظام کیا اور قافلہ والوں سے جاکر کہا کہ: آپ حضرات چل کر کھانا کھالیں اور اصرار کیا حضرت ابو طالب سب لوگوں کو لے کر بحیرہ کے دیر میں تشریف لائیں۔ بحیرہ نے دیکھا کہ کل اہل قافلہ آگئے لیکن ان کے سروں پر ابر نہیں ہے اس نے پوچھا: یہ بتائیے کہ آپ کے قافلہ کا کوئی شخص چھوٹ بھی گیا ہے یا سب آگئے؟ جناب ابو طالب

نے فرمایا: ایک بچہ چھوٹ گیا ہے جس کو ہم نے اپنے سامان کے پاس بٹھلا دیا ہے۔ بحیرہ نے کہا کہ: نہیں خدا کی قسم! کوئی شخص آپ کے قافلہ کا چھوٹنے نہ پائے۔ چنانچہ ایک شخص کو بھیج کر آپ کو بلوایا گیا جب آپ تشریف لائے تو بحیرہ نے دیکھا کہ ابر بھی آپ کے ساتھ آیا جو آپ کے سر پر سایہ فگن تھا۔ آپ تشریف لائے اور سب نے کھانا کھایا کھانے سے فارغ ہونے کے بعد بحیرہ نے حضرت ابو طالب سے پوچھا کہ: یہ بچہ آپ کا کون ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ: میرا لڑکا ہے بحیرہ نے کہا کہ: ان کے والدین کو زندہ نہیں ہونا چاہیے ابو طالب نے کہا کہ: سچ کہتے ہو یہ میرے بھائی کے لڑکے ہیں۔ بحیرہ نے کہا: ان کی حفاظت کیجئے ایسا نہ ہو کہ یہود ان کو پالیں اور قتل کر دیں!۔

اس کے بعد حضرت رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ: ''لات وعزیٰ'' کی قسم دیتا ہوں حضرت نے فرمایا کہ: لات وعزیٰ کی قسم نہ دو میں ان چیزوں کا سخت دشمن ہوں۔ اس نے کہا: میں خدا کی قسم دیتا ہوں یہ بتایئے کہ فلاں شکل کا ایک نشان آپ کی پشت پر ہے؟ فرمایا: ہاں ہے یہ سن کر بحیرہ اچھل پڑا اور حضرت کی پیشانی پر بوسہ دیا اور کہا کہ: میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ خدا کے رسولؐ ہیں۔ پھر حضرت کے قدموں پر بوسہ دیا پھر حضرت نے پشت مبارک سے کپڑا ہٹا کر مہر رسالت دکھائی اس نے مہر پر بوسہ دیا پھر بحیرہ نے ابو طالب سے کہا کہ: یہ قائم المرسلین ہیں ان کا دین تمام دینوں کا ناسخ ہے اور ان کی شریعت تمام دنیا میں پھیل جائے گی ان کو شام نہ لے جایئے کیونکہ یہود ان کے دشمن ہیں۔ جناب ابو طالب نے اپنا مال تجارت بصریٰ ہی میں فروخت کر دیا اور مکہ واپس آ گئے اور شام کا ارادہ ترک کر دیا(۱)۔

مسعودی نے لکھا ہے کہ: پچیس سال کی عمر میں آپ کا حضرت خدیجہ بنت خویلد سے عقد کرنا اور عقد کے وقت حضرت ابو طالب کا خطبۂ نکاح پڑھنا اور علاوہ ان کے جو باتیں ظاہر ہوئیں،

---

(۱)۔ روضۃ الاحباب، جلد ۱، صفحہ ۶۹ تا ۷۲ وغیرہ۔

درخت، اینٹ اور پتھر وغیرہ کا حضرت سے کلام کرنا اور آپ کو رسول اللہؐ کہہ کر خطاب کرنا اور حضرت کا نمازیں پڑھنا اور روزے رکھنا وغیرہ معروف ومشہور ہیں۔

حضرت خدیجہؑ سے شادی

حلیۃ الرسول ام البتول، ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد قریش کی ایک بڑی معزّز خاتون تھیں آپ کا سلسلۂ نسب پانچویں پشت میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملتا ہے۔ آپ حسن و جمال و عقل و کمال و دین وحیاء ومروت وسخاوطہارت ونجابت میں بے مثال تھیں جاہلیت میں لوگ آپ کو طاہرہ کے لقب سے پکارتے تھے۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: تمام دنیا کی عورتوں میں سے خداوند عالم نے چار عورتوں کو منتخب فرمایا مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم اور خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (۱)۔

حضرت انس سے روایت ہے کہ حضرت جبرئیل امینؑ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور فرمایا: خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ: خدیجہ کو میری طرف سے سلام کہئے تو حضرت خدیجہ نے عرض کیا کہ: ''اِنَّ اللّٰہ ھو السَّلام و علیک السَّلام و رحمۃ اللّٰہ '' (۲)۔ آپ کے فضائل بہت ہیں۔ جناب خدیجہ قریش کی نہایت دولت مند بی بی تھیں جب آپ کا قافلہ تجارت کے لیے روانہ ہوتا تھا تو تنہا آپ کا مال سارے قریش کے مال کے برابر ہوتا تھا۔

---

(۱)۔ مستدرک حاکم، جلد ۳، صفحہ ۱۸۵ و شجرۂ طوبیٰ، صفحہ ۲۲۔

(۲)۔ مستدرک جلد ۳، صفحہ ۱۸۶۔

جب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ سے شادی کی اس وقت آپ کے پاس سو طشت سونے کے اور سو چاندی کے اور سو لوٹے سونے کے اور سو چاندی کے اور ایک سو ساٹھ غلام اور لونڈیاں اور گائے بیل بھیڑ بکریوں کا کوئی شمار نہیں تھا اور اسّی ہزار اونٹ تھے یہ سب چیزیں آپ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دے دیں اور حضرت نے تبلیغ دینِ خدا میں صرف کیں۔ آخر یہ نوبت پہونچی کہ صرف ایک چادر آپ کے پاس رہ گئی تھی جس کو اوڑھ کر سوتی تھیں اور کچھ نہ تھا۔

آپ سب سے پہلے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائیں اور خدا نے آپ کی دولت سے اسلام کو قوّت پہونچائی۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: دین اسلام صرف دو چیزوں سے قائم ہوا ہے خدیجہ کی دولت اور علی کی تلوار سے اور قول پروردگار ﴿وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ﴾(۱)۔ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ:

اس کا مطلب یہ ہے کہ اے رسولؐ! خدا نے تم کو فقیر پایا تو خدیجہ کے مال کے ذریعہ سے تم کو غنی کر دیا(۲)۔

جب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر پچیس سال ہوئی تو آپ کی سچائی و دیانت و حسن معاملہ اور امانت کی عام شہرت سن کر حضرت خدیجہ نے آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ میں تجارت کی غرض سے اپنا مال شام بھیجنا چاہتی ہوں اور اس کام کے لیے قریش میں آپ سے بہتر کسی کو نہیں پاتی اگر آپ اس خدمت کو قبول فرمائیں تو جو منفعت ہو گی اس میں آپ کا بھی حصّہ رہے گا۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو طالب سے مشورہ کرنے کے بعد قبول فرمایا اور جناب خدیجہ کے غلام میسرہ اور ان کے ایک عزیز خزیمہ ابن حکیم سلمٰی کے ساتھ روانہ ہوگئے۔ بصریٰ میں پہنچ کر حضرت نے سارا مال فروخت کر دیا آپ کو دوسرے تاجروں سے دوگنی منفعت حاصل ہوئی اور

---

(۱)۔ پارہ ۳۰، سورۃ ضحیٰ، آیت ۸۔

(۲)۔ شجرۂ طوبیٰ، صفحہ ۲۳۔

مدینہ کی طرف واپس ہوگئے۔ جب مکہ کے قریب پہونچے تیز گرمی کا وقت تھا اور حضرت اپنے اونٹ پر سوار تھے اور آپ کے سر پر دو طائر سایہ کیے ہوئے تھے جناب خدیجہ کچھ عورتوں کے ساتھ رسول اللہؐ کے جلوس کی شان دیکھنے کے لیے اپنے مکان کے بالاخانہ پر جاکر بیٹھیں آپ کو قافلوں کی آمد کی خبر مل چکی تھی اتنے میں جناب خدیجہ کے غلام میسرہ نے آکر کثیر منفعت اور کامیابی کے ساتھ حضرت کی مراجعت کی خبر دی جناب خدیجہ نے جو قافلہ پر نگاہ کی تو دو طائروں کو حضرت کے سر پر سایہ افگن دیکھا تو میسرہ سے کیفیت معلوم کی میسرہ نے کہا کہ: جس روز سے ہم مکہ سے روانہ ہوئے اسی روز سے میں ان طائروں کو حضرت کے سر پر سایہ افگن دیکھ رہا ہوں اور اثنائے سفر کے دیگر عجیب و غریب واقعات بیان کیے۔ جناب خدیجہ کے دل میں حضرت کی طرف شوق پیدا ہوا اور اپنی کنیز نفیسہ کو پوشیدہ طریقے پر گفتگو کے لیے بھیجا۔ نفیسہ کے ذریعہ سے نسبت طے ہوگئی اور عقد کی تاریخ مقرر ہوگئی۔ تاریخ و وقت معین پر حضرت ابوطالب، حضرت حمزہ اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وغیرہ کو لے کر آئے اور پانچ سو طلائے سُرخ مہر پر عقد ہوگیا۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عقد نکاح حضرت ابوطالب نے پڑھا(۱)۔

بعثت

مسعودی نے لکھا ہے کہ: جب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر چالیس سال ہوئی اور پروردگار عالم نے چاہا کہ اپنے نور کو تمام اور اپنے برہان کو ظاہر فرمائے تو حضرت جبرئیلؑ کو حکم دیا کہ اعلانِ رسالت کا حکم لے کر حضرت پر نازل ہوں حالانکہ آپ اس کے قبل بھی نبی تھے لیکن پوشیدہ، تو حضرت میکائیلؑ نے حضرت جبرئیلؑ سے پوچھا کہ: کہاں کا ارادہ ہے؟ تو حضرت جبرئیلؑ

(۱)۔ روضۃ الاحباب، جلد ۱، صفحہ ۷۲ تا ۷۵۔

نے فرمایا کہ: پروردگار عالم نے نبی رحمت کو مبعوث فرمایا ہے اور مجھ کو حکم دیا ہے کہ اعلانِ رسالت کا حکم لے کر ان کے پاس جاؤں۔ حضرت میکائیلؑ نے کہا کہ: میں بھی چلوں؟ کہا چلو۔ تو دونوں فرشتے نازل ہوئے اور حضرت رسول اللہ ﷺ کو مقام ابطح میں حضرت علیؑ اور حضرت جعفر طیار کے درمیان سویا ہوا پایا۔ حضرت جبرئیل حضرت رسول اللہ ﷺ کے سرہانے اور حضرت میکائیل پائینِ پا بیٹھ گئے لیکن تعظیماً حضرت کو بیدار نہیں کیا۔ حضرت میکائیلؑ نے حضرت جبرئیلؑ سے پوچھا کہ: آپ کس پر نازل ہوئے ہیں؟ کہا: اس پر جو درمیان میں سویا ہے یہ سن کر حضرت میکائیلؑ نے چاہا کہ حضرت کو بیدار کریں لیکن حضرت جبرئیلؑ نے روک دیا۔ کچھ دیر کے بعد پہلے حضرت امیر المومنینؑ بیدار ہوئے تو آواز آئی کہ اپنے چچا کے بیٹے کو جگاؤ! حضرت نے جگا دیا تو حضرت جبرئیل نے پروردگار عالم کا پیغام پہونچایا۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: تم کون ہو؟ کہا: میرا نام جبرئیل ہے اور روانہ ہو گئے۔ حضرت رسول اللہ ﷺ اٹھ کر چلے کہ اپنی بھیڑ بکریوں کی خبر لیں تو جس درخت یا اینٹ پتھر کی طرف سے گذرے سب نے آپ کو رسول اللہؐ کہہ کر سلام کیا اور بعثت کی مبارک باد دی چند روز کے بعد پھر ایک روز حضرت جبرئیلؑ نازل ہوئے۔

اسلام میں پہلی نماز

حضرت جبرئیلؑ ایک روز حضرت رسول اللہ ﷺ سے مکہ کے باہر ایک مقام پر ملے اور اپنے پاؤں سے ایک مقام پر دبایا تو ایک شفاف پانی کا چشمہ ظاہر ہوا اس سے حضرت جبرئیلؑ نے وضو کیا اور حضرت رسول اللہ ﷺ نے بھی اسی طرح وضو فرمایا پھر نماز پڑھی۔ یہ اسلام میں پہلی نماز تھی جو روئے زمین پر پڑھی گئی۔ حضرت امیر المومنینؑ نے بھی یہ نماز آپ کے ساتھ پڑھی یہی

نماز پروردگار عالم نے ساری امّت پر فرض کر دی۔ جب حضرت رسول اللہ ﷺ گھر تشریف لائے تو حضرت خدیجہ کو بھی اس نماز کی خبر دی تو انھوں نے بھی وضو فرمایا اور عصر کی نماز پڑھی۔

حضرت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ساری امّت سے پہلے مَردوں میں حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ نے اور عورتوں میں ام المومنین حضرت خدیجہؑ نے نماز پڑھی۔

خداوند عالم نے اپنے رسولؐ کو وہ کل چیزیں عطا فرمائیں جو اس نے انبیاء و مرسلین اور ملائکہ مقربین کو عطا کیں اور ان کل کتابوں اور صحیفوں کا علم عطا فرمایا جو انبیاءؑ پر نازل ہوئے تھے اور کتاب و حکمت عطا کی اور وہ سارے فضائل و کمالات عطا کیے جو دنیا میں کسی کو بھی نہیں عطا ہوئے۔

حضرت رسول اللہ ﷺ نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ: مجھ کو وہ سب چیزیں عطا ہوئیں جو انبیاء و مرسلین کو عطا کی گئیں اور پندرہ چیزیں مجھ کو ایسی عطا ہوئیں جو کسی کو بھی نہ ملیں۔ مجھ کو خدا نے رعب عطا فرما کر میری مدد کی۔ میرے لیے زمین مسجد اور مطہر قرار دی گئی۔ مجھ کو جوامع الکلم عطا ہوا۔ اور غنیمت کے ساتھ خدا نے مجھ کو فضیلت عطا کی۔ اور درجۂ شفاعت امّت مجھ کو عطا ہوا۔ اور وہ کل معجزات جو خدا نے انبیا و مرسلین کو عطا کیے تھے مجھ کو عطا فرمائے۔ پھر مجھ کو وہ چیزیں بھی عطا کیں جو کسی کو بھی نہ ملیں۔

علامہ شبلی لکھتے ہیں کہ: سب سے پہلا مرحلہ یہ تھا کہ یہ پر خطر راز کِس کے سامنے پیش کیا جائے اس غرض کے لیے وہ لوگ انتخاب کیے جاسکتے تھے جو فیض یاب صحبت رہ چکے تھے جن کو آپ کے اخلاق و عادات کی ایک ایک حرکات و سکنات کا تجربہ ہو چکا تھا جو پچھلے تجربوں کی بنا پر آپ کے صدق دعویٰ کا قطعی فیصلہ کر سکتے تھے یہ لوگ حضرت خدیجہ آپ کی حرم محترم تھیں، حضرت علیؑ تھے، جو آپ کی آغوش تربیت میں پلے تھے، زید تھے جو آپ کے آزاد کردہ غلام اور بندۂ خاص تھے، حضرت ابو بکر تھے۔

پھر لکھتے ہیں کہ: جو کچھ ہوا پوشیدہ طور پر ہوا نہایت احتیاط کی جاتی تھی کہ محرمان خاص کے سوا کسی کو خبر نہ ہونے پائے نماز کا جب وقت آتا تو آنحضرتؐ کسی پہاڑ کی گھاٹی میں چلے جاتے اور وہاں نماز ادا کرتے (۱)۔

اس عبارت سے دو باتیں معلوم ہوئیں: ۱۔ یہ کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سب سے پہلے حضرت علیؑ نے اظہارِ اسلام کیا ان کے بعد زید ایمان لائے ان کے بعد حضرت ابو بکر۔ ۲۔ دوسری بات یہ کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعثت کے بعد تین برس تک تقیہ میں رہے اور حضرت ابو بکر نے بھی تقیہ کیا (مؤلف)۔

دعوت ذوالعشیرہ

مسعودی لکھتے ہیں کہ: پھر خداوند عالم نے آیت ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾؛ (۲) نازل فرمائی تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کل بنی ہاشم کو جمع کیا جن کی تعداد چالیس تھی اور حضرت علیؑ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے بکری کی ایک ران اور ایک صاع (تین کلو) آٹے کی روٹیاں تیار کرائیں۔ پھر آپ نے دس دس آدمیوں کو بلا کر کھلانا شروع کیا یہاں تک کہ سب نے سیر ہو کر کھالیا حالانکہ ان میں ایسے لوگ بھی تھے جو بوٹیاں کھاتے تھے اور شوربہ بھی پی جاتے تھے۔

دوسری روایت ہے کہ حضرت نے ایک بکری ذبح کرنے کا حکم دیا چنانچہ بکری ذبح کی گئی اور سب نے اس سے کھایا پھر حضرت نے حکم دیا کہ اس کے اجزاء کھال اور ہڈیاں جمع کی جائیں جب اجزاء جمع کر دیئے گئے تو بحکم پروردگار اس بکری کو زندہ کر دیا۔ کھانے سے فرصت کرنے کے

---

(۱)۔ سیرۃ النبی، جلد ۱، صفحہ ۱۵۰۔

(۲)۔ پارہ ۱۹، سورۂ شعراء، آیت ۲۱۴۔

بعد حضرت نے ان لوگوں کو عذاب خدا سے ڈرایا اور اپنی نبوّت کے اقرار کی دعوت دی اور فرمایا کہ: خدا نے مجھ کو کل جن وانس اور سفید و سیاہ کی طرف رسولؐ بنا کر بھیجا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ: خدا نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ اپنے قریبی قرابت داروں کو اس عذاب سے ڈراؤں میں خدا کی بخشش اور ثواب میں تم لوگوں کا کوئی حصّہ نہیں پاتا ہوں جب تک تم لوگ ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ'' نہ کہو یہ سن کر ابولہب نے کہا کہ: کیا اسی لیے ہم لوگوں کو بلایا تھا؟ اور سب اٹھ گئے اس وقت خداوند عالم نے سورۂ تبّت یدا ابی لہب نازل فرمایا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ: حضرت نے ایک پیالہ میں دودھ بھروایا اور ان لوگوں کو دو دو کر کے بلایا اور دودھ پلایا یہاں تک کہ سب سیر ہوگئے پھر فرمایا: اے اولاد عبد المطلب! تم لوگ میری اطاعت کرو روئے زمین کے بادشاہ ہو جاؤ گے اور خدا نے جتنے انبیاءؑ مبعوث فرمائے ان میں سے ہر ایک کا ایک وصی اور بھائی اور وزیر ضرور بنایا تو تم میں سے کون میرا وصی اور بھائی اور وزیر اور میرے دین کا ادا کرنے والا بنے گا؟ تو ان لوگوں نے قبول کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ: ہم اس کی طاقت نہیں رکھتے ان لوگوں کا جواب سن کر حضرت علیؑ کھڑے ہوگئے۔ حالانکہ آپ عمر میں سب سے چھوٹے تھے اور عرض کیا کہ: یارسول اللہؐ! میں آپ کا وصی اور بھائی اور وزیر بنوں گا۔ حضرت نے فرمایا: بے شک تم میری باتوں کو قبول کرو گے اور آپ حضرت کے وصی اور بھائی اور وزیر قرار پائے۔

علامہ طبری نے لکھا ہے کہ: جب سب کھانے سے فارغ ہو چکے تو حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اولاد عبد المطلب! میں نہیں جانتا کہ عرب کا کوئی جوان اپنی قوم کے لیے اس سے بہتر چیز لایا ہو جیسی میں تمہارے لیے لایا ہوں! میں تمہارے لیے خیر دنیا و آخرت لایا ہوں تو تم میں کون ہے جو آج ہماری مدد کرے تو میں اس کو اپنا بھائی اور وصی اور خلیفہ بناؤں؟ تو حضرت علیؑ نے

عرض کیا کہ: میں خدا کی قسم! آپ کا وزیر بنوں گا تو حضرت نے ان کی گردن پکڑی اور فرمایا کہ: بے شک یہ میرا بھائی اور وصی اور خلیفہ ہے تم لوگ اس کا حکم مانو اور اس کی اطاعت کرو تو لوگ ہنستے ہوئے کھڑے ہوگئے اور حضرت ابو طالب سے کہا کہ: تم کو تمہارے بھتیجے نے حکم دیا ہے کہ اپنے بیٹے کا حکم مانو اور اطاعت کرو (۱)۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ روزِ دعوتِ عشیرہ ہی حضرت رسول اللہ ﷺ کے بھائی اور وزیر اور خلیفہ بن چکے تھے اور آپ کی فرماں برداری اور اطاعت ساری امّت پر واجب ہو چکی تھی پھر حجۃ الوداع سے واپسی میں اپنے آخر ایام زندگی میں غدیر خم کے میدان میں حضرت نے حضرت علیؑ کی خلافت کی تجدید فرمائی اور مسلمانوں سے آپ کی خلافت کا عہد لیا جس کی تفصیل آئندہ آئے گی تو پھر بعدِ حضرت رسول اللہ ﷺ کسی دوسرے کی خلافت کا کیا سوال پیدا ہو سکتا تھا؟! (مؤلف)۔

رسول اللہ ﷺ پر سب سے پہلے کون لوگ ایمان لائے؟

مسعودی لکھتے ہیں کہ: حضرت امیر المومنینؑ کے بعد حضرت کے خاندان کے لوگوں میں سے حضرت جعفر طیار ایمان لائے ان کے بعد حضرت حمزہ ابن عبد المطلب۔

مورخین اسلام کا اتفاق ہے اس امر پر کہ حضرت رسول اللہ ﷺ پر سب سے پہلے حضرت علیؑ نے اظہارِ اسلام کیا اور آپ کا اسلام کفر سے نہ تھا کیونکہ آغوش رسولؐ کے پروردہ تھے

---

(۱)۔ تاریخ طبری، جلد ۲، صفحہ ۶۳ چھاپہ مصر، یہی مضمون معارج النبوۃ رکن ۳، واقعہ نہم اور کامل ابن اثیر، جلد ۲، صفحہ ۲۲ اور ابو الفداء جلد ۱، صفحہ ۱۱۶ اور مستدرک حاکم جلد ۳، صفحہ ۱۳۳ اور سیرت حلبیہ، جلد ۱، صفحہ ۳۸۱ و خصائص نسائی، صفحہ ۲۰ و مسند احمد ابن حنبل جلد ۱، صفحہ ۱۵۹ اور کنز العمال جلد ۶، صفحہ ۳۹۲ اور کتاب الوافی المسئلۃ الشرقیہ لامین ابن ابراہیم شمیلی مطبوعہ مصر، صفحہ ۱۴ و صفحہ ۱۷ وغیرہ میں بھی ہے۔

قبل بعثت جس دین پر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اسی پر حضرت علیؑ بھی تھے اور حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نمازیں پڑھا کرتے تھے۔

اسی بناء پر صحابہ کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ لکھا جاتا ہے لیکن حضرت علیؑ کے نام کے ساتھ علمائے اہل سنّت کرم اللہ وجہہ لکھتے ہیں کیونکہ آپ نے کبھی بتوں کا سجدہ نہیں کیا جیسا کہ شیخ شہاب الدین ابن حجر مکی نے لکھا ہے، رہ گیا بچپنے کے ایمان کا مسئلہ تو اس کے متعلق علامہ بیہقی اور علامہ ابن حجر نے لکھا ہے کہ اس زمانے میں طفلی کا ایمان صحیح تھا یہ حکم بعد میں منسوخ ہوا(۱)۔

اگر طفلی کا ایمان قبول نہ ہوتا تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علیؑ کو اسلام کی دعوت نہ دیتے اور اگر حضرت علیؑ خود سے اسلام قبول کرتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو قبول نہ کرتے اور دعوت ذوالعشیرہ کے روز حضرت علیؑ کو اپنا بھائی اور وزیر اور خلیفہ نہ بناتے اور کل مسلمانوں کو آپ کی فرماں برداری کا حکم نہ دیتے۔

دھبہ نہ لگنا اور ہزاروں دھبے لگنے کے بعد دھویا جانا دونوں میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خاندان کے کسی بچہ کو اسلام کی دعوت نہ دی سوا حضرت علیؑ کے پھر آپ نے ان کو اپنا وزیر اور خلیفہ بنایا اور اس وقت جو لوگ بھی مسلمان ہو چکے تھے اور جو قیامت تک مسلمان ہونے والے تھے سب پر آپ کی اطاعت فرض کی یہاں تک کہ حضرت حمزہؓ اور حضرت جعفر طیارؓ اور حضرت ابو بکرؓ اور جو لوگ بھی مسلمان ہو چکے تھے ان پر بھی حضرت کی فرماں برداری فرض کی جس سے معلوم ہوا کہ بعدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علیؑ کا مرتبہ سب سے بلند تھا اور بدرجہا بلند تھا۔

پھر بچپنے کے ایمان کا مسئلہ چھیڑنا جہالت وعناد نہیں تو اور کیا ہے؟!(مؤلف)

---

(۱)۔وسیلۃ النجات، صفحہ ۵۶۔

حضرت امیر المومنینؑ کے بعد حضرت جعفر طیار اور حضرت حمزہ ایمان لائے اور پچاس آدمی یا اس سے کچھ زیادہ ایمان لا چکے تھے اس کے بعد حضرت ابو بکر ایمان لائے (۱)۔

جب حضرت ابو بکر کی خلافت کے جواز کے لیے دلیلوں کی ضرورت ہوئی تو جہاں بہت سے بے سروپا اور فرضی فضائل بنائے گئے وہاں آپ کے سابقیت اسلام کی فضیلت بھی تخلیق کی گئی۔

قریش کا عہد نامہ اور بنی ہاشم سے ترک موالات

مسعودی نے کہا کہ: پھر قریش مشورہ کے لیے ابو سفیان صخر ابن حرب کے گھر میں جمع ہوئے اور اس کا نام ''دارالندوہ'' تھا اور سب نے عہد و پیمان کیا اور لات و عزیٰ کی قسم کھائی کہ بنی ہاشم جب تک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمارے حوالہ نہ کر دیں گے، تاکہ ہم لوگ ان کو قتل کر دیں اس وقت تک ہم لوگ ان سے کلام نہ کریں گے نہ ان کے ہاتھ خرید و فروخت کریں گے۔ پھر ایک صحیفہ لکھا گیا جس کو معاویہ نے لکھا جو اس وقت جوان تھا اس کے بعد ان لوگوں نے بنی ہاشم کو گھر چھوڑ کر نکل جانے پر مجبور کیا آخر حضرت ابو طالب سب کو لے کر شعب ابو طالب میں چلے گئے۔ قریش نے ان لوگوں پر نگہبان مقرر کر دئے بنی ہاشم اس میں تین سال رہے اس وقت خداوند عالم نے کیڑوں کو اس عہد نامہ پر مسلط کر دیا۔

مورخین نے لکھا ہے کہ: قریش نے جب دیکھا کہ اسلام روز بروز قوّت پکڑ تا جاتا ہے تو ان کی سرکشی اور عداوت اور زیادہ ہو گئی تو کل اشراف قریش حضرت ابو طالب کے پاس پہونچے اور کہا کہ: اپنے بھتیجے کو میرے حوالہ کیجئے کہ میں قتل کر دوں یا جنگ کے لیے تیار ہو جایئے! حضرت ابو طالب نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ: نورِ نظر اتنا بار اپنے چچا پر نہ ڈالو جس کے اٹھانے کی طاقت نہ ہم میں ہو نہ تم میں ہو۔ حضرت نے فرمایا: اے چچا! میرے داہنے ہاتھ پر آفتاب اور بائیں

(۱)۔ طبری، جلد ۲، صفحہ ۶۰ چھاپہ مصر۔

پر ماہتاب لاکر رکھ دیا جائے جب بھی میں اس فریضہ کو چھوڑ نہیں سکتا جب تک یا تو خدا اپنے دین کو غالب کر دے یا میں ہی فنا ہو جاؤں۔ یہ فرما کر روانہ ہو گئے۔ حضرت ابو طالب نے بلایا اور کہا کہ: تم اپنے کام میں مشغول رہو جب تک میں زندہ ہوں کوئی تمہارا بال بیکا نہیں کر سکتا۔

حضرت رسول اللہ ﷺ بدستور اپنے کام میں مشغول رہے قریش اگرچہ آپ کو قتل نہ کر سکے لیکن ہر طرح سے اذیتیں دیتے لیکن آپ ساری سختیاں برداشت کرتے اس کے بعد ان لوگوں نے ترک موالات کا عہد نامہ لکھا اور اس کو ایک مقام پر محفوظ کر دیا اور بنی ہاشم کو شعب ابو طالب میں قید کر دیا اور سخت پہرہ لگا دیا کہ ایک قطرہ پانی یا کھانا ان کے پاس جانہ سکے نہ کوئی شعب سے نکلنے پائے اور اگر کوئی نکلتا تھا تو مارتے تھے اور اذیتیں دیتے آخر یہ نوبت پہونچی کہ بنی ہاشم جنگل کی پتیاں اور گھاس کھا کر بسر کرتے اور راتوں کو بنی ہاشم کے چھوٹے چھوٹے بچوں کی بھوک سے رونے کی آوازیں لوگ اپنے گھروں سے سنتے تھے اور خوش ہوتے تھے۔ اس موقع پر حضرت ابو طالب نے حضرت رسول اللہ ﷺ سے جو محبت و جان نثاری و اولاد نثاری کی اس کی نظیر صفحۂ عالم پر کسی دور میں نہیں ملتی ان کے خدمات آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

صرف حضرت رسول اللہ ﷺ کی حمایت و نصرت میں آپ نے بڑے بڑے مصائب اور روحانی و جسمانی تکلیفیں برداشت کیں سارے عرب کو اپنا دشمن بنالیا اور اپنے صلبی بیٹوں اور جگر گوشوں کو بھی آپ پر نثار کرتے تھے۔ جہاں پیغمبر ﷺ کا پسینہ گرتا اپنا خون بہانے کو تیار ہوتے شعب میں سب سے بڑی فکر حضرت ابو طالبؑ کو حضرت رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کی تھی۔

علامہ حلبی نے لکھا ہے کہ شعب ابو طالب میں حضرت ابو طالب کا یہ معمول تھا کہ حضرت رسول اللہ ﷺ سے فرماتے تھے کہ: میرے پاس میرے ہی فرش پر سو رہو پھر جب سب لوگ سو جاتے تو حضرت رسول اللہ ﷺ کو اس جگہ سے ہٹا دیتے تھے اور اپنے کسی بیٹے کو اس جگہ

سولا دیتے یا اپنے کسی بھائی کو یا چچازاد بھائی کو سولا دیتے تاکہ کوئی دشمن حضرت کو دھوکہ سے قتل نہ کر دے(۱)۔

ایک روز حضرت ابوطالبؑ چند آدمیوں کے ساتھ شعب سے نکلے ابوجہل اور اس کی قوم نے جب ان کو آتے ہوئے دیکھا تو سمجھا کہ اب ابوطالب سختیوں کے برداشت کرنے سے عاجز ہو چکے ہیں اور ہم لوگوں کے پاس اس غرض سے آرہے ہیں کہ محمد کو ہمارے حوالہ کر دیں اتنے میں حضرت ابوطالبؑ آگئے اور مقامِ حجر میں بیٹھ گئے اور فرمایا کہ: اے قریش! میں ایک امر مہم کے لیے آیا ہوں جس میں سب کی بھلائی ہے تم لوگ اس عہد نامہ کو لاؤ محمد ﷺ نے مجھ کو خبر دی ہے کہ خدا نے اس صحیفہ پر کیڑوں کو مسلط کر دیا ہے ان کیڑوں نے عہد نامہ میں ظلم وجور اور قطع رحم سے متعلق جتنی عبارتیں تھیں سب کو کھالیا ہے صرف خدا کا نام جہاں جہاں تھا اس کو چھوڑ دیا ہے تم لوگ عہد نامہ کو لاؤ اور دیکھو اگر یہ بات غلط ہو تو تم لوگ محمد ﷺ کو قتل کر دو اور اگر صحیح ہے تو تم لوگ اپنے ظلم وجور سے باز آؤ۔ سب نے کہا کہ: آپ نے بالکل ٹھیک کہا اس کے بعد صحیفہ لایا گیا اور جب اس کو کھولا گیا تو معلوم ہوا کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے جو خبر دی تھی بالکل صحیح تھی قریش شرمندہ ہوئے اور حضرت ابوطالب اپنے ساتھیوں کے ساتھ کعبہ کے پردوں کے اندر داخل ہوئے اور بارگاہِ خدا میں عرض کیا:

"اَللّٰھُمَّ انصُرنا عَلٰی مَن ظَلَمَنا وقَطَعَ اَرحَامنا وَاستَحلَّ مَا یَحرُمُ عَلَیه مِنَّا"۔

یعنی اے پالنے والے! اے ہمارے اللہ! ہماری مدد کر ان لوگوں کے مقابلہ میں جنھوں نے ہم پر ظلم کیا ہے اور قطع رحم کیا ہے اور ہمارے بارے میں جو امور اس کے لیے حلال نہ تھے ان کو حلال کیا ہے۔

---

(۱)۔ سیرت حلبیہ، جلد ۱، صفحہ ۳۴۲۔

اس کے بعد سب شعب میں واپس چلے گئے اور مطعم ابن عدی نے صحیفہ کو پھاڑ ڈالا اور قریش جاکر بنی ہاشم کو شعب سے باہر لائے اور ان کے گھروں تک پہونچایا(۱)۔

بنی ہاشم محرم سنہ ۷ بعثت میں شعب میں داخل ہوئے اور سنہ ۱۰ بعثت میں نکلے۔کیا یہ واقعات حضرت ابوطالب کے ایمان کی دلیل نہیں ہیں مسلمان پڑھیں اور غور کریں اور محسن اسلام و محسن پیغمبر اسلامؐ جس نے خدا کے دین اور خدا کے رسولؐ کی حمایت میں اپنا تن من دھن، اپنا مال اپنی اولاد سب کچھ قربان کر دیا، جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی آغوش میں پالا جس نے رسول اللہؐ کا عقد پڑھا وہ مسلمان نہ تھا یہ وہی کہہ سکتا ہے جس کے دل کی آنکھیں خدا نے کور کر دی ہوں۔﴿وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۴۰﴾[سورۂ نور، آیت ۴۰] کیا اور کبھی کسی دور میں کسی کافر نے خدا کے دین اور خدا کے رسولؐ کی ایسی نصرت کی ہے۔

جب حضرت ابوطالب کا انتقال ہوا تو آپ کو غسل و کفن دیا گیا جب آپ کا جنازہ اٹھایا گیا تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنازے کے آگے آگے چلے روتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ چچا آپ نے اپنی قرابت کا پورا حق ادا کیا خدا آپ کو جزائے خیر دے(۲)۔کیا کسی کافر کی موت پر بھی رونا جائز ہے؟ کیا کسی کافر کو اس کے مرنے کے بعد دعا دینا کہ خدا اس کو جزائے خیر عطا فرمائے خدا کے رسولؐ کے لیے جائز تھا اور کیا کافر کو بھی مرنے کے بعد جزائے خیر ملتی ہے؟

حضرت ابوطالبؑ نے اپنے انتقال کے وقت کل اولاد عبدالمطلب کو بلایا اور فرمایا کہ:
تمہارے لیے ہمیشہ بھلائی رہے گی جب تک محمدؐ کا حکم مانتے رہوگے اور اس کے دین کی پیروی کرتے رہوگے اور اس کی مدد کرتے رہوگے تو کامیاب رہوگے(۳)۔

(۱)۔خلاصہ مضامین روضۃ الاحباب جلد ۱، صفحہ ۹۵و۹۷ و سیرت حلبیہ۔
(۲)۔روضۃ الاحباب، جلد ۱، صفحہ ۹۹، و سیرت حلبیہ، جلد ۱، صفحہ ۳۵۲۔
(۳)۔روضۃ الاحباب، جلد ۱، صفحہ ۹۹ و طبقات ابن سعد وغیرہ۔

محمد ابن اسحاق سے روایت ہے کہ: حضرت رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو طالب کے آخر وقت میں کلمۂ اسلام پڑھنے کو فرمایا تو حضرت عباس نے اپنا سر ان کے نزدیک کیا تو سنا کہ وہ کلمۂ شہادتین پڑھ رہے ہیں تو حضرت رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ: اے میرے بھائی کے بیٹے! خدا کی قسم! ابو طالب وہی کلمہ پڑھ رہے ہیں جس کے پڑھنے کا آپ نے حکم دیا ہے (۱)۔

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ: حضرت رسول اللہ ﷺ کے آباؤ اجداد بہشت میں ہوں گے اور حضرت عبد المطلب بہشت میں اس طرح جائیں گے کہ ان میں انبیاءؑ کا نور اور بادشاہوں کا جمال ہوگا اور اسی زمرہ میں ابو طالب بھی ہوں گے (۲)۔

لیکن ان لوگوں نے جو ایک مدّت تک کافر رہے اور ان کے آباؤ اجداد حالت کفر میں مرے اور جہنم کے ایندھن بنے اپنا اور اپنے باپ دادا کا عیب کم کرنے کے لیے حضرت ابو طالب کے کفر پر مرنے کی حدیثیں گڑھ لیں اور اسی پر بس نہ کی بلکہ حضرت رسول اللہ ﷺ کے کفر پر مرنے کی بھی حدیثیں بنائیں۔

ادلۂ نبوّت

حضرت رسول اللہ ﷺ کے معجزات

مسعودی نے لکھا ہے کہ: آنحضرت ﷺ سے ایسے ایسے معجزات ظاہر ہوئے جن کو دیکھ کر انسانی عقلیں متحیّر رہ گئیں جیسے سنگریزوں کا حضرت کے حکم سے کلام کرنا، چاند کا حضرت کے اشارے سے شق ہو جانا، درخت کا چلنا اور وحشی جانوروں اور بہائم و طیور کا کلام کرنا، اور جو کچھ لوگ

(۱)۔ روضۃ الاحباب، جلد ۱، صفحہ ۱۰۰، و مدارج النبوۃ عبد الحق دہلوی۔

(۲)۔ اصابہ جلد ۷، صفحہ ۱۱۵۔

کھاتے تھے یا اپنے گھر میں ذخیرہ کرتے تھے ان کی خبر دینا۔ اور حضرت کی انگشتہائے مبارک سے چشموں کا جاری ہونا وغیرہ۔

حضرت رسول اللہ ﷺ سے جو معجزات ظاہر ہوئے ان سب کا شمار ممکن نہیں نہ ان کا انکار ممکن ہے چنانچہ وہ روشن خیالی جو معجزات کو عوام کی خوش اعتقادی پر محمول کرتے ہیں اور فن تاریخ میں معجزات کے تذکرے سے پرہیز کرتے ہیں وہ بھی حضرت کے حالات زندگی لکھنے کے وقت حضرت کے معجزات کے تذکرے سے اپنے قلم کو نہ روک سکے یہ تو ان معجزات کا ذکر ہے جن کے علم کا ذریعہ آج صرف علم و تاریخ و حدیث ہے لیکن حضرت کا وہ معجزہ جو آج بھی زندہ ہے اور قیامت تک زندہ رہے گا قرآن مجید ہے جو چودہ سو برس سے پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ اگر تم کو اس کتاب کے کلام خدا ہونے میں شک ہے تو ایک ہی سورہ اس کے ایسا بنا کر پیش کردو لیکن دشمنانِ خدا اور رسولؐ نے تلواریں نکال لیں جنگیں کیں، اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ پر غلط اعتراضات کیے، ان کے خلاف کتابیں لکھیں لیکن ایک چھوٹا سے چھوٹا سورہ بنا کر قرآن مجید کو خود اس کے مطلوبہ طریقہ کے مطابق شکست نہ دے سکے اور قرآن کا دعویٰ سچ ہو کر رہا کہ اے رسولؐ! ان سے کہہ دو کہ اگر تمام جن و انس مل کر اس قرآن کے مثل لانا چاہیں تو ہرگز نہ لا سکیں گے۔

انبیاء و اوصیاء علیہم السلام کے وہ معجزات جن کے امکان و وجود پر عقلی اور نقلی دلیلیں موجود ہیں ان کا چھپانا حق پوشی ہے۔ معجزہ ایک خدائی سند اور نبوّت و امامت کی واضح و روشن دلیل ہے جس پر انسانوں کے ایمان و عمل کی بنیاد قائم ہے۔ معجزات کا چھپانا خدا کی بارگاہ میں حق اور انسانیت کی بارگاہ میں بہت بڑا جرم اور دلیل گمراہی ہے۔ اور قطع نظر اس سے اگر معجزات و کرامات کسی کے حالات زندگی کا اہم ترین جزء ہوں تو اس کی سوانح حیات کے لکھنے کے وقت ان کو کیونکر چھوڑ دیا جائے؟ کیا صرف اس بنا پر چھوڑ دیا جائے کہ دھریت کا دماغ ان کے قبول کرنے سے انکار کرتا ہے اور ان کو مشکوک نگاہوں سے دیکھتا ہے یہ تو حق کی کھلی ہوئی شکست ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کی تاریخ سے آغوش مادر میں ان کا کلام کرنااورزندہ آسمان پر چلا جانا اور حضرت موسیٰؑ کے حالات سے عصامار کر ان کا دریائے نیل کو شگافتہ کرناوغیرہ کیونکر نکال دیا جائے اور اگر نہیں نکالا جاسکتا تو محمد و آل محمدؑ کے معجزات کا ذکر کرنا کیوں جرم ہو گیا۔ اگر یہی طریقہ رہ گیا تو کچھ دنوں کے بعد انبیاءؑ واوصیاءؑ کی تاریخ اکبر و شاہ جہاں کی تاریخ بن کر رہ جائے گی جیسا کہ گروہِ نواصب نے خلافت کی تاریخ کو سکندر و چنگیز کی تاریخ بنا دیا۔ مخالفین اہل بیتؑ نے جب تخت خلافت پر جو آل رسولؐ کی جگہ تھی اپنے من مانے لوگوں کو بٹھلایا جو فضائل و کمالات سے خالی تھے تو انھوں نے سب سے پہلے شرائط خلافت الٰہیہ کو پست کیا اس کے بعد معجزات و فضائل و کمالات اہل بیتؑ سے انکار کر کے ان کو ان کے درجۂ بلند سے گرانے کی کوشش کی اور اپنے خلفاء کے فضائل میں بے شمار حدیثیں وضع کیں۔ عجیب و غریب کرامات گڑھ کر ان کی طرف منسوب کر دیئے اور ان کی ظاہری حکومت و فتوحات کو ان کے لیے سبب فخر و مباہات سمجھا حالانکہ وہ یہ نہیں سمجھے کہ جس ملوکیت و فتوحات پر وہ نازاں ہیں اور ان کو خلفاء کا بہترین کارنامہ سمجھتے ہیں اسلام ان کا دشمن ہے۔ اسلام ان کو مٹانے آیا تھا۔ انبیاءؑ واوصیاءؑ کے لیے یہ باتیں عیب تھیں۔ تفصیل کے لیے میری کتاب ''**الفرقة الناجية فى الاسلام**'' ملاحظہ فرمایئے۔

نزولِ قرآن

مسعودی نے لکھا ہے کہ: خداوند عالم نے ماہِ صیام کی راتوں میں سے کسی ایک شب پورا قرآن ایک مرتبہ نازل فرمادیا پھر حضرت رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل کی کہ اے رسولؐ! قرآن کے پڑھنے میں جلدی نہ کیا کرو جب تک پوری وحی نازل نہ ہو جائے۔

تاریخ نزول قرآن قریب قریب متفق علیہ ہے کہ ماہِ رمضان میں نازل ہوا۔ لیکن اس میں مفسرین کے درمیان اختلاف ہے کہ کیونکر نازل ہوا؟ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ: پورا

قرآن یک دفعہ لوحِ محفوظ سے آسمان اول پر نازل ہوا وہاں سے تھوڑا تھوڑا کر کے حضرت رسول اللہ ﷺ پر ۲۳ر سال میں نازل ہوا۔ کسی نے کہا ہے کہ: پورا قرآن پہلے ملائکہ وحی پر نازل ہوا پھر تھوڑا تھوڑا کر کے حضرت رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا۔ اور بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ پورا قرآن ایک مرتبہ حضرت رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا (اس کے بعد متفرق طور پر بحسبِ مصالح تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا۔ مؤلف)۔

معراج حضرت رسول اللہ ﷺ

مسعودی نے لکھاہے کہ: ایک شب آپ مقام ابطح میں تھے کہ حضرت جبرئیلؑ براق لے کر حاضر ہوئے جو قد میں خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا تھا۔ حضرت اس پر سوار ہوئے اور حضرت جبرئیلؑ نے رکاب تھامی۔ اور اس کو بیت المقدس تک لے گئے۔ پھر وہاں سے آسمان تک گئے۔ وہاں ملائکہ نے حضرت سے ملاقات کی اور سلام کیا اور حضرت کے ساتھ پرواز کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت ساتویں آسمان تک پہونچے۔

منقول ہے کہ جب آپ آسمان پر پہونچے تو انبیاء علیہم السلام آپ کی خدمت میں بھیجے گئے اور ان لوگوں نے اپنی عبادت کی جگہ آپ کے لیے خالی کر دی تو حضرت نے ان لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی اور امامت فرمائی پھر خداوند عالم نے وحی نازل فرمائی کہ: ﴿فَإِنْ كُنْتَ فِي شَكٍّ مِمَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ فَاسْأَلِ الَّذِينَ يَقْرَءُونَ الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكَ... الخ﴾(۱)۔

حضرت نے عرض کیا کہ: نہیں اے میرے پروردگار! نہ مجھ کو شک ہے نہ میں سوال کروں گا۔ پھر حضرت ساتویں آسمان پر تشریف لے گئے اور قاب قوسین اوادنیٰ کی منزل تک پہونچے تو آپ

(۱)۔ سورۂ یونس، آیت ۹۴۔

کے سامنے سے حجابات اٹھادیئے گئے پھر کچھ اور آگے بڑھے تو آواز آئی کہ: محمد تم ایسے مقام پر چل رہے ہو جہاں تک تمہارے قبل کوئی انسان نہیں پہونچا۔ پھر خداوند عالم نے آپ سے کلام کیا اور فرمایا کہ: ﴿آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ حضرت نے عرض کیا کہ: ہاں اے میرے پروردگار! وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ۲۸۵﴾ [سورۂ بقرہ، آیت ۲۸۵]

پھر ارشاد ہوا کہ:

﴿لَا يُكَلِّفُ اللهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ

تو حضرت نے عرض کیا کہ: رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا ...الخ ۲۸۶﴾ [سورۂ بقرہ، آیت ۲۸۶] تو خداوند عالم نے فرمایا کہ: میں نے قبول کیا۔ پھر فرمایا کہ: تمہارے بعد تمہاری امّت کے لیے کون ہے؟ عرض کیا پروردگارا! تو بہتر جانتا ہے۔ ارشاد ہوا کہ: علی ابن ابی طالب امیر المومنینؑ۔ پس حضرت امیر المومنینؑ کی امامت پروردگار عالم سے بالمشافہہ طے پائی۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: خداوند عالم نے جب مجھ کو آسمان پر بلایا تو اس نے میری ساری امّت کو اول سے آخر تک ممثل کرکے میرے سامنے پیش کیا لہٰذا میں ان لوگوں کو تم لوگوں سے زیادہ پہچانتا ہوں پھر اس نے مجھ کو کل نام تعلیم کیے اور اسی شب میں میری امّت پر نماز فرض کی گئی۔

منقول ہے کہ حضرت کو معراج ۵ بعثت میں ہوئی پہلے تو پچاس رکعتیں نماز فرض ہوئیں پھر تخفیف ہوئی یہاں تک کہ سترہ رکعت قرار پائی۔ ایک روایت ہے کہ خدا کی طرف سے کل گیارہ رکعتیں واجب کی گئیں (صبح و ظہر و عصر و عشا کی دو دو رکعتیں اور مغرب کی تین رکعتیں) تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں چھ رکعتیں اور اضافہ کیں (دو رکعتیں ظہر میں دو عصر میں اور دو عشا میں) اور یہی چھ رکعتیں سفر میں ساقط ہو جاتی ہیں۔ نماز کے بعد روزہ پھر فطرہ پھر زکوۃ

مال پھر حج فرض کیا گیا۔ اس کے بعد جہاد فرض ہوا اور سارے فرائض کا اختتام اقرار ولایت اہل بیت علیہم السلام پر ہوا اس کے بعد آپ معراج سے واپس آ گئے۔

شبِ معراج جب حضرت ابو طالب نے حضرت رسول اللہ ﷺ کو نہ پایا تو بنی ہاشم سے فرمایا کہ: تم لوگ اسلحہ لگا کر آ جاؤ اس لیے کہ ہم محمدؐ کو نہیں پائے تو ابولہب کے سواء کل بنی ہاشم دوڑ پڑے۔ ابولہب بنو عبد شمس ابن امیہ کا حلیف تھا اور حضرت رسول اللہ ﷺ کا سب سے بڑا دشمن تھا اور ابوسفیان کی بہن حمالۃ الحطب اس کی بیوی تھی۔

حضرت ابو طالب فریاد کر رہے تھے کہ: "**وامصیبتاہ**" ہم محمدؐ کو نہیں دیکھتے ابھی اسی پریشانی میں تھے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہو گئی آپ آسمان سے جناب ام ہانی خواہر حضرت امیر المومنینؑ کے دروازے پر اُترے۔ حضرت ابو طالب نے حضرت رسول اللہ ﷺ اور بنی ہاشم کو ساتھ لیا اور مسجد الحرام تک گئے اور مقام حجر کے پاس ٹھہرے اور اپنی تلوار کھینچ کر وہاں پر جو کفّار قریش موجود تھے ان سے فرمایا کہ: خدا کی قسم! اگر میں محمد ﷺ کو نہ پاتا تو تم میں سے کوئی آنکھ پلک مارنے والی باقی نہ رہتی۔ قریش نے کہا کہ: اے ابو طالب! تم ہم لوگوں میں صاحب عظمت ہو ہم لوگ ایسا نہیں کر سکتے کہ محمدؐ کو دھوکے سے قتل کر دیں۔

جب صبح ہوئی تو حضرت رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو نماز پڑھائی اور معراج کا قصّہ بیان کیا تو کفّار نے (امتحاناً) کہا کہ: ذرا ہمارے سامنے بیت المقدس کی صفت بیان کیجئے تو حضرت جبرئیل نے بیت المقدس کی زمین بلند کر دی کہ وہ حضرت کی نگاہوں کے سامنے آ گئی اور حضرت نے اس کے حالات وصفات بیان کر دیئے۔

پھر حضرت نے ابوسفیان کے قافلہ کا اور اس کے سُرخ اونٹ کا حال بیان فرمایا جو قافلہ کے آگے چل رہا تھا تو کفّار نے آپ کی تکذیب کی اور کہا کہ: یہ تو ایک کھُلا ہوا سحر ہے۔

اس کے بعد حضرت برابر مکّہ ہی میں رہے اور کبھی بالاعلان اور کبھی پوشیدہ تبلیغ اسلام فرماتے رہے جن لوگوں کے دلوں میں نورِ ایمان تھا انھوں نے حضرت کی دعوت قبول کی اور جس کے لیے حکم عذاب ثابت ہو چکا تھا اس نے انکار کیا۔

۵؁ بعثت میں ایک شب جب کہ حضرت رسول اللہ ﷺ ام ہانی کے گھر مقیم تھے کہ حضرت جبرئیل امینؑ اور حضرت میکائیلؑ پچاس ہزار ملائکہ کے ساتھ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ: پروردگار عالم نے آپ کو بلایا ہے۔ جب آپ باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت جبرئیل امین براق لیے موجود ہیں۔ یہ جنّت کی سواریوں میں سے ایک سواری تھی جو قد میں خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا تھا اور اس کے دو پر تھے اور تیز رفتاری میں حد نگاہ اس کا ایک قدم تھی حضرت نے جب اس پر سوار ہونا چاہا تو اس نے سرتابی کی تو حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا: ٹھہر یہ محمد ﷺ ہیں تو رام ہو گیا۔ جب حضرت سوار ہوئے تو حضرت جبرئیلؑ اس کو لے کر پہلے بیت المقدس کی طرف چلے اور ملائکہ بھی حضرت کے داہنے اور بائیں پرواز کرتے ہوئے روانہ ہوئے۔ راہ میں قریش کے ایک تجارتی قافلہ کے اونٹ جو شام سے واپس آرہا تھا براق کے پروں کی آواز سے بھڑکے تو قافلہ کے آخر سے ایک شخص نے پکار کر ایک دوسرے شخص سے کہا کہ: دیکھو اونٹ بھڑک رہے ہیں! اور فلاں اونٹ نے اپنا بار گرا دیا اور اس کی اگلی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ اس وقت حضرت رسول اللہ ﷺ کو پیاس لگی تھی آپ نے قافلہ والوں کے پاس ایک برتن میں پانی بھرا ہوا دیکھا تو ٹھہر کر اس میں سے کچھ پیا اور باقی کو زمین پر گرا دیا۔ پھر کچھ آگے بڑھے تو کسی نے حضرت کو داہنی جانب سے پکارا تو آپ نے جواب نہیں دیا پھر بائیں جانب سے پکارا تو آپ نے جواب نہیں دیا پھر ایک نہایت درجہ حسینہ اور جمیلہ عورت ساری دنیا کی زینتوں سے آراستہ آپ کے سامنے آئی اور کہا کہ: ادھر دیکھئے! اور مجھ سے کلام کیجئے! لیکن آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر آپ بیت المقدس پہونچے اور مسجد

میں داخل ہوئے تو وہاں حضرت ابراھیمؑ اور حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ اور بہت سے انبیاءؑ کو موجود پایا اور آپ نے ان لوگوں کو نماز پڑھائی۔

پھر حضرت جبرئیلؑ نے تین پیالے بھرے ہوئے حضرت کی خدمت میں پیش کیے ایک میں پانی اور دوسرے میں دودھ اور تیسرے میں شراب تھی حضرت نے دودھ اور پانی پیا اور شراب والا پیالہ چھوڑ دیا تو حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ: یارسول اللہؐ! اگر شراب والے پیالے سے آپ پی لیتے تو آپ کی امّت گمراہ ہو جاتی۔ حضرت رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ: جبرئیل نے مجھ سے سوال کیا کہ: آپ نے اس سفر میں کیا دیکھا؟ میں نے کہا کہ: کسی نے مجھ کو داہنے جانب سے پکارا تو میں نے جواب نہیں دیا حضرت جبرئیلؑ نے کہا کہ: وہ داعی یہود تھا اگر آپ جواب دے دیتے تو آپ کی امّت یہودی ہو جاتی۔ پھر فرمایا کہ: کسی نے مجھ کو بائیں جانب سے پکارا تو میں نے جواب نہیں دیا۔ جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ: وہ داعی نصاریٰ تھا اگر آپ جواب دیتے تو آپ کی امّت نصرانی ہو جاتی۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ: میں نے ایک خوبصورت عورت کو دیکھا جو ساری زینتوں سے آراستہ ہو کر میرے سامنے آئی اور کہا کہ: میری طرف دیکھئے اور کلام کیجئے! تو میں نے اس کی طرف نہیں دیکھا حضرت جبرئیلؑ نے کہا کہ: وہ دنیا تھی اگر آپ اس کی طرف متوجہ ہو جاتے تو آپ کی امّت آخرت کے عوض دنیا کو اختیار کر لیتی پھر آپ وہاں سے آسمان اول پر تشریف لے گئے۔ ملائکہ نے آپ کا استقبال کیا اور سلام کیا۔ وہاں بعض انبیاءؑ اور ملک الموت سے ملاقات کی۔ پھر جہنم دیکھی اور ان لوگوں کو دیکھا جو عذابِ جہنم میں مبتلا تھے۔ اسی طرح دوسرے اور تیسرے آسمان پر ہوتے ہوئے آپ ساتویں آسمان تک پہونچے اور عجائبات قدرتِ پروردگار کا مشاہدہ کیا ہر جگہ پر ملائکہ نے آپ کا استقبال کیا اور سلام کیا اور آپ کے ساتھ ساتھ پرواز کرتے رہے یہاں تک کہ آپ بیت المعمور تک پہونچے اور وہاں کے رہنے والوں کو نماز پڑھائی۔ پھر جنّت اور درختِ طوبیٰ اور نہر کوثر دیکھی اور اس میں سے نوش فرمایا۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

کہ: میں جس آسمان پر پہونچا وہاں ملائکہ نے مجھ سے علی ابن ابی طالبؑ کے حالات دریافت کیے تو میں نے کہا کہ: کیا تم علیؑ کو پہچانتے ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ کیونکر نہ پہچانیں گے حالانکہ آنحضرت اول مخلوق ہیں۔ آپ کو پروردگار عالم نے آسمان و زمین اور ساری کائنات سے پہلے اپنے نور سے خلق فرمایا اور آنحضرت عرشِ الٰہی پر تسبیح و تقدیس پروردگار کرتے تھے اور آپ کی تسبیح و تقدیس کو سن کر ہم نے خدا کی تسبیح و تقدیس کی۔

حضرت نے فرمایا کہ: پھر آگے بڑھا اور سدرۃ المنتہیٰ تک پہونچا تو حضرت جبرئیلؑ نے کہا کہ: اب آپ آگے جایئے! میری حد ختم ہوگئی۔ میں نے کہا کہ: بھائی جبرئیل تم نے بھی میرا ساتھ چھوڑ دیا! تو حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ: اگر میں آگے بڑھوں تو میرے پَر جل جائیں۔ پھر جبرئیلؑ نے حجابِ زر کو حرکت دی تو ایک ملک نے پوچھا: تم کون ہو؟ کہا: میں جبرئیل ہوں اور میرے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی رحمت ہیں۔ اس نے تکبیر کہی اور میرا ہاتھ پکڑ کر حجاب کے اندر لے لیا۔ اسی طرح میں نے ستّر حجابات طے کیے ہر حجاب سے دوسرے حجاب تک پانچ سو برس کی راہ کی دوری تھی۔ پھر براق نے بھی میرا ساتھ چھوڑا تو میرے لیے رفرف لایا گیا اس پر سوار ہو کر میں عرش تک پہونچا تو خدا نے آواز دی کہ: اے محمدؐ! اور نزدیک آؤ اور نزدیک آؤ یہاں تک کہ میں قاب قوسین اور ادنیٰ کی منزل تک پہونچا پھر خدا نے جو چاہا وحی نازل کی اور خدا کی قدرت کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔ پروردگار عالم نے مجھ سے عرش پر علیؑ کے لہجے میں گفتگو کی تو میں نے عرض کیا: پروردگارا! مجھ سے تو گفتگو فرما رہا ہے یا علی؟!۔ ارشاد ہوا کہ: اے محمدؐ! میں مخلوقات سے مشابہہ نہیں ہوں نہ کسی پر میرا قیاس کیا جاسکتا ہے۔ میں نے تم کو اپنے نور سے پیدا کیا اور علیؑ کو تمہارے نور سے پیدا کیا اور میں نے دیکھا تمہارے نزدیک علیؑ سے زیادہ محبوب کوئی دوسرا نہیں ہے تو میں نے تمہارے سکونِ قلب کے لیے علیؑ کے لہجے میں گفتگو کی۔ پھر پروردگار عالم نے فرمایا کہ: اے محمدؐ! تمہارے بعد تمہاری امّت کے لیے کون ہے؟ میں نے عرض کیا: پروردگارا! تو بہتر جانتا

ہے۔ ارشاد ہوا کہ میں نے علی ابن ابی طالبؑ کو تمہارا وصی اور خلیفہ اور وزیر بنایا ہے۔ اے محمدؐ! میں نے زمین پر نگاہ ڈالی تو تم کو سارے عالم میں چنا پھر نگاہ ڈالی تو علیؑ کو منتخب کیا اور ہم نے تم کو اور علیؑ اور فاطمہؑ اور حسنؑ اور حسینؑ کو اپنے نور سے پیدا کیا۔

پھر حضرت معراج سے واپس تشریف لائے۔ صبح کو جب آپ نے لوگوں سے معراج کا واقعہ بیان فرمایا تو ابو جہل نے کفّار قریش سے کہا کہ: ذرا ان سے بیت المقدس کے حالات دریافت کرو۔ لوگوں نے پوچھا کہ: بتایئے بیت المقدس میں کتنے ستون اور کتنی محرابیں اور قندیلیں ہیں؟ اور ان کے صفات کیا ہیں تو حضرت جبرئیل امینؑ نے بیت المقدس کو اٹھا کر آپ کی نظروں کے سامنے کر دیا آپ نے اس کی مفصل حالت بیان کر دی پھر آپ نے قریش کے قافلہ کے حالات اور ان کے اونٹوں کے بھڑکنے اور پانی کے گرانے کا واقعہ بیان فرمایا تو کفّار قریش نے کہا کہ: بتایئے وہ قافلہ یہاں کب تک پہونچے گا؟ فرمایا: اسی وقت صبح کو پہونچنا چاہتا ہے اور اس قافلہ کے آگے ایک سُرخ رنگ کا اونٹ ہوگا جب لوگوں نے آگے بڑھ کر دیکھا تو قافلہ آتا ہوا نظر آیا۔ جب قافلہ پہونچا تو لوگوں نے دیکھا کہ قافلہ کے آگے آگے ایک سُرخ رنگ کا اونٹ آرہا ہے۔ پھر لوگوں نے قافلہ والوں سے ان کو اونٹوں کے بھڑکنے اور پانی کے بہنے کا قصّہ دریافت کیا تو ان لوگوں نے تصدیق کی اور کہا کہ بالکل صحیح ہے۔ یہ سن کر سب یہ کہہ کر روانہ ہوگئے کہ یہ تو کھلا ہوا سحر ہے۔
حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: میں جب پانچویں آسمان پر پہونچا تو وہاں مجھ کو علی ابن ابی طالبؑ نظر آئے میں نے جبرئیلؑ سے پوچھا کہ: کیا علیؑ مجھ سے پہلے یہاں آگئے؟! حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ: نہیں بلکہ ملائکہ نے پروردگار عالم سے علیؑ کی زیارت کا اشتیاق ظاہر کیا تو پروردگار عالم نے علیؑ کے نور سے ایک ملک خلق فرمایا۔ ملائکہ جب علیؑ کی زیارت کے مشتاق ہوتے

ہیں تو اس کی زیارت کرتے ہیں اور تسبیح و تقدیس پروردگار کرتے ہیں اور اس کا ثواب علیؑ کے شیعوں کو ملتا ہے (۱)۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عالم بیداری میں جسم اصلی مادی میں معراج ہوئی جس پر بہت سی عقلی و نقلی دلیلیں قائم ہیں جس کی تفصیل کا اس کتاب میں موقع نہیں ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ حضرت کو حالتِ خواب میں معراج ہوئی ضعف ایمان و کمی معرفت کی دلیل ہے۔

تاریخ وفات حضرت ابوطالبؑ و حضرت خدیجہؑ

حضرت ابوطالب نے سنہ ۱۰ بعثت نصف ماہ شوال میں انتقال فرمایا۔ اس وقت آپ کی عمر اسّی سال سے زیادہ تھی اور اس کے چند روز کے بعد ام المومنین حضرت خدیجہؑ نے بھی انتقال فرمایا۔ ان دونوں کے انتقال کا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بڑا صدمہ ہوا۔ آپ نے اس سن کا نام عام الحزن رکھا (یعنی رنج و مصیبت کا سال) اس سال کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کفّار کے مظالم بہت زیادہ ہوگئے اور وہ نہایت بے باکی و بے رحمی کے ساتھ مظالم ڈھانے لگے (۲)۔ اسی سال حضرت نے سودہ بنت زمعہ اور حضرت ابوبکر کی بیٹی بی بی عائشہ سے نکاح کیا۔

قریش کا مشورۂ قتلِ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مسعودی نے لکھا ہے کہ: پھر قریش حضرت کے قتل کے مشورہ کے لیے دارالندوہ میں جمع ہوئے تو شیطان قبیلۂ مضر کے ایک بڈھے کی صورت میں پہونچا اور اسی کے مشورہ سے یہ بات طے پائی کہ ہر خاندان سے ایک ایک شخص لیا جائے اور سب مل کر بیک وقت حضرت کو قتل

(۱)۔ خلاصہ روضۃ الاحباب، جلد ۱، صفحہ ۱۰۶ و امالی صدوقؒ و تفسیر فرات کوفی، صفحہ ۱۳۴ وغیرہ۔

(۲)۔ روضۃ الاحباب، جلد ۱، صفحہ ۱۰۱۔

کر دیں۔ یہ اس سال کا واقعہ ہے جس سال حضرت ابو طالبؑ اور حضرت خدیجہؑ نے انتقال کیا تو خداوند عالم نے اپنے رسولؐ کو ان کے ارادوں کی خبر دے دی اور حکم دیا کہ امیر المومنینؑ کو اپنے بستر پر سُلا کر خود مدینہ کی طرف ہجرت کر جاؤ۔ لہٰذا حضرت نے ویسا ہی کیا۔

ہجرتِ مدینہ

حضرت کے مکہ سے نکلنے اور غار میں پوشیدہ ہونے اور مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کے واقعات وہی ہیں جو عام طور پر راویوں نے بیان کیے ہیں۔

روایت کی گئی ہے کہ پروردگار عالم نے اپنے ملائکہُ مقربین کے درمیان مواخات کی اور حضرت جبرئیلؑ کو حضرت میکائیلؑ کا بھائی قرار دیا پھر ان دونوں فرشتوں سے فرمایا کہ: ہم نے تم دونوں میں سے ایک کے لیے مصائب مقدر کیے ہیں تو کیا تم تیار ہو کہ اپنی جان پر مصیبت لے کر اپنے بھائی کو بچاؤ؟ دونوں نے کہا کہ: بے شک میرے پروردگار ہم تیار ہیں۔ پھر ارشاد ہوا کہ: میں نے تم دونوں میں سے ایک کی عمر دوسرے سے زیادہ قرار دی ہے تو کیا تم تیار ہو کہ اپنی عمر دوسرے کو دے دو اور اپنی جان اپنے بھائی پر قربان کر دو؟ دونوں نے عرض کیا: نہیں۔ پھر حکم ہوا کہ تم دونوں زمین پر جاؤ اور دیکھو، دونوں فرشتے زمین پر نازل ہوئے اور دیکھا کہ حضرت علیؑ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرشِ خواب پر سوئے ہیں اور اپنی جان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان کر رہے ہیں تو ان دونوں نے کہا کہ: مبارک ہو تم کو اے علیؑ! اس کو مواسات کہتے ہیں۔

مدینہ کی طرف حضرت کی ہجرت کے واقعات وہی ہیں جو مشہور ہیں۔ حضرت مسجد قبا میں داخل ہوئے وہاں کچھ مسلمان حضرت کے پاس جمع ہو گئے حضرت اپنی سواری پر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو انصار نے استقبال کیا اور ہر شخص کہتا تھا کہ: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہمارے گھر تشریف لے چلیے ہم اپنے وعدوں پر قائم ہیں اور ہماری جماعت کثیر ہے اور ہم آپ کی نصرت

ومواسات کرنے والے ہیں اور لوگ بڑھ بڑھ کر آپ کے ناقہ کی مہار پکڑنے لگے۔ حضرت نے فرمایا کہ: میرے ناقہ کو چھوڑدو یہ مامور ہے ناقہ خود بخود جاکر ستون املس کے پاس ٹھہر گیا اور حضرت وہیں اتر پڑے اور حکم دیا کہ: پتھر لاؤ! اور آپ نے وہیں مسجد کی بنیاد رکھ دی۔

منقول ہے کہ آپ کی ہجرت سنہ ۱ ماہ ربیع الاول میں ہوئی۔

ہجرت حبشہ

قریش جب حضرت رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو سخت سے سخت اذیتیں پہونچانے لگے تو حضرت رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ حبش چلے جاؤ وہاں کا بادشاہ عیسائی ہے۔ چنانچہ پہلی دفعہ گیارہ مردوں اور چار عورتوں کا قافلہ حبش روانہ ہوا۔ یہ لوگ ایک ایک دودو کرکے پوشیدہ طور پر مکہ سے نکلے اور ساحلِ دریا پر پہونچ گئے وہاں دو جہاز تاجروں کے حبش جانے کو تیار تھے۔ نصف دینار کرایہ طے پایا اور یہ لوگ حبش روانہ ہوگئے۔ قریش ان کے تعاقب میں روانہ ہوئے لیکن جب وہ ساحل پر پہونچے تو جہاز روانہ ہوچکے تھے (۱)۔

لیکن یہ لوگ حبش میں کچھ دنوں قیام کرکے کسی سبب مکہ واپس آئے۔ یہاں آکر مسلمانوں پر قریش کے مظالم کے حالات بدستور پائے بلکہ حالت اور شدید سے شدید تر دیکھی تو حضرت رسول اللہ ﷺ نے ۵ بعثت میں دوبارہ ہجرت کا حکم دیا تو سو آدمی حضرت جعفر طیار کی سرگروہی میں حبش روانہ ہوئے۔ کفّار قریش نے ان لوگوں کا بھی تعاقب کیا لیکن ان کے پہونچنے سے پہلے جہاز روانہ ہوچکے تھے۔ حبش پہونچ کر مسلمانوں کو امن وامان نصیب ہوا لیکن قریش کے دل کو چین نہ ملا۔ انھوں نے عبد اللہ ابن ابی ربیعہ اور عمرو ابن عاص کو تحفہ تحائف دے کر نجاشی بادشاہ حبش کے پاس بھیجا ان لوگوں نے نجاشی کے دربار میں پہونچ کر پہلے اس کو سجدہ کیا اور تحفے

---

(۱)۔ طبری، جلد ۲، صفحہ ۶۹ چھاپہ مصر۔

پیش کیے اور کہا کہ: ایک جماعت ہمارے بنی اعمام کی ہمارے اور تیرے دین سے برگشتہ ہو کر تیرے پاس آئی ہے اور ان لوگوں نے ایک نیا دین ایجاد کیا ہے ان کو ہمارے حوالہ کر دے۔ نجاشی کو غصّہ آگیا اور اس نے کہا کہ: جب تک ہم ان لوگوں کا بیان نہ سن لیں کوئی فیصلہ نہ کریں گے۔ چنانچہ نجاشی نے مسلمانوں کو طلب کیا۔ مسلمانوں نے باہم مشورہ کیا کہ نجاشی کو کیا جواب دیا جائے۔ حضرت جعفر طیارؑ نے فرمایا کہ: خدا کی قسم! ہم غلط نہ کہیں گے تو لوگوں نے حضرت جعفر ابن ابو طالب کو اپنا پیشوا بنایا اور نجاشی کے دربار میں حاضر ہوئے لیکن نجاشی کو سجدہ نہیں کیا نجاشی نے پوچھا کہ: آپ لوگوں نے سجدہ کیوں نہیں کیا؟ حضرت جعفر طیار نے فرمایا: ہم لوگ سواء پروردگار کے کسی کا سجدہ نہیں کرتے۔ ہمارے پیغمبرؐ کا یہی حکم ہے اس جواب سے نجاشی کے دل میں ان لوگوں کی ہیبت پیدا ہوگئی۔ پھر اس نے ان لوگوں سے عقائد کے متعلق سوال کیا۔ حضرت جعفرؑ نے جواب دیا کہ: اے بادشاہ! ہم لوگ بھی انھیں میں سے تھے کہ پروردگار عالم نے ایک رسول ہم میں بھیجا جس کے حسب و نسب و صدق و عفاف سے ہم واقف تھے۔ اس نے ہم کو توحید کی دعوت دی اور خدائے وحدہٗ لاشریک کی پرستش کا حکم دیا اور ان لوگوں کے دین سے اور سارے ادیان سے منع کیا اور ہم کو نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ و صلۂ رحم اور اخلاق حسنہ کا حکم دیا اور ایک ایسی کتاب ہمارے سامنے تلاوت کی جس سے بہتر کوئی کتاب نہیں ہے اور معجزات و دلائل سے اپنی نبوّت کو ثابت کیا تو ہم لوگ اس پر ایمان لائے اور اس کی تصدیق کی اسی خطا پر یہ لوگ ہمارے دشمن ہوگئے اور ہم کو سخت سے سخت اذیتیں پہونچائیں جب ہم لوگ ان کا مقابلہ نہ کرسکے تو ہمارے پیغمبرؐ نے ہم کو تمہارے یہاں ہجرت کا حکم دیا۔

نجاشی نے کہا کہ: وہ کلام جو اس پر نازل ہوا ہے اگر تم لوگوں کے پاس ہو تو پڑھو۔ حضرت جعفرؑ [نے] سورۂ کٓھٰیٰعٓصٓ کی تلاوت شروع کی۔ نجاشی قرآن سن کر اتنا رویا کہ آنسو سے اس کے محاسن تر ہوگئے۔ نجاشی نے کہا کہ: خدا کی قسم! یہ کلام اور وہ کلام جو موسیٰؑ پر نازل ہوا دونوں

ایک ہی مشکوٰۃ سے نکلے ہیں اس کے بعد عمرو عاص سے کہا کہ: خدا کی قسم! میں ہرگز ان لوگوں کو تمہارے حوالہ نہ کروں گا۔ عمرو ابن عاص نے کہا کہ: اے بادشاہ! یہ لوگ حضرت عیسیٰؑ کے بھی مخالف ہیں۔ نجاشی نے حضرت جعفر سے پوچھا کہ: حضرت عیسیٰؑ کے متعلق آپ لوگوں کا کیا خیال ہے؟ حضرت جعفر نے فرمایا: "**هُوَعَبْدُاللّٰهِ وَرَسُوْلُه وَكَلِمَتُهٗ اَلْقَاهَااِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ**"؛ یہ سن کر نجاشی نے کہا کہ: خدا کی قسم! جس رسولؐ کے پاس سے تم آئے ہو وہ خدا کا سچّا رسولؐ ہے اور وہی ہے جس کی خبر حضرت عیسیٰؑ نے دی ہے۔ خدا کی قسم! اگر حکومت کا انتظام مجھ سے متعلق نہ ہوتا تو اس کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی جوتیاں سیدھی کرتا۔ پھر نجاشی نے قریش کے تحفے ان کو واپس کیے اور وہ خائب و خاسر واپس آئے (۱)۔ کچھ مورخین نے لکھا ہے کہ حبش کی طرف مسلمانوں کی دوسری ہجرت ۵ بعثت میں واقع ہوئی۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش کی مخالفت اور سخت سے سخت مظالم اور ایذارسانی کے باوجود کبھی اپنے فریضۂ دعوت اسلام سے دل تنگ نہ ہوئے جس پر دوسروں کو حیرت ہوتی تھی کہ آخر کیوں آپ اتنی اذیتیں برداشت کرتے ہیں۔

علامہ شبلی لکھتے ہیں کہ: جناب نے جب قریش کی ایذارسانی سے تنگ آکر آنحضرتؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ ان کے حق میں بددعا کیوں نہیں فرماتے؟ تو آپ کا چہرہ سُرخ ہو گیا اور فرمایا کہ: تم سے پہلے وہ لوگ گذرے ہیں جن کے سرپر آرے چلائے گئے اور چیر ڈالے گئے تاہم وہ اپنے فرض سے باز نہ رہے۔ خدا اس کام کو پورا کرے گا (۲)۔

آپ کا دستور تھا کہ ہر سال ایام حج میں جب نزدیک و دور سے قبائل عرب زیارت بیت اللہ کے لیے آتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لے جاتے تھے اور ان کو اسلام کی دعوت

---

(۱)۔ روضۃ الاحباب، جلد ۱، صفحہ ۸۹ تا ۹۱۔

(۲)۔ سیرۃ النبی، جلد ۱، صفحہ ۱۸۸۔

دیتے تھے۔ ۱۱ بعثت ایام حج میں آپ مقام عقبہ میں کھڑے تھے کہ ایک گروہ اہل مدینہ کا جو قبیلۂ خزرج سے تھا حضرت کے قریب پہونچا آپ نے دریافت فرمایا کہ: تم کون ہو؟ انھوں نے کہا کہ: ہم قبیلۂ خزرج سے ہیں اور مدینہ کے رہنے والے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ: اگر تھوڑی دیر بیٹھو تو میں کچھ باتیں کروں اور وہ لوگ خوش ہو کر بیٹھ گئے، حضرت نے ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دی اور قرآن کا کچھ حصّہ پڑھ کر سنایا وہ لوگ یہود مدینہ سے سن چکے تھے کہ پیغمبر آخر الزمان کے ظاہر ہونے کا زمانہ نزدیک آگیا ہے۔ جب حضرت کا کلام سنا تو باہم کہا کہ: خدا کی قسم! یہ تو وہی پیغمبر ہے جس کے ظہور کی خبر یہود نے دی ہے۔ آؤ قبل اس کے کہ مدینہ کا کوئی دوسرا شخص سبقت کرے ہم اس پر ایمان لائیں اور وہ سب مسلمان ہو گئے۔ یہ چھ آدمی تھے: ۱۔ اسعد ابن زرارہ۔ ۲۔ عوف ابن حارث ابن عفراء۔ ۳۔ رافع ابن مالک ابن عجلان۔ ۴۔ قطبہ ابن عامر ابن حدید۔ ۵۔ عقبہ ابن عامر ابن نامی۔ ۶۔ جابر ابن عبد اللہ ابن رباب۔ پھر یہ لوگ مدینہ واپس گئے اور حالات وقصہ ملاقات حضرت سرور کائناتؐ مدینہ والوں سے بیان کیا اور لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دی یہاں تک کہ حضرت کا ذکر مدینہ میں اس طرح سے مشہور ہوا کہ کوئی گھر نہ تھا جس میں حضرت کا ذکر نہ ہوتا ہو(۱)۔

عقبۂ اولیٰ

دوسرے سال ایام حج میں بارہ آدمی مدینہ سے زیارت بیت اللہ کی غرض سے مکہ پہونچے ان میں عبادہ ابن صامت بھی تھے۔ ان لوگوں نے عقبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی اور بیعت کی۔ جب یہ لوگ مدینہ واپس ہوئے تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مصعب ابن عمیر کو قرآن وشریعت کی تعلیم کے لیے ساتھ کر دیا اسی سبب سے مصعب کو مقری اہل مدینہ کہا جاتا ہے۔

(۱)۔ روضۃ الاحباب، جلد ۱، صفحہ ۱۰۵ و طبری جلد ۲، صفحہ ۸۶ چھاپہ مصر۔

دوسری روایت ہے کہ: اُوس وخزرج نے حضرت کے پاس لکھا کہ تعلیمِ قرآن کے لیے کسی کو ہمارے پاس بھیج دیجئے! تو حضرت نے مصعب ابن عمیر کو بھیج دیا مصعب نے جاکر اسعد ابن زرارہ کے گھر قیام کیا اور یہ لوگ اسلام کی تبلیغ کرنے لگے یہاں تک کہ مدینہ میں کوئی گھر ایسا باقی نہ رہا جس میں دو ایک افراد مسلمان نہ ہوگئے ہوں۔

عقبۂ ثانیہ

جب نبوّت کا تیرہواں سال شروع ہوا اور پروردگار عالم نے چاہا کہ دینِ محمدی کو طاقت وعزّت بخشے اور اساس شرک وکفر کا قلع قمع کرے تو اس سال قبائل اُوس وخزرج کے پانچ سو یا چھ سو آدمی زیارت بیت اللہ کی غرض سے مدینہ سے آئے ان میں سے سترّ یا تہتّر آدمیوں نے باہم مشورہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کریں۔ چنانچہ یہ لوگ حاضر خدمت ہوئے اور سلام کیا حضرت نے فرمایا کہ: ایام تشریق کے دوسرے دن عقبہ میں آکر ہم سے ملو۔ کعب ابن مالک نے کہا کہ: شب اوسط ایام تشریق میں (یعنی بارہ ذی الحج) کو نصف شب کو ہم مشرکوں سے چھپتے ہوئے عقبہ تک پہونچے تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سے پہلے اپنے چچا عباس کے ساتھ وہاں پہونچ چکے تھے۔ پھر رفتہ رفتہ اور لوگ بھی حاضر ہوگئے تو سب سے پہلے حضرت عباس نے تقریر کی اور فرمایا کہ:

"اے اہلِ مدینہ! محمد اپنے قوم وقبیلہ میں نہایت ہر دل عزیز ہیں اور ہم دشمنوں سے ان کی حفاظت وحمایت کے لیے کافی ہیں لیکن یہ چاہتے ہیں کہ ہم کو چھوڑ کر تمہارے پاس جائیں تو اگر تم کو یقین ہے کہ ان کے ساتھ وفا کروگے اور اگر دشمنوں سے جنگ وخون ریزی کی نوبت آئی تو ان کی پوری مدد کروگے تو یہ تمہارے یہاں جائیں اور اگر تم ان کی مدد کرنے کی طاقت اپنے اندر نہیں پاتے تو ان کو یہیں چھوڑ دو"۔

حضرت عباس کی تقریر سن کر براء ابن معرور نے کہا: خدا کی قسم! جو کچھ ہم زبان سے کہتے ہیں اگر اس کے خلاف ذرا بھی کوئی بات ہمارے دل میں ہوتی تو ہم ضرور ظاہر کر دیتے۔ ہم لوگوں نے طے کرلیا ہے کہ وفا کریں گے اور اپنے وعدوں پر قائم رہیں گے اور خدا اور رسولؐ کی نصرت میں اپنی جانیں قربان کریں گے۔

یہ سن کر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے کچھ باتیں کیں پھر قرآن کی کچھ آیتیں پڑھ کر ان کو سنائیں پھر سب نے بیعت کی۔ بنو نجار کہتے ہیں کہ: سب سے پہلے اسعد ابن زرارہ نے بیعت کی اور بنو عبد الاشہل کہتے ہیں کہ: سب سے پہلے ابو الہیثم ابن تسیہان نے بیعت کی۔

اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روانگی مدینہ

جب اہل مدینہ کی بیعت تمام ہو چکی تو شیطان نے پہاڑ کی چوٹی سے آواز دی کہ: اے اہل جباجب! (منیٰ کے رہنے والو) کچھ خبر ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم سے لڑنے کے لیے اہل مدینہ سے بیعت لی ہے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ عقبہ کا شیطان ہے اچھا اے ملعون! سن لے خدا کی قسم! تیرا ٹھکانہ کروں گا۔

جب مدینہ کا قافلہ چلا تو اہل مکہ نے کہا کہ: ہم لوگوں کو خبر ملی ہے کہ تم لوگوں نے ہم سے لڑنے کے لیے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی ہے نہیں معلوم کہ یہ خبر سچی ہے یا جھوٹی۔ مدینہ کے مشرکوں نے جو اس قافلہ میں موجود تھے پکار کر کہا کہ: ہرگز ہم لوگوں نے کسی امر پر بیعت نہیں کی ہے اور ان لوگوں نے سچ کہا کیونکہ وہ اس راز سے واقف نہ تھے۔ قافلہ روانہ ہو گیا اور مکہ والوں نے واقعہ کی تفتیش شروع کر دی جب معلوم ہوا کہ واقعہ سچا ہے تو وہ اہل مدینہ کے تعاقب میں روانہ ہوئے لیکن ان کو نہ پا سکے اور واپس آئے۔

اب مکہ کے مسلمانوں پر مظالم کے پہاڑ توڑنے لگے تو حضرت رسول اللہ ﷺ کو ان بے چارہ مسلمانوں کے تحفظ کی فکر پیدا ہوئی اور حکم دیا کہ رفتہ رفتہ مدینہ کی طرف ہجرت کر جائیں چنانچہ دو دو ایک ایک کر کے مسلمان روانہ ہونے لگے۔

علامہ شبلی لکھتے ہیں کہ: سب سے پہلے ابو سلمہ ان کے بعد حضرت بلالؓ پھر حضرت عمار یاسرؓ نے ہجرت کی ان کے بعد حضرت عمر نے بیس آدمیوں کے ساتھ مدینہ کا قصد کیا(۱)۔رفتہ رفتہ سب مسلمان مدینہ پہونچ گئے۔مکہ میں علاوہ حضرت رسول اللہ ﷺ کے دو تین آدمیوں کے سواء کوئی رہ نہ گیا۔

۱۔ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ جو آغوشِ رسولؐ کے پروردہ اور رسول اللہ ﷺ کے بھائی اور وزیر اور خلیفہ اور قوّت بازو اور محافظ اور اسد کردگار تھے آپ اسی خدا کی حفظ وامان میں تھے جس کی امان میں خدا کا رسولؐ تھا۔

۲۔ دوسرے حضرت ابو بکر رہ گئے تھے جو قبل بعثت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غارِ حرا میں نہ تھے وقت بعثت نہ تھے بعد بعثت جب پچاس سے زیادہ آدمی اسلام لاچکے تو آپ بقول طبری مسلمان ہوئے اسلام لانے کے بعد برسوں تقیہ میں بسر کرتے رہے۔ ۵ھ بعثت میں ایک روز حضرت رسول اللہ ﷺ طواف کررہے تھے کہ چند کافروں نے حضرت کی چادر کھینچ کر حضرت کی گردن میں لپیٹ کر کھینچا جس سے آپ کا دم گھٹنے لگا اس وقت حضرت ابو بکر بھی موجود تھے آپ نے روکر کہا کہ: کیا ایک ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو خدا کی خدائی کا اقرار کرتا ہے؟! یہ سن کر کافروں نے آنحضرتؐ کو چھوڑدیا اور حضرت ابو بکر کے سر اور منہ پر اتنا مارا کہ آپ کے سر سے خون جاری ہو گیا(۲)۔

---

(۱)۔الفاروق، صفحہ ۳۵۔

(۲)۔روضۃ الاحباب، جلد ۱، صفحہ ۸۷۔

روز دعوت ذوالعشیرہ آپ موجود نہ تھے۔ جب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شعب میں محصور تھے تو آپ مکہ ہی میں تھے لیکن کسی تاریخ سے پتہ نہیں چلتا کہ آپ نے اس تین سال کی مدّت میں کبھی چھپاکر بھی ایک آبخورہ پانی یا کچھ کھانا پہونچایا ہو یا کسی دوسرے سے بھیجوایا ہو یا کبھی کفّار [سے] حضرت کے متعلق کوئی سفارش کی ہو حالانکہ بعض کافروں کو بنی ہاشم کی حالت پر رحم آیا اور انھوں نے کھانا اور پانی بھی پہونچایا اور ان کی رہائی کی سفارش و کوشش بھی کی۔

سنہ ۶ یا سنہ ۸ بعثت میں آپ نے خود حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدینہ جانے کی اجازت طلب کی۔ حضرت نے اجازت دے دی۔ آپ روانہ ہوئے جب مقام برک الغماد تک پہونچے تو راہ میں سردارِ قبیلہ قارہ ابن الدغنہ سے ملاقات ہوئی اس نے پوچھا: کہاں کا ارادہ ہے؟ آپ نے کہا کہ میری قوم نے مجھ کو نکال دیا ہے چاہتا ہوں کہ روئے زمین پر گردش کروں اور جہاں پناہ ملے خدا کی عبادت کروں۔ ابن دغنہ نے کہا: چلیے میں آپ کو پناہ دیتا ہوں چنانچہ وہ اپنے ساتھ واپس لایا اس نے سب اہل مکّہ سے کہہ دیا کہ میں نے ابو بکر کو پناہ دی ہے۔ کوئی ان سے تعرض نہ کرے چنانچہ آپ اس وقت سے ہجرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت تک ابن دغنہ کی پناہ میں مکّہ ہی میں رہے۔

فرشِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حضرتِ علی علیہ السلام

قریش نے جب دیکھا کہ مسلمان مقام امن پر پہونچ گئے اور ان کی تعداد روز بروز زیادہ ہوتی جارہی ہے اور اسلام طاقت پکڑ رہا ہے اور ان کو یقین ہو گیا کہ اب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی کسی روز چلے جائیں گے کیونکہ اہل مدینہ سے عہد ہو چکا ہے اور اگر وہ مدینہ چلے گئے تو پھر ہم لوگوں کے بنائے کچھ نہ بن سکے گا لہٰذا ان لوگوں نے دارالندوہ میں قریش کو مشورہ کے لیے جمع کیا اس موقع پر شیطان بھی شیخ نجدی کی شکل میں پہونچ گیا آخر یہ بات باتفاق طے پائی کہ ہر قبیلہ سے ایک

شخص چن لیا جائے اور سب مل کر حضرت کو قتل کر دیں تاکہ آپ کا خون تمام قبائل پر تقسیم ہو جائے اور بنی ھاشم انتقام سے عاجز ہو جائیں۔

علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ: آپ کو قریش کے ارادہ کی خبر پہلے ہی سے ہو چکی تھی اس بنا پر جناب امیر کو بلا کر فرمایا کہ: مجھ کو ہجرت کا حکم ہو چکا ہے میں آج مدینہ روانہ ہو جاؤں گا تم میرے پلنگ پر میری چادر اوڑھ کر سو رہو صبح کو سب کی امانتیں جا کر واپس کر دینا۔ یہ سخت خطرہ کا موقع تھا جناب امیرؑ کو معلوم ہو چکا تھا کہ قریش آپ کے قتل کا ارادہ کر چکے ہیں اور آج رسول اللہ ﷺ کا بستر خواب قتل گاہ کی زمین ہے لیکن فاتح خیبر کے لیے قتل گاہ فرشِ گل تھا(۱)۔ حضرت رسول خدا ﷺ حضرت علیؑ کو اپنے بستر پر لٹا کر بیت الشرف سے باہر نکلے اور ایک مشت خاک اٹھالی اور سورۂ یٰسین کی چند آیتیں پڑھ کر وہ مٹی کفّار کی طرف پھینک دی وہ سب اندھے ہو گئے اور آپ ان کے حلقہ سے نکل گئے۔

حضرت امیر المومنینؑ سر سے چادر اوڑھے ہوئے بستر رسولؐ پر لیٹے ہوئے تھے تاکہ قریش دھوکے میں رہیں کہ خود حضرت رسول اللہ ﷺ لیٹے ہیں۔ کفّار حضرت کے گھر کا محاصرہ کیے جوف در سے جھانک جھانک کر دیکھ رہے تھے اور کہتے تھے کہ: خدا کی قسم! محمدؐ اپنے بستر پر سو رہے ہیں (۲)۔

پھر وہ لوگ مکان کے اندر گھسے اور بستر کے نزدیک پہونچ کر چاہا کہ کوئی اقدام کریں کہ حضرت امیر المومنینؑ کود کر ان کے مقابلہ میں کھڑے ہو گئے۔ علامہ حلبی نے لکھا ہے کہ: کفّار نے دیوار پھاند کر حضرت کے پاس پہونچنے کی کوشش کی اور تلواریں کھینچ کر گھر میں گھس گئے تو علیؑ

---

(۱)۔ سیرۃ النبی، جلد ۱، صفحہ ۱۹۷۔

(۲)۔ طبری جلد ۲، صفحہ ۱۰۰۔

جھپٹ کر ان کے سامنے پہونچ گئے تو ان لوگوں نے پہچانا اور کہا کہ: تمہارے صاحب کہاں ہیں؟ فرمایا کہ مجھے نہیں معلوم!(۱)۔

علامہ طبری نے لکھا ہے کہ حضرت نے جواب دیا کہ: کیا تم لوگ حضرت کو میری نگرانی میں دے گئے تھے ؟!(۲)۔

علامہ طبری نے لکھا ہے کہ: ابو بکر حضرت علیؑ کے پاس آئے اور پوچھا کہ: رسول اللہ ﷺ کہاں ہیں؟ حضرت نے فرمایا کہ: وہ غارِ ثور کی طرف تشریف لے گئے اگر تم کو کوئی ضرورت ہو تو جاؤ تو حضرت ابو بکر بہت تیز روانہ ہوئے۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے شب کی تاریکی میں جب ابو بکر کی آہٹ محسوس کی تو سمجھا کہ شاید کوئی آرہا ہے اور آپ تیز تیز دوڑنے لگے یہاں تک کہ آپ کی نعلین مبارک کا تسمہ ٹوٹ گیا اور پتھر سے ٹھوکر کھا کر پاؤں کا انگوٹھا زخمی ہو گیا اور بہت خون جاری ہوا۔ ابو بکر کو یہ خوف ہوا کہ دھوکہ میں کہیں حضرت رسول اللہ ﷺ کو زیادہ مشقت نہ پڑ جائے اس لیے آپ نے پکارنا شروع کیا تو حضرت نے پہچانا کہ یہ ابو بکر ہیں اور ٹھہر گئے یہاں تک کہ ابو بکر آپ کے پاس پہونچ گئے تو دونوں ساتھ روانہ ہوئے۔ آنحضرتؐ کے پائے مبارک سے خون جاری تھا یہاں تک کہ صبح ہوتے ہوتے دونوں غار میں پہونچ گئے(۳)۔

پھر خدا کے حکم سے کبوتری نے غار کے دہانے پر آشیانہ بنا کر انڈا دے دیا اور مکڑی نے کثرت سے جالا تن دیا(۴)۔

حضرت امیر المومنینؑ جب فرش رسول ﷺ پر سوئے تو خداوند عالم نے حضرت جبرئیلؑ اور حضرت میکائیلؑ پر وحی نازل فرمائی کہ میں نے تم دونوں کے درمیان مواخات کی اور تم دونوں

---

(۱)۔ سیرۃ حلبیہ، جلد ۲، صفحہ ۲۰۸۔

(۲)۔ طبری، جلد ۲، صفحہ ۱۰۱۔

(۳)۔ تاریخ طبری، جلد ۲، صفحہ ۱۰۰ چھاپہ مصر و تفسیر در منثور جلد ۳، صفحہ ۲۴۰۔

(۴)۔ روضۃ الاحباب، جلد ۱، صفحہ ۱۳۰۔

میں سے ایک کی عمر دوسرے سے زیادہ قرار دی ہے تو کون ہے تم میں سے جو اپنی زندگی اپنے بھائی پر قربان کرے؟ تو دونوں نے انکار کیا، حکم ہوا کہ جاؤ علیؑ کو دیکھو کہ وہ اپنی زندگی اپنے بھائی پر قربان کررہا ہے جاؤاور دشمنوں کے شر سے اس کی نگرانی کرو۔ دونوں فرشتے نازل ہوئے اور جبرئیل امین حضرت کے بالائے سر اور میکائیل حضرت کے پائینِ پا بیٹھ گئے اور کہا کہ: مبارک ہو تم کو اے علیؑ! کون ہے تمہارے ایسا کہ خود پروردگار عالم تم پر فخر ومباہات فرمارہا ہے:

هر آنکه بهر خدا راه نفس بر بندد

ملک ز عرش بفرمان او کمر بندد

اور یہ آیت حضرت کی شان میں نازل ہوئی:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡرِىۡ نَفۡسَهُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوۡفٌ بِالۡعِبَادِ﴾(۱)۔

مشرکین نے جب فرش رسول اللہؐ پر بجائے آنحضرت ﷺ کے حضرت امیر المومنینؑ کو دیکھا تو حضرت رسول اللہ ﷺ کی تلاش میں روانہ ہوئے اور ایک قیافہ دان اپنے ساتھ لیا جو نقشِ قدم پہچانتا تھا قیافہ دان نشان قدم پہچانتا ہوا کفّار کو اپنے ساتھ لے کر چلا اور یہاں تک کہ غارِ ثور کے دہانے تک پہنچ گیا وہاں پہونچ کر اس نے کہا کہ: یہاں تک تو وہ لوگ ضرور آئے ہیں اس کے بعد نہیں معلوم کہ وہ آسمان پر چلے گئے یا زمین میں، اسی موقع پر حضرت ابو بکر پر غار میں گریہ طاری ہوگیا اور انھوں نے رونا شروع کیا یہ وقت پیغمبر خداؐ کے لیے بڑا سخت تھا۔ آخر حضرت کو بھی کلام کرنا پڑا اور فرمایا: ﴿لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾[سورۂ توبہ آیت ۴۰]: یعنی غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ بس یہ قدرت پروردگار تھی کہ جس طرح اس نے رسولؐ کے گھر سے نکلنے کے وقت کفّار کو اندھا کردیا کہ وہ دیکھ نہ سکے یہاں ان کو بہرا کردیا کہ وہ حضرت ابو بکر کے رونے کی

---

(۱)۔ پارہ ۲، سورۃ البقرہ [آیت ۲۰۷] روضۃ الاحباب، ج ا، ص ۱۲۸، ومدارج النبوۃ، ج ۲، ص ۲۷ وتاریخ خمیس ج ا، ص ۳۶۷۔

اور پیغمبر خدا ﷺ کے تسلی و دلاسے دینے کی آواز کو سُن نہ سکے ورنہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی خطرہ میں پڑچکی تھی۔

کفّار جیسے ہی غار کے دہانے پر پہونچے کبوتر اُڑا اور مکڑی کا جالا نظر آیا انھوں نے کہا کہ: اس غار میں اگر کوئی جاتا تو کبوتر کا انڈا ٹوٹ جاتا اور مکڑی کا جالا نہ ہوتا۔ کسی نے کہا کہ: یہ جالا محمدؐ کی پیدائش سے بھی پہلے کا ہے۔ کفّار خائب و خاسر واپس ہوئے (۱)۔

حضرت رسول اللہ ﷺ تین شب اس غار میں رہے چوتھی صبح حضرت ابو بکر کا آزاد کردہ غلام عامر ابن فہیرہ دو اونٹ لے کر پہونچا۔ حضرت ابو بکر نے ایک اونٹ حضرت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا حضرت نے فرمایا: اگر ہمارے ہاتھ فروخت کردو تو بیٹھیں گے۔ لیکن وہی دام لو جس قیمت پر تم نے خریدا ہے (۲) تو حضرت ابو بکر نے وہ اونٹ حضرت کے ہاتھ نو سو درہم پر فروخت کیا حالانکہ حضرت ابو بکر نے وہ اُونٹ دو سو درہم میں خریدا تھا (۳)۔

جس وقت حضرت ابو بکر ہجرت کرکے مدینہ جانے لگے آپ کے پاس پانچ ہزار درہم موجود تھے (۴)۔

باوجود اس کے کہ آپ کے پاس پانچ ہزار درہم موجود تھے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمادیا تھا کہ اونٹ کا وہی دام لو جس دام میں تم نے خریدا ہے لیکن آپ نے حضرت سے سات سو درہم منافع پر اُونٹ فروخت کیا۔

پنجشنبہ کے روز حضرت رسول اللہ ﷺ گھر سے نکلے اور یکشنبہ چار ربیع الاول تک غار میں رہے دوشنبہ ۵/ ربیع الاوّل کو غار سے نکلے اور مدینہ روانہ ہوئے۔ علی الاختلاف۔

---

(۱)۔ روضۃ الاحباب، جلد ا، صفحہ ۱۳۰۔

(۲)۔ فتح الباری شرح بخاری واقعہ ہجرت۔

(۳)۔ مدارج النبوۃ، جلد ۲، صفحہ ۷۴۔

(۴)۔ تاریخ الخلفاء، صفحہ ۲۶ و روضۃ الاحباب، جلد ا، صفحہ ۱۲۹۔

حضرت رسول اللہ ﷺ قبا میں

مدینۂ منورہ سے چار میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑی ہے جس کے دامن میں قصبۂ قبا آباد ہے پہلے یہ یہود کی آبادی تھی(۱)حضرت رسول اللہ ﷺ بارہ یا تیرہ ربیع الاول کو قبا میں پہونچے۔وہاں پہونچ کر آپ کا ناقہ خود بخود ایک مقام پر بیٹھ گیا اور آپ اتر پڑے۔وہاں کے رہنے والوں نے استقبال کیا۔آپ نے کلثوم ابن ہدم کے یہاں قیام کیا جو قبیلہ عمرو ابن عوف سے تھے۔آپ نے وہاں ایک مسجد کی بنیاد ڈالی۔مسجد کی تعمیر میں صحابہ کے ساتھ آپ خود بھی کام کرتے تھے۔قبا میں قیام کو ابھی تین روز گذرے تھے کہ حضرت امیر المومنینؑ بھی مکّہ سے تشریف لائے۔حضرت رسول اللہ ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد آپ نے کفّار کی امانتیں جو حضرت رسول اللہ ﷺ کے پاس تھیں وہ سب واپس کیں اور جا کر حضرت رسول اللہ ﷺ سے مل گئے۔جس وقت آپ قبا پہونچے دوسو چھیاسٹھ میل پیادہ چلنے کی وجہ سے آپ کے پاہائے مبارک پر ورم تھا اور خون جاری تھا یہ دیکھ کر حضرت رسول اللہ ﷺ نے آپ کو گلے سے لگالیا اور بہت روئے اور حضرت کے پاؤں کے ورم پر اپنا دست مبارک پھرایا جس سے تکلیفیں دور ہو گئیں پھر تمام عمر کبھی آپ کے پاؤں میں کوئی تکلیف نہیں پیدا ہوئی۔قبا میں حضرت نے چار روز قیام فرمایا۔بعض لوگوں نے چودہ روز اور بعض نے بائیس روز بھی لکھا ہے اس کے بعد مدینہ کا ارادہ فرمایا۔

حضرت رسول اللہ ﷺ مدینہ میں

۱۶؍ربیع الاوّل روز جمعہ کو آپ مدینہ میں داخل ہوئے لوگ جوق در جوق آپ کے استقبال کو آرہے تھے اور ہر شخص بڑھ کر آپ کے ناقہ کی مہار پکڑتا تھا اور عرض کرتا تھا کہ: ہمارے گھر تشریف لے چلیں!۔حضرت نے فرمایا کہ میرے ناقہ کو چھوڑ دو وہ مامور ہے ناقہ چلتے

---

(۱)۔خیر الکلام، صفحہ ۱۳۔

چلتے خود بخود اس مقام پر جا کر بیٹھ گیا جہاں اِس وقت مسجد رسولؐ ہے۔ آپ وہیں اتر پڑے اور فرمایا: یہاں سے سب سے زیادہ نزدیک کس کا مکان ہے؟ حضرت ابو ایوب (۱) انصاریؓ آگے بڑھے اور عرض کیا کہ: میرا مکان یہ سامنے ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا: جاؤ انتظام کرو حضرت رسول اللہ ﷺ نے سات مہینہ تک وہیں قیام فرمایا۔

مدینہ پہونچ کر سب سے پہلا کام حضرت نے جو کیا وہ ایک مسجد کی تعمیر تھی ایک زمین سہل و سہیل دو یتیم بچوں کی تھی ان دونوں نے بغیر قیمت حاضر کرنا چاہا لیکن آپ نے منظور نہیں فرمایا تو حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے اس کی قیمت ادا کی اور مسجد کی تعمیر شروع ہو گئی۔

سب کے ساتھ حضرت سرورِ کائنات ﷺ خود بھی بھاری بھاری پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے تھے، دیگر صحابہ کرام ایک ایک پتھر لاتے تھے اور حضرت عمار یاسر دو دو پتھر لاتے تھے ایک اپنی طرف سے ایک حضرت رسول اللہ ﷺ کی طرف سے۔ حضرت رسول اللہ ﷺ کی نگاہ جب ان پر پڑی تو عمار کے قریب تشریف لے گئے اور ان کے سر اور جسم سے مٹی جھاڑنے لگے اور فرماتے جاتے تھے کہ: " **وَ يحَ عَمّار تَقتُلُه الفِئَة البَاغِيَة يَدعُوهُم إلَى الجَنَّة وَيَدعُونَه إلَى النَّار** "؛ یعنی ہائے عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا عمار ان لوگوں کو جنّت کی طرف بلاتے ہوں گے اور وہ عمار کو جہنم کی طرف بلاتا ہو گا (یہ حدیث متواتر ہے عمار یاسر کو جنگ صفین میں معاویہ کے گروہ نے قتل کیا) مؤلف۔

جب مسجد کی تعمیر مکمل ہو گئی اور اس کے گرد کمرے بن گئے تو حضرت رسول اللہ ﷺ نے زید ابن حارثہ اور ابو رافع کو پانچ سو درہم اور دو اونٹ دے کر بھیجا کہ مکہ سے حضرت فاطمہ زہراؑ

---

(۱)۔ حضرت ابو ایوب انصاری حضرت علیؑ کے شیعوں میں سے تھے۔ آپ نے جنگِ صفین و جمل میں حضرت علیؑ کی طرف سے جناب عائشہ اور امیر معاویہ سے جنگ کی جس کی تفصیل جنگ صفین کے بیان میں آئے گی۔

اور ام کلثومؑ وغیرہ کو لے آئیں۔ چنانچہ وہ لوگ مکہ جاکر ان لوگوں کو لے آئے (۱)۔ ان کے آنے کے بعد آپ ابوایوب انصاریؓ کے گھر سے منتقل ہو کر اپنے گھر میں آئے۔

نماز واذان

اسی سال ظہر وعصر وعشاء کی نماز چار چار رکعت قرار پائی اس کے قبل دو دو رکعت تھی اور اسی سال حضرت جبرئیل امینؑ کی تعلیم کے مطابق اذان جاری ہوئی اور اسی سال آپ نے صحابہ کے درمیان عقد مواخات قرار دیا۔ حضرت ابوبکر کو حضرت عمر کا اور طلحہ کو زبیر کا اور عثمان کو عبدالرحمٰن ابن عوف کا بھائی قرار دیا یہ دیکھ کر حضرت علیؑ نے عرض کیا کہ: یارسول اللہؐ! آپ نے لوگوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا اور مجھ کو کسی کا بھائی نہیں بنایا؟ حضرتؐ نے فرمایا: "**اَنتَ اَخِی فِی الدُّنیَاوَالآخِرَۃ**"؛ یعنی تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو (۲)۔

مسعودی نے کہا کہ: اس کے بعد پروردگار عالم نے حضرت کو بالاعلان دعوتِ اسلام اور دشمنانِ دین سے جہاد کرنے کا حکم دیا۔

حکم جہاد

سنہ ۲ھ میں حضرت کو حکم جہاد ہوا اور یہ آیت نازل ہوئی:

﴿أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ۳۹﴾ (۳)۔

---

(۱)۔ شیعوں کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؑ وغیرہ کو خود حضرت امیرالمومنینؑ اپنے ساتھ مکہ سے مدینہ لائے۔ مؤلف۔

(۲)۔ روضۃ الاحباب، جلد۱، صفحہ ۱۳۹۔

(۳)۔ پارہ ۱۷، سورۂ حج [آیت ۳۹]۔

یعنی اجازت دی گئی ان لوگوں کو جو دشمنوں سے جنگ کرنا چاہتے ہیں کیونکہ وہ ستائے گئے ہیں اور خدا ان کی نصرت پر قادر ہے۔

حضرت رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے مدینہ آجانے کے بعد بھی کفّار کی دشمنی و عداوت کی آگ خاموش نہیں ہوئی بلکہ اسلام اور مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کو دیکھ کر ان کا غصّہ اور تیز ہوتا گیا۔ چنانچہ وہ آپس میں عہد وپیمان کرنے لگے اور مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لیے متحد ہونے لگے ایسی صورت میں آنحضرت ﷺ کو اسلام اور مسلمانوں کی بقااور دشمن کی دفاع کی فکر پیدا ہوئی جو ایک فطری حق ہے ہر ذی حیات کا۔

حضرت رسول اللہ ﷺ کے جہاد کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جس میں خود بنفسِ نفیس تشریف لے جاتے تھے اس کو غزوہ کہتے ہیں۔ دوسرا: وہ جس میں آپ خود تشریف نہیں لے گئے بلکہ اپنی جگہ پر کسی دوسرے کو بھیجا اس کو سریہ کہتے ہیں۔ آپ کے غزوات وسرایا کی تعداد میں اختلاف ہے. مسعودی نے لکھا ہے کہ آپ کے غزوات کی تعداد انتیس اور سرایا کی تعداد اسّی ہے۔

صاحب روضۃ الاحباب اور علامہ طبری نے حضرت کے غزوات کی تعداد ستائیس تک لکھی ہے اور سرایا کی تعداد صاحب روضۃ الاحباب نے چھپّن اور طبری نے اڑتالیس تک لکھی ہے (۱)۔ لیکن ان میں سے کوئی تعداد یقینی نہیں ہے۔

غزوۂ ابواء

مدینہ سے تین میل مکہ کی جانب مقام ابواء ہے یہاں قبیلۂ بنی ضمرہ ابن بکر آباد تھا ان لوگوں نے مسلمانوں کے خلاف قریش سے ساز باز کیا حضرت رسول اللہ ﷺ کو جب خبر ہوئی تو آپ نے ربیع الاول کے مہینہ میں دوسو آدمی کے ساتھ ان پر چڑھائی کی لیکن قبیلۂ ضمر کے سردار

---

(۱)۔ روضۃ الاحباب، جلد ۱، صفحہ ۱۴۷، اور طبری جلد ۲، صفحہ ۴۰۴ و صفحہ ۴۰۸۔

مخشی ابن عمر نے حضرت سے اس شرط پر صلح کرلی کہ وہ نہ قریش کا ساتھ دیں گے نہ مسلمانوں کا۔ یہ مسلمانوں کا پہلا غزوہ تھا حضرت حمزہ اس لشکر کے علم بردار تھے۔ یہ واقعہ سنہ ۲ھ میں پیش آیا۔

اسلامی لڑائیاں سب دفاعی تھیں

دشمنانِ اسلام اکثر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام بزورِ شمشیر پھیلا ہے لیکن تاریخِ اسلام کی خبر رکھنے والوں کے نزدیک اس قسم کے اعتراضات کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

غزوۂ ابواء حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پہلا غزوہ ہے جس میں دشمن سے صرف اس بات پر صلح ہوگئی کہ وہ نہ قریش کا ساتھ دیں گے نہ مسلمانوں کا اور لشکر اسلام واپس چلا آیا۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس لشکر کشی سے حضرتؐ کا مقصود صرف رفع شر اور مسلمانوں کی حفاظت تھی ورنہ اگر آپ کا مقصود ملک فتح کرنا یا بزورِ شمشیر لوگوں کو مسلمان بنانا ہوتا تو قبیلۂ بنی ضمر کے سامنے آپ تین باتوں میں سے ایک بات پیش کرتے۔ اسلام یا جزیہ یا جنگ، لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا۔ خلفائے ثلٰثہ کے فتوحات پر فخر وناز کرنے والے مسلمانوں کو بھی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس طرزِ عمل پر غور کرنا چاہیے۔

غزوۂ ابواء کے کچھ ہی دنوں بعد کرز ابن جابر فہری نے مدینہ کی چراگاہ پر حملہ کیا اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اونٹ ہانک کرلے گیا۔ حضرت نے مقام بدر تک اس کا تعاقب کیا لیکن وہ بچ کر نکل گیا(۱)۔

(۱)۔ طبری، جلد ۲، صفحہ ۱۲۳، وروضۃ الاحباب، جلد ۱، صفحہ ۱۴۹۔

غزوۂ ذوالعشیرہ

اور اسی ۲ھ میں حضرت کو خبر ملی کہ ابو سفیان ایک بہت بڑی جماعت کے ساتھ بغرض تجارت شام کی طرف جارہاہے آپ نے حضرت حمزہ کو نشان فوج دے کر دوسو آدمیوں کے ساتھ بھیجا وہ لوگ مقام عشیرہ تک گئے اور کئی روز وہاں اس کارواں کے انتظار میں ٹھہرے رہے لیکن معلوم ہوا کہ وہ قافلہ جاچکا تو بنو مدلج جو وہاں آباد تھے ان سے صلح و معاہدہ کرکے مدینہ واپس آئے اسی سفر میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کو ابوتراب کنیت عطا فرمائی۔

حضرت عمار یاسر راوی ہیں کہ غزوہ ذوالعشیرہ میں ہم اور علیؑ ایک درخت کے نیچے سوئے تھے کہ حضرت ہمارے سرہانے آئے اور ہم کو بیدار کیا اور حضرت علیؑ کے سر اور بدن پر سے مٹی جھاڑتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے: ''**قم یا اباتراب**'' پھر فرمایا: اے علیؑ! تم کو خبر دوں کہ بدبخت ترین انسان کون ہے؟ حضرت نے عرض کیا: ہاں یا رسول اللہؐ! تو فرمایا کہ: بدبخت ترین مردم دو شخص ہیں ایک وہ جس نے ناقۂ صالح کو پے کیا اور دوسرا وہ جو تمہارے ان محاسن کو تمہارے سر کے خون سے رنگین کرے گا(۱)۔

سریہ بطن نخلہ

اسی ۲ھ رجب کے مہینہ میں حضرت نے عبد اللہ ابن جحش اسدی کو آٹھ یا بارہ آدمیوں کے ساتھ بطن نخلہ کی طرف بھیجا اور ایک فرمان لکھ کر عبد اللہ کو دیا اور فرمایا کہ: جب دو دن کی راہ طے کرلو تب اس تحریر کو پڑھنا۔ دو دن چلنے کے بعد عبد اللہ نے وہ تحریر پڑھی اس میں لکھا تھا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم خدا کے نام اور برکت کے ساتھ اپنے ساتھیوں کو لے کر روانہ ہو اور جب بطن

---

(۱)۔ روضۃ الاحباب، جلد ۱، صفحہ ۱۴۹۔

نخلہ پہونچو تو قریش کے کارواں کے حالات معلوم کرو شاید کوئی نیا راز منکشف ہو اور کسی کو اپنے ساتھ بجبر نہ لے جاؤ جو چاہے جائے اور [جو] چاہے نہ جائے (۱)۔

جب عبد اللہ بطن نخلہ پہونچے قریش کا کارواں نظر آیا۔ قریش کو دیکھ کر مسلمانوں کا غیظ وغضب حد سے تجاوز کر گیا اور جوش انتقام ابھر گیا مسلمانوں پر قریش کے سابق مظالم اور اپنے وطن عزیز سے نکالا جانا اور سارے حقوق سے محروم کیا جانا ایسے امور تھے جن کی بنا پر وہ اپنے جذبات پر قابو نہ پا سکے اور قریش کے قافلہ پر حملہ کر دیا عمرو ابن حضرمی مارا گیا اور عثمان ابن عبد اللہ اور حکم ابن کیسان گرفتار ہو گئے۔ باقی بھاگ گئے مسلمان قریش کا مال اور قیدیوں کو لے کر حضرت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ ﷺ بہت غضب ناک ہوئے اور فرمایا کہ: ہم نے تم لوگوں کو کب حکم دیا تھا کہ قریش پر حملہ کرو اور ان کا مال لوٹو تم نے بغیر میری اجازت کے یہ اقدام کیا اور ان لوگوں کی سرزنش کی اور جو مال وہ لوگ لائے تھے نہ حضرت نے خود اس کی طرف توجہ کی نہ کسی کو اس میں تصرف کرنے دیا۔

عبد اللہ ابن جحش اور ان کے رفقاء حضرت کی اس سرزنش سے بہت ملول ورنجیدہ ہوئے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ الخ﴾ (۲)؛ یعنی اے رسول! تم سے یہ لوگ حرمت والے مہینوں کی نسبت سوال کرتے ہیں کہ آیا جہاد کرنا ان میں جائز ہے؟ تم کہہ دو کہ ان مہینوں میں جہاد کرنا بڑا گناہ ہے۔ لیکن خدا کی راہ سے روکنا اور خدا کی ہستی سے انکار کرنا اور مسجد الحرام (کعبہ) سے روکنا اور جو وہاں کے رہنے والے ہیں ان کو اس سے نکال باہر کرنا خدا کے نزدیک اس سے بڑا گناہ ہے اور فتنہ قتل سے بڑھ کر ہے" اس آیت کے نازل ہونے کے بعد صحابہ کا ملال دور ہو گیا۔

---

(۱)۔ روضۃ الاحباب، جلد ۱، صفحہ ۱۴۹ و تاریخ طبری جلد ۲، صفحہ ۱۲۷۔

(۲)۔ پارہ ۲، سورۂ بقرہ، آیت ۲۱۷۔

انتقام ودفاع ہر انسان کا فطری حق ہے

کفّار قریش نے تیرہ برس جس جس طرح آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں کو ستایا اذیتیں پہونچائیں تاریخ اسلام کی خبر رکھنے والوں پر پوشیدہ نہیں ہے۔ یہاں تک کہ مسلمان اپنی جان اور دین کی حفاظت کے لیے اپنا وطن عزیز ومال و اسباب واملاک چھوڑ چھوڑ کر دور ودراز مقامات کی طرف ہجرت کر جانے پر مجبور ہوئے پھر حضرت رسول اللہ ﷺ کے قتل کی تدبیریں کی گئیں کہ اگر غیبی نصرت شامل حال نہ ہوتی تو آپ قتل ہو چکے تھے غرض آپ بھی مع اپنے گھر والوں کے ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے۔

قریش کی تجارت شام ویمن سے جاری تھی اور شام کا راستہ مدینہ کے قریب سے گذرا تھا جب قریش کا تجارتی قافلہ مدینہ کی طرف سے گذرتا تو مدینہ کے گردونواح میں جو کفّار کے قبائل آباد تھے ان سے مل کر ان کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتے اور ان سے عہد وپیمان کرتے تھے اگر راہ میں مسلمانوں کے جانور مِل جاتے تو ان کو ہانک کر اپنے ساتھ لے جاتے جیسا کہ کرزابن جابر فہری نے مدینہ کی چراگاہ پر حملہ کر کے حضرت رسول خدا ﷺ کے اونٹ اغوا کر لیے کیا ایسی حالت میں حضرت رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو یہ حق حاصل نہ تھا کہ وہ کفّار قریش سے جنگ کر کے ان کو کچل دیتے اور ان کا مال تجارت چھین کر اپنے املاک وجائداد کا بدلہ لیتے اور ان کی طاقت کو توڑ کر آئندہ کے خطرات کا سدباب کرتے؟ بے شک ان کو یہ حق حاصل تھا دنیا کی ہر شریعت ہر قانون اور عقل کی روسے ان کو حق حاصل تھا لیکن یہ خاتم المرسلینؐ کا ظرف تھا اور رحمۃ للعالمین کی شفقت تھی کہ باوجود قریش کی انتہائے سرکشی و مظالم کے آپ نے صبر ہی سے کام لیا اور مسلمانوں کو بھی صبر ہی کی تلقین کی لیکن اپنی اور مسلمانوں کی اور خدا کے دین کی حفاظت کے لیے آپ کا یہ فرض تھا کہ قریش کی نقل و حرکت اور ان کے منصوبوں کی خبر لیتے رہیں اور ان کی

شرارتوں کا سدّباب کرتے رہیں اسی بناپر جب کبھی مدینہ کے قریب سے قریش کے کسی کارواں کے گذرنے کی خبر آپ کو ملتی ان کے حالات معلوم کرنے کے لیے آپ اپنے آدمی بھیجتے جس سے ایک تو ان کے ارادوں کا پتہ لگانا مقصود تھا اور دوسرا یہ فائدہ پیش نظر تھا کہ وہ مسلمانوں کو دیکھ کر بھاگ جائیں راہ میں ٹھہر کر مدینہ کے گردونواح کے عرب قبائل کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے نہ پائیں اور ان سے عہد وپیمان نہ کرنے پائیں جیسا کہ اس فرمان سے ظاہر ہے جو آپ نے عبد اللہ ابن جحش کو دیا تھا اور جیسا کہ آپ کے طریقۂ عمل سے ظاہر ہے کہ آپ نے غزوۂ ابواء میں بنی ضمر سے اس بات پر صلح کی کہ وہ کفّار قریش کا ساتھ نہ دیں اور غزوۂ ذوالعشیرہ میں بنومدلج سے بھی ایسی ہی صلح کی اور سریہ بطن نخلہ میں جب مسلمانوں نے جذبات انتقام سے مغلوب ہو کر کفّار پر حملہ کر دیا اور ان کا مال چھین لیا تو آپ بہت ناراض ہوئے اور ان لوگوں کو سرزنش کی لیکن مسلمانوں کی اس رواداری اور درگذر سے کفار کی ہمّتیں بڑھتی گئیں اور مسلمانوں کے لیے خطرات زیادہ ہوتے گئے۔

غزوۂ بدر

ناگاہ خدا کا سفیر حضرت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں یہ حکم لے کر نازل ہوا کہ اے رسولؐ! تم کو کفّار کے دو گروہوں میں سے ایک سے لڑنا ہے اور خدا فتح ونصرت کا وعدہ فرماتا ہے۔ حضرت رسول اللہ ﷺ تین سو تیرہ آدمیوں کے ساتھ مدینہ سے باہر تشریف لائے آپ کے لشکر میں ستّر اونٹ اور دو یا تین گھوڑے چھ زرہیں اور آٹھ تلواریں تھیں ہر ایک اونٹ میں دو دو تین تین آدمی شریک تھے اور حضرت رسول اللہ ﷺ کی سواری میں حضرت علیؑ شریک تھے لیکن جب آپ کے سوار ہونے کی باری آتی تھی تو آپ اپنے عوض میں حضرت علیؑ کو سوار کرتے تھے جب آپ وادی صفراء میں پہونچے تو حضرت جبرئیل امینؑ نے خبر دی کہ قریش کا تجارتی قافلہ تو دوسرے راستہ سے گذر گیا لیکن مکہ سے جو فوج آرہی ہے اس سے لڑنے کا حکم ہے یہ فوج اپنے قافلۂ تجارت

کی مدد کے لیے ابوسفیان نے مکہ سے طلب کی تھی ان کی تعداد نو سو پچاس تھی اور ان کے ساتھ سو گھوڑے اور سات سو ستّر اونٹ تھے اور گانے والی عورتیں اور شراب اور کھانے پینے کا سامان فراواں تھا جب حضرت نے مسلمانوں کو دشمن کی خبر دی اور فرمایا کہ مجھ کو ان سے لڑنے کا حکم ہوا ہے تو مسلمان بہت گھبرائے آپ نے بغرض امتحان اصحاب سے فرمایا کہ: مجھ کو تم لوگ مشورہ دو کہ کیا کیا جائے؟ یہ سن کر حضرت ابو بکر کھڑے ہوگئے اور کہا کہ: یارسول اللہؐ! یہ قریش ہیں جب سے کافر ہوئے کبھی ایمان نہیں لائے اور جب سے عزّت پائی کبھی ذلیل نہیں ہوئے۔ حضرت نے فرمایا کہ: بیٹھ جاؤ وہ بیٹھ گئے پھر حضرت نے فرمایا کہ: مجھ کو مشورہ دو تو حضرت عمر کھڑے ہوگئے اور وہی کہا جو حضرت ابو بکر نے کہا تھا۔ حضرت نے ان سے بھی فرمایا کہ: بیٹھ جاؤ وہ بھی بیٹھ گئے پھر حضرت مقداد کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ: یارسول اللہؐ! ہم آپ پر ایمان لائے ہیں اور آپ کی تصدیق کی ہے اور گواہی دی ہے کہ آپ جو کچھ خدا کی طرف سے لائے ہیں حق ہے اگر آپ آگ میں کودنے کو حکم دیں تو ہم کود جائیں اور اگر آپ دریا میں کود جائیں تو ہم بھی غوطہ لگائیں۔ ہم بنی اسرائیل کی طرح نہیں ہیں جنھوں نے حضرت موسیٰؑ سے کہا تھا: آپ اپنے خدا کو لے کر جایئے اور جنگ کیجئے ہم لوگ یہیں بیٹھے ہیں۔ خدا کی قسم! ہم تو یہ کہتے ہیں کہ آپ چلیے ہم بھی آپ کے ساتھ جنگ کریں گے یہ سن کر حضرت خوش ہوئے اور مقداد کو دعائے خیر دی(۱)۔

جب دونوں طرف کی صفیں درست ہوگئیں تو سراقہ ابن مالک کی شکل میں شیطان پہونچا اور قریش سے کہا کہ: تم لوگوں کے ہمسایہ کا رہنے والا ہوں اپنا نشان فوج ہم کو دو انھوں نے دے دیا تو وہ اپنے شیطانی لشکر کو لے کر بڑھا اس کو دیکھ کر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب خائف ہوئے حضرت نے فرمایا: تم لوگ اپنی آنکھیں بند کرلو اور جب تک میں اجازت نہ دوں آگے نہ

(۱)۔ مدارج النبوۃ، جلد ۲، صفحہ ۱۰۶۔

بڑھنا اس کے بعد حضرت نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیے اور دعا کی اس وقت حضرت جبرئیل امینؑ ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ نازل ہوئے۔

صاحب روضۃ الاحباب نے لکھا ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ: روزِ بدر میں کفّار سے جنگ کرتا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خبر معلوم کرنے کے لیے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضرت سجدہ میں ہیں اور ''**یا حیّ یا قیّوم برحمتک استغیث**'' کہہ رہے ہیں پھر واپس گیا اور جنگ کرنے لگا پھر کچھ دیر کے بعد آیا تو دیکھا کہ حضرت سجدہ میں ہیں پھر واپس گیا اور جنگ کرنے لگا۔ پھر آیا کہ حضرت کا حال معلوم کروں تو دیکھا کہ آپ سجدہ میں ہیں پھر دیکھا کہ ایک بہت ہی تند ہوا چلی جیسی تند ہوا میں نے کبھی نہیں دیکھی تھی پھر ایک ویسی ہی تند ہوا چلی پھر ایک تیسری تند ہوا آئی پہلی ہوا جو چلی وہ حضرت جبرئیل تھے جو ایک ہزار ملائکہ کے ساتھ آئے دوسری ہوا جو چلی وہ حضرت میکائیل تھے جو ایک ہزار ملائکہ کے ساتھ آئے تیسری ہوا جو آئی وہ حضرت اسرافیل تھے جو ایک ہزار ملائکہ کے ساتھ آئے (۱) حضرت جبرئیل کو دیکھ کر شیطان نشانِ فوج چھوڑ کر بھاگا تو اس کو منبہ ابن حجاج نے اٹھالیا اور کہا: اے سراقہ! لوگوں کی کمک سے جان بچا رہا ہے؟ تو شیطان نے اس کے سینہ پر ایک لات ماری اور کہا کہ: ہم تم لوگوں سے بری ہیں ہم جو دیکھ رہے ہیں تم لوگ نہیں دیکھتے پھر ملائکہ کفّار سے جنگ کرنے لگے اس جنگ میں ستّر مشرک مارے گئے اور ستّر گرفتار ہوئے اور ان میں سے نصف مقتولین قریش کو تنہا حضرت امیر المومنینؑ نے قتل کیا اور نصف کو سارے لشکر اسلام اور ملائکہ نے مل کر اور جس زخمی سے پوچھا جاتا کہ تجھ کو کس نے زخمی کیا؟ وہ کہتا تھا کہ: علیؑ نے اور مسلمانوں میں سے چودہ شہید ہوئے۔

جنگِ بدر میں ابوجہل اور اس کا بھائی عاص اور عتبہ اور شیبہ اور ولید ابن عتبہ اسی طرح اسلام کے بڑے بڑے دشمن مارے گئے۔ حضرت ابوبکر نے اس لڑائی میں جنگ نہیں کی بلکہ

---

(۱)۔ روضۃ الاحباب، جلد ۱، صفحہ ۱۵۸۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عریش یعنی سائباں میں بیٹھے رہے حالانکہ حضرت نے ان سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ تم میرے پاس بیٹھے رہو نہ آپ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کررہے تھے صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں کہ: ”**سعد ابن معاذ با جمعی از انصار در بیرونِ عریش بودند وحراست ومحافظت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم می نمودند**“(۱)۔

خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ: ﴿**فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً**﴾(۲)۔

خدا نے جان و مال سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھنے والوں پر درجہ میں فضیلت عطا فرمائی ہے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت ابوبکر سے جنگ کا مشورہ طلب کیا تو آپ نے مخالفت کی پھر حضرت نے جب بحکم پروردگار اور حضرت مقداد وغیرہ کے مشورہ کے مطابق جنگ کا حکم دے دیا تو آپ حضرت کے پاس عریش میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے پھر جب حضرت نے کفّار کی کثرت اور مسلمانوں کی قلّت و کمزوری کو دیکھتے ہوئے پروردگار عالم کی بارگاہ میں فتح و نصرت کی دعا شروع کی تو آپ حضرت کا دامن پکڑ پکڑ کر کھینچنے لگے کہ دعا نہ کیجئے خدا نے آپ کی دعا سن لی(۳)۔

غزوۂ اُحد

سنہ ۳ھ مشرکین مکّہ نے جنگ بدر کا بدلہ لینے کی غرض سے جنگ کی تیاری شروع کر دی تجارت کا مال جو شام سے آیا تھا اس میں سے اصل مال مالکوں نے لے لیا اور اس کی منفعت سب نے باتفاق اخراجات جنگ کے لیے دے دی پھر تین ہزار جوانان جنگ آزما کے ساتھ مدینہ پر حملہ

---

(۱)۔ جلد ۱، صفحہ ۱۵۷۔

(۲)۔ سورۂ نساء، آیت ۹۵۔

(۳)۔ روضۃ الاحباب، جلد ۱، صفحہ ۱۵۸، وطبری جلد ۲، صفحہ ۱۴۹ چھاپہ مصر وغیرہ۔

کر دیا جب حضرت رسول اللہ ﷺ کو قریش کے حملہ کی خبر ہوئی تو حضرت نے مسلمانوں کو جنگ کی تیاری کا حکم دیا حضرت حمزہ اور سعد ابن عبادہ اور نعمان اور کچھ لوگوں نے قبیلۂ اوس و خزرج کے حضرت کی موافقت کی لیکن منافقوں نے جن کی تعداد قریب تین سو تھی روگردانی کی حضرت نے اپنا خاص نشان فوج حضرت علیؑ کو عطا فرمایا اور اُحد کی طرف روانہ ہوگئے جو مدینہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ہے صبح ہوتے ہوتے میدان اُحد میں پہنچ گئے۔ حضرت بلال نے اذان کہی اور حضرت نے مسلمانوں کو صبح کی نماز پڑھائی اس کے بعد دونوں طرف کے لشکر صف آراء ہوگئے۔ حضرت کی فوج اس طرح کھڑی ہوئی کہ کوہِ اُحد اس کی پشت کی جانب اور کوہِ عینین بائیں طرف پڑ رہا تھا کوہِ عینین میں ایک درہ تھا جس طرف سے دشمن کے حملہ کا خطرہ تھا حضرت نے عبد اللہ ابن جبیر کو پچاس تیر اندازوں کے ساتھ اس درّہ میں بٹھلا دیا اور فرمایا کہ: ہماری فتح ہو یا شکست تم لوگ ہر گز ہر گز اس درہ سے نہ ہٹنا! اس کے بعد یکبارگی لشکرِ اسلام نے کفّار پر حملہ کر دیا اور دشمن کی فوج کو تلوار کی نوک پر رکھ لیا دشمن کے قدم اکھڑ گئے اور میدان چھوڑ کر بھاگ گئے مسلمانوں نے جب دیکھا کہ دشمن بھاگ گئے تو وہ لوٹ میں مشغول ہوگئے تیر اندازوں کی جماعت نے جب دیکھا کہ دشمن بھاگ گئے اور مسلمان لوٹ میں مشغول ہیں تو وہ بھی درہ چھوڑ کر دوڑ پڑے۔ عبد اللہ ابن جبیر نے بہت روکا لیکن نہ رکے درہ میں صرف عبد اللہ کے ساتھ بارہ آدمی رہ گئے۔

خالد ابن ولید نے جب دیکھا کہ درہ میں صرف چند آدمی رہ گئے ہیں تو اس نے اپنے رسالہ کے ساتھ اسی درہ کی طرف سے سخت حملہ کر دیا خالد ابن ولید فوج دشمن کا علم بردار تھا۔ درہ میں عبد اللہ ابن جبیر کے ساتھ جو لوگ رہ گئے تھے سب شہید ہوگئے خالد کے حملے کو دیکھ کر قریش کی بھاگی ہوئی فوج بھی پلٹ آئی اور ہر طرف سے لشکرِ اسلام پر سخت حملہ ہوگیا۔ مسلمانوں کی فتح شکست سے بدل گئی مسلمان بھاگنے لگے۔ صحابہ حضرت رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ گئے (۱)۔

---

(۱)۔ روضۃ الاحباب، صفحہ ۱۸۰، جلد ۱، و طبری، جلد ۲، صفحہ ۱۹۴۔

حضرت ابو بکر بھاگے آپ خود فرماتے ہیں کہ: روزِ اُحد مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگے تو سب سے پہلے میں پلٹ کر آیا(۱)۔

حضرت عمر بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ گئے اور کہتے تھے کہ: میں بز کوہی کی طرح اچکتا تھا(۲)۔

حضرت عثمان بھاگے تو مقام اعوص تک چلے گئے(۳)۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سِوائے حضرت حمزہ سید الشہداء اور حضرت امیر المومنینؑ اور ابو دجانہ انصاریؓ کے کوئی نہیں رہ گیا۔ حضرت حمزہ بپھرے ہوئے شیر کی طرح کفّار پر حملہ کر رہے تھے اور ان کو فی النّار کر رہے تھے آخر وحشی نے حضرت کو دھوکے سے قتل کر دیا اور آپ کا سینہ شکافتہ کر کے دل نکال لیا اور معاویہ کی ماں ہندہ کے پاس لے گیا اس نے چاہا کہ چبائیں تو خدا نے اس کو اس کے منہ میں پتھر بنا دیا کہ وہ چبا نہ سکی۔ پھر کفّار نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ کر دیا اور گھمسان کا رن پڑنے لگا۔ حضرت علی ابن ابی طالبؑ شمع رسالت کا پروانہ بنے ہوئے تھے۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے: علی دیکھو! دشمن داہنی طرف سے آرہے ہیں تو داہنی طرف حملہ کر کے ان کو دور کرتے تھے پھر فرماتے کہ دیکھو! دشمن بائیں طرف سے آرہے ہیں تو بائیں طرف حملہ کرتے(۴)۔

حضرت علیؑ نے فرمایا کہ: جنگِ اُحد میں سولہ زخم مجھ کو لگے جن میں سے چار ضربتیں ایسی لگیں کہ میں زمین پر گر پڑا لیکن ہر مرتبہ ایک نہایت حسین وخوشبودار شخص نے میرے بازو پکڑ کر مجھ کو کھڑا کر دیا اور کہا کہ: علیؑ جنگ کرو تم خدا اور رسولؐ کی اطاعت میں ہو اور دونوں تم

---

(۱)۔ تاریخ الخلفاء، صفحہ ۲۵ و تاریخ خمیس جلد ۱، صفحہ ۴۷۵ و کنز العمال، جلد ۵، صفحہ ۲۷۵۔

(۲)۔ کنز العمال جلد ۱، صفحہ ۲۳۸ و تفسیر دُر منثور سیوطی سورۂ آل عمران۔

(۳)۔ طبری جلد ۲، صفحہ ۲۰۳۔

(۴)۔ طبری، جلد ۲، صفحہ ۱۹۷ چھاپہ مصر۔

سے خوش اور راضی ہیں جب جنگ فتح ہوگئی تو میں نے حضرت رسول اللہ ﷺ سے واقعہ بیان کیا حضرت نے فرمایا: تم نے اس شخص کو پہچانا کون تھا؟ میں نے عرض کیا: نہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ: اے علیؑ! تمہاری آنکھیں روشن ہوں وہ جبرئیل تھے(۱) اسی درمیان میں ایک ضربت حضرت کو ایسی لگی کہ آپ کا ہاتھ ٹوٹ گیا لیکن اسی حالت میں آپ جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ جنگ فتح کرلی اس وقت حضرت جبرئیل امینؑ نازل ہوئے اور عرض کیا کہ: ابھی یہ کس نے کفّار سے جنگ کی ہے کہ خداوند عالم ملائکہ پر فخر ومباہات فرمارہا ہے؟ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علیؑ نے (۲)۔

جنگ اُحد میں جب لشکر اسلام رسول اللہ ﷺ کو تنہا چھوڑ کر بھاگ گیا تو آپ بہت غضب ناک ہوئے یہاں تک کہ آپ کی جبینِ مبارک سے پسینہ ٹپکنے لگا اس وقت آپ نے حضرت علیؑ کو اپنے پاس جنگ کرتے دیکھا تو فرمایا: علیؑ تم کیوں نہیں بھاگے؟ شیر خدا نے عرض کیا: ''**اَاَکفُرُ بَعدَ الإِیمَان اِنَّ لِی بِکَ اُسوَۃ**'' یعنی کیا میں ایمان کے بعد کافر ہو جاؤں۔ مجھ کو تو آپ سے کام ہے یارانِ مفرور سے کیا کام؟!(۳)۔

جنگ کرتے کرتے حضرت امیر المومنینؑ کی تلوار ٹوٹ گئی تو حضرت رسول اللہ ﷺ نے آپ کو ذوالفقار عطا فرمائی(۴) حضرت علیؑ کی شجاعت دیکھ کر حضرت جبرئیلؑ نے حضرت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حضرت علیؑ کی مدح کی اور کہا کہ: یہ کمال مواسات وجوانمردی ہے جو علیؑ نے کی ہے آنحضرتؐ نے فرمایا: ''**اِنّہُ مِنّی و انامِنہُ**''؛ یعنی علی میرا مجھ سے ہے اور میں علی سے

(۱)۔ مدارج النبوۃ، جلد ۲، صفحہ ۱۵۳۔

(۲) تاریخ خمیس، جلد ۱، صفحہ ۴۳۲۔

(۳)۔ مناہج النبوۃ، جلد ۲، صفحہ ۲۲۷۔

(۴)۔ کامل ابن اثیر، جلد ۲، صفحہ ۵۸۔

ہوں۔ اس وقت حضرت جبرئیلؑ نے کہا کہ: **وَ انا مِنکُما**" اور میں آپ دونوں سے ہوں (۱)۔ اور ایک غیبی آواز آئی:

لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار یعنی

نہ دیــدو نہ بینــد دگــر روزگــار

جوان چون علی تیغ چون ذوالفقار

زمانے نے نہ دیکھا ہے نہ آئندہ دیکھے گا علیؑ ایسا جوان اور ذوالفقار سی تلوار (۲)۔

اس جنگ میں حضرت رسول اللہ ﷺ کے دو دندانِ مبارک شہید ہوگئے۔ اور شیطان نے پکار کر کہا کہ: محمد ﷺ قتل ہوگئے یہ خبر مدینہ میں پہونچی تو حضرت فاطمہ زہراؑ روتی ہوئی آئیں حضرت کو دیکھا تو پلٹ گئیں حضرت کے دندانِ مبارک سے ابھی خون جاری تھا تو حضرت امیر المومنینؑ ڈھال میں پانی لائے اور حضرت فاطمہ زہراؑ نے حضرت کا زخم دھویا خون بند ہوگیا۔

حضرت حمزہؓ کا ماتم

پھر حضرت نے حضرت حمزہ پر نماز پڑھی اور دفن کیا پھر دیگر شہدائے اُحد کو دفن کیا۔ جب آپ مدینہ واپس آئے تو مدینہ کی عورتیں اپنے اپنے مردوں پر روتی تھیں اس وقت حضرت نے فرمایا کہ: لیکن ہمارے چچا حمزہ پر رونے والا کوئی نہیں ہے؟! یہ سن کر انصار نے جا کر اپنی اپنی عورتوں کو حضرت کے در دولت پر رونے کے لیے بھیجا آنحضرتؐ نے دیکھا تو دروازہ پر انصار کی عورتوں کا مجمع تھا اور حضرت حمزہ کا ماتم ہو رہا تھا۔ حضرت نے ان عورتوں کا شکریہ ادا کیا اور

---

(۱)۔ مدارج النبوۃ و روضۃ الاحباب جلد ۱، صفحہ ۱۷۷۔

(۲)۔ وسیلۃ النجاۃ، صفحہ ۸۲، و روضۃ الاحباب جلد ۱، صفحہ ۱۷۷ و تاریخ طبری جلد ۲، صفحہ ۱۹۷ و کامل ابن اثیر جلد ۲، صفحہ ۵۸ و تفسیر فرات کوفی، صفحہ ۲۵۰ چھاپہ نجف۔

فرمایا: میں تمہاری ہمدردی کا شکر گزار ہوں پھر فرمایا کہ: خدا تم سے راضی ہوا اور تمہاری اولاد سے اور اولاد کی اولاد سے راضی ہوا (۱)۔

جنگ اُحد میں حضرت رسول اللہ ﷺ ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ چلے تھے لیکن راہ سے ابی ابن سلول منافق تین سو آدمیوں کو بہکا کر واپس لے گیا تو حضرت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سات سو آدمی رہ گئے (۲)۔

سریہ رجیع

غزوۂ اُحد کے بعد سفیان ابن خالد ہذلی قبیلۂ عضل و قارہ کے کچھ لوگوں کے ساتھ مکّہ گیا اور طلحہ ابن ابی طلحہ کی عورت سے ملا اور اس کو اس کے شوہر اور اس کے بیٹے کی موت پر تعزیت ادا کی یہ دونوں جنگ اُحد میں مارے گئے تھے طلحہ ابن ابی طلحہ جنگ اُحد میں کفّار قریش کا علم بردار تھا طلحہ کی بیوی سلاقہ نے کہا کہ: جو شخص اس کے شوہر اور لڑکوں کے قاتلوں کا سر لائے اس کو سو اونٹ انعام دوں گی انعام کے لالچ میں ان سب نے مکر کیا اور سات آدمی حضرت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجے انھوں نے جا کر کہا کہ ہم لوگ مسلمان ہو گئے ہیں کچھ لوگوں کو ہماری ہدایت اور قرآن کی تعلیم کے لیے ہمارے ساتھ بھیج دیجئے حضرت نے دس آدمیوں کو ان کی خواہش کے مطابق ان کے ساتھ بھیج دیا۔ جب وہ لوگ وہاں پہونچے تو کفّار نے کئی سو کی جماعت کے ساتھ ان پر حملہ کر دیا۔ مسلمان بڑی بہادری سے لڑے اور سب شہید ہو گئے۔ عاصم ابن ثابتؓ بھی شہید ہو گئے کفّار نے چاہا کہ عاصم کا سر کاٹ کر سلاقہ کے پاس بھیج دیں۔ پروردگار عالم نے ہزاروں کی تعداد میں بھڑوں کو بھیج دیا وہ عاصم کے جسم کے گرد چکر لگاتی تھیں اور کسی کو وہاں تک جانے نہیں

(۱)۔ روضۃ الاحباب، جلد ۱، صفحہ ۱۸۴۔

(۲)۔ طبری، جلد ۲، صفحہ ۱۹۰۔

دیتی تھیں پھر رات ہوتے ہوتے ایک سیلاب آیا اور عاصم کی لاش کو بہا کر لے گیا اور کفّار اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے تین مسلمان اس جنگ میں فریب دے کر گرفتار کر لیے گئے۔

جب سفیان ابن خالد ہذلی اور اس کی قوم کی مکاری و غداری کی خبر مدینہ پہونچی تو حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: کون ہے جو سفیان ابن خالد ہذلی کو قتل کرے؟ عبد اللہ ابن انیس نے کہا کہ: یہ خدمت میں انجام دوں گا چنانچہ وہ روانہ ہوئے اور سفیان کے پاس پہونچے۔ سفیان نے پوچھا تم کون ہو؟ عبد اللہ نے کہا کہ: میں قبیلۂ خزاعہ کا ایک شخص ہوں، سنا ہے کہ تم محمد ﷺ سے لڑنے کے لیے لشکر فراہم کر رہے ہو میں بھی تمہاری مدد کو آیا ہوں؟ اس نے کہا کہ ہاں میں لشکر فراہم کر رہا ہوں تم بھی رہو عبد اللہ اس کے پاس رہے جب شب کا سنّاٹا ہوا اور سب سو گئے عبد اللہ ابن سفیان کی خواب گاہ میں گھس کر اس کا سر کاٹ لیا اور مدینہ چلے آئے اور اس کا سر لا کر حضرت کے قدموں کے پاس ڈال دیا حضرت بہت مسرور ہوئے یہ سنہ ۳ھ کا واقعہ ہے (۱)۔

اس کے بعد واقعہ بئر معونہ پھر غزوۂ بنو نضر و غزوۂ ذات الرقاع اور غزوۂ بدر ثانی اور غزوۂ دومۃ الجندل اور غزوۂ بنی مصطلق وغیرہ واقع ہوئے جن میں سے کسی میں جنگ ہوئی اور کسی میں نہیں ہوئی۔

غزوۂ احزاب

سنہ ۵ھ میں یہود بنی نضر جو مدینہ سے جلاوطن ہو کر خیبر اور دوسرے مقامات پر ساکن ہوئے تھے بیس آدمیوں کی جماعت کے ساتھ مکّہ جا کر ابوسفیان ابن حرب سے ملے اور کہا کہ: تم لوگ محمد ﷺ سے جنگ کرو ہم لوگ پوری طاقت کے ساتھ تمہاری مدد کریں گے ابوسفیان بہت خوش ہوا اور ان لوگوں سے جنگ کا عہد و میثاق لیا۔ پھر یہ لوگ قبیلۂ بنی غطفان میں گئے اور ان کو آمادہ کیا

---

(۱)۔ روضۃ الاحباب، جلد ۱، صفحہ ۱۹۲۔

پھر بنی قیس وغیرہ سے ملے۔ چنانچہ ہر طرف بڑے اہتمام کے ساتھ تیاریاں شروع ہو گئیں۔ ابوسفیان نے طلحہ ابن ابی طلحہ کو نشان فوج دیا اور چار ہزار جوانانِ جنگ آزما کے ساتھ روانہ ہو کر مر الظہر میں پڑاؤ دیا اس کے بعد قبیلۂ اسلم و اشجع و بنومرہ و کنانہ و فزارہ و غطفان بڑی بڑی جماعتوں کے ساتھ آکر جمع ہوئے یہاں تک کہ دس ہزار آدمی اکٹھا ہو گئے اس کے بعد سب مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

جب حضرت رسول اللہ ﷺ کو اس لشکر کی آمد کی خبر ہوئی آپ نے اصحاب سے اس کے متعلق مشورہ فرمایا۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے عرض کیا کہ: یارسول اللہؐ! ہمارے ملک کا دستور ہے کہ جب کوئی لشکر جرار کسی پر حملہ کرتا ہے اور وہ اس کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا تو شہر کے گرد خندق کھودتے ہیں حضرت نے ان کا مشورہ پسند فرمایا اور تین ہزار آدمیوں کا ایک لشکر فراہم فرمایا اور مدینہ کے باہر تشریف لائے اور کوہِ سلع کے پاس پڑاؤ کیا اور خندق کا خط کھینچ کر سب کو تقسیم کیا ہر سترہ آدمیوں پر دس گز زمین تقسیم ہوئی غرض جلد از جلد خندق کا کام شروع ہو گیا۔ سردی بہت تیز پڑ رہی تھی پھر بھی کام بہت تیزی سے ہو رہا تھا خود حضرت بھی سب کے ساتھ خندق کھودنے میں مشغول تھے حضرت سلمان دس آدمیوں کے برابر تنہا کام کرتے تھے انصار و مہاجرین حضرت سلمان پر فخر کرتے تھے انصار کہتے تھے کہ: سلمان ہم سے ہیں اور مہاجرین کہتے سلمان ہم سے ہیں جب حضرت رسول اللہ ﷺ نے سنا تو فرمایا کہ: ''**سَلمَان رَجُلٌ مِن اَهلِ البَیت**''؛ یعنی سلمان اہل بیتؑ سے ہیں۔

غرض چھ روز میں پانچ گز چوڑی اور پانچ گز گہری خندق کھد کر تیار ہو گئی اتنے میں دشمن کی فوجیں پہونچ گئیں وہ خندق کو دیکھ کر متعجب ہوئے کیونکہ عرب میں ابھی تک خندق کھودنے کا دستور نہ تھا دشمنوں کی کثرت و ہیبت سے ضعیف الایمان مسلمانوں کا ہوش اُڑ گیا۔ کفّار کے لشکر نے شہر مدینہ کا محاصرہ کر لیا اور بقولے ستائیس روز یہ محاصرہ رہا۔ مسلمان حضرت رسول اللہ ﷺ

کے خیمہ پر اور خندق پر پہرا دیتے تھے اور خود حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راتوں کو خندق کی دیکھ بھال فرمایا کرتے تھے۔ اس محاصرہ نے مسلمانوں کی زندگی تنگ کر دی۔ مشرک کبھی کبھی خندق کے دہانے تک آجاتے تھے اور اینٹ پتھر اور تیر برساتے تھے مسلمان بھی ان کا جواب دیتے تو وہ بھاگ جاتے تھے۔ ایک شب حضرت سرور کائنات آرام فرمارہے تھے کہ یک دفعہ شور و غوغا کی آوازیں بلند ہوئیں۔ حضرت بیدار ہوئے اور دریافت فرمایا کہ: کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا کہ: ضرار ابن خطاب ایک گروہ کے ساتھ خندق کے پاس آکر مسلمانوں سے جنگ کر رہا ہے چنانچہ حضرت بھی مسلح ہو کر پہونچے اور صبح تک دشمنوں سے جنگ رہی صبح کو وہ سب بھاگ گئے اور بہت زخمی ہوئے۔

ایک شب جب کہ سردی بہت سخت تھی اور رات بہت تاریک حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو بکر سے فرمایا کہ: ذرا جاکر دشمن کے حالات معلوم کرو انھوں نے عرض کیا کہ: **اَستَغفِرُاللّٰه وَرَسُولَه** یا حضرت مجھے معاف رکھیے پھر حضرت عمر سے فرمایا: تم جاکر کفّار کی خبر لاؤ انھوں نے بھی وہی جواب دیا تب حضرت نے حذیفہ یمانیؓ سے فرمایا وہ فوراً گئے اور خبر لائے (۱)۔

ایک روز ایک گروہ قریش کے پہلوانوں کا جن میں عمرو ابن عبدوَد تھا جو تنہا ایک ہزار آدمیوں کا مقابلہ کرتا تھا اور نوفل ابن عبد اللہ اور ضرار ابن خطاب اور ہبیرہ ابن ابی وھب وغیرہ خندق پھاند کر اس پار آگئے اور ابو سفیان کی فوج صف باندھے خندق کے اس پار آمادہ کھڑی تھی۔ عمرو ابن عبدوَد نے اس پار آنے کے بعد اپنے گھوڑے کو میدان میں ایک چکر دیا اور کہا کوئی ہے جو میرے مقابلہ میں آئے؟ لیکن لشکرِ اسلام سے کسی نے کوئی جواب نہ دیا اس طرح خاموش کھڑے تھے جیسے ان کی گردن پر طائر بیٹھے ہوں۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی ہے جو اس دشمن کو دور کرے؟ کسی نے کوئی جواب نہ دیا اور بے جان تصویر کی طرح خاموش کھڑے رہے حضرت

(۱)۔ تفسیر دُر منثور سیوطی، جلد ۵، صفحہ ۱۸۵۔

امیر المومنینؑ فوراً کھڑے ہو گئے اور عرض کیا: یارسول اللہؐ! اس کو میں دور کروں گا لیکن حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی جواب نہ دیا۔ عمرو ابن عبدوَد بار بار مسلمانوں کو جنگ کے لیے پکارتا رہا۔ لیکن کوئی بھی آگے نہیں بڑھا۔ حضرت علیؑ ہر مرتبہ کھڑے ہو جاتے اور عرض کرتے: یارسول اللہؐ! میں اس کا مقابلہ کروں گا اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علیؑ! یہ عمرو ابن عبدوَد ہے حضرت امیر المومنینؑ نے عرض کیا: جانتا ہوں کہ یہ عمرو ہے۔

غرض آنحضرتؐ نے اپنے دستِ مبارک سے حضرت علیؑ کے سر پر عمامہ باندھا اور ذوالفقار عنایت فرمائی اور رُخصت کیا حضرت چلے تو آنحضرتؐ نے فرمایا: ''**بَرَزَ الإِيمَانُ كُلُّه إِلَىَ الكُفرِ كُلّه**'' (۱)؛ یعنی پورا ایمان پورے کفر کے مقابلہ میں جارہا ہے۔

اسد اللہ نے پہونچ کر عمرو سے کہا کہ: ایمان لا اس نے کہا کہ: یہ نہ ہو گا حضرت نے فرمایا: واپس چلا جا اس نے کہا: عورتیں مجھ پر طعنہ زن ہوں گی۔ حضرت نے فرمایا: مجھ سے جنگ کر اس نے کہا: مجھ کو گمان نہ تھا کہ دلیرانِ عرب سے کوئی شخص مجھ کو جنگ کا پیغام دے گا اے علیؑ! مجھ سے تمہارے باپ سے دوستی تھی میں نہیں چاہتا کہ تم کو اپنی تلوار سے قتل کروں۔ حضرت نے فرمایا: اگر تو نہیں چاہتا تو میں چاہتا ہوں کہ تجھ کو قتل کروں یہ سن کر اس نے شیر غضب ناک کی طرح گھوڑے سے کود کر اپنے گھوڑے کی کوچیں کاٹ دیں پھر حضرت پر جھپٹ پڑا اور تلوار کا ایک ایسا وار کیا کہ حضرت کی ڈھال کو کاٹ کر اس کی تلوار عمامہ پر پہونچی پھر عمامہ کاٹ کر سر پر پہونچی اور سر پر ہلکا سا زخم آگیا لیکن اس درمیان میں وہ دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گر چکا تھا عمرو خاک پر گرا اور شیر خدا نے تکبیر کہی جس سے سارا میدان گونج اٹھا دوست خوش اور دشمن غمگین ہو گئے پھر آپ نے عمرو کا سر کاٹ لیا۔ عمرو کا گرنا تھا ضرار ابن خطاب اور ہبیرہ دو پہلوانوں نے حضرت امیر المومنینؑ پر سخت حملہ کر دیا ضرار نے نزدیک آکر جب پہچانا کہ یہ علیؑ ہیں تو فوراً بھاگا ضرار کو

---

(۱)۔ حیاۃ الحیوان دمیری، جلد ۱، صفحہ ۲۳۸ و معارج النبوۃ، رکن ۴، باب ۸۔

بھاگتا دیکھ کر حضرت عمر نے اپنا گھوڑا اس کے پیچھے چھوڑ دیا وہ بھاگ رہا تھا اور عمر اس کا پیچھا کر رہے تھے آخر اس نے مڑ کر دیکھا کہ یہ کون پیچھے لگا ہے جب اس نے دیکھا کہ یہ حضرت عمر ہیں تو اس نے فوراً اپنا گھوڑا موڑ لیا اب حضرت عمر آگے تھے اور ضرار پیچھے تھا ضرار نے اپنا نیزہ حضرت عمر کی پشت میں آہستہ سے چبھویا اور کہا: اے عمر! یاد رکھنا یہ نعمت مشکور ہے۔

ہبیرہ کچھ دیر تک حضرت علیؑ کے مقابلہ میں ٹھہرا آخر اس نے بھی بھاگنے ہی میں نجات دیکھی اور نوفل ابن عبد اللہ ایسا بد حواس ہو کر بھاگا کہ اس کے گھوڑے نے اس کو خندق میں پٹک دیا اس کا گرنا تھا کہ مسلمان پہونچ گئے اور انھوں نے اس کو پتھر سے سنگسار کرنا شروع کیا اس نے کہا: اے مسلمانوں! اس سنگ اندازی سے تو تلوار بہتر ہے جب تک حضرت امیر المومنینؑ پہونچ گئے اور خندق میں کود کر تلوار کے ایک وار میں اس کے دو ٹکڑے کر دیئے ہبیرہ جب بھاگ کر ابو سفیان کے پاس گیا اور اس نے عمرو ابن عبدوُد اور نوفل کے مرنے کی خبر دی تو ابو سفیان اپنا لشکر لے کر اس طرح بھاگا کہ منزل عقیق تک کہیں دم نہ لیا(۱) اور قبیلۂ غطفان نے بھی فرار کیا(۲)۔

حضرت امیر المومنینؑ فاتح و منصور جب عمرو کا سر لیے ہوئے خدمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پہونچے تو حضرت نے فرمایا: ''**لَمُبَارزَۃ عَلِی بن اَبِی طَالِب یَوم الخَندَق اَفضَل مِن اَعمالِ اُمّتِی إلَی یَومِ القِیَامۃ**''(۳) یعنی خندق کے دن علی کا جہاد میری امّت کے ان کل اعمال سے افضل ہے جو وہ قیامت تک کرے گی۔

جب علیؑ کی ایک ضربت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری امّت کے قیامت تک کے کل اعمال سے افضل ٹھہری تو شرم آنی چاہیے ان لوگوں کو جو حضرت کے جہاد کے مقابلہ میں خلفاء ثلٰثہ

(۱)۔ عقیق مدینہ سے پانچ میل ہے خیر الکلام، صفحہ ۱۳۔

(۲)۔ روضۃ الاحباب جلد ۱، صفحہ ۲۱۹۔

(۳)۔ روضۃ الاحباب جلد ۱، صفحہ ۲۱۹ و مستدرک حاکم، جلد ۳، صفحہ ۳۲ و مدارج النبوۃ جلد ۲، صفحہ ۲۱۳ و معارج النبوۃ رکن ۴، باب ۸ وقائع سال پنجم ہجرت و وسیلۃ النجاۃ، صفحہ ۸۴ وغیرہ۔

کے دنیاوی فتوحات کو پیش کر کے فخر کرتے ہیں اگر حضرت علیؑ نے خندق کی جنگ نہ فتح کی ہوتی اور دیگر صحابہ کی طرح وہ بھی خاموش بیٹھ جاتے تو نہ اسلام رہ جاتا نہ صحابہ کرام رہ جاتے نہ خلافت ہوتی نہ خلیفہ۔ یہ علیؑ کی تلوار کا پرورش کیا ہوا اسلام ہے جو آج دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیلا ہوا ہے۔

عمرو ابن عبدوُد کے مرنے کے بعد اس کی بہن اس کی لاش پر آئی اور اس کے سرہانے بیٹھ گئی اور اس نے دیکھا کہ عمرو کے جسم پر اس کا لباس اور سلاح سب موجود تھے تو اس نے کہا کہ میرے بھائی کو کفو کریم نے قتل کیا ہے پھر پوچھا کہ: عمرو کو کس نے قتل کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ: علی ابن ابی طالبؑ نے۔ یہ سن کر اس نے یہ شعر پڑھے:

لَوكَانَ قَاتِلُ عَمرو غَير قَاتِله
لَكُنتُ اَبكِى عَلَيه آخِرَ الاَبَد
لَكِن قَاتِله مَن لَايُعَاب بِهِ
مَن كَانَ يَدعى قَدِيما بَيضَةَ البَلَد

یعنی اگر عمرو کا قاتل علیؑ کے سواء کوئی دوسرا شخص ہوتا تو میں اس پر زندگی کی آخری ساعت تک رویا کرتی لیکن اس کا قاتل ایک ایسا شخص ہے جس میں کوئی عیب نہیں ہے جو قدیم زمانے سے بیضۃ البلد (سردارِ قوم) کہا جاتا ہے (١)۔

غزوۂ بنو قریظہ

ذی الحجہ ۵ھ میں جنگ خندق کے بعد ابھی آپ نے سلاحِ جنگ بھی جسم سے نہیں اتارا تھا کہ حضرت جبرئیل امینؑ حکم لے کر نازل ہوئے کہ فوراً بنو قریظہ سے جنگ کے لیے روانہ ہو جایئے حضرت نے نشان فوج حضرت امیر المومنینؑ کو عطا کیا اور تین ہزار مسلمانوں کے ساتھ بنو قریظہ کی طرف روانہ ہو گئے وہاں پہونچ کر ان کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا یہود بنو قریظہ قلعہ میں

(١)۔ روضۃ الاحباب، جلد ١، صفحہ ٢١٩ وغیرہ۔

پوشیدہ ہوگئے اور قلعہ کے اوپر سے تیر اور پتھر مارتے اور مسلمانوں کو بُرا کہتے تھے یہ محاصرہ پچیس روز رہا آخر وہ عاجز ہو کر قلعہ سے باہر نکلے مَردان کے قتل کیے گئے اور قلعہ فتح ہو گیا(۱)۔

غزوۂ بنو لحیان

اسی سال جمادی الاولیٰ میں حضرت رجیع والوں سے قصاص لینے کے لیے تشریف لے گئے لیکن دشمن بھاگ گئے (۲)۔

وفد مزینہ

اسی سال بلال ابن حارث مزنی قبیلہ مزینہ کے چار سو افراد کے ساتھ حاضر خدمت رسالت ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔ حضرت نے فرمایا کہ: جاؤ اب تم لوگ اپنے گھروں میں رہو۔

غزوۂ دومۃ الجندل

اسی سال حضرت کو خبر ملی کہ ایک بڑا گروہ دومۃ الجندل میں جمع ہو گیا ہے جو لوگوں پر ظلم کرتا ہے اور قافلوں کو لوٹتا ہے تو حضرت ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ وہاں تشریف لے گئے لیکن وہ سب بھاگ گئے (۳)۔

سریہ محمدؐ ابن مسلمہ

سنہ ۶ ھ میں حضرت نے محمد ابن مسلمہ کو تیس سواروں کے ساتھ قبیلۂ بنی بکر ابن کلاب کی طرف بھیجا محمد ابن مسلمہ نے دشمن کے سر پر پہونچ کر اچانک حملہ کر دیا۔ کچھ کفّار مارے گئے اور کچھ بھاگ گئے اور مسلمان مال غنیمت کے ساتھ واپس ہوئے (۴)۔

---

(۱)۔ روضۃ الاحباب، جلد ۱، صفحہ ۲۲۲، وطبری جلد ۲، صفحہ ۲۵۴، چھاپہ مصر۔
(۲)۔ طبری جلد ۲، صفحہ ۲۵۴ چھاپہ مصر۔
(۳)۔ روضۃ الاحباب، جلد ۱، صفحہ ۲۲۷۔
(۴)۔ روضۃ الاحباب، جلد ۱، صفحہ ۲۲۹۔

غزوۂ ذی قردہ

اسی سال عینیہ ابن حصن چالیس سواروں کے ساتھ آیا اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیس اونٹ لے گیا اور ان کے چرانے والے کو قتل کر دیا۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ لوگوں کے ساتھ روانہ ہوئے لیکن دشمن اونٹ چھوڑ کر بھاگ گئے (۱)۔

سریہ دومۃ الجندل

اسی سال حضرت نے عبد الرحمٰن ابن عوف کو دومۃ الجندل کی طرف بھیجا عبد الرحمٰن نے وہاں کے رہنے والوں کو اسلام کی طرف دعوت دی تو اصبغ ابن کلبی نصرانی اور اس کے ساتھ بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا اور باقی نے جزیہ دینا منظور کیا (۲)۔

سریہ فدک

سنہ ۶ھ ہی میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ملی کہ بنی سعد خیبر کے یہودیوں سے متفق ہو کر مدینہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں تو حضرت نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو سو آدمیوں کے ساتھ ان کی طرف بھیجا حضرت نے جاکر واقعہ کی تحقیق کی معلوم ہوا کہ واقعہ صحیح ہے حضرت نے ان پر حملہ کر دیا جنگ ہوئی آخر یہودیوں کو شکست ہوئی اور حضرت غنائم کے ساتھ مدینہ واپس آئے (۳)۔

---

(۱)۔ روضۃ الاحباب، جلد ا، صفحہ ۲۳۰۔

(۲)۔ روضۃ الاحباب، جلد ا، صفحہ ۲۳۲۔

(۳)۔ روضۃ الاحباب، جلد ا، صفحہ ۲۳۲۔

سریہ زید ابن حارثہ

اسی سال زید ابن حارثہ مسلمانوں کا اور اپنا مال لے کر بغرض تجارت شام جارہے تھے جب وادی القریٰ میں پہونچے تو بنوبدر نے حملہ کرکے سارا مال لوٹ لیا زید مدینہ واپس آئے حضرت رسول اللہ ﷺ نے کچھ لوگوں کو زید کے ساتھ روانہ کیا ان لوگوں نے جاکر بنوبدر سے انتقام لیا کچھ مارے گئے اور کچھ بھاگ گئے اور باقی گرفتار ہوئے۔

سریہ عرینہ

ایک گروہ عرینہ کا حضرت کی خدمت میں آکر مسلمان ہوگیا مدینہ کی آب وہوا ان کے موافق نہ ہوئی ان لوگوں نے ناموافقت آب وہوا اور اپنی علالت کی شکایت کی۔ حضرت نے ان لوگوں کو قبا کے قریب کوہِ عیر کے پاس بھیج دیا اور فرمایا: وہاں میرے اونٹ ہیں ان کا دودھ استعمال کرو وہ سب چلے گئے اور کچھ دنوں وہاں قیام کرکے کھایا پیا اور اچھے ہوگئے۔ اس کے بعد ان لوگوں نے غور کیا وہاں سے حضرت کے پندرہ اونٹ چرا کر لے کر بھاگ گئے۔ حضرت کے غلام یسار نے ان کا تعاقب کیا تو ان لوگوں نے اس کو پکڑ کر اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے اور آنکھوں میں کانٹے چبھوئے یہاں تک کہ وہ شہید ہوگیا یہ خبر جب مدینہ پہونچی تو حضرت نے کرز ابن جابر فہری کو بیس سواروں کے ساتھ ان کے پیچھے روانہ کیا آخر سب گرفتار ہوکر آئے اور اپنے کردار کی سزا پائی۔

استسقاء

اسی سال ماہِ رمضان میں لوگوں نے حضرت سے خشک سالی کی شکایت کی آپ نے میدان میں جاکر نماز استسقاء پڑھی اور دعا فرمائی فوراً ابر آیا اور کئی شب وروز بارش ہوتی رہی۔

غزوہ حدیبیہ

سنہ ۶ ھ دوشنبہ کے روز ذی القعدہ کے مہینہ میں حضرت رسول اللہ ﷺ نے عمرہ بجالانے کے ارادہ سے مکہ کا ارادہ فرمایا اور غسل فرمایا خوشبو لگائی اور ناقہ ٔ قصویٰ پر سوار ہوئے اور پندرہ سو مسلمانوں کے ساتھ روانہ ہوئے اصحاب میں سے کسی نے بھی سواء تلوار کے کوئی اسلحہ ٔ جنگ ساتھ نہیں لیا۔ کفّار قریش کو جب حضرت کی آمد کی خبر ہوئی تو انھوں نے طے کیا کہ حضرت کو عمرہ بجالانے سے روکیں چنانچہ ان لوگوں نے خالد ابن ولید کو دوسو سواروں کے ساتھ آگے روانہ کیا اور خود مقام یلدح پر جمع ہونے لگے۔ حضرت رسول اللہ ﷺ ایک کنویں کے پاس رک گئے جس کا نام حدیبیہ تھا۔ قریش نے بدیل ابن ورقاء کو چند آدمیوں کے ساتھ حضرت کی خدمت میں بھیجا اس نے آکر کہا کہ قریش متفق ہو کر آپ کو روکنے کے لیے جمع ہوئے ہیں۔

حضرت نے فرمایا کہ: میں جنگ کی غرض سے نہیں آیا ہوں ہم لوگوں کا ارادہ عمرہ بجالانے کا ہے ورقا نے جا کر قریش کو خبر کی لیکن ان کو یقین نہ آیا تو انھوں نے عروہ ابن مسعود کو بھیجا۔ عروہ نے آکر کہا کہ: آپ اپنی قوم کی ہلاکت کا ارادہ نہ کیجئے میں تو دیکھ رہا ہوں کہ کچھ اوباش اور ہر جائی لوگ آپ کے ساتھ آئے ہیں اگر جنگ ہو گئی تو یہ سب آپ کو تنہا چھوڑ کر بھاگ جائیں گے حضرت ابو بکر پاس ہی کھڑے تھے بولے: جالات کا...چوس کیا ہم بھاگ جائیں گے اور حضرت کو تنہا چھوڑ دیں گے۔ عروہ نے جا کر قریش سے کہا کہ: تم لوگ محمد ﷺ سے جنگ نہ کرو اگر جنگ ہوئی تو وہ یا تو خود فنا ہو جائیں گے یا تم کو ختم کر دیں گے۔

حضرت رسول اللہ ﷺ نے اپنی طرف سے پہلے خراش ابن امیہ کعبی کو قریش کے پاس گفتگو کے لیے بھیجا ان کو قریش نے گرفتار کر لیا اور چاہا کہ قتل کر دیں لیکن ان کی قوم نے ان کو بچا کر آزاد کرا دیا تب آنحضرت ﷺ نے حضرت عمر سے فرمایا کہ: تم کو جانا ہو گا تا کہ قریش کو سمجھاؤ کہ ہم جنگ کرنے نہیں آئے ہیں۔

حضرت عمر نے کہا: یارسول اللہؐ! مکہ میں میرا کوئی مددگار نہیں ہے وہ سب مجھ کو مار ڈالیں گے آپ عثمان کو بھیجئے۔ غرض حضرت عثمان بھیجے گئے۔ قریش نے ان کو بھی گرفتار کرلیا اور خبر یہ اُڑی کہ عثمان قتل کردیئے گئے۔ تب حضرت نے اپنے اصحاب سے عہد وپیمان لینا چاہا کہ اگر جنگ ہوگئی تو بھاگ تو نہ جائیں گے۔ چنانچہ درخت سمرہ کے نیچے حضرت نے اصحاب سے مرنے اور مارنے پر اور جنگ سے نہ بھاگنے پر بیعت لی اس بیعت کو بیعتِ رضوان کہتے ہیں اس لیے کہ خداوند عالم نے سورۂ فتح میں اس کے متعلق فرمایا ہے کہ: ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ١٨﴾؛ یعنی بے شک خدا مومنین سے راضی ہوا جب کہ وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کررہے تھے۔

اور اس سے چند آیت قبل فرمایا کہ: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللهَ يَدُ اللهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا﴾(۱)؛ اے رسول! جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہیں، در حقیقت وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے تو جو اُن میں سے اپنا عہد توڑ دے گا اس کا نقصان خود اس کو پہونچے گا اور جو اپنے عہد پر قائم رہے گا تو عنقریب خدا اس کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

غرض یہ کہ پروردگار عالم درخت سمرہ کے نیچے بیعت کرنے والوں میں سے ان لوگوں سے راضی ہوا جو مومن تھے اور بیعت کرنے کے بعد آخر زندگی تک کبھی جنگ سے بھاگے نہیں اور اپنی بیعت نہیں توڑی لیکن جو لوگ بیعت کرنے کے بعد اپنا عہد توڑ کر ہمیشہ جنگ سے بھاگ گئے خدا ان سے راضی نہیں ہوا۔

---

(۱)۔ سورۂ فتح، پارہ ۲۶، آیت ۱۰۔

مشرکین کو جب اس بیعت کی خبر ہوئی تو ان لوگوں نے مکرز ابن حفص کو صلح کا پیغام لے کر حضرت کی خدمت میں بھیجا اس نے آکر کہا کہ: قریش آپ سے صلح کرنی چاہتے ہیں اس شرط پر کہ آپ اس سال عمرہ نہ بجالیں بلکہ آئندہ سال اس کی قضا کریں حضرت نے قبول فرمایا اور حضرت علیؑ سے صلح نامہ لکھنے کو فرمایا حضرت نے لکھا یہ صلح نامہ ہے محمد رسول اللہ کی طرف سے یہ سن کر کفّار نے کہا کہ ہم آپ کو رسول اللہ ﷺ تسلیم نہیں کرتے یہ لفظ کاٹئے! حضرت نے حضرت علیؑ سے فرمایا: اے علی! رسول اللہ ﷺ کی لفظ کاٹ دو اور فرمایا: خدا کی قسم! میں خدا کا رسول ہوں اگرچہ تم میری تکذیب کرو۔ حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا: یا رسول اللہؐ! اپنے قلم سے رسول اللہ ﷺ کی لفظ نہ کاٹ سکوں گا۔ (رسول اللہ ﷺ کا پہلا مصدق جس کو خدا اور رسولؐ نے صدیق اکبر کا خطاب عطا کیا وہ آج رسولؐ کا مکذّب کیونکر بن سکتا تھا ظاہراًہی سہی)۔

حضرت نے فرمایا: لاؤ صلح نامہ مجھ کو دو اور آپ نے اپنے قلم سے رسول اللہ ﷺ کی لفظ کاٹ کر محمد ابن عبد اللہ لکھا پھر فرمایا: اے علیؑ! ایک روز تم کو بھی ایسا ہی واقعہ پیش آئے گا۔ اس کے بعد کفّار نے جو شرط بھی صلح نامہ میں پیش کی حضرت نے قبول فرمایا۔

شرائطِ صلح نامہ

(۱)۔ دس سال تک مسلمان اور کفّار قریش ایک دوسرے کے شہروں میں جائیں آئیں ان کا مال اور جان محفوظ رہے گی اور کوئی جنگ نہ ہو گی۔

(۲)۔ جو کافر مسلمانوں سے ملنا چاہے یا جو مسلمان کفّار سے مل جائے کوئی گروہ کسی کا مزاحم نہ ہو گا ان کے حلیف اور ہم عہد تعرض نہ کریں گے۔

(۳)۔ مسلمان اس سال زیارت کعبہ شریف ترک کردیں اور سال آئندہ اس کی قضا کریں لیکن تین روز سے زیادہ مکّہ میں قیام نہ کریں گے اور اپنے اسلحے غلاف میں رکھ کر داخل مکّہ ہوں گے۔

(۴)۔ کفّار میں سے جو شخص بغیر اپنے ولی کی اجازت کے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چلا جائے مسلمان اس کو واپس کردیں اگرچہ وہ مسلمان ہو اور جو مسلمان قریش کے پاس چلا جائے قریش اس کو واپس نہ کریں گے۔

اس کے بعد طرفین سے گواہیاں ہوئیں۔

اس صلح نامہ پر حضرت عمر کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت میں شبہ عظیم پیدا ہوگیا اور آپ آنحضرتؐ سے بحث کرنے لگے حضرت نے سمجھایا کہ: اے عمر! بے شک میں خدا کا رسول ہوں اور خدا مجھ کو ضائع نہ کرے گا۔

حضرت عمر خود کہتے تھے کہ: جب سے میں ایمان لایا اس دن کے سوا کبھی مجھ کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت میں شک نہیں ہوا۔

صلح نامہ کی تکمیل کے بعد حضرت نے صحابہ سے فرمایا کہ: اپنی اپنی قربانی کا جانور ذبح کرو اور سر کے بال تراشو! لیکن کوئی نہیں اُٹھا پھر حضرت نے اپنا جانور ذبح کیا تب صحابہ نے ذبح کیا۔ اس صلح کے بعد جو مسلمان مکہ میں اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھے انھوں نے اسلام ظاہر کردیا اور علی الاعلان کفّار سے مناظرہ اور مباحثہ کرنے لگے اور لوگ جوق در جوق مسلمان ہونے لگے یہاں تک کہ سنہ ۱ بعثت سے سنہ ۶ ھ تک جتنے آدمی اسلام لائے تھے قریب قریب اتنے ہی صلح حدیبیہ کے بعد دو سال میں اسلام لائے۔ حضرت نے اس سلسلہ سے بیس روز حدیبیہ میں قیام فرمایا۔ جب آپ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے اور مقام ضجنان میں پہونچے تو سورۂ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا الخ

نازل ہوا۔ کچھ مفسرین نے لکھا ہے کہ: اس فتح سے صلح حدیبیہ مقصود ہے کیونکہ یہ فتح مکّہ کا مقدمہ تھی اور بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد فتح مکّہ ہے(۱)۔

شاھانِ اطراف کے نام

فرامین پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اسی سنہ ۶ھ میں اور بقولے سنہ ۷ھ میں حضرت نے ایک سونے کی مہر بنوائی اور اس پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کندہ کرایا جب آپ نے وہ انگوٹھی پہنی حضرت جبرئیل امینؑ حکم خدا لے کر نازل ہوئے کہ اے محمد! ہم نے تم پر اور تمہاری امّت کے مَردوں پر سونا حرام کیا فوراً حضرت نے وہ انگوٹھی اُتار دی اور ایک چاندی کی انگوٹھی بنوائی اور اس پر محمد رسول اللہؐ کندہ کرایا۔ پھر آپ نے حسبِ ذیل چھ بادشاہوں کے نام نامے لکھوائے:

۱۔ نجاشی بادشاہ حبشہ ۲۔ ہرقل بادشاہ روم
۳۔ مقوقش بادشاہ اسکندریہ ۴۔ حارث ابن ابی شمر گورنر دمشق وشام
۵۔ ہوزہ ابن علی پیشوائے یمامہ ۶۔ کسریٰ بادشاہِ مدائن

اور چھ آدمیوں کو یہ خطوط دے کر روانہ کیا۔

عمر ابن امیہ کو نجاشی کے پاس اور دحیہ کلبی کو ہرقل کے پاس اور عبد اللہ ابن حذافہ سہمی کو کسریٰ کے پاس اور حاطب ابن ابی بلتعہ کو مقوقش کے پاس اور شجاع ابن وھب اسدی کو حارث ابن ابی شمر کے پاس اور سلیط ابن عمر کو ہوزہ کے پاس۔

حضرت کا یہ معجزہ تھا کہ آپ نے جس صحابی کو جس ملک میں سفیر بنا کر بھیجا ہر قاصد خود بخود اس ملک کی زبان بولنے اور سمجھنے لگا۔

---

(۱)۔ روضۃ الاحباب، جلد ۱، صفحہ ۱۴۳، وطبری جلد ۲، صفحہ ۲۸۳، چھاپہ مصر۔

نجاشی لفظ نجوس کا معرب ہے کہ نجوس حبش کی زبان میں بادشاہ کو کہتے ہیں۔ حضرت رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں جو حبش کا بادشاہ تھا اس کا نام اصحمہ تھا یہ لوگ پہلے بت پرست تھے چوتھی صدی عیسوی میں شاہانِ روم نے یہاں عیسائیت کی تبلیغ کی پھر رفتہ رفتہ سارا حبشہ عیسائی ہو گیا۔

نجاشی کے نام حضرت نے جو نامہ ٔمبارک تحریر فرمایا اس کا مضمون یہ تھا:

"یہ خط اللہ کے رسول محمد ﷺ کی طرف سے بادشاہ حبش نجاشی کے نام ہے۔ میں تیرے لیے خدا کی حمد کر رہا ہوں جس کے سواء کوئی معبود نہیں جو سارے جہان کا مالک پاک و پاکیزہ۔ سلام۔ جائے پناہ، نگہبان ہے اور شہادت دیتا ہوں کہ عیسیٰ ابن مریمؑ روح اللہ اور کلمۃ اللہ تھے جن کو اس نے طیبہ اور پاک دامن مریم بتول میں القا کیا تو ان کو حضرت عیسیٰؑ کا حمل قرار پایا۔ خدا نے ان کو اپنی روح سے پیدا کیا اور مریم میں پھونک دیا جس طرح اس نے حضرت آدمؑ کو (بے باپ ماں کے) اپنی قدرت سے پیدا کیا۔ میں تجھ کو خدائے وحدہٗ لاشریک اور اس کی اطاعت کی طرف دعوت دیتا ہوں تو میری پیروی کر اور جو کچھ میں خدا کی طرف سے لے کر آیا ہوں اس پر ایمان لا۔ میں تجھ کو اور تیرے لشکر کو خدائے عزوجل کی طرف بلاتا ہوں میں نے تبلیغ و نصیحت کا حق ادا کر دیا اب تیرا فرض ہے کہ اس کو قبول کر لے اور اس پر سلام ہے جو ہدایت کی پیروی کرے"۔

عمر ابن امیہ نے حبشہ پہونچ کر نجاشی تک رسائی حاصل کی اور گفتگو کے بعد نامہ ٔمبارک پیش کیا۔ نجاشی نے تعظیماً تخت سے اُتر کر نامہ ٔمبارک ہاتھ میں لیا اور آنکھوں سے لگایا پھر ترجمان سے پڑھوا کر سنا پھر خط کو بوسہ دے کر سر پر رکھا پھر حضرت جعفر طیار کو بلا کر اسلام کے متعلق کچھ گفتگو کی اور ان کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کی پھر نامہ ٔمبارک کا جواب لکھوا کر حضرت کی خدمت میں روانہ کیا۔

نجاشی کے اسلام کی خبر جب اس کے ملک میں پھیلی تو رعیت میں بڑی برہمی پیدا ہو گئی اور انھوں نے نجاشی کے مقابلہ کی تیاری شروع کر دی اور اس کے خلاف مظاہرے شروع کر دیئے یہ دیکھ کر نجاشی نے حضرت جعفر طیار کو بلایا اور کہا کہ: میں نے آپ لوگوں کے لیے جہازوں کا بیڑا تیار کر دیا ہے معاملہ بہت نازک ہو چکا ہے آپ لوگ وقت کے منتظر رہئے اگر خدا نے مجھ کو کامیاب کیا تو پھر اطمینان سے حبشہ میں رہئے اور اگر رنگ خراب نظر آئے تو فوراً اپنے وطن کو روانہ ہو جایئے۔

نجاشی نے حضرت کا نامۂ مبارک ہاتھی [کے] دانت کے ڈبہ میں بند کر کے رکھ لیا اور کہا کہ: جب تک یہ نامۂ مبارک رہے گا اہل حبشہ خیر و برکت میں رہیں گے چنانچہ وہ آج تک محفوظ ہے۔

ہرقل قیصر روم کے نام کا خط حضرت نے دحیہ کلبی کو دیا اور کہا کہ: اس خط کو حاکم بصریٰ کے پاس لے جانا وہ تم کو قیصر تک پہونچائے گا جب دحیہ کلبی بصریٰ پہونچے تو معلوم ہوا کہ حاکم بصریٰ اس وقت حمص میں ہے تاکہ قیصر کی زیارت بیت المقدس کا انتظام کرے دحیہ کلبی بھی حمص پہونچے قیصر روم اور خسرو پرویز بادشاہِ عجم میں ایک عرصہ سے شدید جنگ جاری تھی اور برابر قیصر کو شکست ہو رہی تھی اور اس کے بہت سے علاقہ پر خسرو قابض ہو گیا تھا تو اس نے نذر کی تھی کہ اگر خدا نے ہم کو فارسیوں کے مقابلہ میں فتح عطا فرمائی تو میں پیادہ بیت المقدس کی زیارت کو جاؤں گا چنانچہ خدا نے اس کو فتح عطا فرمائی جس کی خبر خداوند عالم نے دس سال قبل اپنے رسولؐ کو سورۂ روم میں دے دی تھی۔

فتح حاصل ہونے کے بعد قیصر اپنی نذر پوری کرنے پاپیادہ بیت المقدس تک گیا قیصر کے لیے راہ میں فرش اور فرش پر پھول بچھائے جاتے تھے اور وہ انھیں پھولوں پر چلتا تھا ابھی قیصر بیت المقدس ہی میں تھا کہ حاکم بصریٰ نے دحیہ کلبی کو عدی ابن حاتم کے ساتھ قیصر کے پاس بھیجا قیصر نے حضرت رسول اللہ ﷺ کا نامۂ مبارک لے کر ترجمان سے پڑھوایا پھر پوچھا: دیکھو ہمارے ملک

میں کوئی شخص اس پیغمبر کی قوم کا ہے جس سے اس کے حالات معلوم کروں؟ ابوسفیان اس زمانے میں بسلسلۂ تجارت شام گیا ہوا تھا اور غزّہ میں مقیم تھا اس کو قیصر نے بلوایا جب ابوسفیان پہونچا تو دیکھا کہ قیصر بڑے تزک و احتشام کے ساتھ اپنے تخت پر جلوہ افروز ہے اور اس کے گرد بڑے بڑے امراءوارکان دولت و رہبان و قسیس کرّوفر کے ساتھ اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے تھے قیصر نے عرب تاجروں سے پوچھا کہ تم لوگوں سے اس مدعی نبوّت سے کون رشتہ میں زیادہ قریب ہے؟ ابوسفیان نے کہا کہ: میں۔ قیصر نے کہا: میرے نزدیک آؤ اور ابوسفیان کے ساتھیوں سے کہا کہ تم لوگ اس کے پیچھے بیٹھ جاؤ میں اس سے کچھ سوالات کرتا ہوں اگر یہ غلط جواب دے تو ہم کو بتاؤ۔ ابوسفیان نے کہا کہ: خدا کی قسم! اگر مجھ کو یہ ڈر نہ ہوتا کہ میرے ساتھی مجھ کو جھٹلادیں گے تو میں سب جھوٹ کہتا۔

قیصر نے پوچھا: مدعی نبوّت کا خاندان کیسا ہے؟

ابوسفیان: بہت معزز اور شریف۔

قیصر: کبھی اس سے پہلے بھی اس خاندان میں کسی نے نبوّت کا دعویٰ کیا ہے؟

ابوسفیان: نہیں۔

قیصر: اس خاندان میں کبھی کوئی بادشاہ ہوا ہے؟

ابوسفیان: نہیں۔

قیصر: جن لوگوں نے اس کا مذہب قبول کیا ہے وہ طاقت ور ہیں یا کمزور؟

ابوسفیان: کمزور۔

قیصر: اس کے پیرو بڑھ رہے ہیں یا گھٹتے جاتے ہیں؟

ابوسفیان: بڑھ رہے ہیں۔

قیصر: کبھی تم لوگوں کو اس کے متعلق جھوٹ کا بھی تجربہ ہوا ہے؟

ابوسفیان: کبھی نہیں۔

قیصر: کبھی اس نے بدعہدی بھی کی ہے یا نہیں؟

ابوسفیان: کبھی نہیں۔ لیکن آج کل ہمارے اور اس کے درمیان ایک معاہدۂ صلح ہوا ہے دیکھیں اس پر قائم رہتا ہے یا نہیں۔

قیصر: کبھی تم لوگوں سے اس سے جنگ بھی ہوئی ہے؟

ابوسفیان: ہاں۔

قیصر: نتیجہ اس جنگ کا کیا رہا؟

ابوسفیان: کبھی وہ غالب آیا کبھی ہم۔

قیصر: اس کی تعلیم کیا ہے؟

ابوسفیان: وہ کہتا ہے کہ ایک خدا کی پرستش کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ۔ باپ دادا کی ریت چھوڑ دو نماز پڑھو۔ سچ بولو۔ پاک دامنی اختیار کرو اور صلۂ رحم کرو۔

سوالات ختم ہوئے۔

اس کے بعد قیصر نے کہا کہ: یہ سوالات میں نے اس لیے کئے کہ پیغمبر ہمیشہ شریف خاندان سے ہوتا ہے۔ یہ جو سوال کیا کہ کبھی اس خاندان میں کسی نے نبوّت کا دعویٰ کیا ہے کہ نہیں یہ اس لیے کہ اگر ایسا ہوتا تو میں سمجھتا کہ یہ خاندانی خیالات کا اثر ہے تم نے کہا کہ اس خاندان میں کوئی بادشاہ نہیں گذرا اگر ایسا ہوتا تو یہ خیال ہوتا کہ اس کو بادشاہت کی ہوس ہے اور تم نے کہا کہ: وہ کبھی جھوٹ نہیں بولا تو جو شخص انسانوں کے متعلق کبھی جھوٹ نہ بولا وہ خدا کے متعلق کیونکر جھوٹ بول سکتا ہے۔ میں نے سوال کیا اس کے ساتھی کمزور ہیں یا قوی؟ تو پہلے انبیاءؑ پر بھی پہلے کمزور ہی لوگ ایمان لاتے تھے۔ میں نے پوچھا کہ: اس کے پیرو بڑھتے ہیں یا گھٹتے جاتے ہیں

کیونکہ ایمان کی کشش کا یہی عالم ہوتا ہے تم نے کہا کہ: وہ عہد کی خلاف ورزی نہیں کرتا تو پیغمبر کی یہی شان ہوا کرتی ہے تم کہتے ہو کہ وہ نماز و روزہ کا حکم دیتا ہے اگر یہ سچ ہے تو میری اس پائے گاہ تک اس کا قبضہ ہو جائے گا مجھ کو یہ خیال ضرور تھا کہ ایک نبی آنے والا ہے لیکن یہ خیال نہ تھا کہ وہ عرب میں پیدا ہو گا میں اگر وہاں جا سکتا تو اس کے پاؤں دھوتا۔

ابوسفیان نے کہا کہ: اے بادشاہ! اگر اجازت ہو تو میں کچھ اس کی لاف گزاف باتیں بیان کروں تا کہ اس کا جھوٹ کھل جاتا قیصر نے پوچھا: وہ کیا؟

ابوسفیان: وہ کہتا ہے کہ میں ایک ہی شب میں مکّہ سے بیت المقدس تک اور آسمانوں تک گیا اور پھر واپس چلا آیا۔

ہرقل ابھی خاموش ہی تھا کہ بیت المقدس کے خادموں میں سے ایک شخص (ناطور) نے عرض کیا: اے بادشاہ! ان علامات سے جو اس شب میں ظاہر ہوئے میں اس واقعہ کو جان گیا واقعہ یہ ہے کہ میں ہر شب ہیکل کے دروازے بند کر دیا کرتا تھا ایک شب جس کا ابوسفیان ذکر کر رہا ہے میں نے ہیکل کے کل دروازے بند کر دیئے لیکن ایک دروازہ اس کا کسی طرح بند نہ ہوا صبح کو جب میں ہیکل میں داخل ہوا تو اس دروازے کے قریب کسی جانور کے سُموں کے نشانات موجود تھے جس سے محسوس ہوتا تھا کہ اس پتھر کے نزدیک کوئی جانور باندھا گیا تھا۔

ابوسفیان نے کہا کہ: یہ سن کر ہرقل نے حضرت کا نامۂ مبارک پھر لے کر پڑھوایا۔ سنتا جاتا تھا اور اس کی جبین سے پسینہ ٹپک رہا تھا یہاں تک کہ اس کے اہل دربار نے ہر طرف سے مخالف آوازیں بلند کیں اور ایک ہنگامہ کھڑا ہو گیا اس وقت قیصر نے ہم لوگوں کو دربار سے باہر چلے جانے کا حکم دیا۔ اس وقت ابوسفیان نے کہا کہ: ابن ابو کبشہ کی بات بالا ہوئی کہ قیصر روم بھی اس سے خائف نظر آتا ہے۔ خسرو پرویز بادشاہِ فارس نے حضرت کا نامۂ مبارک چاک کر دیا جب

حضرت کو خبر ہوئی تو فرمایا کہ: خدا اس کی حکومت اسی طرح پارہ پارہ کر دے گا جس طرح اس نے میرا خط پارہ کیا ہے۔

خط چاک کرنے کے بعد کسریٰ نے باذان حاکم یمن کو لکھا کہ دو شخصوں کو اس شخص کے پاس روانہ کرو جس نے دعوائے نبوّت کیا ہے کہ وہ اس کو اپنے ساتھ لے کر میرے دربار میں آئیں۔ باذان نے اپنے میر منشی بانویہ اور خرخسرہ کو حضرت کی خدمت میں بھیجا وہ دونوں جب پہونچے تو سونے کے کنگن پہنے ریشم و مخمل کے لباس سے آراستہ داڑھی مونڈے موچھوں پر بل دیئے ہوئے تھے ان دونوں کی یہ ہیئت دیکھ کر حضرت کی طبیعت مکدّر ہوگئی اور فرمایا: کس نے تم لوگوں کو ایسی شکل بنانے کا حکم دیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ: میرے پروردگار یعنی کسریٰ نے حضرت نے فرمایا: لیکن میرے پروردگار نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ داڑھی بڑھاؤں اور موچھیں چھوٹی کراؤں پھر ان دونوں نے باذان کا خط حضرت کی خدمت میں پیش کیا اور کہا: اٹھیئے ہمارے ساتھ ہمارے شہنشاہ کے پاس چلیے! ورنہ وہ ایک بھی عرب کو زندہ نہ چھوڑے گا اور اپنی مملکت سے نکال دے گا (اس وقت ایران کی حکومت کے حدود اتنے وسیع تھے کہ ایک جانب اس کی سرحد ہندوستان سے ملی تھی دوسری طرف عراق و عجم و شام وروم سے۔ ایران کی حکومت ایشیا کی عظیم الشان حکومت سمجھی جاتی تھی بحرین و عمان و یمن وغیرہ اسی کے زیرِ نگیں تھے)۔ وہ دونوں اگرچہ ایک طاقت ور بادشاہ کے ایلچی تھے اور بہت دلیرانہ گفتگو کر رہے تھے پھر بھی حضرت کی ہیبت سے ان کے شانے تھرا رہے تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ: کل آنا تو جواب دیں گے جب وہ دونوں حضرت کی بارگاہ سے نکلے تو ایک نے دوسرے سے کہا کہ: اگر تھوڑی دیر اور ہم اس نبی کے پاس بیٹھتے تو میرا دم نکل جاتا۔

دوسرے روز وہ دونوں پھر حاضر ہوئے حضرت نے فرمایا: تم دونوں اب جاؤ اور باذان کو خبر دو کہ تمہارے بادشاہ متکبر کو آج کی شب خود اس کے بیٹے نے قتل کر دیا مجھ کو میرے پروردگار

نے خبر دی ہے۔ بانو یہ نے کہا کہ: کہیں آپ ہم لوگوں کو دھوکہ تو نہیں دے رہے ہیں اگر ایسا کیا تو یاد رکھئے کہ: ہمارا بادشاہ بڑی طاقت والا ہے۔ حضرت نے فرمایا: جاؤ جو میں کہتا ہوں صحیح ہے۔ وہ دونوں روانہ ہوگئے اور جاکر باذان حاکم یمن سے سارا واقعہ بیان کیا اس نے کہا کہ: وہ پیغمبر برحق ہے میں اس خبر کی تصدیق کرلوں تو سب سے پہلے اس پر ایمان لاؤں گا۔

چند روز کے بعد شیرویہ کا خط باذان کے نام پہونچا کہ میرا باپ ظالم تھا اس لیے میں نے اس کو قتل کردیا تم اب میرے لیے ادھر کے لوگوں سے بیعت لو اور اس پیغمبر سے ابھی کوئی تعرض نہ کرو۔ اس خبر کی تصدیق کے بعد باذان ایک بڑی جماعت کے ساتھ مسلمان ہوگیا۔ حضرت نے جب باذان کے سفیروں کو واپس کیا تو خرخسرہ کو ایک مطلا پڑکا عنایت فرمایا جو کسی بادشاہ نے حضرت کی خدمت میں بھیجا تھا اور بانویہ کو بھی تحفے عطا کیے (۱)۔

باقی اہل یمن سنہ ۱۰ھ میں حضرت امیرالمومنینؑ کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے۔ مقوقش نے حضرت کا خط سنا اور اس کا احترام کیا لیکن ایمان نہیں لایا اور حضرت کی خدمت میں چار کنیزیں بھیجیں۔ ان میں سے ایک کا نام ماریہ تھا اور بیس قیمتی کپڑے اور ایک ہزار مثقال سونا اور چند سواری کے جانور بھیجے جن میں ایک کا نام دُلدُل تھا اور حضرت کے سفیر حاطبؓ کو سو مثقال سونا اور پانچ کپڑے دیئے۔

حارث ابن ابی شمر حاکم دمشق نے حضرت کا نامۂ مبارک سنا تو غصّہ میں اس کو زمین پر ڈال دیا اور حضرت سے جنگ کرنے کے لیے گھوڑوں کی نعل بندی کا حکم دیا پھر ہرقل کے پاس خط لکھ کر حضرت سے جنگ کی اجازت طلب کی ہرقل نے لکھا کہ ابھی اس ارادہ کو ترک کرو۔

ہوذہ ابن علی شاہ یمامہ نے نام مبارک کا احترام کیا لیکن ایمان نہ لایا اور حضرت کے خط کے جواب میں لکھا کہ آپ جس دین کی طرف دعوت دیتے ہیں وہ بہت خوب ہے میں ایک مشہور

---

(۱)۔ طبری، جلد ۲، صفحہ ۲۹۷ و روضۃ الاحباب، جلد ۱، صفحہ ۲۵۲۔

شاعر ہوں اس سبب سے عرب میرا احترام کرتے ہیں اگر آپ مجھ کو بھی حکومت میں شریک کرلیں تو میں آپ کی پیروی کرنے کو تیار ہوں حالانکہ آپ نے تحریر فرمایا تھا کہ مجھ کو تیری حکومت سے کوئی سروکار نہیں ہے آپ کے خط کا مضمون یہ تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ خط ہے محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہوذہ ابن علی کی طرف۔

اس پر سلام، جو ہدایت کا پیرو ہو۔ تجھ کو معلوم رہے کہ میرا دین حدود عرب و عجم تک پہونچے گا اور غالب رہے گا۔ تجھ کو چاہیے کہ اسلام قبول کرلے۔ سالم رہے گا مجھ کو تیرے ملک سے کوئی سروکار نہیں ہے وہ بدستور تیرے قبضہ میں رہے گا۔

اس مقام پر چند امور قابل توجہ ہیں:

۱۔ یہ کہ حضرت نے مسلمان بنانے کے لیے شاہانِ اطراف پر فوج کشی نہیں کی بلکہ خطوط تحریر فرمائے اور موعظۂ حسنہ کے ذریعے ان کو اسلام کی طرف دعوت دی بخلاف ان کفّار کے جنھوں نے اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی میں خود حضرت پر حملہ کیا اور جنگ کی ابتداء کی جس سے معلوم ہوا کہ حضرت کی تبلیغ جبری نہ تھی۔

۲۔ جب بادشاہوں نے اسلام قبول نہیں کیا بلکہ بعض نے نامۂ مبارک کی توہین کی اور حضرت کی شان میں گستاخی کی جب بھی حضرت نے نہ تو ان پر لشکر کشی کی نہ مسلمانوں کو حکم دیا کہ جب تم لوگوں کو اقتدار حاصل ہو تو ان سرکش سلاطین کو سزا دینا اور ان کا تختہ اُلٹ دینا بلکہ اپنے علم نبوّت سے پیشگوئی کے طور پر فرمایا کہ یہ حکومتیں عنقریب ختم ہو جائیں گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ خلافت ثانیہ کا دور آتے آتے ان حکومتوں کا نام ونشان مٹ گیا اور حضرت ابو بکر و عمر کے ہاتھوں حضرت کی پیشگوئیاں پوری ہوئیں اور دنیا نے دیکھ لیا کہ مخبر صادق کا فرمان حرف بحرف سچ ہو کر رہا اور یہ بھی چشم بینا رکھنے والوں کے لیے حضرت کی رسالت کی ایک عظیم الشان دلیل ہے۔ مسلم

نے ایک حدیث لکھی ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: "**اِذَامَاتَ کِسرَیٰ فَلَا کِسرَیٰ بَعدَہ**"(۱)؛یعنی جب کسریٰ مر جائے گا تو پھر کوئی کسریٰ نہ ہو گا۔ نیز جب کسریٰ خسرو پرویز نے حضرت کا نامۂ مبارک چاک کر دیا تو حضرت نے فرمایا: "**یُمَزّقُوا کُلّ مُمَزّق**"؛یعنی خدا اقتدار سلطنت ایران کو اسی طرح پارہ پارہ کر دے جس طرح خسرو نے میرا خط پارہ پارہ کیا ہے اور حضرت عمر کے ہاتھوں حضرت کی یہ پیشنگوئی پوری ہوئی کیونکہ آپ ہی کے دورِ خلافت میں ایران فتح ہوا اور کسریٰ کا خزانہ مسلمانوں کے ہاتھ لگا اور حضرت رسول اللہ ﷺ نے اس کی بھی خبر دے دی تھی کہ کسریٰ کا خزانہ مسلمان فتح کر لیں گے۔

علامہ بخاری نے عدی ابن حاتمؓ سے روایت کی انھوں نے کہا کہ: حضرت رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ: "**لئن طال بک الحیاۃ لتفتحن کنوز کسریٰ قلت کسریٰ بن ھرمز قال کسریٰ بن ھرمز ولئن طال بک حیاۃ لترین الرجل یخرج ملا کفہ من ذھب و فضۃ یطلب من یقبلہ منہ و لیلقین اللہ احدکم یوم یلقاہ ولیس بینہ و بینہ ترجمان یترجم لہ فیقولن الم ابعث الیک رسولا فیبلغک فیقول بلی فیقول الم اعطک مالا و افضل علیک فیقول بلیٰ فینظر عن یمینہ فلا یریٰ الا جھنم وینظر الیٰ یسارہ فلا یریٰ الا جھنم**"(۲)۔

یعنی اے عدی! اگر تم ہمارے بعد زندہ رہے تو دیکھو گے کہ کسریٰ کے خزانے فتح کر لیے گئے۔ میں نے عرض کیا: کسریٰ ابن ہرمز؟۔ فرمایا: ہاں کسریٰ ابن ہرمز اور اگر کچھ دنوں اور زندہ رہے تو ایک شخص کو دیکھو گے کہ وہ اپنی مٹھی میں سونا اور چاندی بھر کے چاہے گا کہ کوئی اس سے لے لے لیکن کوئی لینے والا نہیں ملے گا اور ہر آئینہ وہ خدا سے قیامت میں اس طرح ملے گا کہ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی ترجمان نہ ہو گا جو اس کی ترجمانی کرے اس وقت خدا فرمائے گا کہ: کیا میں نے تمہارے پاس رسول نہیں بھیجا تھا اور تم کو مال و اولاد نہیں دی اور تم پر احسانات نہیں کیے؟

(۱)۔ مسلم جلد ۲۔

(۲)۔ بخاری جلد ۲، صفحہ ۱۸۰ مصر۔

تو وہ کہے گا کہ: ہاں پھر وہ اپنی داہنی طرف دیکھے گا تو سواء جہنم کے کچھ نظر نہ آئے گا پھر اپنی بائیں طرف دیکھے گا تو سواء جہنم کے کچھ نظر نہ آئے گا۔

لیکن آخر ایسا کیوں ہے؟ جن لوگوں کے ہاتھوں خاتم المرسلینؐ کی پیشگوئیاں پوری ہوئیں جن لوگوں نے بظاہر شوکت وطاقت اسلام کو بڑھایا ان کے متعلق ایسی بشارتیں کیوں وارد ہوئیں؟ یہ اس لیے کہ جو کچھ ہوا خلاف منشاء خدا و رسولؐ ہوا دولت و حکومت کے لالچ میں ہوا۔ اشاعت اسلام کے پردے میں اسلام کی تباہی و بربادی کا انتظام کیا گیا۔ پرانے قیصر و کسریٰ کو مٹا کر کتنے ہی نئے قیصر و کسریٰ پیدا کر دیئے گئے۔ لفظ اسلام کو ترقی دی گئی اور روحِ اسلام فنا کر دی گئی۔ امام بخاری نے روایت کی ہے:

"عن ابی حازم عن سهل بن سعد قال سمعت النبی ص يقول: انا فرطكم على الحوض من ورده شرب منه و من شرب منه لم يظما بعده ليرد على اقوام اعرفهم ويعرفونی ثم يجال بينی وبينهم"(۱)۔

یعنی میں تم لوگوں سے پہلے حوضِ کوثر پر پہونچوں گا جو وہاں وارد ہو گا وہ اس میں سے پیئے گا اور جو اس میں سے پیئے گا کبھی پیاسا نہ ہو گا یقیناً میرے پاس کچھ لوگ وارد ہوں گے جن کو میں پہچانوں گا اور وہ مجھ کو پہچانیں گے پھر وہ لوگ مجھ سے جُدا کر دیئے جائیں گے۔

ابو حازم کہتے ہیں کہ: میں نے یہ حدیث نعمان ابن ابو عیاش کو سنائی انھوں نے کہا: کیا تم نے یہ حدیث اسی طرح سہل سے سنی ہے؟ میں نے کہا: ہاں تو انھوں نے کہا کہ: میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے یہی حدیث ابو سعید خدریؓ سے سنی ہے انھوں نے اس میں اتنا زیادہ بیان کیا تھا کہ **"اِنّهُم مِنّی فَيُقَال اِنّک لَاتَدری مَابَدّلُوا بَعدَک فَاقُول سُحقًا سُحقًا لِمَن بَدّل بَعدِی"۔**

---

(۱)۔ بخاری، جلد ۴، صفحہ ۱۴۹، چھاپہ مصر۔

یعنی وہ لوگ مجھ سے اور میری قوم و قبیلہ سے ہوں گے۔ پس مجھ سے کہا جائے گا کہ: تم کو نہیں معلوم یہ لوگ تمہارے بعد کس طرح بدل گئے ؟ تو میں کہوں گا کہ: دوری ہے رحمتِ خدا سے دوری ہے اس شخص کے لیے جو میرے بعد بدل گیا۔

۳۔ حضرت نے ہوذہ ابن علی کے خط میں تحریر فرمایا کہ مجھ کو تیری حکومت و ملک سے کوئی سروکار نہیں ہے وہ بدستور تیرے قبضہ میں رہے گا، اس جملہ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ آپ کی بعثت تبلیغِ اسلام اور تعمیر انسانیت کے لیے ہوئی تھی نہ کہ حکومت و ملک و فتوحات کے لیے، لیکن مسلمانوں نے بعد رسول اللہ ﷺ اس سیرت رسولؐ کو ترک کر دیا اور حکومت و دولت کو مقصد اسلام بنالیا۔ اگر مسلمان وہی طریقہ اختیار کرتے جو خدا کے رسولؐ نے اختیار کیا تھا تو اسلام کی سادہ اور پاکیزہ تعلیم ایسی نہ تھی کہ وہ دنیا کی مٹھی بھر جماعت میں محدود ہو کر رہ جاتی بلکہ آج دنیا میں جس طرف نگاہ اٹھائی جاتی اسلام ہی اسلام نظر آتا۔ اسلام کے محاسن کا دنیا کو اعتراف ہے اور پیغمبر اسلام ﷺ کی عظمت و جلالت و صداقت کا سکّہ اہل عالم کے قلوب پر جما ہوا ہے لیکن مخالفینِ اسلام کو جب مسلمانوں کی خون آشام تلواریں اور ان کے جابرانہ حملے یاد آجاتے ہیں تو ان کی آنکھوں پر غیظ و غضب اور جذبات انتقام کے پردے پڑ جاتے ہیں پھر ان کو سواء دشمنی اسلام کے کچھ بھی نظر نہیں آتا (کتاب، صفحہ ۱۲۹)۔

خدا کبھی باطل سے بھی حق کی تائید کرتا ہے

شام و روم کی حکومتوں کی تباہی و بربادی اور اسلامی فتوحات کے متعلق حضرت رسول اللہ ﷺ کی پیشگوئیوں کو علماء اہل سنّت نے خلفائے ثلٰثہ کی خلافت و حکومت کے جواز کی دلیل قرار دیا ہے کیونکہ حضرت کی پیشگوئیاں انھیں کے ہاتھوں پوری ہوئیں لیکن درحقیقت یہ ایک بہت بڑا اشتباہ ہے قوموں کا عروج و زوال و فتح و شکست نہ کبھی امتیاز حق و باطل کا معیار بنا نہ بنایا جاسکتا ہے۔ فتح و کامرانی کسی خاص قوم کا حصّہ نہیں ہے خدا جس کو چاہتا ہے ملک عطا فرماتا ہے اور جس سے چاہتا

ہے چھین لیتا ہے۔ اگر فتح و شکست معیار حق و باطل بنالیا جائے تو حق باطل اور باطل حق ہو جائے۔ بعد حضرت رسول اللہ ﷺ اسلامی فتوحات کا سیلاب ایک طوفانی شکل میں شروع ہوا یہاں تک کہ مسلمانوں نے قلیل مدّت میں رومۃ الکبریٰ سے کہیں زیادہ وسیع اور پُر عظمت سلطنت حاصل کرلی لیکن کچھ ہی دنوں کے بعد اس کی رفتار دھیمی ہونے لگی پھر وہ دن بھی آیا کہ اسلام کا زوال شروع ہو گیا رفتہ رفتہ آج یہ نوبت ہے کہ دنیا کی پُر شکوہ حکومتوں کے درمیان اسلامی حکومتوں کی مثال ویسی ہے جیسے زندوں کے درمیان میں کوئی مُردہ پڑا ہو۔

ابھی چند روز ہوئے اسرائیل کی مٹھی بھر جماعت نے عرب ممالک کو کیسی شرم ناک شکست دی اور قبلۂ اولیٰ پر قبضہ کر لیا تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اب اسلام خدا کا دین نہ رہا اب تو یہود ونصاریٰ ہی سے خدا خوش ہے۔ امریکہ اور روس ہی پر خدا کی رحمتیں ہیں کل خدا اسلام سے خوش تھا آج دشمنانِ اسلام سے خوش ہے خدا مومن کو کافر پر کافر کو مومن پر کافر کو کافر پر مسلّط کرتا رہتا ہے۔ جس طرح آج مسلمان خدا کا گروہ ہیں جب تک حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کا دین منسوخ نہیں ہوا تھا بنی اسرائیل بھی خدا کے گروہ تھے لیکن جب انھوں نے سرکشی اور گناہ کیا اور حضرت زکریا اور حضرت یحییٰؑ کو قتل کیا تو پروردگار نے ان پر ایک کافر بادشاہ بخت النصر کو مسلّط کر دیا اس نے بیت المقدس کو مسمار کیا اور ستّر ہزار بنی اسرائیل کو قتل کیا اور ستّر ہزار کو گرفتار کیا اور بیت المقدس کے جواہرات لوٹ لیے اس طرح خدا نے ایک آتش پرست بادشاہ کو قوم حضرت موسیٰؑ پر مسلّط کر کے حضرت یحییٰؑ کے خون کا انتقام لیا۔ جس کے متعلق خود پارہ نمبر ۱۵ سورۂ بنی اسرائیل میں ارشاد فرماتا ہے کہ: ﴿وَقَضَيْنَا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ فِي الْكِتَابِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيرًا ، فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ أُولَاهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَنَا أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا خِلَالَ الدِّيَارِ ...﴾(۱)؛ یعنی ہم نے بنی اسرائیل سے توریت میں صاف

(۱)۔ سورۂ اسراء، آیت ۵۔

صاف بیان کردیا تھا کہ تم لوگ روئے زمین پر دومرتبہ فساد پھیلاؤ گے اور بڑی سرکشی کروگے پھر جب ان دوفسادوں میں سے پہلے کا وقت آیا تو ہم نے تم پر اپنے کچھ بندوں (بخت النصر اور اس کی فوج) کو مسلّط کردیا جو بڑے سخت لڑنے والے تھے تو وہ تمہارے گھروں کے اندر گھس گئے۔

حاکم نے مستدرک کتاب التفسیر میں آیت وافی ہدایہ(۱): ﴿وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ حَقٍّ﴾ کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے انھوں نے کہا کہ: جب بنی اسرائیل کے بادشاہ نے حضرت یحییٰؑ کا سر کاٹا تو ان کا خون جوش مارتا رہا یہاں تک کہ خدا نے بخت النصر کو مسلّط کیا اور اس نے ایک دن میں ستّر ہزار آدمیوں کو قتل کیا تب ان کا خون ساکن ہوا(۲) تو چونکہ خدا کا وعدہ ایک مجوسی بادشاہ بخت النصر کے ہاتھوں پورا ہوا اور اس نے ایک مظلوم پیغمبر کے خون کا انتقام لیا جس کام کے لیے خود خدا نے اس کو بنی اسرائیل پر مسلّط فرمایا تھا اور اس کو ”**عبادًا لنا**“(۳) کی لفظ سے یاد فرمایا ہے لہٰذا کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہ خدا کا برگزیدہ بندہ اور حضرت یحییٰؑ کا وصی اور جانشین تھا اور خدا اس سے اور اس کے دین سے اور اس کے عمل سے راضی اور خوش تھا ہرگز نہیں بلکہ وہ کافر تھا گنہگار و ظالم تھا۔

چھٹی صدی عیسوی کی ابتداء میں روم اور فارس کی باسطوت وجبروت حکومتوں میں شدید ہنگامہ آرائی رہی اور پندرہ سال تک اہل فارس کے مقابلہ میں روم کو شکست ہوتی رہی یہاں تک کہ بہت بڑا علاقہ روم کا فارس نے قبضہ کرلیا اور روم کے دارالسلطنت قسطنطنیہ کا محاصرہ کرلیا۔ مسلمانوں کو روم کی شکست اور فارس کی فتح سے بڑا صدمہ ہوا کیونکہ اہل روم عیسائی تھے اور اہل فارس مشرک وبت پرست تھے ناگاہ خداوند عالم نے سورۂ روم نازل فرما کر مسلمانوں کو یہ بشارت

---

(۱)۔ سورۂ آل عمران، آیت ۲۱۔

(۲)۔ مستدرک، جلد ۲، صفحہ ۲۹۰۔

(۳)۔ سورۂ اسراء، آیت ۵۔

سنائی کہ:﴿الم ۞ غُلِبَتِ الرُّومُ ۞ فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ ۞ فِي بِضْعِ سِنِينَ لِلَّهِ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ﴾(۱)؛یعنی رومی مغلوب ہوگئے اقرب زمین میں اور وہ مغلوب ہونے کے بعد چند ہی سال میں غالب ہو جائیں گے قبل ہو یا بعد سب کا فیصلہ خدا ہی کے ہاتھ میں ہے اس وقت مسلمان خوش ہو جائیں گے۔

چنانچہ اس پیشگوئی کے چند ہی سال کے بعد قسمت کا پانسہ ایسا بدلا کہ رومیوں نے فارس کی حکومت کو شکست دے کر اپنے کل علاقے واپس لے لیے روم کی اس فتح پر مسلمان خوش ہو گئے اور مشرکین کو حزن و ملال ہوا۔

تو چونکہ خدا اور اس کے رسولؐ کی پیشگوئی رومیوں کے ہاتھ سے پوری ہوئی جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کی خوشی و مسرّت کا سبب ہوئی تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اہل روم کی حکومت حق تھی اور ان سے خدا راضی تھا؟ ہر گز نہیں۔

خسرو پرویز شاہ ایران نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نامۂ مبارک چاک کر دیا اور انتہائے نخوت و غرور میں حاکم یمن کو لکھا کہ اس مدعی نبوّت کو ہمارے پاس بھیج دو خدا نے اس کی اس بے ادبی و گستاخی کی سزا خود اس کے لڑکے شرویہ کے ہاتھ سے دی کہ اس نے خسرو کو قتل کر دیا تو کیا یہ اس امر کی دلیل ہے کہ خدا شرویہ سے راضی تھا۔ غرض یہ کہ خدا جس سے چاہتا ہے اپنے دین کی تائید کراتا ہے اور جس سے چاہتا ہے اپنے دشمن کو سزا دیتا ہے اور اس میں حق و باطل کا کوئی امتیاز نہیں ہے بلکہ بسا ایسا ہوا ہے کہ پروردگار عالم باطل سے باطل کو کچل کر حق کی تائید فرماتا ہے جس کی مثالیں ابھی گذریں۔

لہٰذا اگر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشگوئیاں خلفاء ثلٰثہ کے ہاتھوں پوری ہوئیں جیسا کہ علمائے اہل سنّت کا دعویٰ ہے تو یہ ان کی خلافت و فتوحات کے جواز کی دلیل نہیں ہو سکتی جس کی

---

(۱)۔ سورۂ روم آیت ۱ تا ۴۔

بہت بڑی دلیل بخاری کی وہ حدیثیں ہیں جن میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کی ان فتوحات و حکومت سے اظہار ناراضگی و بیزاری فرمایا ہے اور عذابِ آخرت سے ڈرایا ہے جن میں کی دو حدیثیں پہلے گذر چکیں۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشگوئی پر ایمان رکھنے والے حضرت کی ایک یہ پیشگوئی بھی دیکھیں۔ علامہ بخاری نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"سَتَحرِصُون عَلَى الإمارة وَسَتَكُون نِدَامَةً يَومَ القِيامَة فَنِعمَ المُرضِعَة وَبِئسَ الفاطِمة"(۱)۔

یعنی (اے میرے صحابہ!) عنقریب تم لوگ حکومت و بادشاہت کی لالچ میں پڑ جاؤ گے جو قیامت کے روز ندامت کا سبب ہوگی پس کیا ہی اچھّی ہے دودھ پلانے والی (حکومت) اور کتنی بری ہے دودھ بڑھائی (عذابِ آخرت)۔

یہ بیانات میرے ان لوگوں کے عقیدہ کی بنا پر ہیں جو فتوحات اسلام کو سببِ عروج اسلام سمجھتے ہیں اور ان پر فخر کرتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ فتوحات سبب تباہی و زوال اسلام تھے ورنہ اگر ہم نے قرآن کی تعلیم اور اخلاق و کردار محمد وآل محمدؑ کی تلوار سے جہاد کیا ہوتا تو آج زیرِ آسمان **لا الٰہ الاّ اللہ محمد رسول اللہ** کی آواز کے علاوہ کوئی آواز سنائی نہ دیتی لیکن بہر حال مومنین دل تنگ نہ ہوں وہ دن بھی آئے گا اور آل محمدؑ ہی کے ہاتھوں آئے گا جب خدا کا وعدہ ﴿**هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ**﴾(۲)۔

---

(۱)۔ بخاری جلد ۴، صفحہ ۱۵۸ مصر۔

(۲)۔ پارہ ۲۸، سورۂ صف، آیت ۹۔

یعنی وہی خدا ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق (اسلام) کے ساتھ بھیجا تا کہ اس دین کو تمام دینوں پر غالب کر دے اگرچہ مشرک اس کو پسند نہ کریں، پورا ہو کر ہی رہے گا۔

مذہب کی ترقی

فتوحات کی وسعت اور افراد و نفوس کی کثرت کا نام نہیں

اہل حق ہوں یا اہل باطل اپنے دین و مذہب اور اپنے خیالات و نظریات کی نشر و اشاعت کا جذبہ ہر انسان میں ابتداء دورِ عالم سے ملتا ہے جس کی چند مثالیں حسبِ ذیل ہیں:

زردشت نے جو گوتم بودھ سے پہلے تھا، ایران میں پارسی مذہب ایجاد کیا رفتہ رفتہ دربار شاہی تک اس کی رسائی ہو گئی۔ شاہ گستاشب نے معتقدانہ اس کی تعظیم کی۔ اس کی عقیدت مندی کو دیکھ کر اسفندیار و لہراسپ وغیرہ نے بھی دینِ زردشتی قبول کیا پھر ان کی کوشش سے سارے ملک ایران میں یہ مذہب رائج ہو گیا(۱)۔

بودھ مذہب۔ ۲۵۷/سال قبل مسیح بہار کا راجہ اشوک بودھ مذہب کا سرگرم معتقد ہو گیا اور اس نے اس مذہب کو راج دھرم بنا دیا اور اپنی کوشش سے سارے ہندوستان و بیرونِ ہند میں پھیلا دیا پھر رفتہ رفتہ دیگر بادشاہوں نے اس کو افغانستان، نیپال و ترکستان و تبت منگولیا منچوریا جاپان وسیام و برہما و سنگدیپ وغیرہ میں پھیلا دیا(۲)۔

مولوی محمد عبد الحی صاحب وکیل بدایونی اپنی کتاب خیر الکلام میں لکھتے ہیں کہ مذہب عیسوی کو حضرت عیسیٰؑ کی حیات میں کچھ فروغ نہیں ہوا نہ یہودیوں کو اس جدید مذہب پر اطمینان تھا آپ کے عروج آسمان کے بعد آپ کے حواری بھی ہر طرح اشاعت مذہب عیسوی میں کوشش

---

(۱)۔ خیر الکلام فی احوال العرب والاسلام، صفحہ ۱۴۰۔

(۲)۔ مختصر تاریخ ہندوستان، صفحہ ۱۱۲ تا ۱۲۱۔

کرتے رہے لیکن کہیں خفیف ان کی کوششوں کا کچھ نتیجہ ظاہر ہوا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد ساول نامی یہودی جو حضرت عیسیٰؑ کا اور مذہب عیسوی کا سخت مخالف تھا جو آئندہ تاریخ کلیسہ میں سینٹ پال یا پولوس مشہور ہوا عیسائی ہو گیا اس وقت تک بجز معدودے چند اسرائیل کے اور کسی قوم کے لوگ عیسائی نہیں ہوئے تھے نہ حواریوں نے کسی دوسری قوم کو مذہب عیسوی کی طرف بلایا تھا۔

پھر لکھا ہے کہ: پولوس نے اپنی عاقلانہ پالیسی سے یہ مناسب سمجھا کہ ہر عیسائی قیود شریعت موسوی سے آزاد ہو جائے اس نے یہ حکم نافذ کر دیا کہ پرانے احکام کمزور و بے فائدہ ہیں وہ قابلِ تنسیخ ہیں اور پاکون کے لیے سب کچھ پاک ہے اس حکم نے بالکل تکلیفات شرعیہ مذہب عیسوی سے دور کر دیں جن لوگوں کی طبیعت آزادی پسند تھی وہ خوشی سے مذہب عیسوی میں داخل ہونے لگے۔

پھر لکھا ہے کہ: فرقہ اول جو واقعی عیسائی تھا بدعتی قرار دیا گیا اور ایبونیہ کے نام سے مشہور ہوا۔ (۱) جس طرح اسلام میں شیعہ بدعتی قرار دیئے گئے اور رافضی کے نام سے مشہور کیے گئے۔ پھر لکھا ہے کہ: پولوس اپنی حکمت عملی سے کامیاب ہوئے انھوں نے مذہب عیسوی کو پوری طرح ترقی دے دی (۲)۔

چوتھی صدی عیسوی میں قسطنطین بادشاہ رومۃ الکبریٰ عیسائی ہو گیا اور اپنی سلطنت اور دولت اور قوّت کے ذریعہ ہزاروں لوگوں کو عیسائی بنایا۔

قسطنطین ثانی جب اپنے باپ کی جگہ پر بیٹھا وہ بھی ہر طرح اشاعت مذہب عیسوی میں ساعی رہا اس کا حکم عام تھا کہ جو شخص سوائے مذہب عیسوی کے کسی دوسرے مذہب کا پابند ہو گا وہ قتل کیا جائے گا (۳) اس طرح دین عیسوی بلکہ دین پولوس دنیا میں ترقی کر گیا اس قسم کے واقعات

---

(۱)۔ خیر الکلام، صفحہ ۱۲۰۔

(۲) خیر الکلام، صفحہ ۱۲۱۔

(۳)۔ خیر الکلام، صفحہ ۱۲۲۔

سے دنیا کی تاریخیں بھری پڑی ہیں اور آج بھی دنیا دیکھ رہی ہے کہ کس طرح حکومتیں اپنے اپنے مذہب اور معتقدات کی نشرواشاعت میں کوشاں ہیں۔

غرض یہ کہ یہ ہمیشہ ہوتا آیا ہے کہ صاحبانِ اقتدار و حکومت اپنی دولت و حکومت کی طاقت سے خلق اللہ میں اپنے خیالات وعقائد کی تبلیغ کرتے رہے۔

لہٰذا اگر خلفائے ثلٰثہ نے فتوحات حاصل کیے اور بزورِ شمشیر لوگوں کو مسلمان بنایا تو یہ امر ان کے خصوصیات میں سے نہ تھا نہ یہ بات ان کی خلافت وحکومت کے جواز کی دلیل ہو سکتی ہے نہ وہ رہبر وہادی قوم کہے جاسکتے ہیں نہ یہ ترقی اسلام کی ترقی کہی جاسکتی ہے۔ سینٹ پال یعنی پولوس نے حضرت عیسیٰؑ کے دین کو بدل دیا اس میں بدعتیں ایجاد کیں اور اسی بدعتی مذہب کو دنیا میں رائج کر دیا تو کیا پولوس واقعاً قابلِ ستائش اور حضرت عیسیٰؑ کا وصی ہو گیا اور کیا اوصیائے حضرت عیسیٰؑ سے اس کا مرتبہ بڑھ گیا؟! پھر قسطنطین نے اسی بدعتی مذہب کو بزورِ شمشیر دنیا میں رواج دیا تو کیا اس کا مرتبہ اوصیائے حضرت عیسیٰؑ سے بڑھ گیا کیا وہ خدا کا محبوب بندہ ہو گیا؟! مسلمانو! دل کی آنکھیں کھولو اور چشمِ بصیرت سے دیکھو۔ خدا کے دین کی ترقی یہ نہیں ہے کہ بہت سے لوگ اس میں داخل کر لیے جائیں چاہے اس کے اصلی خدوخال کو بدل دیا جائے اور ہزاروں بدعتیں اس میں داخل کر دی جائیں۔

دینِ خدا کی ترقی یہ ہے کہ وہ اپنی اصل شکل وصورت میں اللہ کے بندوں تک پہونچتا رہے چاہے اس کی پیروی کرنے والے کم ہی کیوں نہ ہوں۔

اور دینِ خدا کا سچّا راہبر، خلق اللہ کا امام وہادی وہ ہے جو خود صراطِ مستقیم پر قائم ہو اور خدا کے دین کو تغیر وتبدّل تحریف وغلط تاویل سے بچائے اور خدا کے بندوں کی صحیح راہبری کرے اور ان کو انحراف وکجروی وگمراہی سے بچائے اور اس کے لیے بڑے فضائل وکمالات وشرائط و

خصوصیات کی ضرورت ہے ﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ﴾(۱) اسی بنا پر دنیا کے فاتح اور بزورِ شمشیر اپنے عقائد وخیالات کی اشاعت کرنے والے بلا امتیاز کفر واسلام ہر ملک اور ہر قوم میں بے شمار پیدا ہوئے اور پیدا ہوتے رہتے ہیں جن میں سے اکثر گمراہ اور گمراہ کن ہوتے ہیں لیکن سچّا ہادی و رہنمائے خلق، پیغمبر و وصی پیغمبر وہی ہوا جس کو خدا نے بنانا چاہے اس نے دنیا میں کچھ بھی فتوحات نہ کیے چاہے اس پر معدودہ چند ہی آدمی ایمان لائے لیکن خدا کی نگاہ میں اسی کا مرتبہ اونچا رہا۔ حضرت عیسیٰؑ اپنی زندگی میں دینِ عیسوی کو کچھ بھی ترقی نہ دے سکے نہ کوئی ملک فتح کر سکے اور پولوس اور قسطنطین نے عیسائیت کو ساری دنیا میں رائج کر دیا، لیکن حضرت عیسیٰؑ روح اللہ اور کلمۃ اللہ اور خدا کے پیغمبر ہی رہے اور پولوس اور قسطنطین گمراہ اور گمراہ کن ہی رہے۔ خدا کثرت نہیں چاہتا بلکہ صداقت واطاعت چاہتا ہے۔

حاصلِ کلام

حاصل کلام یہ ہے کہ معیارِ خلافت ونیابت رسولؐ تخت و تاج ودولت وخزانہ وفتوحات نہیں ہیں بلکہ حفاظت وتعلیم دین وشریعتِ الٰہیہ اور خلق اللہ کی سچّی ہدایت ہے اور دینِ اسلام میں یہ خدمت سواء اہل بیتِ رسولؐ کے کوئی انجام نہ دے سکا۔

آج جو کچھ دین وشریعت کا سرمایہ ہمارے ہاتھوں میں ہے اہلِ بیتؑ ہی کی ڈیوڑھی سے ملا ہے۔ اسی امر کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ: "**انّی تَارِکٌ فِیکُمُ الثَّقَلَین کتابَ اللّٰہ وَعِترَتِی مَا اِن تَمَسَّکتُم بِھِما لن تَضِلُّوا بَعدِی و اِنَّھُمَا لن یفترقا حتی یردا علی الحوض**"(۲)؛ یعنی میں تم لوگوں کے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جارہا ہوں اگر تم لوگوں نے ان دونوں کو پکڑا تو میرے بعد ہرگز کبھی گمراہ نہ ہوگے کتاب اللہ اور اپنی عترت

(۱)۔ سورہ جمعہ، آیت ۴۔

(۲)۔ ترمذی باب فضائل اہل بیتؑ، صفحہ ۵۴۱ ومستدرک حاکم جلد ۳، صفحہ ۱۰۹ ونسائی صفحہ ۳۰ ومسلم جلد ۲، چھاپہ دہلی، صفحہ ۲۷۵۔

اور یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوضِ کوثر پر پہونچیں۔

اسلام، ابوہریرہ، غزوہ خیبر

اسی سنہ ۶ھ یا سنہ ۷ھ کے اوائل میں ابوہریرہ اسلام لائے۔

پانچ سو اٹھاسی (۵۸۸) سال قبل مسیح جب بخت نصر نے بیت المقدس کو برباد کیا اور یہودیوں کو تکلیفیں دیں تو کچھ لوگوں نے وہاں سے بھاگ کر شمالی عرب میں مقام خیبر میں آکر مسکن اختیار کیا جب ان کو یہاں کچھ آرام ملا تو اپنا مذہب پھیلانا شروع کیا پھر ذونورس حمیری بادشاہ یمن نے اپنی دولت و حکومت کی طاقت سے عرب میں دینِ یہود کو کافی فروغ دیا(۱)۔ ظہورِ اسلام کے بعد مدینہ اور اس کے گردونواح کے یہود، جلاوطن ہوکر خیبر میں جاکر آباد ہوئے اور کفّار قریش کے ساتھ ہم عہد ہوکر مسلمانوں سے جنگ کرنے لگے چنانچہ خندق وغیرہ کی لڑائی انھیں کی شرارتوں کا نتیجہ تھی۔ صلح حدیبیہ سے فرصت پانے کے بعد جب کفّار قریش کی طرف سے اطمینان ہوا تو حضرت نے خیبر کے یہود کی سرکوبی کا عزم فرمایا۔ اور سنہ ۷ھ ماہِ صفر میں چودہ سو اور بروایتے سولہ سو آدمیوں کے ساتھ آپ خیبر کی طرف روانہ ہوئے اور اہل خیبر اور بنی غطفان کے درمیان میں مقام رجیع میں پڑاؤ دیا تاکہ غطفان اہل خیبر کی کمک کو نہ جاسکیں۔

منافقین مدینہ کو جب حضرت کی روانگی کی خبر ہوئی تو انھوں نے خیبر والوں کو خبر کردی کہ حضرت جنگ کے ارادہ سے جارہے ہیں اور مشورہ دیا کہ تم لوگ پوری طاقت سے مقابلہ کرو تم لوگوں کے پاس فوج اور سامان جنگ مسلمانوں سے بہت زیادہ ہے تمہارے پاس دس ہزار جوانانِ جنگ آزما موجود ہیں۔

---

(۱)۔ خیر الکلام، صفحہ ۲۵۔

اہل خیبر نے بہت ہی مستحکم متعدد قلعے بنا رکھے تھے۔ پہلا قلعہ جو مسلمانوں نے فتح کیا اس کا نام قلعہ نطاۃ تھا اس کے بعد قلعہ شق اس کے بعد قلعہ ناعم فتح ہوا اس کے بعد قلعہ صعب فتح ہوا اور اس میں بہت سے غنائم مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ ان قلعوں کی فتح میں حضرت خود بنفسِ نفیس فوج کی قیادت کر رہے تھے۔

یہودیوں کا سب سے زیادہ مستحکم اور سب سے بڑا قلعہ قموص تھا جس میں ان کی ایک جرّار فوج پناہ گزین تھی اور مرحب وحارث جیسے پہلوان موجود تھے جس روز قموص کا مسلمانوں نے محاصرہ کیا حضرت رسول اللہ ﷺ کو درد سر تھا آپ نے حضرت ابو بکر کو نشان فوج دے کر روانہ فرمایا آپ گئے لیکن شکست کھا کر واپس آئے دوسرے روز حضرت عمر کو سرداری لشکر ملی آپ گئے لیکن بھاگ آئے فوج کہتی تھی کہ پہلے حضرت عمر بھاگے اور حضرت عمر کہتے تھے کہ پہلے فوج بھاگی(۱)۔ ان دونوں حضرات نے صلح حدیبیہ میں میدانِ جنگ سے نہ بھاگنے پر حضرت رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تھی لیکن صلح حدیبیہ کے بعد پہلی ہی جنگ میں بھاگے۔

تیسرے روز پھر حضرت عمر گئے لیکن پھر بھاگ آئے(۲) شب کے وقت حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لَاُعطِیَنَّ الرَّایَۃَ غَدًا رَجُلًا کَرَّار غَیرَ فَرَّار یُحِبُّ اللّٰہ وَرَسُولُہ وَیُحِبُّہُ اللّٰہ و رَسُولہ"(۳)؛ یعنی کل میں اس کو نشان فوج دوں گا جو بڑھ بڑھ کر حملہ کرنے والا ہو گا بھگوڑا نہ ہو گا جو اللہ اور اس کے رسولؐ کو دوست رکھتا ہو گا اور اللہ اور اس کا رسولؐ اس کو دوست رکھتے ہوں گے۔ خدا اس کے ہاتھوں پر فتح عطا فرمائے گا۔ یہ سن کر صحابہ کرام ساری رات بے تاب رہے کہ دیکھیں کل علم کس کو ملتا ہے۔ قریش کی ایک جماعت نے کہا کہ: رسول اللہ ﷺ کا مقصود بجز علیؑ

---

(۱)۔ تاریخ طبری، جلد ۲، صفحہ ۳۰۰ چھاپہ مصر۔

(۲)۔ روضۃ الاحباب، جلد ۱، صفحہ ۲۶۲۔

(۳)۔ روضۃ الاحباب، جلد ۱، صفحہ ۲۶۲، وطبری جلد ۲، صفحہ ۳۰۰ و بخاری جلد ۳، صفحہ ۳۴ وغیرہ۔

کے کوئی نہیں ہے۔ حضرت عمر کہتے تھے کہ: کبھی مجھ کو لشکر کی سرداری کی تمنّا نہ ہوئی سواء اس روز کے (تاکہ وہ فضیلتیں ان کو حاصل ہوں) خداوند عالم نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نادِ علی نازل فرمائی:

''نَادِ عَلِیًّا مَظهَرَ العَجَائِب تَجِدهُ عَونًا لَکَ فِی النَّوَائِب کُلُّ هَمٍّ وَغَمٍّ سَیَنجَلِی بِنُبُوَّتِکَ یَامُحَمَّدُ وَبِوِلَایَتِکَ یَاعَلِی''(۱)۔

یعنی اے محمد! تم علی کو پکارو وہ مظہر العجائب ہے مصائب میں تم اس کو اپنا مددگار پاؤ گے قریب ہے کہ تمہارا سارا غم دور ہو جائے تمہاری نبوّت اور علیؑ کی ولایت کے واسطہ سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نادِ علیؑ پڑھا اور حضرت علیؑ آکر موجود ہو گئے حضرت امیر المومنینؑ آنکھوں کے درد کی تکلیف کی وجہ سے مدینہ میں رہ گئے تھے جب صبح ہوئی اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیمہ سے برآمد ہوئے صحابہ نے اس امید میں کہ ہم کو علم ملے حضرت کے گرد ہجوم کیا لوگ ایڑیاں اٹھا اٹھا کر اونچے ہو کر اپنے آپ کو دکھا رہے تھے کہ ناگاہ حضرت نے فرمایا کہ: علیؑ کہاں ہیں؟ لوگ حضرت کو ہاتھ پکڑ کر لائے جب حضرت پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنینؑ کا سر اپنی آغوش میں لے کر لعابِ دہن لگا دیا فوراً تکلیف اس طرح دور ہو گئی جیسے کبھی کوئی تکلیف تھی ہی نہیں پھر حضرت نے فرمایا: پروردگارا! علیؑ سے سردی اور گرمی کی تکلیف دور کر دے اس دن کے بعد حضرت کو کبھی گرمی و سردی کی تکلیف نہیں محسوس ہوئی۔ آپ گرمی میں سرما کا لباس اور سردی میں گرمی کا لباس پہنتے تھے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت کو اپنی زرہ پہنائی اور ذوالفقار کمر میں باندھی اور ہاتھ میں نشانِ فوج دیا اور فرمایا کہ: اے علیؑ! جنگ میں جلدی نہ کرنا بلکہ پہلے ان کو اسلام کی طرف دعوت دینا۔ حضرت امیر المومنینؑ روانہ ہوئے اور قلعہ کے پاس پہونچ کر نشان فوج پتھر پر گاڑ دیا۔

(۱)۔ مدارج النبوۃ، جلد ۲، صفحہ ۱۵۳۔

ایک یہودی قلعہ کے اوپر سے حضرت کو دیکھ رہا تھا اس نے پوچھا: تم کون ہو؟ فرمایا: میں علی ابن ابی طالبؑ ہوں یہ سن کر وہ یہودی پکارا کہ: اے اہل خیبر! تمہاری شکست ہوئی اس خدا کی قسم! جس نے حضرت موسیٰؑ پر توریت نازل کی یہ مرد بغیر فتح کیے نہ پلٹے گا۔ اس کے بعد مرحب کا بھائی حارث اپنی فوج کے ساتھ نکلا اور لشکرِ اسلام پر حملہ آور ہوا حضرت نے جھپٹ کر ایک وار میں اس کا کام تمام کر دیا اس کے مرنے کے بعد مرحب جو سب سے بڑا پہلوان تھا اپنے لشکر کے ساتھ دوہری زرہ پہنے دو تلواریں لگائے سر پر خود رکھے بیل مست کی طرح جھومتا نکلا اور یہ رجز پڑھا:

قَدعَلِمتُ خَیبَر اِنّی مَرحَب
شَاکِی السَّلَاح بطل مجرب

حضرت علی امیر المومنینؑ اس کی طرف روانہ ہوئے اور یہ رجز پڑھا:

اَنا الَّذِی سَمَّتنِی اُمِّی حَیدَرَہ
ضَرغَام آجامٍ ولَیث قَسوَرَہ

یہ سن کر اس کے اعضا میں لرزہ پیدا ہو گیا اس نے آتے ہی چاہا کہ حضرت پر وار کرے جب تک حضرت نے اس کے سر پر تلوار ماری کہ وہ گھوڑے کی زین تک دو ٹکڑے ہو گیا۔ اسی طرح آپ نے سات بڑے بڑے بہادرانِ خیبر کو قتل کیا پھر لشکرِ اسلام نے دشمن پر حملہ کر دیا اتفاقاً ایک یہودی نے حضرت کے ہاتھ پر ضرب لگائی کہ آپ کی سپر ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑی اور دوسرے یہودی نے جھپٹ کر اس کو اٹھا لیا اس پر حضرت کو غصّہ آ گیا اور ایک سخت حملہ کر کے قلعہ کے پھاٹک تک پہونچ گئے اور اس کا آہنی دروازہ اکھاڑ کر بجائے سپر کے ہاتھ میں لے لیا یہ صورت دیکھ کر سارے یہود امان امان پکارنے لگے آپ نے ہاتھ روک لیا اور خیبر کے دروازے کو اپنے اوپر سے پس پشت پھینکا تو اسی ہاتھ پر جا کر گرا۔

پہلے سات آدمی نے چاہا کہ اس کو پلٹ دیں تو نہ ہلا سکے پھر چالیس آدمی نے چاہا لیکن نہ ہلا سکے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جب خبر ہوئی کہ خیبر کا قلعہ حضرت امیر المومنینؑ کے ہاتھوں فتح

ہو گیا تو حضرت بہت مسرور ہوئے جب حضرت امیر المومنینؑ فتح کر کے واپس ہوئے تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بڑھ کر آپ کا استقبال کیا اور گلے سے لگایا اور پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا کہ: اے علیؑ! تمہاری سعی مشکور ہے۔ یہ سن کر حضرت امیر المومنینؑ رونے لگے حضرت نے پوچھا کہ: اے علیؑ! یہ خوشی کا رونا ہے یا غم کا؟ حضرت نے عرض کیا: خوشی کا رونا ہے اور میں کیونکر نہ خوش ہوں کہ آپ مجھ سے راضی ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ: اے علیؑ! تنہا میں ہی راضی نہیں ہوں بلکہ خدا اور ملائکہ اور جبرئیل و میکائیل بھی تم سے راضی ہیں۔

پھر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قلعہ کے اندر تشریف لے گئے اور خیبر کے غنائم اہل لشکر میں تقسیم فرمائے (۱) جب خیبر کے غنائم تقسیم ہوئے تو صفیہ بنت حی ابن اخطب خیبری کو حضرت نے اپنے لیے منتخب فرمایا۔ جس روز خیبر فتح ہوا اسی روز حضرت جعفر طیار اور چند دیگر مہاجرین براہِ دریا حبشہ سے واپس آئے اور خیبر میں حضرت سے ملے۔ حضرت نے جعفر طیار کو دیکھ کر فرمایا کہ میں نہیں کہہ سکتا کہ فتح خیبر کی خوشی مجھ کو زیادہ ہے یا جعفر طیار کی واپسی کی۔

فتح فِدک

خیبر فتح ہو جانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محیصہ ابن مسعود حارثی کو فدک کے یہود کی طرف بھیجا اہل فدک نے کہا کہ: ابھی عامر اور یاسر اور حارث اور یہودیوں کا سردار مرحب موجود ہے جس کے پاس دس ہزار فوج ہے ہم کو کیا خوف ہے لیکن جب ان کو معلوم ہوا کہ سب ختم ہو چکے اور خیبر فتح ہو گیا تو انھوں نے اس بات پر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صلح کر لی کہ فدک کا نصف علاقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے لیں اور نصف ان کے لیے چھوڑ دیں حضرت اس بات پر راضی ہو گئے اور صلح ہو گئی۔

---

(۱)۔ روضۃ الاحباب، جلد ۱، صفحہ ۲۶۳۔

چونکہ یہ زمین بغیر جنگ کے حاصل ہوئی اس لیے بحکمِ پروردگار خاص حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مِلک قرار پائی(۱) پھر حضرت جبرئیلؑ نازل ہوئے اور کہا کہ خداوندعالم فرماتا ہے: ﴿آتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ ۲۶﴾(۲)؛یعنی اپنے قرابت داروں کو ان کا حق دے دیجئے! حضرت نے پوچھا: وہ قرابت دار کون ہیں؟ اور ان کا حق کیا ہے؟ حضرت جبرئیلؑ نے کہا کہ: وہ فاطمہؑ ہیں ان کو فدک دے دیجئے اور فدک میں جو خدا و رسولؐ کا حصّہ ہے وہ بھی دے دیجئے تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زہراؑ کو بلایا اور فدک کا ہبہ نامہ لکھ دیا(۳)۔

لیکن بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابو بکر و عمر نے بنت رسولؐ سے علاقۂ فدک چھین لیا حضرت معصومہؑ نے مانگا اور بہت سے ثبوت پیش کیے لیکن نہ دینا تھا نہ دیا۔ آخر حضرت [فاطمہؑ] ان لوگوں سے ناراض ہوئیں اور انتقال کے وقت وصیت فرمائی کہ یہ لوگ میرے جنازہ میں شرکت نہ کریں(۴)۔

رجعتِ شمس

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبر سے واپسی میں جب وادی القریٰ کی طرف چلے اور مقامِ صہباء میں پہونچے تو آثاروحی ظاہر ہوئے تو آپ حضرت امیر المومنینؑ کے زانو پر سر رکھ کر لیٹ گئے یہاں تک کہ آفتاب ڈوب گیا۔ حضرت امیر المومنینؑ نے نمازِ عصر نہیں پڑھی تھی جب حضرت نے سر اُٹھایا تو پوچھا: اے علیؑ! نماز پڑھی؟ عرض کیا کہ: نہیں۔ تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۱)۔ طبری جلد ۲، صفحہ ۳۰۲، چھاپہ مصر۔

(۲)۔ [سورۂ اسراء، آیت ۲۶]۔

(۳)۔ معارج النبوۃ، رکن ۴، صفحہ ۲۲۷ و تفسیر دُر منثور سیوطی، جلد ۴، صفحہ ۱۷۷ و روضۃ الصفا، جلد ۲، صفحہ ۱۶۰ و کنز العمال و مسند ابویعلیٰ وغیرہ۔

(۴)۔ بخاری جلد ۲، صفحہ ۱۲۲، باب فرض خمس و جلد ۳، صفحہ ۳۷ باب غزوۂ خیبر۔

نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا کہ: پروردگارا! علی تیری اور تیرے رسولؐ کی اطاعت میں تھے ان کے لیے آفتاب کو واپس کردے چنانچہ فوراً آفتاب پلٹا اور اتنا اونچا ہوا کہ حضرت نے نماز عصر پڑھی پھر ڈوب گیا(۱)۔

معجزۂ رجعت شمس کے متعلق فریقین کی کتابوں میں انیس حدیثیں وارد ہوئی ہیں جن میں سے بعض حدیثوں میں بصراحت موجود ہے کہ حضرت نے بیٹھے بیٹھے اشارے سے نماز پڑھ لی تھی جب آفتاب پلٹا تو دوبارہ کھڑے ہو کر وہی نماز پڑھی (۲)۔

غزوۂ وادی القریٰ

مقام صہبا سے روانہ ہو کر آپ وادی القریٰ میں پہونچے جب یہودیوں نے سنا تو جنگ کے لیے آمادہ ہوئے حضرت نے ان کو اسلام کی طرف دعوت دی اور بہت سمجھایا لیکن انھوں نے قبول نہ کیا آخر جنگ ہوئی مسلمان کامیاب ہوئے اور یہودیوں نے جزیہ دینا منظور کیا۔

نامۂ مبارک بنام شاہ غسان

اسی ۷ھ میں حضرت نے شاہ غسان جبلہ ابن ایہم کو خط تحریر فرمایا اور اس کو اسلام کی طرف دعوت دی وہ خط پڑھنے کے بعد مسلمان ہو گیا اور حضرت کی خدمت میں ہدیے بھیجے۔ پھر حضرت عمر کے دورِ خلافت میں وہ عیسائی ہو گیا۔

سریہ موتہ

---

(۱)۔ روضۃ الاحباب، جلد ۱، صفحہ ۲۶۸ و مدارج النبوۃ، جلد ۲، صفحہ ۳۱۱ اور صواعق محرقہ، صفحہ ۷۶ وغیرہ۔

(۲)۔ مناقب [ابن] شہر آشوبؒ وارشاد مفیدؒ و اعلام الوریٰ وغیرہ۔

سنہ ۸ھ میں حضرت رسول اللہ ﷺ نے زید ابن حارثہ کے ماتحت ایک لشکر شام کی طرف بھیجا جو تین ہزار افراد پر مشتمل تھا اور اس کا سبب یہ تھا کہ حضرت نے حاکم بصریٰ کے نام ایک خط تحریر فرمایا اور حارث ابن عمر ازدی کو خط لے کر روانہ فرمایا جب حارث مقام موتہ میں پہونچے تو شرجیل نے جو قیصر روم کی طرف سے وہاں کا حاکم تھا حارث کو پکڑ کر قتل کر دیا جب حضرت کو اس کی خبر ہوئی تو بہت غمگین ہوئے اور اپنے آزاد کردہ غلام زید ابن حارثہ کی سرکردگی میں لشکر روانہ کیا اور فرمایا کہ: جب زید شہید ہو جائیں تو علم جعفر طیار لیں اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبد اللہ ابن رواحہ لیں۔ (حضرت جعفر طیار اور عبد اللہ ابن رواحہ کی موجودگی میں ایک غلام کی افسری مساوات اسلام کی ایک اعلیٰ مثال ہے)۔

غرض لشکر روانہ ہوا جب شرجیل کو لشکرِ اسلام کی آمد کی خبر ہوئی تو اس نے اپنے بھائی سدوس کے ماتحت ایک فوج بھیجی لیکن اس نے شکست کھائی اور سدوس مارا گیا تب شرجیل ڈرا اور اس نے قیصر سے مدد طلب کی اس نے ایک لاکھ کا ایک لشکر بھیج دیا۔ جنگ ہوئی زید ابن حارثہ شہید ہوئے تو علم حضرت جعفر طیار نے لیا اور بڑی بہادری سے جنگ کی آخر وہ شہید ہوئے اس جنگ میں ان کے جسم پر نوّے زخم لگے تھے اور سب سامنے کی جانب تھے پشت کی طرف ایک زخم بھی نہ تھا۔ جب آپ کا داہنا ہاتھ کٹ گیا تو بائیں ہاتھ سے جنگ کرنے لگے پھر وہ بھی کٹ گیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ خداوند عالم نے جعفر طیارؓ کو دو پر یاقوت کے عطا فرمائے ہیں اور وہ جنّت میں ملائکہ کے ساتھ پرواز کرتے ہیں۔

حضرت جعفر طیار کے بعد عبد اللہ ابن رواحہ نے علم لیا جب وہ شہید ہو گئے تو ثابت ابن اقرم انصاری نے علم لیا اور خالد ابن ولید کو دیا خالد ابن ولید نے جنگ کی لیکن آخر شکست کھائی۔ اور لشکرِ اسلام مدینہ واپس آیا جب اہل مدینہ کو معلوم ہوا تو وہ استقبال کو باہر نکلے اور ان واپس آنے والوں کے منہ پر اور سروں پر خاک پھینکتے تھے اور کہتے تھے کہ: اے فراریو! تم خدا کی راہ سے

بھاگے ہو! کیوں نہیں تم بھی زید ابن حارثہ اور حضرت جعفر طیار اور عبد اللہ ابن رواحہ کی طرح لڑ کر شہید ہو گئے (۱)۔

سریہ ذات السلاسل

حضرت رسول اللہ ﷺ کو خبر ملی کہ قبیلۂ قضاعہ اور بلی اور بنو القین نے لشکر جمع کیا ہے اور باہم عہد کیا ہے کہ اطراف مدینہ پر تاخت کریں تو حضرت نے تین سو آدمی کے ساتھ عمرو ابن عاص کو ان کی طرف بھیجا جب یہ لوگ پہونچے تو معلوم ہوا کہ دشمن کی فوج بہت زیادہ ہے تو عمرو ابن عاص نے حضرت رسول اللہ ﷺ سے مزید کمک طلب کی تو حضرت نے ابو عبیدہ جراح کو دو سو آدمی کے ساتھ روانہ کیا اور ان کی ماتحتی میں حضرت ابو بکر و عمر بھی روانہ کیے گئے جب یہ لوگ دشمن کے قریب پہونچے تو ایک شب جب کہ سردی بہت تیز تھی لشکر والوں نے چاہا کہ آگ روشن کریں لیکن عمرو عاص نے منع کیا تو ان لوگوں نے حضرت ابو بکر سے عمرو عاص کی شکایت کی۔ حضرت ابو بکر نے اپنے سردار عمرو عاص سے پوچھا کہ: تم آگ کیوں نہیں روشن کرنے دیتے؟ اس نے کہا کہ: جو آگ روشن کرے گا اس کو اسی آگ میں جھونک دوں گا۔ اس پر حضرت عمر نے عمرو عاص سے سخت کلامی کی۔ عمرو عاص نے کہا کہ: اے عمر! باتیں نہ بناؤ تم میرے ماتحت کیے گئے ہو جو کہوں اس پر عمل کرو اس پر حضرت ابو بکر نے کہا کہ: اے عمر! ہم لوگ اس لیے عمرو عاص کے ماتحت کیے گئے ہیں کہ عمرو عاص لڑائی کے فن کو ہم لوگوں سے بہتر جانتے ہیں پھر جنگ ہوئی اور کفّار کو شکست ہوئی (۲)۔

---

(۱)۔ روضۃ الاحباب جلد ۱، وطبری جلد ۲۔

(۲)۔ روضۃ الاحباب، جلد ۱۔

سریہ خبط

اِسی ۸ھ میں حضرت نے تین سو آدمیوں کا ایک لشکر ابو عبیدہ جراح کی ماتحتی میں بھیجا حضرت عمر بھی اس میں تھے جب یہ لوگ دریا کے کنارے پہونچے تو ان لوگوں کو ایک مچھلی ملی جو ایک چھوٹے پہاڑ کے برابر تھی ایک مہینہ تک لشکر والوں نے اس کو کھایا پھر ختم نہ ہوئی تو ابو عبیدہ نے کہا کہ: اس مچھلی کی آنکھ کے حلقہ میں گھسو تو تیرہ آدمی اس میں سما گئے اس سریہ میں دشمن سے ملاقات نہیں ہوئی مسلمان واپس آ گئے (۱)۔

فتح مکّہ

اِسی ۸ھ ماہِ رمضان میں مکّہ فتح ہوا اور اس کا سبب یہ ہوا کہ صلح حدیبیہ میں یہ بات طے پائی تھی کہ جو چاہے قریش کے عہد میں داخل ہو اور جو چاہے حضرت رسول اللہ ﷺ کے عہد میں داخل ہو کسی کو تعرض کا حق نہ ہو گا۔

چنانچہ بنو بکر قریش کے عہد میں داخل ہوئے اور خزاعہ آنحضرتؐ کے عہد میں داخل ہوئے اور ان دونوں کے درمیان زمانۂ قدیم سے عداوت و دشمنی چلی آ رہی تھی ایک روز ایک گروہ بنی بکر کا حضرت رسول اللہ ﷺ کو بُرا کہنے لگا۔ بنو خزاعہ کے ایک شخص نے اس کو منع کیا لیکن اس نے کوئی اعتناء نہ کی۔ خزاعی نے اس کے سر پر مارا کہ اس کا سر شگافتہ ہو گیا اسی پر دونوں قبائل میں جنگ شروع ہو گئی اور قریش نے بنو بکر کی مدد کی اور بنو خزاعہ پر بڑے مظالم ڈھائے اس جنگ میں بنو خزاعہ کے بیس آدمی مارے گئے۔

جناب عائشہ سے روایت ہے کہ: جس شب بنو بکر اور قریش نے خزاعہ پر شبخوں مارا اس کی صبح کو حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: اے عائشہ! خزاعہ میں حادثہ واقع ہوا پھر آپ نے لبّیک کہا جناب

---

(۱)۔ روضۃ الاحباب، جلد ا۔

عائشہ نے پوچھا: یارسول اللہؐ! کس کو لبیک فرمارہے ہیں؟ فرمایا کہ: خزاعہ مجھ سے نصرت طلب کررہے ہیں تین روز کے بعد چالیس آدمی خزاعہ کے حاضر ہوئے اور قریش اور بنو بکر کی بدعہدی کا شکوہ کیا حضرت یہ سن کر اُٹھے اور روانہ ہوئے آپ کی چادر مبارک زمین پر کھینچ رہی تھی۔

اس کے بعد ابوسفیان بھی چند آدمیوں کے ساتھ آیا اور اس نے عذر اور بہانے کیے اور کہا کہ: جو کچھ ہوا میری مرضی سے نہیں ہوا اور حضرت سے خواہش کی کہ عہد نامہ کی پھر سے تجدید کردیجئے حضرت نے کوئی جواب نہ دیا تو اپنی لڑکی ام حبیبہ کے پاس گیا آپ حضرت رسول اللہ ﷺ کی زوجہ تھیں اور چاہا کہ فرش پر بیٹھے انھوں نے چادر کھینچ لی۔ ابوسفیان نے پوچھا کہ: چادر کیوں ہٹالی؟! ام حبیبہ نے کہا کہ: تم کافر اور نجس ہو اور یہ پاک و پاکیزہ ہستی کا فرش ہے وہاں سے وہ حضرت فاطمہ زہراؑ کی ڈیوڑھی پر پہونچا اور کہا کہ ہم لوگوں کو امان دلوایئے حضرت معصومہؑ نے فرمایا کہ: حضرت کے معاملات میں مجھ کو کوئی اختیار نہیں ہے تب اس نے حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ: اگر یہ دونوں بچے ہم کو اپنے امان میں لے لیں تو ہمیشہ سردار قریش کہلائیں گے حضرت معصومہؑ نے فرمایا کہ: میرے بچے ابھی بہت کمسِن ہیں پھر حضرت امیر المومنینؑ کی خدمت میں عرض کیا لیکن ہر جگہ سے ناکام واپس ہوا اور مکّہ روانہ ہوگیا۔

ابوسفیان کے جانے کے بعد حضرت رسول اللہ ﷺ نے پوشیدہ طور پر جنگ کا انتظام شروع کردیا اور روزِ چہار شنبہ دس ماہِ رمضان کو دس ہزار فوج کے ساتھ مکّہ روانہ ہوئے جب مقام صلصل میں پہونچے تو فوج کا ایک دستہ زبیر ابن عوام کے ماتحت پہلے روانہ فرمایا جب ابوسفیان کو فوج کی آمد کی خبر ہوئی تو وہ حالات معلوم کرنے کی غرض سے آیا اور حضرت رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ سے ملاقات کی اور پوچھا کہ: یہ کس کا لشکر ہے؟ جناب عباس نے کہا کہ: یہ محمد ﷺ کی فوج ہے۔ محمد ﷺ دس ہزار مجاہدین کے ساتھ آئے ہیں ابوسفیان ڈرا اور اس نے حضرت عباس سے کہا کہ: اب تدبیر کیا ہے؟ حضرت عباس نے کہا کہ: میرے ساتھ چلو تمہارے لیے حضرت

سے امان طلب کریں۔ ابوسفیان حضرت کی خدمت میں پہونچا اور مسلمان ہو گیا اس کے بعد حضرت بلا مزاحمت داخل مکّہ ہو گئے اور فرمایا کہ: جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اور جو مسجد الحرام میں داخل ہو جائے اور جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کر کے بیٹھ جائے امان میں ہے۔ حضرت اسی طرح بڑھتے ہوئے مسجد الحرام تک تشریف لے گئے اور کفّار ڈر کر پہاڑوں پر چڑھ گئے۔ حضرت جب حجرالاسود کے قریب پہونچے تو استلام فرمایا پھر تکبیر کہی حضرت کی تکبیر پر پورے لشکر نے تکبیر کہی جس سے سارا مکّہ لرز گیا پھر حضرت نے طواف کیا اس کے بعد اپنے نیزہ کی نوک سے کعبہ کے بتوں کو گرانا شروع کیا یہاں تک کہ سارے بت اوندھے منھ گر پڑے چند بڑے بڑے بت کعبہ کی چھت پر نصب تھے حضرت علیؑ نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! آپ میرے دوش پر چڑھ کر ان کو توڑ دیجئے! حضرت نے فرمایا: اے علیؑ! تم بارِ نبوّت نہیں اٹھا سکو گے آؤ تم میرے دوش پر چڑھ جاؤ۔ حضرت امیر المومنینؑ نے دوشِ رسولؐ پر پائے مبارک رکھا اور کعبہ کی چھت پر چڑھ کر بتوں کو اکھیڑ کر پٹک دیا کہ ریزہ ریزہ ہو گئے۔ جب حضرت علیؑ دوشِ رسولؐ پر چڑھے تو حضرت نے پوچھا کہ: اے علیؑ! اپنے آپ کو کیسا پاتے ہو؟ عرض کیا کہ مولا اگر چاہوں تو آسمان کو چھولوں۔ پھر حضرت علیؑ حضرت کے دوش سے کود پڑے اور مسکرائے حضرت نے پوچھا: اے علیؑ! کیوں مسکرائے؟ عرض کیا کہ: یارسول اللہؐ! میں اتنی بلندی سے کودا لیکن مجھ کو کوئی صدمہ نہیں پہونچا۔ حضرت نے فرمایا: اے علیؑ! کیونکر تم کو تکلیف پہونچتی جب کہ تم کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اٹھایا اور جبرئیل امینؑ نے اتارا چنانچہ شعراء عرب میں سے ایک شاعر نے اس کو نظم کیا؎

قِیلَ لِی فِی عَلِی مَدحا
ذِکرُہُ یَخمُدُ نَارًا مُوصَدَۃ
قُلت لا اَقدِمُ فِی مَدحِ اَمر ضَلَّ ذُواللَّب اِلَی اَن عَبَدَۃ
وَالنَّبِیّ المُصطَفیٰ قَالَ لَنَا لَیلَۃَ المِعرَاج لِماصَعِدَۃ
وَضَعَ اللّٰہ بِظَھرِی یَدَہُ فاحس القلب اَن قَد بَرِدَۃ

وَعَلِـی وَاضِـع اَقدَامِه
فِی مَحل وضع اللّٰه یَدَهٗ

یعنی مجھ سے فرمائش کی گئی کہ: حضرت علیؑ کی مدح میں کچھ اشعار کہوں کیونکہ ان کا ذکر جہنم کی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ میں نے کہا کہ میں ایسے شخص کی مدح کی جرأت نہیں کرسکتا جن کے متعلق بڑے بڑے صاحبانِ عقل گمراہ ہوگئے اور ان کی پرستش کرنے لگے (یعنی نصیری)۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم لوگوں سے فرمایا کہ: شب معراج جب میں آسمان پر گیا تو پروردگار عالم نے میری پشت پر اپنا ہاتھ رکھا جس کی خنکی میرے قلب نے محسوس کی اور حضرت علیؑ نے روزِ فتح مکّہ اسی مقام پر اپنے قدم رکھے جہاں شب معراج خدا نے اپنا ہاتھ رکھا تھا (۱)۔

خانۂ کعبہ کے اندر دیوار پر کچھ تصویریں بنی ہوئی تھیں انھیں میں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی (فرضی) تصویریں بھی تھیں جن کے ہاتھوں میں قمار کے تیر تھے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر سے فرمایا کہ: جا کر ان تصویروں کو مٹا دو! حضرت عمر نے کچھ تصویریں مٹائیں لیکن دو تصویریں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی چھوڑ دیں جب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خانۂ کعبہ کے اندر داخل ہوئے اور تصویروں کو دیکھا تو فرمایا کہ: اے عمر! ہم نے نہیں کہا تھا کہ تصویروں کو مٹا دو تو کیوں نہیں مٹایا؟

حضرت عمر نے جواب دیا کہ: یا رسول اللہؐ! وہ تصویریں حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کی ہیں اس لیے چھوڑ دیں حضرت نے فرمایا کہ: ان کو بھی مٹاؤ خدا لعنت کرے اس قوم پر جس نے ایسی تصویریں بنائی ہیں جن کی وہ خالق نہیں ہے پھر پانی منگا کر حضرت نے وہ تصویریں اپنے دست مبارک سے دھوئیں (لیکن حضرت عمر نے نہیں مٹایا)۔ روزِ فتح مکّہ حضرت نے سارے کفّار قریش کی خطائیں معاف فرمائیں (۲)۔

---

(۱)۔ روضۃ الاحباب، جلد ۱، و تاریخ خمیس جلد ۲۔
(۲)۔ روضۃ الاحباب، جلد ۱۔

دعوتِ بنو خزیمہ

فتح مکّہ کے بعد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خالد ابن ولید کو تین سو پچاس آدمی کے ساتھ یلملم کی طرف دعوت اسلام کے لیے بھیجا خالد قبیلۂ بنو خزیمہ میں پہونچے اور پوچھا: تم لوگ کیا ایمان رکھتے ہو؟ ان لوگوں نے کہا کہ: ہم لوگ مسلمان ہیں نمازیں پڑھتے ہیں مسجدیں بنائی ہیں اذان دیتے ہیں۔ خالد نے کہا کہ: تم لوگ اسلحۂ جنگ لگا کر کیوں آئے ہو؟ ان لوگوں نے کہا کہ: ہم لوگ سمجھے کہ ہمارا کوئی دشمن آرہا ہے۔ خالد نے کہا کہ: تم لوگ اپنے اسلحۂ جنگ اتار دو! ان لوگوں نے اتار دیا۔ اس کے بعد خالد نے حکم دیا کہ ان لوگوں کے ہاتھ ان کے شانوں سے ملا کر باندھ دیئے جائیں۔ جب باندھ دیئے گئے تو حکم دیا کہ سب کے سر کاٹ لو! چنانچہ مظلوموں کے سر کاٹ لیے گئے۔ جب یہ خبر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہونچی تو بہت غضب ناک ہوئے اور تین مرتبہ فرمایا: پروردگارا! خالد نے جو کیا ہم اس سے بری ہیں۔ پھر حضرت علیؑ کو بھیجا کہ جا کر سب کا خون بہا ادا کرو۔ حضرت نے جا کر ایک ایک کر کے سب کا خون بہا ادا کیا اور جو کچھ مال بچ گیا وہ بھی انھیں لوگوں میں تقسیم کر دیا جس سے سب خوش اور راضی ہو گئے۔ جب حضرت کو حضرت علیؑ کے عادلانہ سلوک کی خبر ہوئی تو بہت مسرور ہوئے (۱)۔

ایک نوجوان مسلمان نے جس کے ہاتھ خالد نے اس کی گردن میں بندھوا دیے تھے خالد کے ساتھیوں میں سے کسی سے کہا کہ: مجھ کو فلاں خیمہ کے پاس لے چلو جس میں عورتیں ہیں جب وہ لے گیا تو اس جوان نے چند اشعار پڑھے خیمہ کے اندر سے ایک عورت نے اشعار ہی میں اس کا جواب دیا پھر اس جوان کو لا کر اس کا سر کاٹ لیا گیا جب وہ شہید ہو گیا تو وہ عورت خیمہ سے نکل کر آئی اور اس جوان پر گر پڑی اور اپنی جان دے دی جب یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہوئی تو فرمایا: کیا تم لوگوں میں کوئی رحم دل انسان نہ تھا؟ (۲)۔

---

(۱)۔ طبری، جلد ۲، روضۃ الاحباب، جلد ۱، صفحہ ۳۰۵۔

(۲)۔ روضۃ الاحباب، جلد ۱، صفحہ ۳۰۶۔

خالد ابن ولید نے بعد حضرت رسول اللہ ﷺ حضرت ابو بکر کے حکم سے اس سے کہیں زیادہ بہیمانہ مظالم ان مظلوم مسلمانوں پر کیے جنھوں نے حضرت ابو بکر کو زکوٰۃ دینے سے اور ان کی خلافت کو ماننے سے انکار کیا تھا۔

غزوۂ حنین

فتح مکّہ کے بعد سارے قبائل عرب حضرت کے مطیع و فرماں بردار ہو گئے سواء قبائل ثقیف وہوازن کے یہ دونوں قبائل بڑے سرکش اور طاقت ور اور جنگ جو تھے ان دونوں قبیلوں کے سردار باہم ملے اور کہا کہ: محمد ﷺ نے ایسے لوگوں سے جنگ کی ہے جو فنِ جنگ سے واقف نہ تھے۔ اس کے بعد وہ اپنا لشکر لے کر مقام حنین میں ٹھہرے جب حضرت کو اس لشکر کی آمد کی خبر ہوئی تو آپ بارہ ہزار اور بقولے سولہ ہزار کی جمعیت کے ساتھ روانہ ہوئے حضرت ابو بکر نے لشکرِ اسلام کی کثرت دیکھ کر کہا کہ: ہم لوگ آج کے روز مغلوب نہ ہوں گے۔ درمیان راہ میں ان لوگوں نے ایک بہت بڑا درخت دیکھا جس کا نام ذات الانواط تھا کفّار اس کی پرستش کرتے تھے اور اس کے نیچے قربانی کرتے تھے۔ صحابۂ کرام میں سے کچھ لوگوں نے حضرت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ہم لوگوں کے لیے بھی ایک ذات الانواط بنا دیجئے! حضرت نے فرمایا: اللہ اکبر یہ سوال! تم لوگوں نے مجھ سے وہی بات کہی جو حضرت موسیٰؑ سے ان کی قوم نے کہا تھا کہ ہمارے لیے بھی ایک ویسا ہی خدا بنا دیجئے جیسے کہ مشرکوں کے خدا ہیں (یعنی بت) حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ: خدا کی قسم! تم لوگ میرے بعد کفّار و مشرکین کا طریقہ اختیار کر لو گے (۱)۔

کفّار نے اپنا ایک دستہ رات کی تاریکی میں ایک مقام پر چھپا دیا تھا اور اس کو ہدایت کی تھی کہ جب مسلمانوں کا لشکر اس مقام پر پہونچے تو تم لوگ یکبارگی حملہ کر دینا۔ وقت صبح لشکر اسلام اس مقام

(۱)۔ سیرۃ ابن ہشام، جلد ۲، صفحہ ۲۶۸۔

سے گذرا ہر قبیلہ کا نشان فوج ایک سردار کے ہاتھ میں تھا۔ ایک قبیلہ کا نشان حضرت عمر کے ہاتھ میں تھا اور قبیلۂ بنی سلیم کا نشان خالد ابن ولید کے ہاتھ میں تھا اور یہ رسالہ سب کے آگے تھا۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دُلدُل پر سوار تھے جیسے ہی لشکرِ اسلام مقابل میں پہونچا دشمن نے ایک سخت حملہ کر دیا۔ سب سے پہلے خالد ابن ولید مع اپنے رسالے کے بھاگے اس کے بعد دوسرا پھر تیسرا یہاں تک کہ سارا لشکر بھاگ کھڑا ہوا۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بار بار پکارا اے اصحاب سمرہ! اے بیعتِ رضوان والو! اپنے رسولؐ کو چھوڑ کر کہاں بھاگے جا رہے ہو؟ لیکن کوئی پلٹ کر بھی نہیں دیکھتا تھا۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سواء حضرت علیؑ اور حضرت عباسؓ اور حضرت عقیل اور زبیر ابن عوام اور عبد اللہ ابن زبیر اور اسامہ ابن زید کے کوئی نہ تھا۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر طرف سے کافروں نے گھیر لیا تو آپ نے ایک مشت غبار زمین سے اٹھایا اور فرمایا: (**شاھتِ الوُجُوه**) سارے دشمنوں کے منھ اور آنکھ میں وہ مٹی بھر گئی اور وہ شکست کھا کر بھاگنے لگے پھر لشکر اسلام بھی واپس آ گیا اور سخت جنگ ہوئی یہاں تک کہ دشمن کو شکست ہوئی۔

ابو قتادہ صحابیِ رسولؐ بیان کرتے ہیں کہ روزِ حنین جب لشکرِ اسلام بھاگا تو میں نے دیکھا کہ حضرت عمر بھی بھاگے جا رہے ہیں تو میں نے کہا: کہئے لوگوں کا یہ کیا حال ہے؟ حضرت عمر نے کہا کہ: کیا کیا جائے اللہ کی مشیّت ہی یہی ہے اس کے بعد سب واپس آ گئے (۱)۔

مالک ابن اوس نے کہا کہ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ حنین میں دشمن کی طرف سنگریزہ پھینکا تو ہم لوگوں میں کوئی شخص ایسا نہ تھا جس کی آنکھ میں وہ سنگریزہ نہ پڑا ہو پھر میں نے زمین و آسمان کے درمیان کچھ لوگوں کو دیکھا جو سفید لباس پہنے ابلق گھوڑوں پر سوار تھے میں ان کی ہیبت سے ان کی طرف نگاہ نہیں کر سکتا تھا (۲)۔

---

(۱)۔ بخاری جلد ۳، صفحہ ۴۵ چھاپہ مصر۔

(۲)۔ روضۃ الاحباب، جلد ۱، صفحہ ۳۱۱۔

خداوند عالم قرآن میں ارشاد فرماتا ہے کہ: ﴿ثُمَّ أَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنزَلَ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا ۲۶﴾(۱)؛یعنی پھر پروردگار نے اپنا سکینہ اپنے رسول اور مومنین پر (یعنی حضرت علیؑ اور ان مومنین پر جو جنگ میں ثابت قدم رہے) نازل فرمایا اور ایک ایسا لشکر اُتارا جس کو تم لوگ نہیں دیکھتے تھے (۲)۔

جنگِ اوطاس

جنگ حنین سے جب کفّار بھاگے تو ایک گروہ نے طائف میں جاکر پناہ لی اور کچھ اوطاس کی طرف گئے اور کچھ بطن نخلہ کی طرف، حنین کی جنگ سے فرصت پانے کے بعد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک رسالہ ابوعامر اشعری کے ماتحت اوطاس کی طرف بھیجا کفّار سے جنگ ہوئی ابوعامر کو بنو ہثیم کے ایک شخص نے تیر مارا جس سے سارے جسم کا خون نکل گیا اور وہ شہید ہوگئے اس کے بعد موسیٰ اشعری نے نشان فوج لیا آخر مسلمان غالب رہے (۳)۔

غزوہ طائف

جنگ حنین سے بھاگے ہوئے قبائل ہوازن وثقیف طائف کے قلعہ میں پناہ گزین ہوئے۔ اور جنگ کی تیاری کرنے لگے تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے خالد ابن ولید کو ہزار آدمیوں کے ساتھ ان کی طرف روانہ فرمایا اس کے بعد خود حضرت بھی تشریف لے گئے اور طائف کے قلعہ کا محاصرہ کرلیا دشمنوں نے قلعہ کے اوپر سے تیر باران کیے اور منجنیق سے پتھر برسائے جس سے بہت سے مسلمان زخمی ہوئے اور کئی آدمی شہید ہوگئے تو حضرت نے وہاں سے

---

(۱)۔ سورۂ توبہ، آیت ۲۶۔

(۲)۔ روضۃ الاحباب، جلد ۱، صفحہ ۳۱۰۔

(۳)۔ طبری جلد ۲، وروضۃ الاحباب جلد ۱، صفحہ ۳۱۲۔

کچھ دور ہٹ کر ایک بلند مقام پر پڑاؤ دیا اور اٹھارہ روز اور بروایتی ایک ماہ محاصرہ رکھا یہ سنہ ۸ھ ماہ شوال کا واقعہ ہے۔

جابر ابن عبد اللہ انصاری سے روایت ہے کہ: محاصرۂ طائف کے زمانے میں ایک روز حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ سے سرگوشی فرمائی اور خفیہ گفتگو کی اس پر لوگوں نے کہا کہ: آج تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بھائی سے عجب رازہائے دور و دراز بیان کیے! تو حضرت نے فرمایا کہ میں نے علیؑ سے راز و نیاز نہیں کیا ہے بلکہ خدا نے راز و نیاز کیا ہے (یعنی علیؑ سے جو کچھ رازدارانہ گفتگو میں نے کی ہے وہ خدا کے حکم سے کی ہے)(۱)۔

بعض روایات میں ہے کہ یہ اعتراض کرنے والے حضرت ابو بکر تھے (۲)۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بحکمِ پروردگار حضرت علیؑ سے دیر تک جو رازدارانہ گفتگو فرمائی وہ یقیناً گھریلو گفتگو نہیں تھی بلکہ اسلام اور کارہائے رسالت سے متعلق تھی اور اس قسم کی گفتگو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سواء حضرت علیؑ کے کبھی کسی صحابی سے نہ کی جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت امیر المومنین خلیفہ اور جانشین اور وزیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اس لیے کہ سلطنت کے راز یا بادشاہ جانتا ہے یا اس کا جانشین و وزیر۔ اور اگر حضرت ابو بکر و عمر بھی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ اور وزیر ہوتے تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو بھی راز میں شریک کر لیتے اور خداوند عالم ان لوگوں کو بھی راز میں شریک کر لینے کا حکم دیتا۔

تقسیم غنائم حنین

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طائف سے واپس ہونے کے بعد جعرانہ میں قیام فرمایا اور حنین اور اوطاس سے جو غنائم ہاتھ آئے تھے تقسیم فرمایا مؤلفۃ القلوب کو حصّہ زیادہ دیا چنانچہ

(۱)۔ روضۃ الاحباب، جلد ۱، صفحہ ۳۱۵۔

(۲)۔ دیکھئے کنز العمال جلد ۶ ذکر فضائل علیؑ صفحہ ۳۹۹ و مشکوٰۃ باب فضائل علیؑ۔

ابوسفیان کو سو اونٹ اور چالیس اوقیہ چاندی (تین پاؤ سے زیادہ) دیا۔ پھر اس نے اپنے بیٹے یزید کا حصہ مانگا تو اس کو بھی سو اونٹ اور چالیس اوقیہ چاندی عطا کی پھر اس نے اپنے بیٹے معاویہ کا حصّہ مانگا تو آپ نے سو اونٹ اور چالیس اوقیہ چاندی دی۔ مال پانے کے بعد ابوسفیان نے کہا کہ: میرے باپ ماں آپ پر فدا ہو جائیں یا رسول اللہؐ! آپ خدا کی قسم! سخی ہیں زمانۂ جنگ میں بھی اور زمانۂ صلح میں بھی اور منافقین کے علاوہ ہر شخص کو حصہ کم ملا تو ان لوگوں کو رنج ہوا انصار نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہؐ! آپ نے ہم لوگوں کو حصّہ کم دیا؟! حضرت نے فرمایا کہ: وہ لوگ ضعیف الایمان ہیں اس لیے ان کی تالیف قلب کی ہے۔

عباس ابن مرداس اسلمی کو جب حصّہ کم ملا تو اس نے اشعار میں حضرت کی شکایت کی جب حضرت کو اس کے اشعار کی خبر ہوئی تو فرمایا کہ: اس کی زبان قطع کر دو! یہ سن کر حضرت علیؑ اس کو لے کر چلے اس نے پوچھا کہ: یا علیؑ! میری زبان کاٹئے گا؟! حضرت نے فرمایا کہ: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو حکم ہے وہ کروں گا اس کے بعد آپ اس کو اونٹوں کے گلّے کے پاس لے گئے اور فرمایا: جتنے اونٹ جی چاہے لے لے اس نے کہا کہ کیا زبان کاٹنے کا یہی مطلب تھا بے شک آپ لوگ بڑے حلیم و کریم ہیں(۱)۔

حنین میں جو عورتیں گرفتار کی گئیں ان میں ایک عورت شیما بنت حارث تھی اس پر جب اس کے گرفتار کرنے والوں نے کچھ سختی کی تو اس نے کہا کہ: میں تمہارے پیغمبرؐ کی رضاعی بہن ہوں تو لوگ اس کو حضرت کی خدمت میں لے گئے حضرت سے بھی اس نے یہی بیان کیا حضرت نے پوچھا کہ: کوئی علامت تیرے پاس ہے جو تیرے دعویٰ کا ثبوت ہو؟ اس نے اپنا انگوٹھا دکھایا اور کہا کہ: ایک روز میں آپ کو اپنے زانو پر بٹھائے تھی تو آپ نے اس انگوٹھے میں دانت کاٹ لیا تھا اس کا نشان موجود ہے حضرت نے دیکھ کر پہچان لیا اور فرمایا کہ: یہ سچ کہتی ہے اور فوراً اپنی چادر بچھا

---

(۱)۔ روضۃ الاحباب، جلد ۱، صفحہ ۳۱۷۔

کر اس کو بٹھایا اور اس کی خاطر واحترام کیا اور اس سے اس کے باپ اور اس کی ماں حلیمہ کا حال پوچھا اس نے کہا کہ: وہ دونوں دنیا سے گذر گئے یہ سن کر حضرت کی چشمہائے مبارک سے اشک جاری ہوئے پھر فرمایا کہ: اگر چاہو میرے پاس رہو اور اگر چاہو اپنے گھر جاؤ اس نے گھر جانے کی خواہش کی تو حضرت نے اس کو تین غلام اور ایک لونڈی اور کچھ اونٹ اور بھیڑیں دے کر رُخصت کیا(۱)۔

منبرِ رسول ﷺ

اسی سنہ ۸ھ میں حضرت رسول اللہ ﷺ نے اپنے لیے لکڑی کا ایک منبر بنوایا اس کے قبل آپ کھڑے ہو کر خطاب فرماتے تھے۔

نامۂ مبارک بنام حاکم بحرین

اسی سنہ ۸ھ میں جعرانہ سے واپسی کے بعد آپ نے حاکم بحرین منذر ابن ساوہ کے نام دعوت اسلام کے لیے خط تحریر فرمایا۔ خط پڑھنے کے بعد وہ مسلمان ہو گیا اور اس کے ذریعہ سے بہت سے اہلِ بحرین نے اسلام قبول کیا۔

وفد عبد القیس

اسی سال ایک روز آپ نے اصحاب سے فرمایا کہ: چند سوار مغرب کی جانب سے تمہارے پاس آ رہے ہیں جنھوں نے برضا و خوشی اسلام قبول کیا ہے۔

پھر فرمایا:

"اے پروردگار! عبد القیس کو بخش دے" اس پیش گوئی کے دس روز کے بعد قبیلۂ عبد القیس کے بیس آدمیوں کا ایک قافلہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوا۔

---

(۱)۔ روضۃ الاحباب، جلد ۱، صفحہ ۳۱۴۔

سردار اس قافلہ کا عبد اللہ ابن عوف تھا۔

سریہ بنو تمیم

سنہ ۹ھ میں حضرت رسول اللہ ﷺ نے بشر ابن سفیان کعبی کو بنو تمیم کے پاس زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا بشر نے مالِ زکوٰۃ وصول کیا بنو کعب نے بنو تمیم کو بہکایا کہ اتنا مال نہ لے جانے دو حالانکہ یہ سب مسلمان تھے لیکن سب نے تلواریں کھینچ لیں اور کہا کہ: ہم کوئی مال یہاں سے نہیں لے جانے دیں گے چنانچہ بشر ڈر کر بھاگ آئے تو حضرت نے عینیہ ابن حصن فزاری کو پچاس سواروں کے ساتھ بھیجا اور ان لوگوں نے جا کر ان کو گرفتار کیا اور مدینہ لے آئے آخر وہ سب مطیع وفرماں بردار ہوئے اور ان کے قیدی واپس کر دیئے گئے (۱)۔

بُت شکنی

اسی سال حضرت نے بُت خانے توڑنے کے لیے مختلف مقامات پر سرایا بھیجے چنانچہ حضرت امیر المومنینؑ کو ایک سو پچاس سواروں کے ساتھ قبیلۂ طے کا بت خانہ فلس توڑنے کے لیے بھیجا آپ نے جا کر ان لوگوں پر قریب صبح حملہ کر دیا کفّار کو شکست ہوئی اور بت خانہ توڑ دیا گیا عدی ابن حاتم طائی بھاگ کر شام چلے گئے اور ان کی بہن گرفتار ہو گئیں پھر حضرت نے ان کو آزاد کر دیا۔

سریہ قطبہ ابن عامر

اسی سال حضرت نے قطبہ ابن عامر کو قبیلۂ خثعم کی طرف بھیجا بہت سخت جنگ ہوئی آخر مسلمان غالب رہے۔

---

(۱)۔ روضۃ الاحباب، جلد ۱، صفحہ ۳۲۶۔

جناب حفصہ اور عائشہ کا مظاہرہ

اسی سنہ ۹ھ میں حضرت نے اپنی ازواج سے ایک ماہ تک علاحدگی کی قسم کھائی اور اس کا سبب یہ ہوا کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی زوجہ زینب بنت جحش کے پاس کچھ معمول سے زیادہ بیٹھ گئے۔ زینب بنت جحش کے پاس کسی نے کچھ شہد بھیج دیا تھا انھوں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے رکھ دیا تھا حضرت جب تشریف لے جاتے تو وہ شربت بنا کر پیش کرتیں۔ جناب عائشہ کو اس پر رشک ہوا اور انھوں نے جناب حفصہ سے کہا کہ: ہم لوگوں میں سے جس کے گھر آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائیں وہ کہے کہ: آپ کے دہنِ مبارک سے مغافیر کی بدبو آرہی ہے۔ مغافیر ایک بدبودار درخت کا نام ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب جناب حفصہ کے گھر گئے تو انہوں نے کہا کہ: آپ کے دہن سے مغافیر کی بو آرہی ہے حضرت کو بدبو سے بڑی نفرت تھی آپ نے فرمایا کہ: مغافیر تو نہیں کھایا ہے میں نے شہد کھایا ہے جناب حفصہ نے کہا کہ: معلوم ہوتا ہے کہ شہد مغافیر کے درخت سے اتارا گیا ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ: اچھا میں اب ہرگز شہد نہ کھاؤں گا لیکن شرط یہ ہے کہ اس بات کو کسی سے ظاہر نہ کرنا جناب حفصہ نے وعدہ کیا کہ کسی سے نہ کہوں گی جب حضرت باہر تشریف لے گئے تو جناب حفصہ نے جناب عائشہ کے کمرہ کی دیوار پر ہاتھ مار کر بلایا اور سارا قصّہ کہہ دیا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللهُ لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ...﴾(۱)۔

یعنی اے رسول اللہؐ! کی حلال کی ہوئی چیز کو اپنے اوپر کیوں حرام کرتے ہو؟ کیا اپنی بیویوں کی رضامندی چاہتے ہو؟

(۱)۔ پارہ ۲۹ سورۂ تحریم، آیت ۱۔

ایک مرتبہ جناب حفصہ اپنے میکے گئی ہوئی تھیں۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے ان کے کمرہ میں ماریہ قبطیہ کو بلالیا اتنے میں جناب حفصہ آگئیں اور بولیں کہ: آپ نے ہمارے کمرے میں ہمارے بستر پر ایک کنیز کو کیوں بلایا حضرت نے فرمایا کہ: کیا تم راضی نہیں ہو کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرلوں لیکن یہ بات کسی سے نہیں کہنا پھر آنحضرت ﷺ باہر تشریف لے گئے تو جناب حفصہ نے جناب عائشہ سے جاکر کہا کہ آپ کو بشارت ہو کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرلیا اب ہم لوگوں کو اس سے چھٹکارا ملا خداوند عالم نے اس واقعہ کی خبر حضرت رسول اللہ ﷺ کو دے دی اس کے بعد حضرت عائشہ نے حضرت رسول اللہ ﷺ سے جب ملاقات کی تو تعریض کے طور پر کہا کہ: یا حضرت میری باری کے دن میں ماریہ کو بلالیجئے حضرت رسول اللہ ﷺ نے جناب حفصہ سے کہا کہ میں نے جب منع کردیا تھا کہ راز کسی سے نہ کہنا تو تم نے کیوں کہا؟! انھوں نے کہا کہ آپ کو کس نے خبر دی ہے کہ میں نے وہ راز عائشہ سے کہہ دیا۔ حضرت نے فرمایا کہ: مجھ کو خدا نے خبر دی ہے۔

اسی واقعہ کو خداوند عالم نے قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے کہ:

﴿وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنْبَأَكَ هَٰذَا قَالَ نَبَّأَنِيَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ، إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا وَإِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَٰلِكَ ظَهِيرٌ ؛ عَسَىٰ رَبُّهُ إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ يُبْدِلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِنْكُنَّ مُسْلِمَاتٍ مُؤْمِنَاتٍ قَانِتَاتٍ تَائِبَاتٍ عَابِدَاتٍ سَائِحَاتٍ ثَيِّبَاتٍ وَأَبْكَارًا﴾(۱)۔

---

(۱)۔ پارہ ۲۸، رکوع ۱۹، سورۂ تحریم آیت ۳ تا ۵۔

یعنی جب پیغمبرؐ نے اپنی بعض بیویوں سے راز کی بات کہی اوراس نے فاش کر دی اور خدا نے پیغمبر ﷺ کو اس کی خبر کر دی تو پیغمبر نے کچھ بات کہی اور کچھ چھوڑ دی پھر جب پیغمبر نے اس بیوی سے کہا تو اس نے سوال کیا کہ: آپ کو کس نے خبر دی ہے حضرت نے فرمایا کہ مجھ کو اس خدا نے خبر دی ہے جو علیم و خبیر ہے اگر تم دونوں خدا کی طرف رجوع کرو تو بہتر ہے کیونکہ تم دونوں کے دل کج ہو گئے ہیں اور اگر پیغمبر کے خلاف یونہی سازشیں کرتی رہیں تو پروا نہیں ہے خدا اور جبرئیل امینؑ اور صالح المومنین یعنی حضرت علیؑ اور فرشتے رسولؐ کے مددگار ہیں اگر پیغمبر تم دونوں کو طلاق دے دے تو خدا ان کے لیے تم سے بہتر بیویاں بہم پہونچادے گا جو فرماں بردار مومنہ اور نماز گذار توبہ کرنے والی عبادت گذار روزہ دار اور کنواریاں ہوں (۱)۔

یہ آیتیں جناب عائشہ اور حفصہ کی شان میں نازل ہوئی ہیں ان واقعات سے حسب ذیل باتیں ثابت ہوئی:

۱۔ یہ کہ جناب عائشہ اور حفصہ نے اپنے دل سے گڑھ کر بالکل غلط بات حضرت رسول اللہ ﷺ سے کہی کہ آپ کے منھ سے مغافیر کی بو آرہی ہے لہٰذا ان دونوں کی روایت کردہ حدیثوں کا اعتبار نہیں رہا کیونکہ جو عورتیں خود رسول اللہ ﷺ سے غلط باتیں کہہ سکتی تھیں وہ بعد رسولؐ اپنی اور اپنے باپ بھائی اور خاندان والوں کی بھلائی کے لیے غلط اور بے بنیاد حدیثیں کیوں نہیں گڑھ سکتی تھیں اور یہ خیال کہ انہوں نے توبہ کرلی تھی دعویٰ بلادلیل ہے قرآن مجید میں ان دونوں کے گناہ کا ذکر ہے لیکن توبہ کرنے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

۲۔ یہ کہ جناب عائشہ کو جو مسلمانوں نے صدیقہ کا خطاب عطا کیا ہے یہ دعویٰ قرآن کے بالکل مخالف ہے۔

---

(۱)۔ روضۃ الاحباب، جلد۱، صفحہ ۳۳۰ و بخاری جلد ۳، صفحہ ۱۲۹ وغیرہ۔

۳۔ یہ کہ آنحضرت ﷺ کی بیویاں آیت تطہیر میں داخل نہیں تھیں۔ اس لیے کہ اگر خدا نے ان کو گندگی اور رجس سے پاک کیا ہوتا تو گناہ کی ایسی باتیں ان سے ظاہر نہ ہوتیں۔

۴۔ یہ کہ حضرت عائشہ اور حفصہ سے بہتر عورتیں عام مسلمانوں کے گھروں میں موجود تھیں ورنہ خداوند عالم قرآن مجید میں یہ نہ فرماتا کہ اگر پیغمبر تم دونوں کو طلاق دے دے تو عجب نہیں کہ ان کا پروردگار ان کے لیے تم دونوں سے بہتر بیویاں فراہم کر دے۔

غزوۂ تبوک

حضرت رسول اللہ ﷺ کو خبر ملی کہ روم کا بادشاہ ہرقل بہت بڑی فوج کے ساتھ مدینہ پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ حضرت نے بھی جنگ کی تیاری کا حکم دے دیا لیکن چونکہ شدید گرمی کا زمانہ تھا اور قحط وخشک سالی کے بعد اب فصلیں تیار ہو رہی تھیں اور میوے پک رہے تھے اس لیے لوگوں نے کاہلی کی اور منافقین مسلمانوں کو بہکانے لگے لیکن حضرت کی تاکید کے بعد لوگ تیار ہوئے۔ منافقین میں سے کچھ تو مال غنیمت کے لالچ میں ساتھ ہو گئے اور باقی نے روگردانی کی۔ حضرت تیس ہزار اور بقولے چالیس ہزار مسلمانوں کے ساتھ ماہ رجب سنہ ۹ھ میں روانہ ہوئے اور مقام تبوک میں پہونچ کر قیام کیا جو مدینہ اور دمشق کے درمیان مدینہ سے تقریباً دو سو پچاس میل پر واقع ہے اور تقریباً بیس روز حضرت نے وہاں قیام فرمایا لیکن دشمن کی کوئی فوج نظر نہ آئی تو حضرت نے صحابہ سے مشورہ کیا کہ آگے بڑھ کر دشمن پر حملہ کروں یا واپس ہو جاؤں؟ حضرت عمر نے عرض کیا کہ: اگر خدا کا حکم ہے تو خیر آگے بڑھیے ورنہ میری رائے یہ ہے کہ رومیوں کے پاس فوج اور قوّت زیادہ ہے اور ہم لوگ کم ہیں لہٰذا اگر اس سال واپس چلیے تو بہتر ہے۔ اس سفر میں لشکرِ اسلام ایک روز ایک ایسے مقام پر پہونچا جہاں پانی نہیں تھا اور مسلمانوں کے پاس کا پانی ختم ہو چکا تھا لوگ تشنگی

سے پریشان ہوئے اور حضرت سے نایابی آب کی شکایت کی حضرت نے روبقبلہ ہوکر زیرِ لب کچھ فرمایا فوراً گھٹا چھاگئی اور خوب بارش ہوئی کہ سارا لشکر اوران کے حیوانات سیر اب ہوگئے اور لوگوں نے اپنی چھاگلیں بھر لیں پھر ابر غائب ہو گیا۔

سہیل ابن بیضاء سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ: راہِ تبوک میں ایک روز حضرت نے مجھ کو اپنی سواری پر اپنے پیچھے بٹھالیا تھا ایک مقام پر پہونچ کر حضرت نے تین مرتبہ بلند آواز سے پکارا سہیل! میں نے ہر مرتبہ جواب دیا۔ مسلمانوں نے حضرت کی آواز سنی تو حضرت کے قریب حاضر ہوگئے پھر ہم لوگوں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا اژدہا ظاہر ہوا جس کو دیکھ کر سب ڈر گئے وہ حضرت کے پاس آکر کھڑا ہو گیا اور تھوڑی دیر کھڑا رہا پھر روانہ ہو گیا۔ حضرت نے فرمایا کہ: تم لوگ جانتے ہو یہ کون تھا؟ لوگوں نے عرض کیا کہ: خدا اور اس کا رسولؐ بہتر جانتا ہے۔ فرمایا کہ: مکہ میں جو گروہ جنوں کا قرآن سن کر مجھ پر ایمان لایا تھا انھیں میں سے یہ بھی ہے اس کا مسکن اسی بیاباں میں ہے مجھ کو دیکھ کر میرے پاس آیا اور کچھ ضروری باتیں دریافت کرکے چلا گیا۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ سے روانہ ہونے لگے تو حضرت علیؑ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام کیا۔ حضرت نے عرض کیا کہ: یارسول اللہؐ! مجھ کو عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جارہے ہیں؟ حضرت نے فرمایا: "**اَلَا تَرضَیٰ اَن تَکُونَ مِنِّی بِمَنزِلَةِ هارُونَ مِن مُوسَیٰ اِلَّا اَنَّه لَا نَبِی بَعدِی**"(۱)۔

یعنی اے علیؑ! کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تمہاری مجھ سے وہی منزلت ہو جو ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ سے تھی لیکن یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہو گا۔

یہ حدیث متواتر ہے اور بہت سی کتابوں میں بہت سے طرق سے منقول ہے یہ حدیث اپنے الفاظ کے لحاظ سے بھی عام ہے اور مورد کے لحاظ سے بھی عام ہے لہٰذا یہ حدیث حضرت رسول

(۱)۔ بخاری جلد ۳، صفحہ ۵۷، چھاپہ مصر باب غزوۂ تبوک و مستدرک حاکم جلد ۳، صفحہ ۱۰۹ اور روضۃ الاحباب جلد ۱، صفحہ ۳۳۸۔

اللہ ﷺ کی زندگی میں اور بعد وفات بھی حضرت امیر المومنینؑ کے جانشین و خلیفہ رسولؐ ہونے کی دلیل ہے خصوصاً حدیث کا آخری جملہ ''اِلّا اَنَّه لا نَبِی بَعدِی'' اس کے متعلق ہر قسم کے شکوک و شبہات کو دور کر رہا ہے استثناء سے یہ بات معلوم ہوئی کہ سواء نبوّت کے حضرت ہارون کو حضرت موسیٰؑ سے جو منزلتیں حاصل تھیں وہ سب منزلتیں بعد رسول اللہ ﷺ حضرت علیؑ کو حضرت رسول اللہ ﷺ سے حاصل تھیں جس طرح حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کے خلیفہ تھے اسی طرح حضرت علیؑ حضرت رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ تھے حضرت ہارون صرف حضرت موسیٰؑ کی زندگی میں خلیفہ تھے لیکن حضرت امیر المومنینؑ حضرت رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بھی خلیفہ تھے اور حضرت کے بعد بھی۔

عقبۂ ذی قتیق

تبوک سے واپسی میں حضرت ایک ایسے مقام پر پہونچے جہاں پہاڑ کی ایک نہایت خطرناک گھاٹی سے گذرنا تھا رات بہت تاریک تھی گھٹا چھائی ہوئی تھی حضرت نے حکم دیا کہ فوج میں پکار دیا جائے کہ جب تک رسول اللہ ﷺ اس گھاٹی سے نہ گذر جائیں کوئی شخص آگے نہ بڑھے۔ چنانچہ سب ٹھہر گئے اور حضرت آگے بڑھے آپ اونٹ پر سوار تھے اور حذیفہ یمانی اونٹ کی مہار پکڑے تھے اور عمار یاسر اس کو پیچھے سے ہانک رہے تھے جس وقت حضرت کا اونٹ اس خطرناک مقام پر پہونچا بارہ یا چودہ منافقین جو پہلے سے آکر اس مقام پر چھپ گئے تھے نکل پڑے اور حضرت کے اونٹ کو بھڑکایا ٹھیک اسی وقت بجلی چمکی اور وہ لوگ پہچان لیے گئے اور پروردگار عالم نے حضرت کو ان کے شر سے بچالیا۔ حضرت نے فرمایا کہ تم لوگوں نے ان منافقین کو پہچانا؟ جناب حذیفہ نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہؐ! وہ سب اپنا منھ کپڑے سے چھپائے ہوئے تھے۔

حضرت نے حذیفہ کو ان منافقین کے نام بتائے اور فرمایا کہ: یہ سب قیامت تک منافق ہی رہیں گے لیکن کسی سے ان کا نام نہ بتانا(۱)۔

اس واقعہ کے بعد حضرت عمر برابر حذیفہ سے پوچھا کرتے تھے کہ: واقعۂ تبوک میں حضرت رسول اللہ ﷺ نے جن منافقین کا نام بتایا تھا اس میں میرا بھی نام بتایا تھا یا نہیں؟(۲) جب حذیفہ نے نہیں بتایا تو ایک دن خود کہہ دیا کہ: "**وَاللّٰہ! یَا حُذَیفَہ اَنَا مِنَ المُنَافِقِین**"(۳)؛ یعنی خدا کی قسم! اے حذیفہ! ان منافقین میں سے میں بھی ہوں۔

مسجد ضرار

ابو عامر راہب نے جو اشراف قبیلۂ خزرج سے اور عیسائی مذہب رکھتا تھا مدینہ کے منافقین کو لکھا کہ تم لوگ مسجد قبا کے مقابلہ میں اپنے محلہ میں ایک مسجد تعمیر کرو جس میں ہم لوگ اپنے امور انجام دیا کریں۔ چنانچہ منافقوں نے ایک مسجد تعمیر کی جب حضرت رسول اللہ ﷺ تبوک سے واپس ہو کر اس مقام پر پہونچے تو منافقوں نے کہا کہ: یارسول اللہؐ! ہم لوگوں کی مسجد میں اگر آپ نماز پڑھا دیں تو یہ متبرک ہو جائے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِرْصَادًا لِمَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ مِنْ قَبْلُ وَلَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنَى وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ؛ لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا ...﴾(۴)۔

---

(۱)۔ معارج النبوۃ رکن ۴، باب ۱۲، وقائع سنہ ۹ھ بیان جنگ تبوک صفحہ ۲۰۱ وتاریخ خمیس جلد ۲، صفحہ ۱۴۴ اور روضۃ الاحباب جلد ۱، صفحہ ۳۴۰ وغیرہ۔

(۲)۔ معارج النبوۃ، رکن ۴، صفحہ ۲۰۲۔

(۳)۔ میزان الاعتدال ذہبی ترجمہ زید ابن وھب چھاپہ لکھنؤ جلد ۱، صفحہ ۳۶۶۔

(۴)۔ سورۂ توبہ، پارہ ۱۱، آیت ۱۰۷، ۱۰۸۔

یعنی اور وہ لوگ بھی منافق ہیں جنھوں نے مسلمانوں کو نقصان پہونچانے اور کفر اور مومنین کے درمیان تفرقہ ڈالنے اور اس شخص کی گھات میں بیٹھنے کے لیے مسجد بنائی ہے جو خدا سے پہلے لڑ چکا ہے اور یہ لوگ قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے سوائے بھلائی کے کچھ اور ارادہ نہیں کیا ہے اور خدا گواہی دیتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں تم ہرگز اس مسجد میں نماز کے لیے کھڑے نہ ہونا۔

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضرت نے مالک ابن اخشم اور معن ابن عدی کو بھیج کر اس مسجد کو منہدم کرا دیا۔

سریہ وادی الرمل

حضرت رسول اللہ ﷺ کو خبر ملی کہ وادی الرمل میں کچھ لوگ مدینہ پر حملہ کرنے کے ارادہ سے جمع ہوئے ہیں حضرت نے جناب ابو بکر کی ماتحتی میں ایک لشکر ان کی طرف روانہ فرمایا حضرت ابو بکر نے پہونچ کر دیکھا کہ واقعہ صحیح ہے کفّار مکہ جب لشکر اسلام کی آمد کی خبر ہوئی تو انھوں نے اچانک سخت حملہ کر دیا۔ مسلمان ان کے حملہ کی تاب نہ لا کر بھاگ کھڑے ہوئے بہت سے مسلمان مارے گئے باقی مدینہ پہونچ گئے تب آنحضرت ﷺ نے حضرت عمر کی ماتحتی میں ایک فوج بھیجی وہ بھی شکست کھا کر بھاگے اور مدینہ پہونچ گئے پھر حضرت نے عمرو ابن عاص کی ماتحتی میں لشکر روانہ کیا وہ بھی بھاگ کر مدینہ واپس آئے۔ مسلمانوں کی اس پے در پے شکست سے دشمن قوی اور دوست غمگین ہوئے تب حضرت نے حضرت امیر المومنینؑ کی ماتحتی میں لشکر روانہ فرمایا اور آسمان کی طرف ہاتھوں کو بلند کر کے فتح و نصرت کی دعا فرمائی اور مسجد احزاب تک رُخصت کرنے کی غرض سے تشریف لے گئے۔ حضرت ابو بکر و عمر و عمرو ابن عاص بھی حضرت کی ماتحتی میں روانہ کیے گئے۔ حضرت امیر المومنینؑ ایک پوشیدہ راہ سے روانہ ہوئے شب کو چلتے اور دن کو کسی مقام پر ٹھہر جاتے جب دشمن کے قریب پہونچے تو خود آگے بڑھ گئے اور فوج کو حکم دیا کہ آہستہ آہستہ چلے کہ دشمن کو خبر نہ ہونے پائے۔ عمرو عاص نے سمجھ لیا کہ اب کی فتح یقینی ہے اور ہم

لوگوں کی رسوائی کا سامان ہے۔ اس نے حضرت ابو بکر و عمر کو بہکایا کہ اس راہ میں بڑے بڑے خطرات ہیں بہتر یہ ہے کہ ہم لوگ وادی کے اوپر سے دشمن پر شب کے وقت حملہ کریں حضرت ابو بکر و عمر نے جا کر حضرت علیؑ سے عرض کیا کہ: یہ راستہ بہت خطرناک ہے اس کو ترک کر دیجئے اور فلاں راہ سے چلیے حضرت ان لوگوں کی چالاکی کو سمجھ گئے اور فرمایا کہ: جو میں کر رہا ہوں اس کی اطاعت کرو پھر عمرو ابن عاص نے فوج کو بھڑکانا چاہا کہ تم لوگ اس خطرناک راہ میں پڑ کر کیوں اپنی جان کے دشمن ہو رہے ہو اہل لشکر نے کہا کہ: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم لوگوں کو حضرت علیؑ کی اطاعت کا حکم دیا ہم ان کے خلاف نہیں جاسکتے غرض حضرت امیر المومنینؑ اسی طرح بڑھتے ہوئے دشمن کے سر پر پہونچ گئے اور صبح ہوتے ہی ان پر حملہ کر دیا(۱)۔

دشمن کو شکست ہوئی اور حضرت فاتح و منصور مدینہ واپس ہوئے۔ جب امیر المومنینؑ کی آمد کی خبر ملی تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استقبال کی غرض سے مدینہ کے باہر تشریف لے گئے۔ حضرت علیؑ کی نگاہ جب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پڑی تو گھوڑے سے اُتر پڑے حضرت نے فرمایا: اے علیؑ! تم سوار رہو تم سے خدا اور اس کا رسولؐ راضی ہے یہ سن کر حضرت خوشی میں رونے لگے(۲)۔

تفسیر فرات میں اس سریہ کو ذات السلاسل کے نام سے لکھا ہے اور بجائے عمرو عاص کے خالد ابن ولید کا نام لکھا ہے۔

کثرت وفود

اسی سنہ ۹ھ میں عرب کے اطراف و جوانب سے کثرت سے وفود حضرت کی خدمت میں آکر مشرف باسلام ہونے لگے یہاں تک کہ حضرت کی وفات سے پہلے قریب قریب سارا عرب

(۱)۔ حضرت امیر المومنینؑ کا اصول تھا کہ آپ شب کو کسی پر حملہ نہیں کرتے تھے تفسیر فرات کوفی، صفحہ ۲۲۴۔
(۲)۔ معارج النبوۃ و تفسیر فرات کوفی، صفحہ ۲۲۴۔

مسلمان ہو گیا اور شرک و بت پرستی کا نام و نشان مٹ گیا لیکن افسوس کہ بعد رسول اللہ ﷺ حضرت ابو بکر نے اپنی خلافت و حکومت کے منوانے کے لیے مختلف الزامات قائم کر کے خود مسلمانوں ہی کی گردنوں پر تلوار رکھ دی ان کو قتل کیا اور لوٹا اور ان کے ساتھ مشرکوں سے بھی بدتر سلوک کیا جس کے نتیجہ میں یہ سلسلہ قطع ہو گیا اور ہر طرف بغاوت شروع ہو گئی۔

ابن ابی سلول اور نجاشی کی موت

اسی سال منافقوں کا سردار عبداللہ ابن ابی سلول مرا۔ اور اسی سال حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے انتقال کیا۔

تبلیغِ سورہ برائت

غزوۂ تبوک سے واپسی کے بعد ۹ھ میں ذی قعدہ یا ذی الحجہ کے مہینہ میں حضرت رسول اللہ ﷺ نے تین سو مسلمانوں کا ایک قافلہ مدینہ سے حج کے لیے روانہ فرمایا اور حضرت ابو بکر کو اس قافلہ کا امیر بنایا اور سورۂ برائت کی چند ابتدائی آیتیں دے کر روانہ فرمایا کہ وہ حضرت کی نیابت میں مکّہ میں ان کی تبلیغ کریں ان کے روانہ ہونے کے بعد حضرت جبرئیل امینؑ بحکمِ پروردگار نازل ہوئے اور کہا کہ: یارسول اللہؐ! خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ: یہ کارِ رسالت یا تو آپ خود انجام دیں یا وہ شخص انجام دے جو آپ سے ہو اس کے علاوہ کوئی انجام نہیں دے سکتا۔

یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؑ کو روانہ کیا کہ جلد از جلد جا کر ابو بکر سے سورۂ برائت لے لو اور ان کو میرے پاس واپس کر دو حضرت علیؑ روانہ ہوئے اور راہ میں حضرت ابو بکر کو پکڑ لیا اور ان سے سورۂ برائت لے کر ان کو مدینہ واپس کر دیا حضرت ابو بکر خدمت رسولؐ میں پہونچ کر رونے لگے اور عرض کیا کہ: یارسول اللہؐ! مجھ سے کیا قصور ہوا ہے کہ اس خدمت سے محروم کیا گیا؟ حضرت نے فرمایا کہ: کوئی بات نہیں ہے سب خیر ہے حکم خدا ہوا ہے کہ یہ خدمتِ

تبلیغ یا تو میں خود انجام دوں یا وہ شخص انجام دے جو مجھ سے ہو(۱)، حضرت ابو بکر سے جو روایت منقول ہے اس میں اتنا زیادہ ہے کہ حضرت ابو بکر مدینہ واپس آئے اور حضرت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہونچ کر رونے لگے۔

یہ واقعہ حضرت علیؑ کی خلافت بلافصل کی بہت ہی واضح دلیل ہے جس میں خدا نے صاف صاف حکم فرمایا ہے کہ اے رسولؐ! کارِ رسالت یا تو خود تم انجام دو یا علیؑ انجام دیں حضرت ابو بکر کارِ رسالت انجام نہیں دے سکتے۔ تو جب حضرت ابو بکر میں ایک کارِ رسالت اور قرآن کی چند آیتوں کی تبلیغ کی صلاحیت نہ تھی تو بعدِ رسول اللہ ﷺ سارے کارہائے رسالت اور پورے قرآن کی تبلیغ کی صلاحیت کہاں سے پیدا ہو گئی ؟!۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر راہ سے واپس نہیں ہوئے بلکہ حضرت امیر المومنینؑ کے ساتھ وہ بھی مکّہ گئے وہاں پہونچ کر تبلیغ ورسالت کا کام حضرت امیر المومنینؑ نے انجام دیا اور حضرت ابو بکر نے مسلمانوں کو حج کرایا۔

اولاً یہ روایت قوّت میں ان روایات کا مقابلہ نہیں کر سکتی جن میں ہے کہ حضرت ابو بکر راہ سے واپس آئے اور بخاری کی روایتیں بھی انھیں کی تائید کرتی ہیں لیکن اگر بالفرض اس روایت کو قبول بھی کر لیا جائے تو یہ ایک ایسا کام تھا جو غیرِ رسولؐ اور غیر خلیفۂ رسول بھی انجام دے سکتا تھا ورنہ اگر یہ بھی فرائض رسالت سے ہوتا تو اس کے متعلق بھی حکم ہوتا کہ اے رسولؐ! یا خود تم انجام دو یا وہ انجام دے جو تم میں سے ہو بخلافِ تبلیغ برائت کے جو مخصوص کارِ رسالت تھا جس کو غیر رسولؐ یا غیر خلیفۂ رسولؐ انجام نہیں دے سکتا تھا اسی سبب سے بوڑھے ابو بکر کو معزول کر کے

---

(۱)۔ روضۃ الاحباب، جلد ۱، صفحہ ۳۶۱ و تاریخ خمیس جلد ۲، صفحہ ۱۵۶ و قرۃ العینین صفحہ ۲۳۴ و مستدرک حاکم، جلد ۳، صفحہ ۵۱ بروایت ابن عمر و جلد ۳، صفحہ ۱۳۳ بروایت ابن عباس و مودۃ القربیٰ مودۃ ۷ حدیث ۹ بروایت ابو سعید خدری و کنز العمال جلد ۱، صفحہ ۲۴۶ و ارجح المطالب باب ۴، صفحہ ۴۹۴، نسائی اور بروایت احمد ابن حنبل۔

حضرت امیر المومنینؑ مقرر کیے گئے اور اسی کا نام خلافت و امامت ہے پس ثابت ہوا کہ حضرت علیؑ بحکمِ پروردگار خلیفہ و جانشین رسولؐ تھے۔

علماء اہل سنّت نے اس دلیل میں بھی توڑ پھوڑ کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ امام زھری لکھتے ہیں کہ: حضرت رسول اللہ ﷺ نے اس خدمت کے لیے حضرت علیؑ کو اس لیے منتخب فرمایا کہ عربوں کا دستور تھا کہ ایسی بزرگ خدمتیں وہی انجام دیتا تھا جو سردار قوم یا اس کا عزیز یا ایسے امورِ جلیلہ کا ذمہ دار ہوتا تھا چنانچہ اسی رسم کے مطابق حضرت نے حضرت علیؑ کو مامور فرمایا۔

اولاً: یہ تاویل اس لیے غلط ہے کہ رسم و رواج عرب کو ہر مسلمان جانتا تھا اور خود حضرت رسول اللہ ﷺ بھی جانتے تھے لہٰذا حضرت ابو بکر کو اس خدمت پر مامور کرنے کے قبل ہی حضرت کو اس امر کا لحاظ رکھنا چاہیے تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ابو بکر کا جانا بے ثمر ہو جائے اور ان کو شرمندگی اٹھانی پڑے اور اگر حضرت کو توجہ نہ ہوئی تو مسلمان ٹوک دیتے یا خود حضرت ابو بکر عرض کرتے کہ عربوں کو میرے جانے سے اعتراض ہوگا اور اگر سب بھول گئے تو خداوند عالم یاد دلا دیتا پھر حضرت ابو بکر کی محرومی و واپسی کے بعد بھی کسی نے نہ کہا کہ یہ کام رسم و رواج عرب کے خلاف ہوا اس لیے یہ روزِ بد دیکھنا پڑا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ تاویل امام زھری کے دماغ کی پیداوار ہے اور اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تو لازم آتا ہے کہ حضرت ابو بکر ایسے جلیل خدمات و نیابت رسولؐ کے لائق و سزاوار نہ تھے کیونکہ انھیں نہ تو سرداری حاصل تھی نہ رسول اللہ ﷺ سے قرابت تھی نہ وہ ایسے کاموں کے ذمہ دار تھے۔

ثانیاً: اینکہ امام زہری نے لکھا ہے کہ عربوں کا دستور تھا کہ ایسی بزرگ خدمتیں وہی انجام دیتا تھا جو سردارِ قوم یا اس کا عزیز یا ایسے امورِ جلیلہ کا ذمہ دار ہوتا تھا لیکن امام زہری صاحب کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ سردارِ قوم کی طرف سے ایسے امورِ جلیلہ کے ذمہ دار کو ہی تو خلیفہ اور وزیر کہتے ہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ حضرت ابو بکر نہ خلیفۂ رسولؐ تھے نہ وزیر تھے۔

واضح ہو کہ تبلیغ سورۂ برائت کے متعلق اہل سنّت کی کتابوں میں متعدد روایتیں منقول ہیں جن میں سے ترمذی کی ایک حدیث میں اور سنن نسائی اور مسند احمد ابن حنبل کی چار حدیثوں میں صاف صاف مذکور ہے کہ حضرت ابو بکر راہ سے مدینہ واپس گئے اور یہی مضمون مستدرک حاکم وغیرہ میں ہے جن کے حوالے گذر چکے اور تین حدیثوں میں اس امر کی صراحت نہیں ہے لیکن ان کے مضمون سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر واپس ہوگئے اور مستدرک حاکم اور ترمذی کی صرف دو حدیثوں میں اس کا ذکر ہے کہ حضرت ابو بکر بھی حضرت امیر المومنینؑ کے ساتھ مکّہ گئے اور خطبہ اور احکامِ حج یہ بیان کرتے تھے اور حضرت امیر المومنینؑ سورۂ برائت کی تبلیغ فرماتے تھے علمائے اہل سنّت انہیں دونوں حدیثوں کو زیادہ شہرت دیتے ہیں۔

لیکن یہ دعویٰ ان لوگوں کا باطل ہے کیونکہ ان دو حدیثوں کو خود اہل سنّت کی بہت سی حدیثیں رد کر رہی ہیں۔

نیز اینکہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر کو معزول کرنے کی غرض سے حضرت امیر المومنینؑ کو بھیجا تھا تو یہ نہیں فرمایا تھا کہ امارت حج پر ابو بکر کو باقی رکھنا ملا علی متقی نے کنز العمال جلد ۱، صفحہ ۲۴۶ میں خود حضرت ابو بکر سے ایک روایت نقل کی ہے کہ جب حضرت رسول اللہ ﷺ نے سورۂ برائت لے کر ابو بکر کو اہل مکّہ کی طرف بھیجا تو ان کے جانے کے تین دن کے بعد حضرت رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ: "**اَلحِقهُ فَرَدَّ عَلِی ابابکر وَبَلّغهَا**"؛یعنی ابو بکر سے جا کر راہ میں ملو اور ان کو میرے پاس واپس کر دو اور خود مکّہ جا کر برائت کی تبلیغ کرو تو حضرت علیؑ نے ایسا ہی کیا جب ابو بکر حضرت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہونچے تو رونے لگے اور عرض کیا کہ: یا رسول اللہؐ! کیا میرے متعلق کوئی بات حادث ہوئی؟ فرمایا کہ: تمہارے متعلق جو امر حادث ہوا ہے بہتر ہے مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ اس امر کی تبلیغ یا تو میں خود کروں یا وہ کرے جو مجھ سے ہو۔

اس حدیث کے راوی خود حضرت ابو بکر ہیں جو بیان کرتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ سے فرمایا تھا کہ: ابو بکر کو میرے پاس واپس کر دو چنانچہ وہ واپس آکر خدمت رسولؐ میں حاضر ہوئے اور رونے لگے لہٰذا ثابت ہوا کہ حضرت ابو بکر کی امارت حج والی روایتیں موضوع ہیں جو حضرت ابو بکر کا آنسو پونچھنے کے لیے بنائی گئی ہیں۔

سریہ امیر المومنینؑ

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے خالد ابن ولید کی دعوت اسلام کے لیے اہل یمن کی طرف بھیجا وہ چھ ماہ تک وہاں رہے اور کوشش کی لیکن کسی نے اسلام قبول نہیں کیا تو حضرت نے سنہ ۱۰ھ ماہ رمضان میں حضرت امیر المومنینؑ کو روانہ فرمایا۔

براء ابن عازب کہتے ہیں کہ: ہم بھی حضرت علیؑ کے ساتھ تھے جب ہم لوگ یمن کے قریب پہنچے اور اہل یمن کو ہم لوگوں کی آمد کی خبر ہوئی تو لوگ جمع ہوئے اور ہم لوگوں نے صبح کی نماز حضرت علیؑ کے پیچھے پڑھی نماز کے بعد حضرت نے کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا اور حمد وثنائے پروردگار کے بعد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نامۂ مبارک پڑھ کر سب کو سنایا تو سارا ہمدان ایک ہی دن میں مسلمان ہو گیا۔ حضرت امیر المومنینؑ نے ہمدان کے اسلام قبول کرنے کی خبر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی۔ جب حضرت کو خبر ملی تو سجدۂ شکر بجالائے اس کے بعد فرمایا: ہمدان پر سلام ہو پھر رفتہ رفتہ سارا یمن مسلمان ہو گیا(۱)۔

مباھلہ

سنہ ۱۰ھ میں نجران کے چودہ یا ستّر عیسائی علماء حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت کی رسالت کے بارے میں حضرت سے جھگڑنے لگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب

---

(۱)۔ طبری، جلد ۲، صفحہ ۳۸۹۔

واضح وروشن دلیلوں سے اپنی رسالت ان پر ثابت کردی تو وہ کج بحثی پر اُتر آئے (جو باطل مذہب والوں کا خاص طریقہ ہے) اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: ﴿فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَ أَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ﴾(۱)۔

یعنی اے رسول! قوم نصاریٰ سے کہہ دو کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ ہم اپنی عورتوں اور نفوس کو بلائیں تم اپنی عورتوں اور نفوس کو بلاؤ پھر مباہلہ کرلیں اور جھوٹوں پر لعنت و نفرین کریں۔

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضرت نے بیٹوں میں حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ اور عورتوں میں حضرت فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا اور نفوس میں حضرت علیؑ کو ساتھ لیا اور میدانِ مباہلہ میں تشریف لے گئے نجران کے نصاریٰ نے جب ان حضرات کی صورتیں دیکھیں تو پوچھا کہ: یہ محمدؐ کے ساتھ کون لوگ ہیں؟ جب ان کو بتایا گیا تو ان لوگوں نے مباہلہ سے انکار کردیا اور کہا کہ: یہ چہرے وہ ہیں کہ اگر یہ خدا سے کہہ دیں کہ اس پہاڑ کو ہٹادے تو وہ ہٹادے گا اس کے بعد نصاریٰ نے حضرت سے صلح کرلی اور دو ہزار سُرخ حلے (کپڑے) اور سوزرہیں آہنی اور بروایتی ایک ہزار مثقال سونا سالانہ جزیہ دینا منظور کیا اس وقت حضرت نے فرمایا کہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر نصاریٰ مجھ سے مباہلہ کرتے تو خدا ان کو بندر اور سور کی شکل میں مسخ کردیتا اور نجران اور نصارائے نجران پر ایسی آگ برستی کہ ان کا نام ونشان باقی نہ رہتا (۲) یہ واقعہ ۲۴/ ذی الحجہ کا ہے۔

---

(۱)۔ سورۂ آل عمران، آیت ۶۱۔

(۲)۔ تاریخ کامل جلد ۲، صفحہ ۱۱۲ و وسیلۃ النجاۃ، صفحہ ۲۸ و کتاب فاطمہؑ کا چاند مصنفہ مولانا عبد الصمد رحمانی پھلواری شریف واشعۃ اللمعات باب مناقب اہل بیتؑ جلد ۴، صفحہ ۷۸۳ و صواعق محرقہ صفحہ ۹۳ وغیرہ۔

حضرت امیرالمومنینؑ کی ولی عہدی

مسعودی نے لکھا ہے کہ سنہ ۱۰ھ میں حضرت رسول اللہ ﷺ نے حج فرمایا آپ نے لوگوں میں حج کا اعلان کرایا اور ۲۵/ ذیقعدہ کو مدینہ سے بارادہ حج روانہ ہوئے۔ مقام ذوالحلیفہ میں پہونچ کر حج کا احرام باندھا اور ذی الحجہ میں مناسک حج بجالائے اس کے بعد واپس ہوئے جب وادی خم میں پہونچے تو آیت(۱) ''**وَاللّٰہُ یَعۡصِمُکَ مِنَ النَّاس**'' نازل ہوئی۔ حضرت علیؑ کی ولی عہدی کے متعلق حکم تو پہلے آچکا تھا لیکن حضرت اس آخری آیت کے انتظار میں ٹھہرے ہوئے تھے جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ کھڑے ہوئے اور حمد و ثنائے پروردگار کے بعد حضرت علیؑ کو امّت کا ہادی اور اپنا جانشین بنایا۔ باقی واقعات وہی ہیں جو لوگوں نے بیان کیے ہیں۔

ملا مبین صاحب فرنگی محلی نے واقعۂ غدیر خم کو اولاً حسب ذیل اصحاب رسولؐ سے کتابوں کے حوالوں کے ساتھ نقل کیا ہے۔ بحوالۂ حاکم زید ابن ارقم سے اور بحوالۂ مسند احمد ابن حنبل و مستدرک حاکم ابن عباس سے اور بحوالۂ طبرانی بسندِ صحیح حذیفہ ابن اسید سے اور بحوالۂ مسند احمد ابن حنبل براء ابن عازب سے اور بحوالۂ مسند احمد بریدہ سے اور بحوالۂ حاکم واحمد وابن حبان بریدہ سے اور بحوالۂ احمد و طبرانی ابوایوب انصاری اور حضرت علیؑ اور زید ابن ارقم سے اور اسی طرح تیس اصحاب رسولؐ سے اور بحوالۂ طبرانی طفیل سے انھوں نے زید ابن ارقم سے اور بحوالۂ مشکوٰۃ براء ابن عازب سے اسی طرح بہت سے طرق سے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ حاصل ترجمہ ان کل احادیث کا جو متعدد طُرق سے وارد ہوئی ہیں یہ ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے آخری حج کے بعد مکّہ سے مراجعت فرماتے ہوئے منزل غدیرِ خم میں پہونچ کر جو مکّہ اور مدینہ کے درمیان میں جحفہ کے نواحی میں ہے اصحاب سے فرمایا کہ: کیا تم نہیں جانتے ہو کہ میں مومنین کے درمیان ان

(۱)۔ سورۂ مائدہ، آیت ۶۷۔

کے نفوس سے بہتر ہوں جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے کہ:﴿النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ ۖ﴾(۱)؛ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت نے تین مرتبہ اس کی تکرار فرمائی اور اس کا معنی یہ ہے کہ میں مومنین کو صرف انھیں باتوں کا حکم دیتا ہوں جس میں ان کے لیے بھلائی اور دنیا اور آخرت کی نجات ہے بخلاف ان لوگوں کے جو شر و فساد کی طرف بھی مائل ہوتے ہیں۔ سب نے کہا کہ: ہاں آپ مومنوں کے نزدیک ان کے نفوس سے زیادہ محبوب ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ فرمایا: مجھ کو آخرت کی دعوت آچکی ہے اور میں نے قبول کر لی ہے جان لو کہ میں تمہارے درمیان میں دو عظیم چیزیں چھوڑے جارہا ہوں کہ ایک ان میں کی دوسرے سے زیادہ عظیم تر ہے کتابِ خدا اور میرے اہل بیتؑ دیکھوں میرے بعد ان کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو اور کہاں تک ان کا حق ادا کرتے ہو اور یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گی یہاں تک کہ میرے پاس حوضِ کوثر پر پہونچیں اس کے بعد فرمایا کہ: خدا میرا مولا ہے اور میں کل مومنین کا مولا ہوں۔ اس کے بعد علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: اے میرے اللہ! جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علیؑ مولا ہے۔ اے اللہ! جو اس کو دوست رکھے اس کو تو دوست رکھنا اور جو اس کو دشمن رکھے اس کو تو دشمن رکھنا اور ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ جو اس کی مدد کرے اس کی تو مدد کرنا اور جو اس کو چھوڑ دے اس کو تو چھوڑ دینا اور اے میرے اللہ! حق کو ادھر پھیر جدھر علیؑ پھریں۔

روایت میں ہے کہ عمر ابن خطاب نے اس واقعہ کے بعد حضرت امیر المومنینؑ سے ملاقات کی اور کہا کہ: مبارک ہو آپ کو اے ابن ابی طالبؑ کہ آپ ہر مومن اور مومنہ کے مولا ہو گئے!(۲)۔

---

(۱)۔[سورۂ احزاب، آیت ۶]۔

(۲)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۱۰۴ اور روضۃ الاحباب جلد ۱، صفحہ ۳۷۰۔

یہ حدیث غدیر ایک سوانتیس (۱۲۹) صحابہ اور دوسو تینتیس (۲۳۳) تابعین سے مروی ہے (۱)۔

ملا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں اور جمال الدین نے اربعین میں اور ضیاء الدین نے ابحاث مسددہ میں اور محمد ابن اسماعیل نے روضۂ ندیہ میں اور عبد الرؤف مناوی نے تیسیر میں اور سیوطی نے فوائد متکاسرہ میں اور صدر عالم نے معارج المعلی میں لکھا ہے کہ: حدیث غدیر متواتر ہے (۲)۔

خداوند عالم سورۂ مائدہ پارہ۶ آیت ۶۷ میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ...۶۷﴾

یعنی اے رسول! پہونچادو اس چیز کو جو تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل کی گئی اور اگر نہ پہونچایا تو سمجھ لو کہ تم نے کارِ رسالت انجام نہ دیا اور خدا تم کو لوگوں کے شر سے بچائے گا۔

ابن صباغ مالکی نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ: یہ آیت غدیر خم میں حضرت علیؑ کے حق میں نازل ہوئی (۳)۔

ابو سعید خدری صحابیِ رسولؐ اور ابو ہریرہ سے منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے لوگوں کو غدیرِ خم میں جمع کیا اور ببول کے کانٹے صاف کرائے یہ واقعہ پنجشنبہ کے روز کا ہے پھر حضرت علیؑ کو

---

(۱)۔ ارجح المطالب مصنفہ مولوی عبید اللہ امرت سری صفحہ ۵۵۳ چھاپہ دوّم ۱۳۴۰ھ اور ملا سلیمان حنفی نے ینابیع المودۃ میں صفحہ ۲۴ سے صفحہ ۳۴ تک دس صفحات میں غدیر خم سے متعلق احادیث کو نقل کیا ہے۔

(۲)۔ ارجح المطالب، صفحہ ۵۵۱۔

(۳)۔ ینابیع المودۃ باب ۳۹ چھاپہ بمبئی وارجح المطالب باب ۲، صفحہ ۶۶ و تفسیر دُر منثور جلد ۲، صفحہ ۳۹۸ وغیرہ۔

بلایا اور ان کا بازو پکڑ کر اس قدر بلند کیا کہ حضرت کے بغل کی سفیدی ظاہر ہوئی اور فرمایا کہ: ''**من کنت مولاہ فَعَلِی مولاہ**'' اور ابھی لوگ متفرق نہیں ہونے پائے تھے کہ آیت [سورۂ مائدہ، آیت ۳] ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ...۳﴾ نازل ہوئی؛ یعنی آج ہم نے تم لوگوں پر تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تم لوگوں کے لیے دین اسلام کو پسند کیا پس آنحضرتؐ نے فرمایا: میں [امر] خدا کی تعمیل کرتا ہوں کہ اس نے دین کامل اور نعمت تمام کر دی اور میری رسالت اور علیؑ کی ولایت کو پسند کیا (۱)۔

ابوہریرہ سے منقول ہے انھوں نے کہا کہ: جو شخص اٹھارہ ذی الحجہ کو روزہ رکھے جس روز واقعۂ غدیر ہوا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کو ہاتھ پکڑ کر بلند کیا اور فرمایا کہ: کیا میں تم لوگوں کی جانوں پر تم لوگوں سے زیادہ اختیار نہیں رکھتا؟ سب نے کہا کہ: بے شک رکھتے ہیں تو حضرت نے فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علی مولا ہیں پس عمر ابن خطاب نے کہا کہ: اے فرزندِ ابوطالب! مبارک ہو مبارک ہو آپ کو کہ آج سے آپ ہمارے اور کل مومنوں کے آقا اور سردار ہوگئے اس وقت خدا نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ ...الخ۳﴾ تو اس کے لیے ساٹھ مہینہ کا ثواب لکھا جائے گا (۲)۔

جب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیرِ خم میں حضرت علیؑ کو اپنا خلیفہ بنایا تو ایک شخص حارث ابن نعمان فہری نے آنحضرتؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ: آپ نے حضرت علیؑ کو بحکمِ پروردگار ہم لوگوں کا آقا اور مولا بنایا ہے یا اپنے دل سے؟ حضرت نے فرمایا کہ: حکم خدا سے۔ اس

---

(۱)۔ ارجح المطالب باب ۲، صفحہ ۶۷ بحوالہ حافظ ابونعیم وحافظ ابوبکر ابن مردویہ وسیوطی ودیلمی ومناقب خوارزمی فصل ۱۴، صفحہ ۸۰ از ابوسعید خدری۔

(۲)۔ ارجح المطالب باب ۲، صفحہ ۶۸ بحوالہ ابن مغازلی وابوالفتح نطنزی۔

نے کہا کہ: اے خدا! واقعاً اگر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیرے حکم سے علیؑ کو خلیفہ بنایا ہے تو آسمان سے مجھ پر ایک پتھر برسادے چنانچہ اسی وقت اس کے سر پر آسمان سے ایک پتھر گرا اور اس کے اسفل سے نکل گیا اور وہ ہلاک ہو گیا اس پر یہ آیت سورۂ معارج نازل ہوئی: ﴿سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ﴾ (۱)۔

حدیثِ غدیر کے بیان کرنے کے بعد اب مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ ذرا علمائے اہل سنّت کا انصاف تو دیکھئے کہ ایک حدیث موضوع "اِقتَدو بِالَّذِین بَعدِی اَبِی بَکر وَعُمَر" کو تو حضرت ابو بکر و عمر کی خلافت کی دلیل قرار دیتے ہیں اور اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ہیں، حالانکہ اس کی کوئی اصل و حقیقت نہیں ہے اور خود وہ لوگ اس کے موضوع ہونے کا اقرار بھی کرتے ہیں لیکن حدیث غدیر جو متواتر ہے جس کا منکر بقول فخر الاسلام بزودی وغیرہ کافر ہے (۲) قبول نہیں کرتے اور جو قبول بھی کرتے ہیں تو تاویل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ: مولا کے معنی دوست کے ہیں حالانکہ ایک موٹی عقل رکھنے والا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ مسلمانوں کو صرف اتنی سی بات سنانے کے لیے کہ جس کا میں دوست ہوں اس کے یہ علیؑ دوست ہیں شدید گرمی کے زمانے میں ٹھیک دوپہر کے وقت ایک کانٹوں بھرے جنگل میں جس کا نام غدیر خم تھا خدا کا یہ تاکیدی حکم آنا کہ اے رسولؐ! پہونچا دو جو تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اور اگر تم نے یہ کام نہ کیا تو گویا کارِ رسالت انجام نہ دیا۔

(یہ جملہ خود بتاتا ہے کہ وہ کام جزو متمم رسالت تھا جس کے بغیر رسالت ناتمام تھی) پھر ارشاد ہوتا ہے کہ: "وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ"؛ یعنی اللہ تم کو انسانوں کے شر سے بچائے گا (اس جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پیغام کے پہونچانے میں مسلمانوں

---

(۱)۔ سیرۃ حلبیہ، جلد ۳، صفحہ ۲۷۴۔

(۲)۔ اصول بزودی جلد ۲، صفحہ ۶۸۷ بر حاشیہ کشف الاستار۔

کے شر سے خائف تھے) اور ظاہر ہے کہ نماز وروزہ حج وزکوٰۃ یا حضرت علیؑ کی محبت و دوستی کا پیغام پہونچانے میں حضرت کو مسلمانوں سے کوئی خوف نہیں ہو سکتا تھا لہٰذا یقیناً وہ پیغام حضرت کی خلافت و حکومت سے متعلق تھا جس کے پہونچانے میں سرورِ کائنات مسلمانوں سے خائف تھے اوراس آخری آیت کے نازل ہونے کا انتظار فرمارہے تھے جب یہ آیت نازل ہوئی تب آپ نے مسلمانوں تک خدا کا پیغام پہونچایا جس طرح ابتداء بعثت میں حضرت تین سال تک اپنی رسالت کا اعلان فرمانے میں کفّار سے خائف تھے جب آیت(۱) ''فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ'' نازل ہوئی تب آپ نے اپنی رسالت کا اعلان فرمایا۔

عِلم حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مسعودی نے لکھا ہے کہ: خداوند عالم نے اپنے رسولؐ کو تمام گذشتہ اورآئندہ تا قیامت ہونے والے واقعات کا علم عطا فرمایا تھا اور کل امور دین وشریعت آپ کو تفویض فرمائے تھے۔

حکم اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مسعودی نے لکھا ہے کہ: خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے کہ: ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمۡ عَنۡهُ فَانۡتَهُوا﴾(۲)؛یعنی تم کو رسول جو کچھ دے اس کو پکڑلو اور جس بات سے منع کرے اس سے پرہیز کرو۔

فرمایا کہ: ﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ إِنۡ هُوَ إِلَّا وَحۡيٌ يُوحَىٰ ۝﴾(۳)؛یعنی میرا رسول اپنی خواہش نفسانی سے کوئی کلام نہیں کرتا لیکن یہ کہ وہ اتری ہوئی وحی ہوتی ہے۔

---

(۱)۔[سورۂ حجر، آیت ۹۴]۔

(۲)۔سورۂ حشر، پارہ ۲۸، آیت ۷۔

(۳)۔[سورۂ نجم، آیت ۳،۴]۔

فرمایا ہے کہ: ﴿مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ ...٨٠﴾(۱)؛یعنی جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی۔

صاحبِ خُلق عظیم

مسعودی نے لکھا ہے کہ: پروردگارعالم نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایسی مدح فرمائی ہے جیسی مدح کسی کی بھی نہیں کی ہے ارشادفرمایا ہے کہ: ﴿وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ٤﴾(۲)؛یعنی اے رسول! تم خلق عظیم پر فائز ہو۔

اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہتّر اسمائے اعظم تعلیم فرمائے

مسعودی نے لکھا ہے کہ: منقول ہے کہ اسمائے اعظم الٰہی ۷۳ ہیں جن میں سے اس نے آصف ابن برخیہ کو ایک تعلیم دیا جس کی طاقت سے انھوں نے تختِ بلقیس منگایا اور حضرت عیسیٰؑ کو تین عطا کیے جس کی طاقت سے وہ معجزات ان سے ظاہر ہوئے جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے اور حضرت موسیٰؑ کو چار عطا کیے اور حضرت ابراہیمؑ کو آٹھ اور حضرت نوحؑ کو پندرہ اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہتر عطا فرمائے اور ایک پروردگار نے اپنے لیے مخصوص کرلیا ہے۔

اور خداوند عالم نے جو علومِ انبیائے ماسلف کو تعلیم کیے اور جو نہ تعلیم کیے سب کچھ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمایا۔

کتابِ عہد

(۱)۔[سورۂ نساء، آیت ۸۰]۔

(۲)۔[سورۂ قلم، آیت ۴]۔

مسعودی نے لکھا ہے کہ: جب حضرت کے انتقال کا زمانہ قریب آیا تو خداوند عالم نے ایک مجلد کتاب حضرت پر نازل فرمائی جس کو لے کر حضرت جبرئیل امین ملائکہ امنائے وحی کے ساتھ نازل ہوئے اور عرض کیا کہ: یارسول اللہؐ! آپ کے وصی کے سوائے جو لوگ آپ کی مجلس میں حاضر ہیں ان کو اب رُخصت فرمایئے تاکہ آپ کا وصی یہ کتاب عہد مجھ سے لے لے یہ سن کر حضرت رسول اللہ ﷺ نے سواء حضرت امیر المومنینؑ اور حضرت فاطمہ زہراؑ اور حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کے سب لوگوں کو رُخصت کر دیا اس کے بعد حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ: یارسول اللہؐ! پروردگار عالم بعد تحفۂ درود و سلام کے ارشاد فرماتا ہے کہ: یہ وہ کتاب ہے جس کا میں نے تم سے عہد لیا تھا اور اپنے ملائکہ کو شاہد قرار دیا تھا حالانکہ میں خود شہادت کے لیے کافی ہوں یہ سُن کر حضرت رسول اللہ ﷺ کانپ اُٹھے اور فرمایا: "**هُوَ السَّلَام وَمِنهُ السَّلام وَاِلَيه يَعُودالسَّلَام**" سچ فرمایا میرے پروردگار نے۔ لاؤ وہ کتاب حضرت جبرئیلؑ نے حضرت کی خدمت میں پیش کی حضرت رسول اللہ ﷺ نے کتاب لے کر حضرت علیؑ کو دی اور فرمایا: پڑھو یہ میرے پروردگار کا مجھ سے ایک عہد اور ایک امانت تھی جو میں نے تم تک پہونچا دی اور اپنے فریضہ کو ادا کر دیا حضرت امیر المومنینؑ نے عرض کیا کہ: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے تبلیغ و نصیحت فرمائی اور جو کچھ فرمایا سچ فرمایا میری آنکھیں اور میرے کان اور سارے اعضاء اس کی شہادت دے رہے ہیں یہ سُن کر حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: تم نے میری وصیت قبول کی اور رضائے پروردگار اور میری رضا کے لیے اس عہد کے پورا کرنے کے ضامن ہوئے امیر المومنینؑ نے عرض کیا: بے شک میں ضامن ہوا خداوند عالم میری مدد فرمائے۔

جن باتوں کا حضرت امیر المومنینؑ سے اس کتاب میں عہد لیا گیا تھا ان میں سے چند باتیں یہ ہیں:

۱۔ اولیائے خدا سے دوستی اور دشمنانِ خدا سے دشمنی و برائت کرنا۔

۲۔ دشمنوں کے ظلم پر صبر کرنا اور غصّہ کو برداشت کرنا۔

۳۔ تم سے تمہارا حق چھینا جائے گا اور خمس جو تمہارا حق ہے غصب کر لیا جائے گا۔

۴۔ تمہاری حرمت ضائع کی جائے گی۔

۵۔ تمہاری داڑھی تمہارے خون سے رنگین کی جائے گی۔

حضرت امیر المومنینؑ نے عرض کیا کہ: میں نے ان کل باتوں کو قبول کیا اور راضی ہوا اگرچہ میری حُرمت مٹادی جائے اور سنتیں معطل کر دی جائیں اور قرآن مجید پارہ کر دیا جائے اور کعبہ ڈھادیا جائے اور میری داڑھی میرے خون سے رنگین کی جائے صبر کروں گا اور ہر مصیبت کے لیے تیار ہوں یہ سُن کر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرئیلؑ وحضرت میکائیل اور ملائکہ کو گواہ بنایا پھر حضرت فاطمہ زہراؑ اور حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کو بھی سب باتیں تفصیل سے بتائیں اور عہد لیا ان حضرات نے بھی وہی جواب دیا جو جواب حضرت امیر المومنینؑ نے دیا تھا پھر اس عہد نامہ پر ایسے سونے کی مُہر سے مُہر کی گئی جو کبھی آگ پر نہیں چڑھایا گیا تھا اور حضرت امیر المومنینؑ کو دے دیا گیا۔

اس وصیت نامہ میں سنن خدا و رسولؐ کا ذکر تھا اور ان لوگوں کا ذکر تھا جو بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دینِ خدا کی مخالفت اور اس میں تغیر و تبدل کرنے والے تھے اور کل وہ واقعات جو بعد رسول اللہؐ (قیامت تک) رونما ہونے والے تھے ان سب کا ذکر تھا اور انھیں چیزوں کے متعلق خداوند عالم نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے: ﴿إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ ۚ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِينٍ﴾(۱)؛یعنی بے شک ہم زندہ کریں گے مردوں کو اور لکھتے ہیں ہم ان اعمال کو جو انھوں نے آگے بھیجے ہیں اور ان کے آثار کو اور ہر چیز کو ہم نے امام مبین میں احصاء کر دیا ہے۔

---

(۱)۔ سورہ یٰسین، پارہ ۲۲، آیت ۱۲۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرض موت اور جیش اسامہ سے صحابہ کی روگردانی

مسعودی نے لکھا ہے کہ: جب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مریض ہوئے تو آپ نے اصحاب کو لشکرِ اسامہ ابن زید میں داخل ہو کر جنگ کے لیے جانے کا حکم دیا تو صحابہ نے کوتاہی کی اور بیٹھ رہے اور خدا کے رسولؐ کی اطاعت نہ کی اور جیش اسامہ میں داخل ہونے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کی۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے آخری ایام زندگی میں بنفسِ نفیس بڑے اہتمام کے ساتھ ایک لشکر آراستہ فرمایا یہ سنہ ۱۱ھ ماہِ صفر ۲۶/ تاریخ کا واقعہ ہے دوسرے دن صبح کو حضرت نے اسامہ ابن زید ابن حارثہ کو طلب فرما کر اس لشکر کا سردار بنایا اور حکم دیا کہ روم کی سرزمین پر جہاں تمہارے باپ شہید ہوئے ہیں روانہ ہو جاؤ اور ان لوگوں کو روند ڈالو اور کل مہاجرین وانصار اور حضرت ابو بکر و عمر اور ابو عبیدہ جراح وغیرہ کو تاکیدی حکم دیا کہ اسامہ کی ماتحتی میں روانہ ہو جائیں اور حضرت علیؑ کو روک لیا اس کے بعد آپ گھر کے اندر تشریف لے گئے پھر جب آپ کو خبر ملی کی لوگ اسامہ کی ماتحتی میں جانے سے کوتاہی کر رہے ہیں تو آپ نہایت غضب کی حالت میں باوجود ناسازی مزاج کے باہر تشریف لائے اور منبر پر تشریف لے گئے آپ کے سر اقدس میں عصابہ بندھا تھا اور چادر اوڑھے ہوئے تھے اور بعد حمد وثنائے پروردگار کے فرمایا کہ: میں نے اسامہ کو تم لوگوں پر افسر بنایا تو تم اس سے انحراف کر رہے ہو اور اس سے قبل جب میں نے جنگ موتہ میں اسامہ کے باپ زید کو امیر لشکر بنایا تھا تب بھی تم لوگوں نے روگردانی کی تھی اس کا سبب کیا ہے؟ خدا کی قسم! زید بھی سرداری کے لائق تھا اور اسامہ بھی افسری کے لیے سزاوار ہے میں

اسامہ سے محبت رکھتا ہوں تم لوگ اس کے بارے میں میری وصیت کو فرماں برداری کے ساتھ قبول کرو۔

یہ سُن کر صحابہ لشکر کی طرف روانہ ہوگئے اور حضرت گھر میں تشریف لے گئے اور برابر فرماتے جاتے تھے کہ لشکرِ اسامہ کو جلد روانہ کرو لشکر اسامہ کو جلد روانہ کرو۔ ۱۲/ربیع الاوّل کو اسامہ حضرت کی خدمت میں پہونچے حضرت نے حکم دیا کہ: خدا کی برکتوں کے ساتھ جلد روانہ ہو جاؤ وہ پلٹے اوران کے ساتھ ابو بکر وعمر بھی تھے لیکن یہ لوگ گھر سے نکلنے کے بعد جدا ہو گئے اور لشکر میں نہیں گئے اسی روز حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مرض کا غلبہ ہوا اورآپ نے انتقال فرمایا(۱)۔

امّت مسلمہ میں افتراق واختلاف کا یہ دوسرا سبب تھا جس کی بنیاد حضرت ابو بکر وعمر نے اپنے ہاتھ سے رکھ دی ظاہر تو یہ کیا کہ اسامہ چونکہ غلام زادہ ہیں اس لیے ان کی سرداری ہم لوگوں کو منظور نہیں ہے حالانکہ یہ بھی نافرمانی خدا اور رسولؐ تھی لیکن درحقیقت جوراز تھا یہ تھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری وقت تھا ان لوگوں کو شبہ ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ خوش اسلوبی کے ساتھ ہم لوگوں کو اسامہ کے ساتھ روانہ کرکے آنخضرتؐ حضرت علیؑ کی خلافت کا اعلان کریں اور حکومت ہاتھ سے نکل جائے لہٰذا یہ وقت مدینہ چھوڑنے کا نہیں ہے اس لیے کہ مدعیٰ حاصل کرنے کا یہی وقت ہے اگرچہ خدا کے رسولؐ نے انتہائی تاکید فرمائی یہاں تک کہ شدّت مرض میں گھر سے باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ: تم لوگ میری وصیت فرماں برداری کے ساتھ قبول کرو لیکن پھر بھی جب

---

(۱)۔ مدارج النبوۃ، جلد ۲، صفحہ ۴۸۸ وروضۃ الاحباب، جلد ۱، صفحہ ۳۸۰ وتاریخ طبری جلد ۲، صفحہ ۳۳۰ چھاپہ مصر وکامل ابن اثیر وسیرت حلبیہ وغیرہ۔

لوگوں نے جانے سے پہلو تہی کی تو فرمایا: ''**لَعَنَ اللّٰه مَن تَخَلَّفَ جَیش اُسَامَه**''؛یعنی خدا اس پر لعنت کرے جو اسامہ کے لشکر میں جانے سے روگردانی کرے لیکن پھر بھی کسی نے نہ مانا(۱)۔

اس واقعہ سے حسبِ ذیل نتائج برآمد ہوئے:

۱۔ حضرت ابو بکر و عمر نے لشکرِ اسامہ سے روگردانی کر کے نافرمانی رسولؐ کی اور غضب خدا اور رسولؐ کے مستحق ہوئے اور ایسا انسان جانشین و خلیفۂ رسولؐ نہیں ہو سکتا۔

۲۔ یہ کہ حضرت ابو بکر اگر خلیفہ ہوتے تو حضرت رسول اللہ ﷺ آخر وقت میں ان کو ایک غلام زادہ کی ماتحتی میں روم کی طرف جانے کا حکم نہ دیتے۔

۳۔ یہ کہ رسول اللہ ﷺ کے آخری ایام زندگی میں حضرت ابو بکر کے نماز پڑھانے والی حدیثیں جھوٹی ہیں اس لیے کہ حضرت نے ان کو لشکرِ اسامہ میں جانے کا تاکیدی حکم دیا تھا تو ان کو نماز پڑھانے کا کب حکم دیا ایک ہی شخص لشکر میں بھی جائے اور نماز بھی پڑھائے یہ کیونکر ہو سکتا تھا نیز حضرت نے لشکرِ اسامہ سے روگردانی کرنے والوں پر لعنت فرمائی اور ایسا شخص امامت نہیں کر سکتا جو خدا اور رسولؐ کی لعنت کا مستحق ہو۔

۴۔ بعد رسول اللہ ﷺ حضرت ابو بکر نے جب اسامہ کا لشکر روم کی طرف روانہ کیا تو خدا اور رسولؐ کی لعنت سے نکل جانے کے لیے حضرت ابو بکر و عمر کا فرض تھا کہ خود بھی اسامہ کی ماتحتی میں روم کی طرف جاتے لیکن وہ لوگ نہیں گئے لہٰذا وہ لعنت جو نافرمانی رسول خدا ﷺ سے ان پر وارد ہوئی وہ باقی رہی۔

حدیث قرطاس

(۱)۔ ملل و نحل شہرستانی جلد ۱، صفحہ ۲۰ و شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی جلد ۲، صفحہ ۲۱ و کتاب السقیفہ علامہ جوہری وغیرہ۔

پہلا نزاع جو حضرت رسول اللہ ﷺ کے ایام مرض میں واقع ہوا اس امر میں ہوا جس کو محمد ابن اسماعیل بخاری نے اپنے اسناد سے ابن عباس سے روایت کی ہے انھوں نے کہا ہے کہ: جب حضرت رسول اللہ ﷺ کے مرض نے شدّت اختیار کی جس میں آپ کی وفات واقع ہوئی تو فرمایا کہ: میرے پاس دوات و قلم لاؤ تمہارے لیے ایک ایسی تحریر لکھ دوں کہ میرے بعد ہرگز کبھی گمراہ نہ ہوگے تو عمر نے کہا کہ: حضرت پر مرض کی تکلیف غالب ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ عمر نے کہا کہ: حضرت پر مرض کی تکلیف غالب ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ عمر نے کہا کہ: یہ مرد ہذیان بک رہا ہے ہمارے لیے کتاب خدا کافی ہے اس پر صحابہ کے درمیان قیل و قال زیادہ ہوئی تو حضرت نے فرمایا کہ: اٹھ جاؤ! نکل جاؤ! میرے پاس سے میرے پاس جھگڑا سزاوار نہیں ہے! ابن عباس نے کہا کہ یہ دنیا کی ایک عظیم ترین مصیبت تھی جو ہم لوگوں کے اور حضرت رسول اللہ ﷺ کی تحریر کے درمیان میں حائل ہوگئی (۱)۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اسلام میں فرقہ بندی اور اختلاف اور امّت کی گمراہی کی بنیاد سب سے پہلے حضرت عمر نے اپنے ہاتھ سے رکھی اگر انھوں نے حضرت رسول اللہ ﷺ کو دوات و کاغذ دے دیا ہوتا تو اسلام میں تفرقہ نہ پڑتا۔ اللہ اکبر خدا کا آخری رسول سید الانبیاءؑ جس کے متعلق خود پروردگار عالم فرماتا ہے کہ: ﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ، إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾ (۲)؛ یعنی میرا رسول اپنی خواہش نفسانی سے کچھ نہیں بولتا لیکن یہ کہ وہ اُتری ہوئی وحی ہوتی ہے۔ نیز فرماتا ہے کہ: ﴿ن وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ، مَا أَنتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ﴾ (۳)؛ یعنی ن

(۱)۔ بخاری جلد ۳، صفحہ ۶۱ چھاپہ مصر۔
(۲)۔ پارہ ۲۷، سورۂ نجم، آیت ۳، ۴۔
(۳)۔ پارہ ۲۹، سورۂ قلم، آیت ۱، ۲۔

قلم اور اس چیز کی قسم جو لکھتے ہیں تم اپنے پروردگار کے فضل و کرم سے مجنون نہیں ہو۔ اس کی طرف ہذیان کی نسبت نعوذ باللہ من ذالک خدا مسلمانوں کو عقل و ہوش عطا فرمائے۔

امام بخاری اور مسلم نے ابو موسیٰ اشعری سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ: حضرت رسول اللہ ﷺ کے مرض نے جب شدّت اختیار کی تو فرمایا کہ: ابو بکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں اس پر حضرت عائشہ نے کہا کہ: وہ تو بڑے نرم دل ہیں اگر آپ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے نماز نہ پڑھا سکیں گے۔ حضرت نے پھر فرمایا کہ: ابو بکر سے کہہ دو کہ نماز پڑھائیں حضرت عائشہ نے پھر پہلی بات کہی حضرت نے پھر فرمایا کہ: ابو بکر سے کہو کہ نماز پڑھائیں تم سب حضرت یوسف والی عورتوں جیسی مکّار عورتیں ہو تو حضرت ابو بکر کے پاس پیغام بھیجا گیا تو انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں نماز پڑھائی(۱)۔

ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ پھر حضرت رسول اللہ ﷺ بیت الشرف کی طرف تشریف لے گئے آپ کا سرِ اقدس بندھا ہوا تھا اور شدید درد تھا لیکن جب کہ نماز کا وقت آیا اور بلال نماز کے لیے بلانے کے لیے آئے تو حضرت نے آنکھیں کھولیں اور عورتوں سے فرمایا کہ: میرے حبیب کو بلاؤ تو حضرت عائشہ سمجھ گئیں کہ آنخضرتؐ حضرت ابو بکر کو طلب فرما رہے ہیں تو حضرت عائشہ نے کہا کہ: حضرت عمر کو بلوا لیجئے کیونکہ ابو بکر ایک رقیق القلب انسان ہیں اگر آپ کی جگہ پر نماز کے لیے کھڑے ہوں گے تو جوشِ گریہ کے سبب سے ان کا عیب ظاہر ہو جائے گا اور عمر ان سے قوی ہیں الخ(۲)۔

اسی طرح جب حضرت ابو بکر کی وفات کا وقت آیا اور ان کی حالت خراب ہوئی تو ایسی حالت میں کہ ان کو غش پہ غش آرہے تھے جناب عثمان کو پوشیدہ طور پر بلوا کر انہوں نے حضرت

---

(۱)۔ بخاری، جلد ۱، صفحہ ۸۴ مصر۔

(۲)۔ الامامہ والسیاسۃ، صفحہ ۵۔

عمر کی خلافت کے لیے عہد نامہ لکھوادیا چنانچہ علامہ طبری نے لکھا ہے کہ ابراہیم ابن حارث نے بیان کیا کہ ابو بکر نے عثمان کو تنہائی میں بلایا اور کہا کہ: لکھو! **بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم**۔ یہ عہد نامہ ہے ابو بکر کا مسلمانوں کی طرف امابعد۔ راوی کہتا ہے اتنا کہنے کے بعد ان پر غشی طاری ہوگئی تو حضرت عثمان نے اپنی طرف سے لکھ دیا کہ میں نے تم پر عمر ابن خطاب کو خلیفہ بنایا(۱)۔

ابن قتیبہ نے لکھاہے: حضرت ابو بکر نے وہ عہد نامہ عمر کو دیا اور کہا: یہ کتاب لو اور لوگوں کے پاس جاؤ اور ان کو خبر دو کہ یہ میرا عہد نامہ ہے اور ان سے پوچھو کہ: وہ اس کی اطاعت کرتے ہیں کہ نہیں؟ تو عمر وہ کتاب لے کر نکلے اور لوگوں کو خبر دی لوگوں نے کہا کہ ہم کو منظور ہے اور ایک شخص نے پوچھا کہ: اے ابو حفص (عمر!) اس میں کیا لکھا ہے؟ انہوں نے کہا کہ: میں نہیں جانتا کہ اس میں کیا لکھا ہے لیکن میں پہلا شخص ہوں جس نے اس کو منظور کیا ہے اور ابو بکر کی اطاعت کی ہے اس نے کہا کہ: لیکن میں جانتا ہوں کہ اس میں کیا لکھا ہے پہلے سال تم نے ابو بکر کو خلیفہ بنایا اس سال انہوں نے تم کو خلیفہ بنادیا(۲)۔

حضرت رسول اللہ ﷺ کے ایامِ مرض میں بحکمِ رسول اللہ ﷺ حضرت ابو بکر کے نماز پڑھانے کی حدیثیں اگرچہ موضوعات سے ہیں اس لیے کہ جس شخص کو حضرت نے جیش اسامہ میں جانے کا حکم دیا تھا اس کو نماز پڑھانے کا حکم کیونکر دے سکتے تھے جس کا بیان جیش اسامہ کے بیان میں گذرا۔ لیکن اگر تھوڑی دیر کے لیے ان حدیثوں کو صحیح فرض کرلیا جائے تو سوال یہ ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ کے اس حکم کو حضرت عمر نے ہذیان نہیں سمجھا حالانکہ جو وقت حضرت نے جناب ابو بکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیا آپ پر مرض کا شدید حملہ تھا اور غفلت طاری رہتی تھی جیسا

---

(۱)۔ طبری جلد ۲، صفحہ ۶۱۸، چھاپہ مصر۔

(۲)۔ الامامۃ والسیاسۃ، صفحہ ۲۰۔

کہ بخاری وغیرہ کی حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے اس کا سبب یہ تھا کہ یہ حکم حضرت کا جناب ابو بکر کے مفاد میں تھا۔

اسی طرح جناب ابو بکر نے جب حضرت عمر کے لیے عہد نامہ لکھوایا اس وقت ان پر غشی کے دورے ہو رہے تھے یہاں تک کہ وہ عہد نامہ کا مضمون بھی نہ بتا سکے تو جناب عثمان نے اپنے سے لکھ دیا کہ میں نے عمر کو خلیفہ بنایا پھر یہ کہ حضرت عمر کو معلوم بھی نہ تھا کہ اس میں کیا لکھا ہے کوئی ٹھکانے کی بات ہے یا نرا ہذیان ہی ہذیان ہے لیکن انہوں نے سمعاً وطاعۃً کیونکر سب سے پہلے ان کی اطاعت کا فخر حاصل کیا اس لیے کہ یہ عہد نامہ خود حضرت عمر کی خلافت سے متعلق تھا لیکن جب حضرت رسول اللہ ﷺ نے اپنے آخر ایام زندگی میں اصحاب سے قلم اور کاغذ مانگا تاکہ ایک ایسی تحریر لکھ دیں جس کے بعد امّت کبھی گمراہ نہ ہو تو سب سے پہلے حضرت عمر چیخ اُٹھے کہ (نعوذ باللہ) یہ مرد ہذیان بول رہا ہے ہمارے لیے کتاب خدا کافی ہے اس کا سبب کیا تھا خود عمر کی زبانی سنئے:

علامہ ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ جلد ۲، جزو ۱۲، صفحہ ۶۱ میں بحوالہ تاریخ بغداد حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ: ایک مرتبہ شام کے سفر میں میں حضرت عمر کے ساتھ تھا ایک روز حضرت عمر مجھ سے تنہائی میں کہنے لگے: اے ابن عباس! تمہارے چچازاد بھائی کی میں تم سے شکایت کرتا ہوں میں نے ان سے خواہش کی کہ وہ میرے ساتھ آئیں لیکن وہ نہیں آئے میرا خیال ہے کہ وہ ہمیشہ ناراض رہتے ہیں جس کا سبب تم جانتے ہو میں نے کہا کہ: آپ بہتر جانتے ہیں کیا میرا گمان ہے کہ ان کے ہاتھ سے خلافت نکل جانے کے سبب سے وہ غمگین رہتے ہیں میں نے کہا: ہاں ان کا خیال ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ انھیں کو خلیفہ بنانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے کہا کہ: حضرت رسول اللہ ﷺ

اپنے مرض کے زمانے میں چاہتے تھے کہ علیؑ کی خلافت کی تصریح کردیں لیکن میں نے فتنہ کے خوف سے روک دیا۔

ملا علی متقی نے کنز العمال میں خود حضرت عمر سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ: ”**لمّا مَرَضَ النَّبِی قَال اُدعُوالَیّ بِصَحِیفَۃٍ وَدَوَات اَکتُبُ کِتابا لا تَضِلُّوابَعدَہ اَبَدا فقال النِّسوَۃ مِن وَرَاءِالسّتر اَلَا تَسمَعُون مایَقُول رسول اللّٰہ فَقُلت اِنَّکُنَّ صَوَاحِب یُوسُف اِذَا مَرِضَ النَّبی عَصَرتُنّ اَعیُنِکُنّ وَاِذَا صِحَّ رَکِبتُنّ عُنُقُہ فقال رسول اللّٰہ دَعُوھُن فَاِنَّھُنَّ خَیرٌ مِنکُم**“؛ یعنی آنحضرت ﷺ جب مریض ہوئے تو فرمایا کہ: میرے پاس دوات و قلم لاؤ تا کہ ایک ایسی تحریر لکھ دوں جس کے بعد تم ہرگز گمراہ نہ ہوگے تو عورتوں نے پردہ کے پیچھے سے کہا کہ کیا تم لوگ سنتے نہیں جو رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں؟! تو میں نے کہا کہ: تم سب یوسفؑ والی (مکّار) عورتیں ہو۔ جب حضرت بیمار ہوئے تو رورو کر اپنی آنکھیں نچوڑ ڈالیں اور جب اچھے ہوئے تو گردن پر سوار ہوگئیں حضرت نے یہ سن کر فرمایا کہ: (اے عمر!) چھوڑو ان عورتوں کو یہ تم سے بہتر ہیں۔

اسی مضمون کی ایک روایت ابن سعد سے بھی منقول ہے۔ ان روایات سے معلوم ہوا کہ جن عورتوں کو حضرت عمر نے حضرت یوسفؑ والی مکار عورتیں کہا بقول حضرت رسول اللہ ﷺ وہ حضرت عمر و ابو بکر وغیرہ سے بہتر تھیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کا حضرت رسول اللہ ﷺ کو دوات و قلم دینے سے انکار ایک بہت گہری سازش کی بنا پر تھا اور حضرت رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے دوات و قلم ہوش و حواس کے عالم میں طلب فرمایا تھا کیونکہ آپ سب کی باتیں سن رہے تھے اور سب کے منشاء کو سمجھ رہے تھے۔

اس مقام پر مومنین کی تفریح طبع کے لیے ایک پُر لطف مضمون لکھ دوں اس حدیث قرطاس نے علماء اہل سنّت کے درمیان ایک عجیب بے چینی و پریشانی پیدا کردی ہے ایک طرف پیغمبر اسلام ﷺ کا عظیم الشان فرمان جس پر امّت کی نجات و عدم نجات کا دارومدار تھا جیسا کہ

حضرت نے خود فرمایا کہ ایک ایسی تحریر لکھ دوں کہ میرے بعد تم لوگ کبھی گمراہ نہ ہوگے اور دوسری طرف حضرت عمر کا بے باکانہ قول کہ رسولؐ ہذیان بک رہے ہیں اور کاغذ و قلم دینے سے لوگوں کو روکنا اس پر حضرت ابن عباس کا رونا اور کہنا کہ اس سے بڑی کوئی مصیبت نہیں ہو سکتی کہ لوگوں نے حضرت رسول اللہ ﷺ کو تحریر نہیں لکھنے دی اور سب سے بڑی مشکل یہ کہ امام بخاری جیسے محدث نے بخاری جیسی صحیح کتاب میں اس کو متعدد مقامات پر نقل کر دیا لہٰذا علماء نے جناب عمر کا دامن پاک کرنے میں اپنی ساری علمی اور دماغی صلاحیتیں صرف کر دیں اور گھبراہٹ میں ایسی ایسی تاویلیں پیدا کیں جن پر زن پسر مردہ بھی ہنس پڑے اور ایک دوسرے کو جھوٹا بھی بنایا۔

علامہ جلیل اہل سنّت سندی صاحب نے بخاری کے حاشیہ پر صفحہ کا صفحہ سیاہ کر دیا ہے لکھتے ہیں کہ: علماء نے حضرت عمر کے اس فعل کی تاویل یہ کی ہے کہ کاغذ و قلم مانگنے سے حضرت رسول اللہ ﷺ کا مقصود صرف صحابہ کا امتحان لینا تھا کہ دیکھیں آنحضرتؐ کے دل کی بات کون شخص سمجھتا ہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا اصل مقصد کوئی نہ سمجھا اور سب نے کاغذ و قلم دینا چاہا لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر کو ہدایت کی کہ وہ رسولؐ کا مقصد سمجھ گئے اور کہا کہ: قلم و دوات نہ دو یہ مرد ہذیان بول رہا ہے اور یہی رسولؐ کا مقصد تھا۔ لیکن ابن عباس وغیرہ رسولؐ کے اصل مقصد کو نہ سمجھ سکے۔ لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر نے جہاں جہاں خدا سے موافقت کی ہے اس واقعہ کو بھی انہیں میں شمار کیا جائے۔

سندی صاحب لکھتے ہیں کہ: یہ توجیہ کھلا ہوا جھوٹ ہے کیونکہ حضرت کا یہ فرمانا کہ ہم ایسی تحریر لکھ دیں کہ میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہوگے اس کا یہ مطلب تھا کہ اگر تم نے کاغذ و قلم دیا اور تحریر لکھوائی تو گمراہ نہ ہوگے۔ لہذا یہ کہنا کہ حضرت کا مقصود یہ تھا کہ کاغذ و قلم نہ لاؤ یہ بالکل غلط اور کھلا ہوا جھوٹ ہے جس سے پیغمبر ﷺ کی ہستی منزہ ہے لہٰذا ضروری ہے کہ اس کے لیے کوئی دوسرا عذر تراشا جائے۔ اور یہ کہا جائے کہ: یہ حکم واجب نہ تھا بلکہ صرف ایک مشورہ تھا۔ جس کی

تعمیل ضروری نہ تھی۔ لہٰذا حضرت عمر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زحمت کا خیال کرکے (یعنی یہ خیال کرکے کہ ایک غیر ضروری کام کے لیے بے سبب کیوں زحمت دی جائے) کاغذ و قلم دینے سے روک دیا۔

لیکن سندی صاحب گڑھے سے بچ کر نکلنا چاہتے تھے آخر اسی میں گرے یعنی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہی جملہ "**لَن تَضِلُّوابَعدِی**" یعنی تاکہ میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوگے جس سے سندی صاحب نے پہلی توجیہ کو غلط اور جھوٹ ثابت کیا ہے سندی صاحب کی توجیہ کو بھی باطل کر رہا ہے کیونکہ وہ تحریر جس کے بعد امّت کبھی گمراہ نہ ہو اور جس کے بغیر گمراہ ہو جائے غیر ضروری اور صرف مشورہ نہیں ہو سکتی۔ جس تحریر پر ہدایت و گمراہی کا دار و مدار ہو وہ غیر ضروری کیونکر ہو سکتی ہے۔

نیز اینکہ سندی صاحب نے روایت کے آخری جملہ کو نظر انداز کر دیا کہ جب لوگوں نے کاغذ و قلم نہیں دیا اور اختلاف شروع کیا تو حضرت نے فرمایا کہ: "**قُومُوا عَنِّی**" یعنی میرے پاس سے نکل جاؤ!۔ یہ جملہ بتا رہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ حکم اتنا ہی اہم تھا کہ صاحب خُلق عظیم بھی خاموش نہ رہ سکا اور حکم دیا کہ میرے پاس سے نکل جاؤ۔ حالانکہ حضرت نے کبھی کسی کا فریاد شمن کو بھی اپنے پاس سے نہیں نکالا۔

مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی لکھتے ہیں کہ: جن کے دل میں تمنائے خلافت چٹکیاں لے رہی تھی انھوں نے دھینگا مشتی سے منصوبہ ہی کو چٹکیوں میں اُڑا دیا اور مزاحمت کی تاویل یہ کی کہ ہماری ہدایت کے لیے قرآن بس کرتا ہے اور چونکہ اس وقت پیغمبرؐ صاحب کے حواس بجا نہیں کاغذ و قلم کا لانا ضروری نہیں ہے خدا جانے کیا کیا لکھوا دیں گے (۱)۔

---

(۱)۔ امہات الامہ، صفحہ ۹۲۔

نیز سندی صاحب یہ بھی بھول گئے کہ آنحضرت ﷺ کبھی کوئی چیز خود نہیں لکھتے تھے تو اگر حضرت عمر کاغذ و قلم پیش کر دیتے تو آنحضرت ﷺ صحابہ ہی میں سے کسی سے لکھواتے لہٰذا حضرت کی زحمت کا بھی کوئی سوال نہیں پیدا ہوتا تھا اور اگر بالفرض زحمت ہوتی بھی تو اس سے زیادہ اذیّت نہ ہوتی جتنی کاغذ و قلم نہ دینے سے ہوئی۔

کہا جاتا ہے کہ: پھر حضرت علیؑ نے کیوں نہیں لکھوا لیا؟ کتنے سادہ لوح ہیں سوال کرنے والے جو اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ جو لوگ رسولؐ کے سامنے بیٹھ کر نافرمانی کر رہے تھے اور ان کی طرف (نعوذ باللہ) ہذیان کی نسبت دے رہے تھے وہ حضرت کی تحریر کو کب قبول کرتے وہی ہذیان کی نسبت اس تحریر کی طرف بھی دیتے۔

وصیّت

مسعودی نے لکھا ہے کہ: جب حضرت رسول اللہ ﷺ کے انتقال کا وقت آیا تو حضرت نے حضرت علیؑ کو طلب فرمایا اور اپنی چادر میں ان کا سر لے لیا اور دیر تک جو باتیں دنیا میں ہو چکیں اور جو قیامت تک ہونے والی تھی چپکے چپکے ان کی خبر دیتے رہے اور مواریث انبیاء اور نور و حکمت کی باتیں حضرت تک پہونچائیں۔ روایت کی گئی ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت امیر المومنینؑ سے آخر وقت میں جو باتیں فرمائیں ان میں یہ بھی فرمایا کہ: جب میرا انتقال ہو جائے تو مجھ کو غسل دینا اور کفن پہنانا اور حنوط کرنا پھر مجھ کو بٹھلا دینا اور جو کچھ پوچھنا ہو پوچھنا اور لکھ لینا۔

منقول ہے کہ اس وقت حضرت جبرئیل امینؑ نے عرض کیا کہ: اے محمدؐ! دنیا میں یہ میرا آخری نزول تھا پھر کہا کہ: اے اہل بیت رسولؐ! تم پر میرا اسلام ہو بے شک خدا کی راہ میں ہر مرنے والے کے لیے جزاء اور مصائب میں صبر ہے اور کھوئی ہوئی چیز تک پہونچنا ہے۔ وہ شخص مصیبت زدہ نہیں ہے جس کے انجام میں ثواب ہے۔

مورخین نے لکھا ہے کہ: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وقتِ وفات حضرت فاطمہ زہراؑ سے فرمایا کہ: میرے فرزندوں کو مجھ سے نزدیک کردو تو حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ حاضر ہوئے اور حضرت کو دیکھ کر اس قدر روئے کہ گھر میں جو لوگ موجود تھے سب رونے لگے۔ حضرت امام حسنؑ نے اپنا منہ حضرت کے منہ پر اور حضرت امام حسینؑ نے اپنا سینہ حضرت کے سینہ پر رکھ دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آنکھیں کھولیں اور بچوں کے بوسے لیے اور خوشبو سونگھی اور لوگوں کو ان کی محبّت و تعظیم و احترام کے متعلق وصیت فرمائی اور رونے لگے۔

پھر فرمایا کہ: میرے بھائی علیؑ کو بلاؤ جب حضرت آئے تو آنحضرتؐ نے اپنا سر اقدس بالین سے اٹھایا حضرت امیر المومنینؑ نے حضرت کا سر اپنے بازو پر رکھ لیا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: اے علیؑ! فلاں یہودی کا اتنا قرضہ میرے ذمہ ہے جو تجہیز جیش اسامہ کے لیے لیا تھا اس کو ادا کر دینا۔

تنبیہ

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم تھا کہ میرے بعد مسلمان ابو بکر کو اپنا خلیفہ منتخب کرلیں گے بلکہ علمائے اہل سنّت کا تو دعویٰ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود بھی مختلف عنوان سے حضرت ابو بکر کی خلافت پر نص فرمائی یہاں تک کہ اپنے مرض موت میں ان کو مسلمانوں کو نماز پڑھانے کا حکم دے کر گویا خلافت کے لیے نامزد بھی کر دیا تھا تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چاہیے تھا کہ بجائے حضرت علیؑ کے حضرت ابو بکر سے وصیت فرماتے کہ فلاں یہودی کا میرے ذمہ اتنا قرضہ ہے جو

لشکرِ اسامہ کے اخراجات کے لیے میں نے لیا تھا اس کو بیت المال سے ادا کر دینا کیونکہ میرے فرائض کی انجام دہی میرے بعد بحیثیت خلیفہ ہونے کے تم پر عائد ہو گی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو بکر سے وصیت نہیں کی بلکہ حضرت علیؑ سے کی، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ ہی بر حق و بلافصل خلیفۂ رسولؐ تھے۔ پھر فرمایا: اے علیؑ! تم سب سے پہلے ہمارے پاس حوضِ کوثر پر پہونچوگے اور ہمارے بعد تم پر سخت مصائب وارد ہوں گے اس وقت دل تنگ نہ ہونا اور صبر کرنا۔

اسی وصیت کی بنا پر خلفائے ثلٰثہ کے دورِ خلافت میں باوجود اس کے کہ آپ پر سخت سے سخت مصائب ڈھائے گئے لیکن آپ نے صبر کیا تلوار نہیں کھینچی۔

پھر فرمایا کہ: جب دیکھنا کہ لوگوں نے دنیا اختیار کر لی تو تم دین اختیار کیے رہنا(۱)۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام نے بعد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا پرستی اختیار کر لی تھی اور امامت وافضلیت امّت و خلافت وغیرہ کی داستانیں جو وضع کی گئیں ان سب کا مقصد صرف دنیا طلبی تھی اور آخرت صرف حضرت علیؑ اور ان کی پیروی کرنے والوں میں منحصر ہو کر رہ گئی تھی۔

حضرت ابو بکر کی پیش نمازی

علمائے اہل سنّت کہتے ہیں کہ: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ایام مرض موت میں حضرت ابو بکر کو حکم دیا کہ مسلمانوں کو نماز پڑھائیں اور اس باب میں بخاری وغیرہ کی کچھ حدیثیں بھی نقل کرتے ہیں لیکن یہ دعویٰ ان لوگوں کا کئی وجہوں سے باطل ہے۔

---

(۱)۔ روضۃ الاحباب، جلد ۱، صفحہ ۳۹۳ و مدارج النبوۃ جلد ۲، صفحہ ۵۱۱۔

۱۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے مرض موت میں حضرت ابو بکر و عمر اور دیگر اصحاب کو اسامہ ابن زید کی ماتحتی میں ان کے لشکر میں داخل ہوکر روم کی طرف جانے کا حکم دیا تھا اور جب ان لوگوں نے باوجود تاکید کے لشکر اسامہ سے روگردانی کی اور گھر میں بیٹھ رہے تو حضرت نے غضب ناک ہوکر فرمایا: جیش اسامہ سے روگردانی کرنے والوں پر خدا لعنت کرے! لیکن حضرت ابو بکر و عمر پھر بھی نہیں گئے جس کی تفصیل گذر چکی تو حضرت رسول اللہ ﷺ ایسے شخص کو امامت کا حکم کیونکر دے سکتے تھے اور ایسا شخص نماز کیونکر پڑھا سکتا تھا؟!

۲۔ حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ: جب حضرت رسول اللہ ﷺ کی وفات کا وقت پہونچا تو فرمایا کہ: میرے حبیب کو بلاؤ تو لوگوں نے حضرت ابو بکر کو بلا دیا تو حضرت نے ان کو دیکھ کر اپنا سر پٹک دیا پھر فرمایا: میرے حبیب کو بلاؤ تو لوگوں نے حضرت عمر کو بلا دیا حضرت نے ان کو دیکھ کر بھی اپنا سر پٹک دیا پھر فرمایا: میرے حبیب کو بلاؤ تب لوگوں نے حضرت علیؑ کو بلا دیا تو حضرت نے حضرت علیؑ کو اپنی چادر میں لے لیا اور آخر وقت تک اپنے سینہ سے لگائے رہے جب حضرت کا انتقال ہوا تو اس وقت حضرت کا ہاتھ حضرت علیؑ پر تھا(۱)۔

علامہ طبری نے لکھا ہے کہ: آنحضرت ﷺ نے اپنے مرض موت میں فرمایا کہ: علی کو بلاؤ! تو حضرت عائشہ نے فرمایا کہ: ابو بکر کو بلا لیجئے اور حفصہ نے کہا کہ عمر کو بلا لیجئے پھر وہ سب آ بھی گئے تو حضرت نے ان لوگوں کو دیکھ کر فرمایا کہ: تم لوگ جاؤ اگر تم سے کوئی کام ہوگا تو بلا لوں گا! پھر حضرت نے پوچھا کہ: نماز کا وقت آگیا؟ لوگوں نے کہا: ہاں آگیا۔ تو فرمایا کہ: ابو بکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں(۲)۔

---

(۱)۔ ریاض نضرہ، صفحہ ۱۸۰۔

(۲)۔ طبری جلد ۲، صفحہ ۴۳۹۔

ان روایتوں میں یہ بات قابل توجہ ہے کہ جب حضرت رسول اللہ ﷺ نے اپنے آخرِ وقت میں حضرت علیؑ کو یاد فرمایا اور حضرت ابو بکر و عمر بے بلائے پہونچ گئے تو حضرت نے ان لوگوں کو دیکھ کر غصّہ میں اپنا سر مبارک پٹک دیا جس سے حضرت کی انتہائی ناراضگی کا پتہ چلتا ہے کہ آپ ان لوگوں کی صورت دیکھنا بھی گوارہ نہیں فرماتے تھے ورنہ اگر بغیر اجازت آ ہی گئے تھے تو فرماتے کہ: میں نے آپ لوگوں کو زحمت نہیں دی ہے لیکن جب تشریف لائے ہیں تو بیٹھئے پھر فرماتے کہ: ذرا علیؑ کو بلوا لیجئے لیکن صاحب خُلق عظیم نے ان لوگوں کے ساتھ اتنا بھی اخلاق نہیں بَرتا کہ بیٹھنے کا حکم دیتے بلکہ فرمایا کہ:

تم لوگ چلے جاؤ اگر مجھ کو تم لوگوں سے کام ہو گا تو بلالوں گا اگر یہ لوگ محبت و ہمدردی سے آئے تھے تو کیا محبّت کرنے والوں کا یہی حق تھا کہ ان کو گھر سے نکال دیا جاتا۔

ان لوگوں نے یہ گھیرا رسول اللہ ﷺ کے گِرد اس وقت تک ڈالا جب تک حضرت رسول اللہ ﷺ کی حالت ایسی تھی کہ وہ کوئی تحریر لکھ سکتے یا اعلان کر سکتے لیکن جب وہ خطرناک منزل گذر گئی اور حضرت پر نزع کا عالم طاری ہوا اور یقین ہو گیا کہ اب حضرت رسول اللہ ﷺ کوئی کام انجام نہیں دے سکتے اور اہل بیتؑ بھی حضرت کی آخری خدمت میں مشغول ہو گئے تو یہ محبت کرنے والے اور رسول اللہ ﷺ کے گھر کا گھیرا ڈالنے والے مدینہ خالی کر کے سقیفۂ بنی ساعدہ کی طرف دوڑ پڑے پھر تین روز تک ان لوگوں کو خبر بھی نہ ہوئی کہ مدینہ میں کیا ہو رہا ہے۔

اس تفصیل کی روشنی میں اب مسلمان فیصلہ کریں کہ حضرت رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کو نماز پڑھانے کا حکم اس شخص کو کیونکر دے سکتے تھے جو نافرمان خدا و رسولؐ تھا جس سے حضرت ناراض تھے جس کو دیکھ کر حضرت نے اپنا سر پٹک دیا۔ جن کو حضرت نے بار بار اپنے گھر سے نکالا۔ ہرگز حضرت رسول اللہ ﷺ ایسا نہیں کر سکتے تھے بلکہ یہ سب خلافت پر قبضہ کرنے کا منصوبہ بنانے والوں کی ہی سازشیں تھیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے ایام مرض میں حضرت

ابو بکر کو ہاتھ پکڑ پکڑ کر نماز کے لیے آگے بڑھایا اور حدیثیں بنانے کے لیے حضرت عائشہ اور حفصہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں موجود ہی تھیں جن کے متعلق حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ''اِنَّکُنَّ صَوَاحِبِ یُوسُف''(۱)؛ یعنی تم سب یوسفؑ والی مکّار عورتیں ہو۔ یہ عورتیں ہر موقع کے لیے حدیثیں فراہم کرتی رہیں۔

وفات حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مسعودی نے لکھا ہے کہ: پھر ہمارے سید و آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرکت نفس بند ہو گئی اور حضرت پر ایک چادر ڈال دی گئی پھر حضرت امیر المومنینؑ نے حضرت کو غسل دیا اور کفن پہنایا اور نماز پڑھ کر اسی مقام پر دفن کر دیا جہاں حضرت نے انتقال فرمایا۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر وقت وفات ترسٹھ سال تھی اور آپ کی ولادت سنہ ۱ عام الفیل ماہِ ربیع الاوّل میں ہوئی۔ بادشاہ اس زمانے کا کسریٰ نوشیرواں تھا جس کا دار السلطنت مدائن تھا۔

روایت کی گئی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: میں ایک صالح بادشاہ کے عہد میں پیدا ہوا اگر وہ مجھ کو پاتا تو ضرور مجھ پر ایمان لاتا۔

حضرت کی نبوّت چالیس سال کی عمر میں ظاہر ہوئی۔ حضرت نے قبل ہجرت تیرہ سال مکّہ میں قیام فرمایا پھر ہجرت فرمائی اور مدینہ میں دس سال اور چند ماہ قیام فرمایا حضرت نے ۱۱ھ ماہِ ربیع الاوّل میں انتقال فرمایا اس حساب سے آپ کی عمر ترسٹھ سال ہوئی۔

صلی اللّٰہ علیہ و آلہ الطاھرین المعصومین۔

حضرت کی تاریخ وفات میں علمائے اہل سنّت کے درمیان اختلاف ہے کسی نے ۱۲ر ربیع الاول کسی نے پہلی کسی نے دوسری کسی نے سترہ کسی نے آٹھ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ روز دوشنبہ لکھی

(۱)۔ بخاری جلد ۱، صفحہ ۸۴۔

ہے لیکن زیادہ مشہور ۱۲/ ربیع الاول ہے۔ لیکن علمائے امامیہ کے نزدیک ۲۸/ صفر سنہ ۱۱ھ روز دوشنبہ متفق علیہ ہے۔

خطبہ حضرت امیر المومنینؑ

بعد وفات حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مسعودی نے لکھا ہے کہ:

وخطب امیر المومنین علیہ السلام خطبة فی انتقال سیدنا رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم من آدم علیه السلام الی ان ولد۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی تَوَحَّدَ بِصُنْعِ الْأَشْيَاءِ وَ فَطَرَ أَجْنَاسَ الْبَرَايَا عَلَى غَيْرِ أَصْلٍ وَ لَا مِثَالٍ سَبَقَهُ فِي إِنْشَائِهَا وَ لَا إِعَانَةِ مُعِينٍ عَلَى ابْتِدَاعِهَا بَلِ ابْتَدَعَهَا بِلُطْفِ قُدْرَتِهِ فَامْتَثَلَتْ فِي مَشِيَّتِهِ خَاضِعَةً ذَلِيلَةً مُسْتَحْدَثَةً لِأَمْرِهِ الْوَاحِدِ الْأَحَدِ الدَّائِمِ بِغَيْرِ حَدٍّ وَ لَا أَمَدٍ وَ لَا زَوَالٍ وَ لَا نَفَادٍ وَ كَذَلِكَ لَمْ يَزَلْ وَ لَا يَزَالُ لَا تُغَيِّرُهُ الْأَزْمِنَةُ وَ لَا تُحِيطُ بِهِ الْأَمْكِنَةُ وَ لَا تَبْلُغُ صِفَاتِهِ الْأَلْسِنَةُ وَ لَا تَأْخُذُهُ نَوْمٌ وَ لَا سِنَةٌ لَمْ تَرَهُ الْعُيُونُ فَتُخْبِرَ عَنْهُ بِرُؤْيَةٍ وَ لَمْ تَهْجُمْ عَلَيْهِ الْعُقُولُ فَتَتَوَهَّمَ كُنْهَ صِفَتِهِ وَ لَمْ تَدْرِ كَيْفَ هُوَ إِلَّا بِمَا أَخْبَرَ عَنْ نَفْسِهِ لَيْسَ لِقَضَائِهِ مَرَدٌّ وَ لَا لِقَوْلِهِ مُكَذِّبٌ ابْتَدَعَ الْأَشْيَاءَ بِغَيْرِ تَفَكُّرٍ وَ لَا مُعِينٍ وَ لَا ظَهِيرٍ وَ لَا وَزِيرٍ فَطَرَهَا بِقُدْرَتِهِ وَ صَيَّرَهَا إِلَى مَشِيَّتِهِ وَ صَاغَ أَشْبَاحَهَا وَ بَرَأَ أَرْوَاحَهَا وَ اسْتَنْبَطَ أَجْنَاسَهَا خَلْقاً مَبْرُوءاً

مَذْرُوءاً فِي أَقْطَارِ السَّمَاوَاتِ وَ الْأَرَضِينَ لَمْ يَأْتِ بِشَيْءٍ عَلَى غَيْرِ مَا أَرَادَ أَنْ يَأْتِيَ عَلَيْهِ لِيُرِيَ عِبَادَهُ آيَاتِ جَلَالِهِ وَ آلَائِهِ فَسُبْحَانَهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ.

وَ صَلَّى اللهُ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ تَسْلِيماً اللَّهُمَّ فَمَنْ جَهِلَ فَضْلَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَإِنِّي مُقِرٌّ بِأَنَّكَ مَا سَطَحْتَ أَرْضاً وَ لَا بَرَأْتَ خَلْقاً حَتَّى أَحْكَمْتَ خَلْقَهُ وَ أَتْقَنْتَهُ مِنْ نُورٍ سَبَقَتْ بِهِ السُّلَالَةُ وَ أَنْشَأْتَ آدَمَ لَهُ جِرْماً فَأَوْدَعْتَهُ مِنْهُ قَرَاراً مَكِيناً وَ مُسْتَوْدَعاً مَأْمُوناً وَ أَعَذْتَهُ مِنَ الشَّيْطَانِ وَ حَجَبْتَهُ عَنِ الزِّيَادَةِ وَ النُّقْصَانِ وَ حَصَّلْتَ لَهُ الشَّرَفَ الَّذِي يُسَامِي بِهِ عِبَادُكَ فَأَيُّ بَشَرٍ كَانَ مِثْلَ آدَمَ فِيمَا سَابَقَتْ بِهِ الْأَخْبَارُ وَ عَرَّفَتْنَا كُتُبُكَ فِي عَطَايَاكَ أَسْجَدْتَ لَهُ مَلَائِكَتَكَ وَ عَرَّفْتَهُ مَا حَجَبْتَ عَنْهُمْ مِنْ عِلْمِكَ إِذْ تَنَاهَتْ بِهِ قُدْرَتُكَ وَ تَمَّتْ فِيهِ مَشِيَّتُكَ دَعَاكَ بِمَا أَكْنَنْتَ فِيهِ فَأَجَبْتَهُ إِجَابَةَ الْقَبُولِ فَلَمَّا أَذِنْتَ اللَّهُمَّ فِي انْتِقَالِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ مِنْ صُلْبِ آدَمَ أَلَّفْتَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ زَوْجٍ خَلَقْتَهَا لَهُ سَكَناً وَ وَصَلْتَ لَهُمَا بِهِ سَبَباً فَنَقَلْتَهُ مِنْ بَيْنِهِمَا إِلَى شِيثٍ اخْتِيَاراً لَهُ بِعِلْمِكَ فَإِنَّهُ بَشَرٌ كَانَ اخْتِصَاصُهُ بِرِسَالَتِكَ ثُمَّ نَقَلْتَهُ إِلَى أَنُوشَ فَكَانَ خَلَفَ أَبِيهِ فِي قَبُولِ كَرَامَتِكَ وَ احْتِمَالِ رِسَالَاتِكَ ثُمَّ قَدَّرْتَ الْمَنْقُولَ إِلَيْهِ قَيْنَانَ وَ أَلْحَقْتَهُ فِي الْحُظْوَةِ بِالسَّابِقِينَ وَ فِي الْمِنْحَةِ بِالْبَاقِينَ ثُمَّ جَعَلْتَ مَهْلَائِيلَ رَابِعَ أَجْرَامِهِ قُدْرَةً تُودِعُهَا مِنْ خَلْقِكَ مَنْ تَضْرِبُ لَهُمْ بِسَهْمِ النُّبُوَّةِ وَ شَرَفِ الْأُبُوَّةِ حَتَّى إِذَا قَبِلَهُ بُرْدٌ عَنْ تَقْدِيرِكَ تَنَاهَى بِهِ تَدْبِيرُكَ إِلَى أَخْنُوخَ فَكَانَ أَوَّلَ مَنْ جَعَلْتَ مِنَ الْأَجْرَامِ نَاقِلاً لِلرِّسَالَةِ وَ حَامِلاً

أَعْبَاءِ النُّبُوَّةِ فَتَعَالَيْتَ يَا رَبِّ لَقَدْ لَطُفَ حِلْمُكَ وَ جَلَّ قُدْرَتُكَ عَنِ التَّفْسِيرِ إِلَّا بِمَا دَعَوْتَ إِلَيْهِ مِنَ الْإِقْرَارِ بِرُبُوبِيَّتِكَ وَ أَشْهَدُ أَنَّ الْأَعْيُنَ لَا تُدْرِكُكَ وَ الْأَوْهَامَ لَا تَلْحَقُكَ وَ الْعُقُولَ لَا تَصِفُكَ وَ الْمَكَانَ لَا يَسَعُكَ وَ كَيْفَ يَسَعُ مَنْ كَانَ قَبْلَ الْمَكَانِ وَ مَنْ خَلَقَ الْمَكَانَ أَمْ كَيْفَ تُدْرِكُهُ الْأَوْهَامُ وَ لَمْ تُؤَمِّرِ الْأَوْهَامُ عَلَى أَمْرِهِ وَ كَيْفَ تُؤَمِّرُ الْأَوْهَامُ عَلَى أَمْرِهِ وَ هُوَ الَّذِي لَا نِهَايَةَ لَهُ وَ لَا غَايَةَ وَ كَيْفَ تَكُونُ لَهُ نِهَايَةٌ وَ غَايَةٌ وَ هُوَ الَّذِي ابْتَدَأَ الْغَايَاتِ وَ النِّهَايَاتِ أَمْ كَيْفَ تُدْرِكُهُ الْعُقُولُ وَ لَمْ يَجْعَلْ لَهَا سَبِيلاً إِلَى إِدْرَاكِهِ وَ كَيْفَ يَكُونُ لَهُ إِدْرَاكُهُ بِسَبَبٍ وَ قَدْ لَطُفَ بِرُبُوبِيَّتِهِ عَنِ الْمَحَاسَّةِ وَ الْمَجَاسَّةِ وَ كَيْفَ لَا يَلْطُفُ عَنْهُمَا مَنْ لَا يَنْتَقِلُ عَنْ حَالٍ إِلَى حَالٍ وَ كَيْفَ يَنْتَقِلُ مِنْ حَالٍ إِلَى حَالٍ وَ قَدْ جَعَلَ الِانْتِقَالَ نَقْصاً وَ زَوَالًا فَسُبْحَانَكَ مَلَأْتَ كُلَّ شَيْءٍ وَ بَايَنْتَ كُلَّ شَيْءٍ فَأَنْتَ الَّذِي لَا يَفْقِدُكَ شَيْءٌ وَ أَنْتَ الْفَعَّالُ لِمَا تَشَاءُ تَبَارَكَ يَا مَنْ كُلُّ مُدْرَكٍ مِنْ خَلْقِهِ وَ كُلُّ مَحْدُودٍ مِنْ صُنْعِهِ أَنْتَ الَّذِي لَا يَسْتَغْنِي عَنْكَ الْمَكَانُ وَ لَا نَعْرِفُكَ إِلَّا بِانْفِرَادِكَ بِالْوَحْدَانِيَّةِ وَ الْقُدْرَةِ وَ سُبْحَانَكَ مَا أَبْيَنَ اصْطِفَاءَكَ لِإِدْرِيسَ عَلَى مَنْ سَلَكَ مِنَ الْحَامِلِينَ لَقَدْ جَعَلْتَ لَهُ دَلِيلاً مِنْ كِتَابِكَ إِذْ سَمَّيْتَهُ صِدِّيقاً نَبِيّاً وَ رَفَعْتَهُ مَكَاناً عَلِيّاً وَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِ نِعْمَةً حَرَّمْتَهَا عَلَى خَلْقِكَ إِلَّا مَنْ نَقَلْتَ إِلَيْهِ نُورَ الْهَاشِمِيِّينَ وَ جَعَلْتَهُ أَوَّلَ مُنْذِرٍ مِنْ أَنْبِيَائِكَ ثُمَّ أَذِنْتَ فِي انْتِقَالِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ مِنَ الْقَابِلِينَ لَهُ مُتَوَشْلِخَ وَ لَمَكَ الْمُفْضِيَيْنِ إِلَى نُوحٍ فَأَيَّ آلَائِكَ يَا رَبِّ عَلَى ذَلِكَ لَمْ تُوَلِّهِ وَ أَيَّ خَوَاصِّ كَرَامَتِكَ لَمْ

تُعْطِهِ ثُمَّ أَذِنْتَ فِي إِيدَاعِهِ سَاماً دُونَ حَامٍ وَ يَافِثَ فَضُرِبَ لَهُمَا بِسَهْمٍ فِي الذِّلَّةِ وَ جَعَلْتَ مَا أَخْرَجْتَ مِنْ بَيْنِهِمَا لِنَسْلِ سَامٍ خَوَلًا ثُمَّ تَتَابَعَ عَلَيْهِ الْقَابِلُونَ مِنْ حَامِلٍ إِلَى حَامِلٍ وَ مُودِعٍ إِلَى مُسْتَوْدَعٍ مِنْ عِتْرَتِهِ فِي فَتَرَاتِ الدُّهُورِ حَتَّى قَبِلَهُ تَارُخُ أَطْهَرُ الْأَجْسَامِ وَ أَشْرَفُ الْأَجْرَامِ وَ نَقَلْتَهُ مِنْهُ إِلَى إِبْرَاهِيمَ فَأَسْعَدْتَ بِذَلِكَ جَدَّهُ وَ أَعْظَمْتَ بِهِ مَجْدَهُ وَ قَدَّسْتَهُ فِي الْأَصْفِيَاءِ وَ سَمَّيْتَهُ دُونَ رُسُلِكَ خَلِيلاً ثُمَّ خَصَصْتَ بِهِ إِسْمَاعِيلَ دُونَ وُلْدِ إِبْرَاهِيمَ فَأَنْطَقْتَ لِسَانَهُ بِالْعَرَبِيَّةِ الَّتِي فَضَّلْتَهَا عَلَى سَائِرِ اللُّغَاتِ فَلَمْ تَزَلْ تَنْقُلُهُ مَحْظُوراً عَنِ الِانْتِقَالِ فِي كُلِّ مَقْذُوفٍ مِنْ أَبٍ إِلَى أَبٍ حَتَّى قَبِلَهُ كِنَانَةُ عَنْ مُدْرِكَةَ فَأَخَذْتَ لَهُ مَجَامِعَ الْكَرَامَةِ وَ مَوَاطِنَ السَّلَامَةِ وَ أَجْلَلْتَ لَهُ الْبَلْدَةَ الَّتِي قَضَيْتَ فِيهَا مَخْرَجَهُ فَسُبْحَانَكَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَيَّ صُلْبٍ أَسْكَنْتَهُ فِيهِ لَمْ تَرْفَعْ ذِكْرَهُ وَ أَيَّ نَبِيٍّ بُشِّرَ بِهِ فَلَمْ يَتَقَدَّمْ فِي الْأَسْمَاءِ اسْمُهُ وَ أَيَّ سَاحَةٍ مِنَ الْأَرْضِ سَلَكْتَ بِهِ لَمْ تُظْهِرْ بِهَا قُدْسَهُ حَتَّى الْكَعْبَةِ الَّتِي جَعَلْتَ مِنْهَا مَخْرَجَهُ غَرَسْتَ أَسَاسَهَا بِيَاقُوتَةٍ مِنْ جَنَّاتِ عَدْنٍ وَ أَمَرْتَ الْمَلَكَيْنِ الْمُطَهَّرَيْنِ جَبْرَئِيلَ وَ مِيكَائِيلَ فَتَوَسَّطَا بِهَا أَرْضَكَ وَ سَمَّيْتَهَا بَيْتَكَ وَ اتَّخَذْتَهَا مَعْمَداً لِنَبِيِّكَ وَ حَرَّمْتَ وَحْشَهَا وَ شَجَرَهَا وَ قَدَّسْتَ حَجَرَهَا وَ مَدَرَهَا وَ جَعَلْتَهَا مَسْلَكاً لِوَحْيِكَ وَ مَنْسَكاً لِخَلْقِكَ وَ مَأْمَنَ الْمَأْكُولَاتِ وَ حِجَاباً لِلْآكِلَاتِ الْعَادِيَاتِ تُحَرِّمُ عَلَى أَنْفُسِهَا إِذْعَارَ مَنْ أَجَرْتَ ثُمَّ أَذِنْتَ لِلنَّضْرِ فِي قَبُولِهِ وَ إِيدَاعِهِ مَالِكاً ثُمَّ مِنْ بَعْدِ مَالِكٍ فِهْراً ثُمَّ خَصَصْتَ مِنْ وُلْدِ فِهْرٍ غَالِباً وَ جَعَلْتَ كُلَّ مَنْ تَنْقُلُهُ إِلَيْهِ

أَميناً لِحَرَمِكَ حَتَّى إِذَا قَبِلَهُ لُؤَيُّ بنُ غَالِبٍ آنَ لَهُ حَرَكَةُ تَقْدِيسٍ فَلَمْ تُودِعْهُ مِنْ بَعْدِهِ صُلْباً إِلَّا جَلَّلْتَهُ نُوراً تَأْنَسُ بِهِ الْأَبْصَارُ وَ تَطْمَئِنُّ إِلَيْهِ الْقُلُوبُ فَأَنَا يَا إِلَهِي وَ سَيِّدِي وَ مَوْلَايَ الْمُقِرُّ لَكَ بِأَنَّكَ الْفَرْدُ الَّذِي لَا يُنَازَعُ وَ لَا يُغَالَبُ وَ لَا يُشَارَكُ سُبْحَانَكَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ مَا لِعَقْلٍ مَوْلُودٍ وَ فَهْمٍ مَفْقُودٍ مُدْحَقٍ مِنْ ظَهْرٍ مَرِيجٍ نَبَعَ مِنْ عَيْنٍ مَشِيجٍ بِمَحِيضِ لَحْمٍ وَ عَلَقٍ وَ دَرٍّ إِلَى فُضَالَةِ الْحَيْضِ وَ عُلَالَاتِ الطَّعْمِ وَ شَارَكَتْهُ الْأَسْقَامُ وَ الْتَحَقَتْ عَلَيْهِ الْآلَامُ لَا يَقْدِرُ عَلَى فِعْلٍ وَ لَا يَمْتَنِعُ مِنْ عِلَّةٍ ضَعِيفِ التَّرْكِيبِ وَ الْبِنْيَةِ مَا لَهُ وَ الِاقْتِحَامَ عَلَى قُدْرَتِكَ وَ الْهُجُومَ عَلَى إِرَادَتِكَ وَ تَفْتِيشَ مَا لَا يَعْلَمُهُ غَيْرُكَ سُبْحَانَكَ أَيُّ عَيْنٍ تَقُومُ نُصْبَ بَهَاءِ نُورِكَ وَ تَرْقَى إِلَى نُورِ ضِيَاءِ قُدْرَتِكَ وَ أَيُّ فَهْمٍ يَفْهَمُ مَا دُونَ ذَلِكَ إِلَّا أَبْصَارٌ كَشَفْتَ عَنْهَا الْأَغْطِيَةَ وَ هَتَكْتَ عَنْهَا الْحُجُبَ الْعَمِيَّةَ فَرَقَتْ أَرْوَاحُهَا إِلَى أَطْرَافِ أَجْنِحَةِ الْأَرْوَاحِ فَنَاجَوْكَ فِي أَرْكَانِكَ وَ أَلَحُّوا بَيْنَ أَنْوَارِ بَهَائِكَ وَ نَظَرُوا مِنْ مُرْتَقَى التُّرْبَةِ إِلَى مُسْتَوَى كِبْرِيَائِكَ فَسَمَّاهُمْ أَهْلُ الْمَلَكُوتِ زُوَّاراً وَ دَعَاهُمْ أَهْلُ الْجَبَرُوتِ عُمَّاراً فَسُبْحَانَكَ يَا مَنْ لَيْسَ فِي الْبِحَارِ قَطَرَاتٌ وَ لَا فِي مُتُونِ الْأَرْضِ جَنَبَاتٌ وَ لَا فِي رِتَاجِ الرِّيَاحِ حَرَكَاتٌ وَ لَا فِي قُلُوبِ الْعِبَادِ خَطَرَاتٌ وَ لَا فِي الْأَبْصَارِ لَمَحَاتٌ وَ لَا عَلَى مُتُونِ السَّحَابِ نَفَحَاتٌ إِلَّا وَ هِيَ فِي قُدْرَتِكَ مُتَحَيِّرَاتٌ أَمَّا السَّمَاءُ فَتُخْبِرُ عَنْ عَجَائِبِكَ وَ أَمَّا الْأَرْضُ فَتَدُلُّ عَلَى مَدَائِحِكَ وَ أَمَّا الرِّيَاحُ فَتَنْشُرُ فَوَائِدَكَ وَ أَمَّا السَّحَابُ فَتُهْطِلُ مَوَاهِبَكَ وَ كُلُّ ذَلِكَ يُحَدِّثُ بِتَحَنُّنِكَ وَ يُخْبِرُ أَفْهَامَ الْعَارِفِينَ

بِشَفَقَتِكَ وَ أَنَا الْمُقِرُّ بِمَا أَنْزَلْتَ عَلَى أَلْسُنِ أَصْفِيَائِكَ أَنَّ أَبَانَا آدَمَ عِنْدَ اعْتِدَالِ نَفْسِهِ وَ فَرَاغِكَ مِنْ خَلْقِهِ رَفَعَ وَجْهَهُ فَوَاجَهَهُ مِنْ عَرْشِكَ وَسْمٌ فِيهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ فَقَالَ إِلَهِي مَنِ الْمَقْرُونُ بِاسْمِكَ فَقُلْتَ مُحَمَّدٌ خَيْرُ مَنْ أَخْرَجْتُهُ مِنْ صُلْبِكَ وَ اصْطَفَيْتُهُ بَعْدَكَ مِنْ وُلْدِكَ وَ لَوْلَاهُ مَا خَلَقْتُكَ فَسُبْحَانَكَ لَكَ الْعِلْمُ النَّافِذُ وَ الْقَدَرُ الْغَالِبُ لَمْ تَزَلِ الْآبَاءُ تَحْمِلُهُ وَ الْأَصْلَابُ تَنْقُلُهُ كُلَّمَا أَنْزَلْتَهُ سَاحَةَ صُلْبٍ جَعَلْتَ لَهُ فِيهَا صُنْعاً يَحُثُّ الْعُقُولَ عَلَى طَاعَتِهِ وَ يَدْعُوهَا إِلَى مُتَابَعَتِهِ حَتَّى نَقَلْتَهُ إِلَى هَاشِمٍ خَيْرِ آبَائِهِ بَعْدَ إِسْمَاعِيلَ فَأَيَّ أَبٍ وَ جَدٍّ وَ وَالِدِ أُسْرَةٍ وَ مُجْتَمَعِ عِتْرَةٍ وَ مَخْرَجِ طُهْرٍ وَ مَرْجِعِ فَخْرٍ جَعَلْتَ يَا رَبِّ هَاشِماً لَقَدْ أَقَمْتَهُ لَدُنْ بَيْتِكَ وَ جَعَلْتَ لَهُ الْمَشَاعِرَ وَ الْمَتَاجِرَ ثُمَّ نَقَلْتَهُ مِنْ هَاشِمٍ إِلَى عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَأَنْهَجْتَهُ سَبِيلَ إِبْرَاهِيمَ وَ أَلْهَمْتَهُ رُشْداً لِلتَّأْوِيلِ وَ تَفْصِيلِ الْحَقِّ وَ وَهَبْتَ لَهُ عَبْدَ اللهِ وَ أَبَا طَالِبٍ وَ حَمْزَةَ وَ فَدَيْتَهُ فِي الْقُرْبَانِ بِعَبْدِ اللهِ كَسِمَتِكَ فِي إِبْرَاهِيمَ بِإِسْمَاعِيلَ وَ وَسَمْتَ بِأَبِي طَالِبٍ فِي وُلْدِهِ كَسِمَتِكَ فِي إِسْحَاقَ بِتَقْدِيسِكَ عَلَيْهِمْ وَ تَقْدِيمِ الصَّفْوَةِ لَهُمْ فَلَقَدْ بَلَّغْتَ إِلَهِي بِبَنِي أَبِي طَالِبٍ الدَّرَجَةَ الَّتِي رَفَعْتَ إِلَيْهَا فَضْلَهُمْ فِي الشَّرَفِ الَّذِي مَدَدْتَ بِهِ أَعْنَاقَهُمْ وَ الذِّكْرِ الَّذِي حَلَّيْتَ بِهِ أَسْمَاءَهُمْ وَ جَعَلْتَهُمْ مَعْدِنَ النُّورِ وَ جَنَّتَهُ وَ صَفْوَةَ الدِّينِ وَ ذِرْوَتَهُ وَ فَرِيضَةَ الْوَحْيِ وَ سُنَّتَهُ ثُمَّ أَذِنْتَ لِعَبْدِ اللهِ فِي نَبْذِهِ عِنْدَ مِيقَاتِ تَطْهِيرِ أَرْضِكَ مِنْ كُفَّارِ الْأُمَمِ الَّذِينَ نَسُوا عِبَادَتَكَ وَ جَهِلُوا مَعْرِفَتَكَ وَ اتَّخَذُوا أَنْدَاداً وَ جَحَدُوا رُبُوبِيَّتَكَ وَ أَنْكَرُوا وَحْدَانِيَّتَكَ وَ جَعَلُوا لَكَ

شُرَكَاءَ وَ أَوْلاداً وَ صَبَوْا إِلَى عِبَادَةِ الْأَوْثَانِ وَ طَاعَةِ الشَّيْطَانِ فَدَعَاكَ نَبِيُّنَا صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِ بِنُصْرَتِهِ فَنَصَرْتَهُ بِي وَ بِجَعْفَرٍ وَ حَمْزَةَ فَنَحْنُ الَّذِينَ اخْتَرْتَنَا لَهُ وَ سَمَّيْتَنَا فِي دِينِكَ لِدَعْوَتِكَ أَنْصَارَ النَبِيِّكَ قَائِدُنَا إِلَى الْجَنَّةِ خِيَرَتُكَ وَ شَاهِدُنَا أَنْتَ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَ الْأَرَضِينَ جَعَلْتَنَا ثَلَاثَةً مَا نَصَبَ لَنَا عَزِيزٌ إِلَّا أَذْلَلْتَهُ بِنَا وَ لَا مَلِكٌ إِلَّا طَحْطَحْتَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعاً سُجَّداً وَ وَصَفْتَنَا يَا رَبَّنَا بِذَلِكَ وَ أَنْزَلْتَ فِينَا قُرْآناً جَلَّيْتَ بِهِ عَنْ وُجُوهِنَا الظُّلَمَ وَ أَرْهَبْتَ بِصَوْلَتِنَا الْأُمَمَ إِذَا جَاهَدَ مُحَمَّدٌ رَسُولُكَ عَدُوّاً لِدِينِكَ تَلُوذُ بِهِ أُسْرَتُهُ وَ تَحُفُّ بِهِ عِتْرَتُهُ كَأَنَّهُمُ النُّجُومُ الزَّاهِرَةُ إِذَا تَوَسَّطَهُمُ الْقَمَرُ الْمُنِيرُ لَيْلَةَ تمة [تِمِّهِ] فَصَلَوَاتُكَ عَلَى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَ نَبِيِّكَ وَ صَفِيِّكَ وَ خِيَرَتِكَ وَ آلِهِ الطَّاهِرِينَ.

أَيُّ مَنِيعَةٍ لَمْ تَهْدِمْهَا دَعْوَتُهُ وَ أَيُّ فَضِيلَةٍ لَمْ تَنَلْهَا عِتْرَتُهُ جَعَلْتَهُمْ خَيْرَ أَئِمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِكَ وَ يَتَوَاصَلُونَ بِدِينِكَ طَهَّرْتَهُمْ بِتَحْرِيمِ الْمَيْتَةِ وَ الدَّمِ وَ لَحْمِ الْخِنْزِيرِ وَ مَا أُهِلَّ وَ نُسِكَ بِهِ لِغَيْرِ اللهِ تَشْهَدُ لَهُمْ وَ مَلَائِكَتُكَ أَنَّهُمْ بَاعُوكَ أَنْفُسَهُمْ وَ ابْتَذَلُوا مِنْ هَيْبَتِكَ أَبْدَانَهُمْ شَعِثَةً رُءُوسُهُمْ تَرِبَةً وُجُوهُهُمْ تَكَادُ الْأَرْضُ مِنْ طَهَارَتِهِمْ تَقْبِضُهُمْ إِلَيْهَا وَ مِنْ فَضْلِهِمْ تَمِيدُ بِمَنْ عَلَيْهَا رَفَعْتَ شَأْنَهُمْ بِتَحْرِيمِ أَنْجَاسِ الْمَطَاعِمِ وَ الْمَشَارِبِ مِنْ أَنْوَاعِ الْمُسْكِرِ فَأَيُّ شَرَفٍ يَا رَبِّ جَعَلْتَهُ فِي مُحَمَّدٍ وَ عِتْرَتِهِ فَوَ اللهِ لَأَقُولَنَّ قَوْلًا لَا يُطِيقُ أَنْ يَقُولَهُ أَحَدٌ مِنْ خَلْقِكَ أَنَا عَلَمُ الْهُدَى وَ

كَهْفُ التُّقَى وَ مَحَلُّ السَّخَاءِ وَ بَحْرُ النَّدَى وَ طَوْدُ النُّهَى وَ مَعْدِنُ الْعِلْمِ وَ نُورٌ فِي ظُلَمِ الدُّجَا وَ خَيْرُ مَنْ آمَنَ وَ اتَّقَى وَ أَكْمَلُ مَنْ تَقَمَّصَ وَ ارْتَدَى وَ أَفْضَلُ مَنْ شَهِدَ النَّجْوَى بَعْدَ النَّبِيِّ الْمُصْطَفَى وَ مَا أُزَكِّي نَفْسِي وَ لَكِنْ بِنِعْمَةِ رَبِّي أُحَدِّثُ أَنَا صَاحِبُ الْقِبْلَتَيْنِ وَ حَامِلُ الرَّايَتَيْنِ فَهَلْ يُوَازِي فِيَّ أَحَدٌ وَ أَنَا أَبُو السِّبْطَيْنِ فَهَلْ يُسَاوِي بِي بَشَرٌ وَ أَنَا زَوْجُ خَيْرِ النِّسْوَانِ فَهَلْ يَفُوقُنِي أَحَدٌ وَ أَنَا الْقَمَرُ الزَّاهِرُ بِالْعِلْمِ الَّذِي عَلَّمَنِي رَبِّي وَ الْفُرَاتُ الزَّاخِرُ أَشْبَهْتُ مِنَ الْقَمَرِ نُورَهُ وَ بَهَاءَهُ وَ مِنَ الْفُرَاتِ بَذْلَهُ وَ سَخَاءَهُ أَيُّهَا النَّاسُ بِنَا أَنَارَ اللهُ السُّبُلَ وَ أَقَامَ الْمَيَلَ وَ عُبِدَ اللهُ فِي أَرْضِهِ وَ تَنَاهَتْ إِلَيْهِ مَعْرِفَةُ خَلْقِهِ وَ قُدِّسَ اللهُ جَلَّ وَ تَعَالَى بِإِبْلَاغِنَا الْأَلْسُنُ وَ ابْتَهَلَتْ بِدَعْوَتِنَا الْأَذْهَانُ فَتَوَفَّى اللهُ مُحَمَّداً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ سَعِيداً شَهِيداً هَادِياً مَهْدِيّاً قَائِماً بِمَا اسْتَكْفَاهُ حَافِظاً لِمَا اسْتَرْعَاهُ تَمَّمَ بِهِ الدِّينَ وَ أَوْضَحَ بِهِ الْيَقِينَ وَ أَقَرَّتِ الْعُقُولُ بِدَلَالَتِهِ وَ أَبَانَتْ حُجَجَ أَنْبِيَائِهِ وَ انْدَمَغَ الْبَاطِلُ زَاهِقاً وَ وَضَحَ الْعَدْلُ نَاطِقاً وَ عَطَّلَ مَظَانَّ الشَّيْطَانِ وَ أَوْضَحَ الْحَقَّ وَ الْبُرْهَانَ اللَّهُمَّ فَاجْعَلْ فَوَاضِلَ صَلَوَاتِكَ وَ نَوَامِيَ بَرَكَاتِكَ وَ رَأْفَتِكَ وَ رَحْمَتِكَ عَلَى مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ وَ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ الطَّاهِرِينَ.

ترجمہ: حضرت رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے بعد حضرت امیر المومنینؑ نے ایک خطبہ فرمایا جس میں حضرت آدمؑ سے رسول اللہ ﷺ کی ولادت کے وقت تک (جبین انبیاءؑ میں) حضرت کے نور کے منتقل ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔

حمد ہے اس خدا کی جو منفرد ہوا ایجاد اشیاء کے ساتھ اور جس نے خلق فرمایا اقسام موجودات کو بغیر کسی مثال کے جو ان کی تخلیق میں پہلے سے موجود ہی ہو اور بغیر کسی مدد کرنے

والے کی مدد کے ان کی پیدائش میں بلکہ پیدا کیا ان کو اپنی لطف قدرت سے تو اطاعت کی ان چیزوں نے فرماں برداری کے ساتھ اس کے حکم کی اور موجود ہو گئیں خدائے واحد کے حکم سے جو ہمیشہ باقی رہنے والا ہے بغیر کسی انتہا اور مدّت کے اور بغیر زوال و فنا کے اور اسی طرح وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ نہیں بدل سکتے اس کو زمانے اور نہیں احاطہ کر سکتا اس کا مکان اور نہیں پہونچ سکتیں اس کی توصیف تک زبانیں اور نہیں طاری ہوتی اس پر نیند اور نہ اونگھ۔

نہیں دیکھا اس کو آنکھوں نے کہ اس کے دیدار کی خبر دیں اور نہیں پہونچیں اس تک عقلیں کہ تصوّر کر سکیں اس کے صفات کی حقیقت کا اور نہیں جانتیں کہ وہ کیا ہے لیکن اسی قدر جتنا اس نے خود اپنی خبر دی ہے نہیں ہے کوئی رد کرنے والا اس کے حکم کا اور نہ تکذیب کرنے والا اس کے قول کا۔ ایجاد کیا اس نے اشیاء کو بغیر (احتیاج) غور و فکر کے اور پیدا کیا ان کو اپنی مشیّت سے اور ڈھالا ان کی صورتوں کو اور بنایا ان کی روحوں کو ان کی جنسوں کو عدم سے نکال کر آسمان و زمین کے گوشہ گوشہ میں پھیلا دیا۔ نہیں لایا وہ کسی شے کو بر خلاف اپنے مقصد کے جیسا کہ اس نے اس کو بنانا چاہا، تا کہ دکھا دے اپنے بندوں کو نشانیاں اپنے جلال اور اپنے احسانات کی۔ بے نیاز ہے وہ کہ نہیں ہے کوئی اللہ سواء اس کے جو واحد اور قہّار ہے اور درود اور سلام ہے خدا کا محمد ﷺ اور ان کی اولاد (طاہرین) پر۔

اے میرے اللہ! جو بھلا دے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے فضائل کو وہ بھولا دے، لیکن میں اقرار کرتا ہوں کہ نہیں پھیلایا تو نے کسی زمین کو اور نہ خلق فرمایا کسی مخلوق کو جب تک کامل نہ کر لیا محمدؐ کی خلقت کو۔ اور محکم نہ کر لیا اس نور کو جس سے ابتداء کی تو نے نسلوں کی اور بنایا آدمؑ کو پیکر اس کا۔ پھر ودیعت کیا اس نور کو اس جسم کی مضبوط قرار گاہ میں اور مامون جائے ودیعت قرار دیا اس کو اور پناہ عطا کی اس کو شیطان سے اور روکا اس کو زیادتی و نقصان سے اور ایسا شرف عطا کیا کہ وہ فوقیت لے گیا اس کے ذریعہ سے تیرے بندوں پر۔ پس کون سا بشر مثل حضرت آدمؑ

کے تھا ان فضائل میں جن پر پہلی خبریں شاہد ہیں اور تیری کتابوں نے تیری بخششوں کی خبر دی ہے۔ سجدہ کرایا ان کا اپنے ملائکہ سے اور تعلیم دی ان کو ان باتوں کی جن کو پوشیدہ رکھا اپنے ملائکہ سے۔ اس لیے کہ تخلیق کی تو نے ان کی اپنی کمال قدرت سے اور تمام ہو چکی تھی ان کی خلقت کے بارے میں مشیّت تیری۔ پکارا انھوں نے تجھ کو اس ہستی کے وسیلہ سے جس کو تو نے ان میں پوشیدہ کیا تھا تو جواب دیا ان کا قبول کے ساتھ۔ پھر جب کہ حکم دیا تو نے اے میرے اللہ! منتقل ہونے کا نور محمد ﷺ کے صُلب آدمؑ سے ملا دیا ان کو ان کی زوجہ سے جن کو خلق کیا تھا تو نے ان کے سکونِ قلب کے لیے۔ اور جوڑ دیا ان دونوں کے درمیان اس نور کے منتقل کرنے کے لیے رشتہ۔ پھر منتقل کر دیا اس نور کو ان دونوں سے شیثؑ کی طرف، جن کو چنا تو نے اس کے لیے مطابق اپنے علم کے، تو کون سا بشر تھا (مثل شیثؑ کے) جن کو (اس نور کے ساتھ) خصوصیت حاصل ہوئی ساتھ تیری رسالت کے پھر منتقل کیا تو نے اس نور کو ''انوش'' کی طرف تو وہ اپنے باپ کے جانشین ہوئے تیری عطا کردہ بزرگیوں کے قبول کرنے اور تیرے بارِ رسالت کے اٹھانے میں۔ پھر مقدر کیا تو نے منتقل ہونا اس نور کا ''قینان'' کی طرف اور ملحق کر دیا ان کو سلامت روی میں سلف سے اور بخششوں میں باقی انبیاءؑ سے۔

پھر قرار دیا تو نے مہیائیل کو چوتھا جسم اس کا اور وہ اقتدار عطا فرمایا جس کو تو اپنی مخلوق میں اس کو عطا فرماتا تھا جس کے نام کا تیر نبوّت اور شرف ابوت کے لیے نشانہ پر لگاتا تھا۔ یہاں تک کہ منتہی ہوئی تدبیر تیری۔ ''اخنوخ'' تک تو یہ پہلے شخص تھے جن کو قرار دیا تو نے منتقل کرنے والا رسالت کا اور اٹھانے والا بارِ نبوّت کا۔

بلند مرتبہ ہے تو اے اللہ! پوشیدہ ہے حقیقت تیرے علم کی اور بلند ہے شرح و تفسیر سے قدرت تیری سواء اقرار ربوبیت کے جس کی طرف تو نے خود اپنے بندوں کو دعوت دی ہے۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ آنکھیں تجھ کو دیکھ نہیں سکتیں اور اوہام تجھ تک پہونچ نہیں سکتے اور عقلیں

تیری توصیف نہیں کر سکتیں اور مکان تیری وسعت نہیں رکھتا، مکان کیونکر اس کا احاطہ کر سکتا ہے جو مکان کا خالق ہے اور مکان سے پہلے موجود تھا اور اوہام کیونکر اس کو پاسکتے ہیں جس کی کوئی حدو انتہا نہیں ہے اور اس کے لیے حدو انتہا کہاں ہو سکتی ہے جو خالق ہے حدود و نہایات کا اور عقلیں اس کو کیونکر پا سکتی ہیں جب کہ اس نے اپنے ادراک کی کوئی راہ ہی نہیں رکھی ہے اور اس کے ادراک کی طرف راہ کیونکر ہو سکتی ہے جب کہ وہ اپنی شان ربوبیت سے احساسات اور تلاش و جستجو پر پوشیدہ ہے اور کیونکر نہ پوشیدہ ہو احساسات پر جو ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل نہیں ہوتا اور جس نے حالات کے تغیر کو لازمۂ نقص و زوال قرار دیا ہے بے نیاز ہے تو ہر شئے سے تو نزدیک ہے اور پھر مغائر بھی ہے تو وہ ہے جس کو کوئی کھو نہیں سکتا تو ہی وہ ہے کہ جو چاہتا ہے کرتا ہے بزرگ ہے تو اے پروردگار ہر محسوس شے جس کی پیدا کی ہوئی اور ہر محدود شے جس کی ایجاد کردہ ہے تو وہ ہے جس سے نہ مکان مستغنی ہو سکتا ہے نہ زمانہ بلکہ سب تیرے محتاج ہیں۔

ہم تجھ کو اس سے زیادہ نہیں پہچان سکتے کہ تو اپنی وحدانیت و قدرت میں منفرد ہے بے نیاز ہے تو کس قدر روشن ہے تیرا حضرت ادریسؑ کو اپنی ساری خلقت میں منتخب کرنا۔ قرار دی تو نے ان کے لیے دلیل اپنی کتاب سے کہ نام رکھا ان کا صدیق نبی اور اٹھایا ان کو مقام بلند تک اور وہ نعمتیں ان پر نازل فرمائیں جن کو حرام کیا دوسروں پر سواء ان لوگوں کے جن کی طرف منتقل فرمایا تو نے بنی ہاشم کے نور کو اور قرار دیا ان کو پہلا مُنذر اپنے انبیاءؑ میں سے۔ پھر حکم دیا تو نے منتقل ہونے کا نورِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس کی اہلیت رکھنے والوں میں سے متوشلخ کی طرف پھر لمک کی طرف جو اس کے پہونچانے والے تھے نوحؑ کی طرف۔ اے میرے پروردگار! تو نے ان کو اپنی کن نعمتوں کا والی نہیں بنایا اور کون سی خاص بزرگیاں ہیں جو عطا نہ کیں پھر حکم دیا تو نے نوحؑ کو منتقل کرنے کا اس نور کے سام کی طرف نہ کہ حام و یافث کی طرف مارا تو نے ان دونوں کو تیر ذلّت کے اور قرار دیا سام کو کفیل ان دونوں کی نسل کا پھر سام کی نسل سے ایک کے بعد دوسرا مدّت دراز تک اس نور کا قابل

اور امانت دار ہوتا رہا یہاں تک کہ قبول کیا اس کو طاہر ترین اور شریف ترین جسم ''تارخ'' نے پھر منتقل کیا تو نے اس کو ''ابراہیمؑ'' کی طرف اور مبارک بنائی اس بنا پر قسمت ان کی، اور بزرگ کیا مرتبہ ان کا اور مقدس بنایا اصفیا میں اور نام رکھا ان کا خلیل، پھر مخصوص کیا تو نے اس نور کے لیے اولادِ حضرت ابراہیمؑ میں سے اسماعیلؑ کو اور قرار دی زبان ان کی عربی جس کو ساری زبانوں پر تو نے فضیلت عطا فرمائی ہے۔ اسی طرح منتقل کرتا رہا تو اس کو ان کے آباؤاجداد میں ایک سے دوسرے کی طرف یہاں تک کہ قبول کیا اس کو کنانہ نے مدرکہ سے تو اختیار کیں تو نے ان کے لیے ساری بزرگیاں اور سلامتی کی جگہیں اور ساکن کیا ان کو اس شہر میں جہاں مقدر کی تھی تو نے پیدائش اپنے رسولؐ کی۔ بے نیاز ہے تو نہیں ہے کوئی اللہ سوا تیرے۔ کون سی صُلب میں منزل عطا کی اس نور کو اور نہ بلند کیا تو نے ذکر اس کا اور کون سا نبی اس کی بشارت دیا گیا اور نہ بلند ہوا نام اس کا اور کون سے خطۂ ارض میں لے گیا تو اس کو اور نہ ظاہر کی طہارت اس کی یہاں تک کہ وہ کعبہ جس کو قرار دیا تو نے جائے ظہور اس نور کا بنیاد رکھی اس کی جنّت عدن کے یاقوت سُرخ سے پھر حکم دیا جبرئیل ومیکائیل جیسے مطہر ملائکہ کو تو نازل ہوئے وہ دونوں لے کر اس کو وسط ارض میں اور نام رکھا تو نے اس کا بیت اللہ اور منتخب کیا اس کو جائے عبادت اپنے نبی کے لیے اور حرام کیے انسانوں پر وہاں کے وحوش واشجار اور طہارت عطا کی وہاں کے پتھر اور مٹّی کو اور قرار دیا اس کو راستہ اپنی وحی کا اور عبادت گاہ اپنی خلقت کے لیے اور جائے امن ماکولات کے لیے اور ردک عادۃ کھائی جانے والی چیزوں کے لیے۔ حرام ہے وہاں کے رہنے والوں پر ڈرنا اس کا جس کو تو نے پناہ عطا فرمائی ہے۔

پھر حکم دیا تو نے اس نور کے قبول کرنے کا مضر کو اور اس کے ودیعت کرنے کا مالک کو اور مالک کے بعد فہر کو پھر مخصوص کیا فہر کی اولاد میں سے غالب کو اور جس کی طرف بھی تو نے منتقل کیا اس کو بنایا اس کو امین اپنے حرم کا یہاں تک کہ جب قبول کیا اس کو لوی نے تو آگیا وقت اس کی طہارت کے ظہور کا پھر ان کے بعد جس صُلب میں بھی تو نے اس کو ودیعت فرمایا اس سے ایک ایسا

نور ظاہر فرمایا جس سے آنکھیں انس حاصل کرتی تھیں اور دل سکون پاتے تھے۔ اے میرے اللہ اور میرے سید! میں اقرار کرتا ہوں کہ تو ہی وہ خدائے واحد ہے جس سے کوئی ٹکر نہیں لے سکتا نہ کوئی غالب آسکتا ہے نہ جنگ کر سکتا ہے نہ تیرا کوئی شریک ہے بے نیاز ہے تو نہیں ہے کوئی اللہ سواء تیرے کیا مجال اس عقل کی جو مخلوق ہے اور اس فہم کی جو محدود ہے جو وسطِ پشت سے خارج ہوتی ہے جو خون اور گوشت اور علقہ سے مخلوط ہے اور باقی ماندہ حیض سے نکلی ہے جو کھانے اور پینے کے قیود میں اسیر ہے، بیماریاں جس کی شریک ہیں۔ آلام جس سے لپٹے ہوئے ہیں۔ نہیں بچا سکتی جو اپنے آپ کو مصیبت کے نازل ہونے کے قبل اور نہیں قدرت رکھتی جو کسی فعل پر جو کمزور بناوٹ اور ضعیف قویٰ والی ہے کیا مجال اس کی کہ مداخلت کرے تیری قدرت میں اور حائل ہو تیرے ارادوں میں اور جستجو کرے ان باتوں کی جن کو تیرے سواء کوئی نہیں جانتا۔ بے نیاز ہے تو، کون سی آنکھ پا سکتی ہے تیرے نور کو اور اُٹھ سکتی ہے تیری ضیائے قدرت کی طرف اور کون سی عقل سمجھ سکتی ہے ان امور کو جو اس سے پوشیدہ ہیں سواء ان آنکھوں کے جن سے تو نے حجابات اٹھا دیئے ہیں اور جہالت کے پردے ہٹا دیئے ہیں تو پہونچ گئیں روحیں ان کی ارواح کے پروں کے نزدیک اور مطالعہ کیا انھوں نے تیرے انوارِ جمال کا اور نظر ڈالی انھوں نے منزل ارتقائے عالم خاکی سے تیرے اقتدار کبریائی پر تو نام رکھا ان کا اہل ملکوت نے زوار اور کہا ان کو بندگان ملک و حکومت نے جاہل، بے نیاز ہے تو اے وہ خدا کہ نہیں ہے دریاؤں میں کوئی قطرہ نہ صفحۂ ارض پر کوئی باغ نہ ہواؤں میں حرکت نہ قلوب عباد میں کوئی ارادہ نہ آنکھوں میں جنبش نہ بادلوں میں کوئی بارش کا لہرا لیکن یہ کہ وہ تیری قدرت کا اسیر ہے۔

آسمان تیرے عجائب قدرت کی خبر دیتا ہے اور زمین تیرے استحقاق مدح و ثناء کی دلیل پیش کرتی ہے اور ہوا تیرے عطا کردہ فوائد کو پھیلاتی ہے اور بادل تیرے عطیوں کی بارش کرتے

ہیں اور یہ سب چیزیں تیری مہربانیوں کو بیان کرتی ہیں اور عقول عارفین کو تیری شفقتوں کو خبر دیتی ہیں۔

میں ان باتوں کا اقرار کرتا ہوں جو تو نے اپنے اصفیا کی زبانی نازل فرمائیں یا ہم لوگوں کے جد حضرت آدمؑ نے اپنی خلقت کے بعد ظاہر فرمائیں جب کہ تو ان کی تخلیق سے فارغ ہوا تو انھوں نے اپنا رُخ اوپر کی طرف بلند کیا تو ان کو اپنے سامنے عرش پر ایک تحریر نظر آئی جس میں **لا الٰه الا اللّٰه محمد رسول اللّٰه** لکھا تھا تو انھوں نے تیری بارگاہ میں عرض کیا کہ: پالنے والے یہ کون ہیں جن کا نام تیرے نام کے ساتھ لکھا ہے؟ تو تو نے فرمایا: یہ بہترین خلق محمد ﷺ ہیں جن کو میں تیری صُلب سے پیدا کروں گا۔ میں نے ان کو تیری کل اولاد میں برگزیدہ کیا ہے اگر ان کی خلقت منظور نہ ہوتی تو ہم تم کو پیدا نہ کرتے۔ پاک ہے تو تیرا علم نافذ ہے اور تیری تقدیر غالب ہے ہمیشہ آباؤ اجداد (محمد ﷺ) اس نور کے حامل ہوتے رہے اور اصلاب ایک دوسرے کی طرف اس کو منتقل کرتے رہے اور تو نے جب بھی اس کو کسی فضائے صُلب میں نازل فرمایا تو اس نور کی خاطر سے اس کو کچھ ایسی خوبیاں عطا فرمائیں جو عقل انسانی کو اس کی اطاعت کی طرف اُبھارتی رہیں۔

نیز اس کی بغض و دشمنی پر آمادہ کرتی رہیں (حسد کی بنا پر) یہاں تک کہ منتقل کیا تو نے اس کو حضرت ہاشم کی طرف جو حضرت اسماعیلؑ کے بعد بہترین اجداد رسول اللہ ﷺ میں تھے تو کیا ہی صاحب عیال اور بڑی ذریّت والا پدر اور مخرج طہارت اور مرجع فخر بنایا تو نے اے پروردگار ہاشم کو ساکن کیا ان کو پاس اپنے گھر کے اور قرار دیئے ان کے لیے مناسک اور تجارت گاہیں پھر منتقل کیا تو نے اس نور کو ہاشم سے عبد المطلب کی طرف اور چلایا ان کو حضرت ابراہیمؑ کی راہ پر اور عطا کی ان کو استقامت تاویل و تفصیل حق میں اور دیئے ان کو بیٹے عبد اللہ اور ابو طالب اور حمزہ جیسے اور عبد اللہ کا فدیہ بھی اسی طرح اتارا جس طرح ذبح حضرت اسماعیلؑ کے وقت فدیہ اُتارا تھا اور وہی منزلت عطا فرمائی تو نے مجھ کو ابو طالب سے ان کی اولاد میں جو اسحاقؑ کو ابراہیمؑ سے حاصل تھی

اس لیے کہ پاس اور برگزیدہ کیا تھا تو نے ان کو تو بے شک اے اللہ! پہونچا دیا تو نے ابو طالب کی اولاد کو اس درجہ تک جہاں تک بلند کی تو نے فضیلت ان کی اس شرف میں جس کے ذریعہ سے تو نے ان کی گردنیں بلند کی ہیں اور اس ذکر میں جس کے ساتھ ان کے ناموں کو آراستہ کیا ہے قرار دیا تو نے ان کو معدن وجنّت نور اور خلاصہ اور بلند چوٹی دین کی اور فریضہ اور سنّت وحی۔ پھر حکم دیا تو نے عبداللہ کو اس نور کے ظاہر کرنے کا جب تیری زمین کے طاہر کرنے کا وقت آیا اس کا فرامّت سے جو تیری معرفت وعبادت کو بھلا بیٹھی تھی اور تیرا مثل قرار دے رہی تھی اور تیری ربوبیت ووحدانیت کی منکر ہوگئ تھی اور تیرا شریک اور تیرے لیے اولاد تجویز کر رہی تھی اور بتوں کی پرستش اور شیطان کی اطاعت کی طرف دوڑ رہی تھی تو پکارا تجھ کو نبی ﷺ نے نصرت کے لیے تو مدد کی تو نے ہمارے نبیؐ کی میرے اور جعفر اور حمزہ کے ذریعہ سے تو ہم ہی لوگ ہیں جن کو تو نے اپنی نصرت کے لیے چنا اور ہم ہی ہیں جن کا نام تو نے انصار نبیؐ رکھا اور گواہ ہم لوگوں کا خود تو ہے اے پالنے والے آسمانوں اور زمینوں کے! قرار دیا تو نے ہم لوگوں کو ایسی تین فردیں کہ نہیں دشمنی کی تیرے نبی سے کسی طاقت والے نے لیکن یہ کہ ذلیل کر دیا تو نے اس کو ہم لوگوں کے ذریعہ سے اور نہ کسی بادشاہ نے لیکن ہلاک کر دیا اس کو ہمارے ذریعہ سے اور مدح کی ہم لوگوں کی آیت ﴿أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا ... ۲۹﴾ میں یعنی وہ سخت ہیں کفّار پر اور رحم دل ہیں آپس میں ایک دوسرے پر دیکھو گے تم ان کو حالت رکوع وسجود میں۔

اور نازل فرما کر ہم لوگوں کی شان میں قرآن دور کر دی ہم لوگوں کے سامنے سے ہر قسم کی تاریکیوں کو اور ڈرایا ہمارے حملوں سے (کفّار کی) امّتوں کو تیرے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جب بھی تیرے کسی دشمن سے جنگ کرتے تو چھپتے تھے ان کے پیچھے اصحاب ان کے اور احاطہ کر لیتی تھی ان کا عترت ان کی جیسے چمکتے ہوئے تاروں کے جھرمٹ میں چودھویں کا چاند ہو۔ تیرا درود ہو تیرے بندے اور تیرے نبیؐ اور تیرے صفی اور تیرے برگزیدہ رسول محمد مصطفیٰ ﷺ اور

ان کی اولاد طاہرین پر کون سا مضبوط قلعہ تھا (باطل) کا نہ ڈھادیا جس کو ان کی دعوت نے اور کون سی فضیلت ہے جو نہ پائی ان کی عترت نے قرار دیا تو نے ان کو "خَیرَ اَئِمَةً اُخرِجَت لِلنّاس یَامُرُون بِالمَعرُوف وَیَنهَون عَنِ المُنکَر"؛ یعنی بہترین ائمہ جو لوگوں کی ہدایت کے لیے پیدا کیے گئے حکم دیتے ہیں وہ نیکیوں کا اور روکتے ہیں برائیوں سے جنگ کرتے ہیں وہ تیری راہ میں اور قائم رکھتے ہیں وہ مطابق تیرے دین کے اپنی طہارت کو حرام قرار دے کر مردہ اور خون اور لحم خنزیر اور ان جانوروں کے گوشت کو جو غیر خدا کے نام پر ذبح کیے گئے ہوں تو اور تیرے ملائکہ شاہد ہیں کہ انھوں نے اپنے نفوس تیرے ہاتھ بیچ ڈالے ہیں اور بے وقعت بنالیا ہے اپنی جانوں کو تیری ہیبت سے اور خاک آلود کرلیا ہے اپنے سروں اور اپنے چہروں کو قریب ہے کہ زمین جذب کرلے ان کو اپنی طرف بسبب ان کی طہارت کے اور اُلٹ جائے اپنے کل موجودات کے ساتھ ان کے بارِ فضائل سے، بلند کی ہے تو نے شان ان کی حرام کرکے ان پر نجس ماکولات و مشروبات کو پس کیسا شرف عطا فرمایا ہے تو نے اے پالنے والے محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی عترت طاہرہ کو۔

خدا کی قسم! میں اس وقت ایک ایسی بات کہوں کہ خلق اللہ میں کسی کی مجال نہیں کہ ایسا دعویٰ کرسکے میں ہدایت کا نشان ہوں۔ میں تقویٰ کی جائے پناہ ہوں۔ میں سخاوت کا مرکز اور عطا کا دریا ہوں۔ میں عقل و دانائی کا بلند پہاڑ ہوں۔ میں علم کی کان اور تاریکیوں کا نور ہوں اور بہتر ہوں تمام ان لوگوں سے جنھوں نے امر بالمعروف کیا اور تقویٰ اختیار کیا اور کامل تر ہوں ہر اس شخص سے جس نے قمیص پہنی اور ردا اوڑھی اور افضل ہوں ہر اس شخص سے جس نے خدا سے راز و نیاز کیا بعد محمد مصطفیٰ ﷺ کے۔

میں خودستائی نہیں کرتا بلکہ اپنے خدا کی نعمتوں کا ذکر کررہا ہوں جو اس نے مجھ کو عطا فرمائی ہیں۔ میں ہوں نماز پڑھنے والا قبلۂ اولیٰ (بیت المقدس) اور قبلۂ ثانیہ (کعبہ) کی طرف اور دو نشانوں کا اٹھانے والا۔ میرے ان فضائل کو کوئی چھپا سکتا ہے؟ میں ہوں پدرِ سبطین (حضرت امام

حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ)۔ تو کیا کوئی میر امساوی ہو سکتا ہے۔ میں ہوں زوجِ خیر النساء (فاطمہ زہراؑ) تو کیا کوئی مجھ سے بڑھ سکتا ہے میں چمکتا ہوا چاند ہوں اس علم کے لحاظ سے جو میرے پرورد گار نے مجھ کو عطا فرمایا ہے میں چڑھا ہوا اور موجیں مارتا ہوا دریائے فرات ہوں۔ مشابہ ہوں میں قمر سے اس کے نور میں اور دریائے فرات سے اس کے بذل وسخا میں۔

اے لوگو! خداوند عالم نے ہم لوگوں کے ذریعہ سے روشن فرمائے راستے ہدایت کے اور سیدھی کی کجی، اور عبادت کی گئی خدا کی اس کی زمین میں اور منتہی ہوئی ہے اس تک معرفت اس کی مخلوق کی۔ پاک کیا ہے خدا نے ہماری تبلیغ سے زبانوں کو اور تضرع وزاری کی خدا کی بارگاہ میں ہماری دعوت سے اذہان نے۔

پھر اٹھالیا پرورد گار عالم نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس حالت میں کہ وہ سعید اور شہید اور ہادی ومہدی تھے۔ قائم تھے ان امور پر جن کے لیے انہوں نے خدا سے کفایت چاہی اور محافظ تھے ان باتوں کے جن کی انھوں نے رعایت طلب کی۔

کامل اور تمام کر دیا خداوند عالم نے ان کے ذریعہ سے دین کو اور واضح کر دیا ان کے ذریعہ سے یقین کو۔ محکم ہو گئیں عقلیں ان کی رہنمائی سے اور ظاہر ہو گئیں حجتیں انبیائے خدا کی، شگافتہ ہو گیا سر باطل کا یہاں تک کہ ہلاک ہو گیا اور واضح ہو گیا حق بولتا ہوا۔ بند کر دیا انھوں نے شیطان کے شکوک پیدا کرنے کی راہوں کو اور واضح کر دیا حق اور برہان کو۔

اے اللہ! قرار دے تو افضل صلوات اور بڑھنے والی برکتیں اور مہربانیاں اور اپنی رحمتیں نبی رحمت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اہل بیتؑ طاہرین پر۔

ازواجِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

علاوہ کنیزوں کے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گیارہ بیویاں تھیں جن میں سے ۹/ آپ کی وفات کے بعد تک زندہ رہیں۔

۱۔ ام المومنین حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا

آپ کے مختصر حالات پہلے گذر چکے۔ حضرت رسول اللہ ﷺ کی کل اولاد سواء حضرت ابراہیمؑ کے جو ماریہ قبطیہ کے بطن سے تھے آپ ہی سے پیدا ہوئی۔ حضرت خدیجہ کی وفات کا آنحضرت ﷺ کا بڑا صدمہ ہوا آپ ہمیشہ ان کو یاد کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت نے جناب خدیجہ کو یاد کیا تو جناب عائشہ نے کہا کہ: کب تک اس بڑھی عورت کو یاد کیجئے گا جس کے منہ میں ایک دانت بھی نہ رہ گیا تھا۔ یہ سن کر حضرت اس درجہ غضب ناک ہوئے کہ آپ کی پیشانی مبارک کے بال ہلنے لگے اور فرمایا کہ: خدا کی قسم! اس سے بہتر زوجہ مجھ کو نہ ملی وہ مجھ پر اس وقت ایمان لائیں جب لوگ کافر تھے اور اس وقت میری تصدیق کی جب لوگ میری تکذیب کرتے تھے اور اپنے مال سے اس وقت میری مدد کی جب لوگ مجھے محروم کیے ہوئے تھے اور خدا نے مجھ کو انہیں سے اولاد عطا فرمائی۔ حضرت عائشہ نے کہا کہ: میں نے اس وقت سے ارادہ کر لیا کہ آئندہ کبھی حضرت خدیجہ کی بُرائی نہ کروں گی (۱)۔

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر کے متعلق جو روایتیں ملتی ہیں کہ انہوں نے اپنے مال سے حضرت رسول اللہ ﷺ کی مدد فرمائی اور اسلام کو بڑا فائدہ پہونچا وہ غلط ہیں اور عہد معاویہ میں بنائی گئی ہیں اس لیے کہ اگر حضرت ابو بکر نے اپنے مال سے حضرت کی مدد کی ہوتی تو آنحضرت ﷺ ہر گز جناب عائشہ سے یہ نہ فرماتے کہ خدیجہ نے اپنے مال سے اس وقت میری مدد کی جب لوگ مجھ کو محروم کیے ہوئے تھے اور اگر حضرت فرماتے تو حضرت عائشہ فوراً جواب میں عرض کرتیں کہ: یارسول اللہؐ! ہمارے والد نے جو اپنی دولت آپ پر قربان کی ہے اس کو بھول گئے۔ لیکن حضرت عائشہ نے آنحضرت ﷺ کو کوئی جواب نہ دیا بلکہ حضرت خدیجہ کے جو فضائل

---

(۱)۔ روضۃ الاحباب، جلد ۱، صفحہ ۴۰۷۔

حضرت نے بیان فرمائے اس کو قبول کیا اور کہا کہ: آئندہ میں کبھی خدیجہ کی بُرائی نہ کروں گی جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر کی سخاوت وایثار کے افسانے گڑھے ہوئے ہیں۔

۲۔ حضرت سودہ بنت زمعہ

آپ مکّہ میں اوائل بعثت میں مسلمان ہوئیں آپ کی پہلی شادی سکران ابن عمرو سے ہوئی تھی۔ آپ نے اپنے شوہر سکران کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی پھر مکّہ واپس آئیں جب سکران کا انتقال ہو گیا تو حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد آنحضرتؐ نے آپ سے عقد کر لیا یہ سنہ۱۰ بعثت کا واقعہ ہے۔ سودہ نے حضرت عمر کے آخری دورِ خلافت میں انتقال کیا۔ آپ نے حکمِ خدا و رسولؐ کے مطابق بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے نکلنا ترک کر دیا تھا یہاں تک کہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حج بھی نہ کیا(۱)۔

۳۔ حضرت عائشہ بنت ابو بکر

حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کی وفات کے بعد عثمان ابن مظعون کی زوجہ خولہ بنت حکیم نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ: یارسول اللہؐ! عقد ثانی کیوں نہیں کرتے؟ حضرت نے فرمایا کہ: کس لڑکی سے عقد کروں؟ خولہ نے کہا کہ: اگر آپ ثیبہ چاہتے ہوں تو سودہ بنت زمعہ ہے جو آپ پر ایمان لاچکی ہے اور اگر کنواری چاہتے ہیں تو عائشہ بنت ابو بکر ہے۔ حضرت نے فرمایا: جاؤ گفتگو کرو۔ غرض خولہ کے توسط سے حضرت نے پہلے جناب سودہ سے عقد کیا پھر جناب عائشہ سے شادی کی۔ شادی کے وقت جناب عائشہ کی عمر چھ سال تھی(۲)۔

---

(۱)۔ روضۃ الاحباب، جلد ۱، صفحہ ۴۰۸۔

(۲)۔ روضۃ الاحباب جلد ۱، صفحہ ۱۰۵۔

ہجرت کے بعد سنہ ۱ھ میں حضرت ابو بکر نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ: آپ اپنی زوجہ کی رخصتی کیوں نہیں کراتے؟ حضرت نے فرمایا کہ: میں نے ابھی مِہر نہیں ادا کیا ہے حضرت ابو بکر نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے جناب عائشہ کا مہر بارہ اوقیہ ادا کر دیا اور حضرت عائشہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر آ گئیں (۱)۔

حضرت عائشہ اور حفصہ کی شان میں قرآن کی آیتیں

خداوند عالم پارہ ۲۸، رکوع ۱۹، سورۂ تحریم آیت ۴ میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا ...۴﴾

واقعہ کی تفصیل سنہ ۹ھ کے واقعات میں جناب عائشہ اور حفصہ کا مظاہرہ کے زیرِ عنوان گذر چکی وہاں ملاحظہ فرمایئے۔

حضرت عائشہ کی شان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثیں

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "**فَضل عَائشَة عَلَى النِّسَاءِ كَفَضل الثَّرِيد عَلَى الطَّعَام**" (۲)؛ یعنی عائشہ کو عورتوں پر وہی فضیلت حاصل ہے جو گوشت روٹی کو دوسرے کھانوں پر فضیلت ہے۔

علامہ ذہبی جو علمائے اہل سنّت میں محک رجال اور نقاد احادیث سمجھے گئے ہیں۔ جنھوں نے فضائل امیر المومنین علیہ السلام کی بہت سی حدیثوں کو یہ کہہ کر رد کر دیا ہے کہ اس کا مضمون بہت پست اور عبارت بھونڈی ہے لہٰذا یہ قابل قبول نہیں ہے لیکن اس حدیث کو موصوف نے بھی صحیح تسلیم کیا ہے اس میں عبارت اور معنی کی پستی ان کو نظر نہیں آئی۔

---

(۱)۔ مستدرک حاکم، جلد ۴، صفحہ ۵۔

(۲)۔ بخاری، جلد ۲، صفحہ ۲۰۰ مصر۔

شیخ الاسلام نے بخاری کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ: یہ حدیث اس وقت کے لحاظ سے حضرت نے فرمائی تھی جب کہ ثرید جیسے عمدہ کھانے ایجاد نہیں ہوئے تھے لیکن اب تو ایسے ایسے کھانے ایجاد ہو گئے ہیں جن کے مقابلہ میں ثرید کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

اس حدیث میں چند باتیں قابل توجہ ہیں:

۱۔ یہ کہ اگر اس حدیث کو صحیح فرض کر لیا جائے تو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں حضرت عائشہ کی مدح فرمائی ہے یا مذمت کیونکہ اگر حضرت عائشہ کی خاطر سے گوشت روٹی کو تمام دنیا کی غذاؤں سے بہتر فرض کر لیا جائے تو حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت عائشہ کل عورتوں سے افضل ہیں اور اگر حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے گوشت روٹی کو دوسری عمدہ غذاؤں سے پست اور روزمرّہ کی معمولی غذا سمجھا جائے تو معنی یہ ہوتے ہیں کہ حضرت عائشہ دنیا کی عام عورتوں کے برابر ہیں ان میں کوئی برتری نہیں ہے۔

۲۔ یہ کہ اگر اس حدیث کو ہر حیثیت سے درست سمجھ لیا جائے جب بھی اس سے حضرت عائشہ کی کوئی مذہبی واخروی فضیلت ثابت نہیں ہوتی اس لیے کہ گوشت روٹی کو مذہبی حیثیت سے کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے بلکہ خلاف زہد ہے اسی بنا پر حضرت رسول اللہ ﷺ اور حضرت امیر المومنینؑ نے گوشت روٹی ترک کر کے نمک روٹی اپنی غذا قرار دی تھی جو خدا کی رضا کا سبب تھی۔

۳۔ اس حدیث کا واضح مطلب یہ نکلتا ہے کہ گوشت روٹی جس طرح بمقابل دوسری غذاؤں کے زیادہ لذیذ ہے اس طرح جناب عائشہ بہ نسبت دوسری عورتوں کے زیادہ لذیذ ہیں اور یہ مفہوم حضرت رسول اللہ ﷺ کی شان سے بہت بعید ہے۔ ایک معمولی انسان بھی اپنی زوجہ کی ایسی مدح نہیں کرتا چہ جائیکہ حضرت رسول اللہ ﷺ، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حدیث

امیر معاویہ کی بنوائی ہوئی ہے جب کہ وہ روپئے دے دے کر حدیثیں بنواتے تھے جس کی تفصیل میں نے الفرقۃ الناجیہ میں لکھی ہے۔

حضرت عائشہ کے متعلق احادیث رسول ﷺ کا دوسرا رُخ

حضرت عبد اللہؓ نے روایت کی ہے کہ: ایک روز حضرت رسول اللہ ﷺ نے خطبہ کے درمیان میں حضرت عائشہ کے گھر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ”**هٰهنا الفِتنَة ثَلٰثا مِن حَيثُ يَطلَع قَرن الشَّيطَان**“؛یعنی فتنہ اسی مقام پر ہے فتنہ اسی مقام پر ہے فتنہ اسی مقام پر ہے جہاں سے شیطان کی سینگھ نکلے گی(۱)۔ حضرت عائشہ کے حالات زندگی سے اس حدیث کا تطابق کیجئے مطلب واضح ہے۔

۴۔ حضرت حفصہ

آپ حضرت عمر کی صاحب زادی تھیں پہلی شادی آپ کی خنیس سے ہوئی تھی خنیس کی وفات کے بعد حضرت عمر نے حضرت عثمان سے کہا کہ: آپ شادی کر لیجئے لیکن انھوں نے انکار کیا تو حضرت ابو بکر سے کہا کہ آپ شادی کر لیجئے انھوں نے بھی کوئی جواب نہ دیا تو آنحضرت ﷺ نے سنہ ۳ھ میں ان سے عقد کر لیا۔ پھر حضرت نے ان کو طلاق دے دیا تو جناب عمر کو بڑا صدمہ ہوا اور خاک اٹھا اٹھا کر اپنے سر پر ڈالنے لگے اور کہتے تھے کہ اب عمر کی کیا عزت رہ گئی ان حالات کی بنا پر آپ نے پھر رجوع کر لیا۔

۵۔ حضرت زینب بنت خزیمہ

---

(۱)۔ بخاری جلد ۲، صفحہ ۱۲۴۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی عبد اللہ ابن جحش کی زوجہ تھیں جب وہ جنگ اُحد میں شہید ہوگئے تو حضرت نے سنہ ۳ھ میں ان سے عقد کرلیا سنہ ۴ھ میں ان کا انتقال ہوا آپ فقراء ومساکین پر اتنا مہربان تھیں ان کو کھانا کھلاتیں ان پر احسانات کرتیں کہ آپ کا نام ام المساکین پڑگیا تھا۔

۶۔ حضرت ام سلمہ

آپ کا نام ہند تھا آپ ابوامیہ کی بیٹی اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی عاتکہ بنت عبد المطلب کی لڑکی تھیں۔ پہلی شادی آپ کی ابوسلمہ سے ہوئی تھی ابوسلمہ نے جناب ام سلمہ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی پھر وہاں سے واپس آنے کے بعد مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ ابوسلمہ جنگ اُحد میں زخمی ہوگئے تھے کچھ علاج کرتے رہے آخر انتقال کیا تو حضرت ابوبکر وعمر نے حضرت ام سلمہ سے شادی کا پیغام دیا لیکن انھوں نے منظور نہیں کیا۔ سنہ ۴ھ ماہِ شوال میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے عقد کیا آپ بڑی پاکیزہ صفات اور بلند مرتبہ اور عالی خاندان بی بی تھیں۔ آپ حضرت امیر المومنینؑ اور حضرت فاطمہ زہراؑ اور حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ سے ماں جیسی شفقت اور محبت رکھتی تھیں آپ کی روایت کردہ حدیثوں کی تعداد ۳۷۸ تک ہے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو شہادت امام حسینؑ کی خبر دی تھی اور ایک شیشہ میں کربلا کی مٹی دی تھی اور فرمایا تھا کہ: جب یہ مٹی خون ہوجائے تو سمجھنا کہ میرا حسینؑ قتل کردیا گیا۔

بعد واقعۂ کربلا ایک روز آپ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عالم خواب میں سر برہنہ اور گریبان چاک دیکھا تو پوچھا کہ: یارسول اللہؐ! یہ کیا حال ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ: میرا حسینؑ قتل کردیا گیا میں ابھی اسی مقام سے آرہا ہوں(۱) یہ سن کر جناب ام سلمہ نے قاتلانِ حسینؑ پر لعنت

(۱)۔ تاریخ الخلفاء، صفحہ ۱۴۱۔

بھیجی اور لوگ آپ کے پاس شہدائے کربلا کی تعزیت ادا کرنے آنے لگے۔ ۶۱ھ میں یعنی اسی سال جس سال حضرت امام حسینؑ شہید ہوئے آپ کی وفات واقع ہوئی آپ کی عمر اس وقت ۸۴ر سال تھی اور جنّت البقیع میں دفن کی گئیں۔

۷۔ حضرت زینب بنت جحش

آپ حضرت رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی امیمہ بنت عبد المطلب کی صاحبزادی تھیں آپ کی پہلی شادی حضرت رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام زید ابن حارثہ سے ہوئی تھی یہ اسلامی مساوات کی ایک بہترین مثال تھی کہ عرب کی ایک عالی خاندان خاتون ایک غلام سے بیاہی گئی۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے زید کو آزاد کرکے اپنا بیٹا بنالیا تھا جب حضرت رسول اللہ ﷺ نے جناب زینب بنت جحش کے یہاں زید کا پیغام بھیجا تو زینب نے انکار کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ: تم کو قبول کرنا پڑے گا اس کے بعد آیت نازل ہوئی کہ جب خدا اور اس کے رسولؐ کسی امر کا فیصلہ کرلیں تو کسی مومن یا مومنہ کو اس معاملہ میں پسند و ناپسند کا اختیار نہیں ہے (۱)۔

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد جناب زینب نے قبول کرلیا۔ چنانچہ عقد ہوگیا اور ایک سال یا کچھ زیادہ جناب زینب زید کے ساتھ رہیں لیکن دونوں میں نہ بنی آخر زید نے تنگ آکر طلاق دے دیا تو عدۃ گذرنے کے بعد حضرت رسول اللہ ﷺ نے زینب سے نکاح کرلیا تو دشمنوں نے کہنا شروع کیا کہ: رسول اللہ ﷺ نے اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کیا ہے اس پر آیت نازل ہوئی کہ منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا نہیں ہوتا نہ اس پر حقیقی بیٹے کے احکام جاری ہوتے ہیں لہٰذا حضرت نے اگر زینب سے عقد کرلیا ہے تو اس میں کوئی عیب نہیں ہے۔ جناب زینب بڑی صاحبِ خیر و خیرات

---

(۱)۔ پارہ ۲۲، سورۂ احزاب [آیت ۳۶]۔

اور صلۂ رحم کرنے والی اور خاشع و متضرع الی اللہ تھیں۔ آپ کا انتقال سنہ ۸ھ میں ہوا اور جنّت البقیع میں دفن کی گئیں آپ کی عمر انتقال کے وقت ۵۳ سال تھی۔

۸۔ جوہریہؓ بنت حارث

ان کا شوہر ذوالشقرین مسافع غزوہ مریسع میں قتل ہوا تو سنہ ۵ھ یا سنہ ۶ھ میں رسول اللہ ﷺ نے ان سے نکاح کیا۔ سنہ ۵۵ھ میں ان کا انتقال ہوا اور جنّت البقیع میں دفن کی گئیں۔

۹۔ جناب ام حبیبہ بنت ابوسفیان

ان کی پہلی شادی عبید اللہ ابن جحش سے ہوئی۔ یہ اوائل اسلام میں اسلام لائیں اور اپنے شوہر کے ساتھ ہجرت کر کے حبشہ چلی گئیں وہاں عبید اللہ نے انتقال کیا تو حضرت رسول اللہ ﷺ نے نجاشی بادشاہ حبش کو لکھا کہ ام حبیبہ سے میرا نکاح کر دو! چنانچہ اس نے ام حبیبہ سے اجازت لے کر دو وکیل مقرر کر کے عقد کر دیا۔ سنہ ۷ھ میں آپ مدینہ واپس آئیں اور حضرت کی خدمت میں پہونچ گئیں۔ آپ کی وفات معاویہ کے دور حکومت میں سنہ ۴۴ھ میں واقع ہوئی۔ آپ کی روایت کردہ حدیثوں کی تعداد ۶۵ ہے۔

۱۰۔ حضرت صفیہ بنت حی ابن احطب

ان کی پہلی شادی سلام ابن مشکم یہودی سے ہوئی تھی لیکن اس سے جدائی ہو گئی تو کنانہ ابن ربیع سے شادی کی۔ کنانہ جنگ خیبر میں مارا گیا اور صفیہ گرفتار ہو کر آئیں تو حضرت نے ان کو آزاد کر کے عقد کر لیا صفیہ جب مدینہ پہونچیں اور ان کے حسن و جمال کا شہرہ ہوا تو عورتیں ان کو دیکھنے کے لیے آئیں حضرت عائشہ بھی ایک چادر اوڑھ کر چہرے پر نقاب ڈال کر صفیہ کو دیکھنے گئیں۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ کو پہچان لیا جب حضرت عائشہ واپس ہوئیں تو حضرت نے بڑھ کر حضرت عائشہ کی چادر پکڑ کر روکا اور فرمایا کہ: کہو صفیہ کیسی ہے؟ جناب عائشہ

نے کہا کہ: ہاں اس یہودیہ کو دیکھا کہ یہودی عورتوں کے درمیان بیٹھی ہے۔ حضرت نے فرمایا: ایسا نہ کہو وہ سچے دل سے اسلام لائی ہے۔

حضرت صفیہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت صفیہ سے محبّت تھی جس سبب سے حضرت عائشہ اور حفصہ کو قلبی تکلیف رہا کرتی تھی ایک روزان دونوں نے حضرت صفیہ سے کہا کہ: ہم لوگ تم سے افضل و بہتر ہیں حضرت صفیہ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی تو حضرت نے فرمایا کہ: تم نے کیوں نہ کہا کہ باپ میرے ہارونؑ اور چچا میرے موسیٰؑ اور شوہر میرے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں تو تم لوگ مجھ سے افضل کیونکر ہو سکتی ہو؟!۔ آپ کی وفات ۵۰ھ میں واقع ہوئی اور جنّت البقیع میں دفن ہوئیں۔

۱۱۔ حضرت میمونہ بنت حارث

جناب میمونہ کی ایک بہن تھیں جن کا نام ام الفضل تھا ان سے حضرت عباس ابن عبدالمطلب نے نکاح کیا تھا اور ان کی ایک مادری بہن تھیں اسماء بنت عمیس جو پہلے حضرت جعفر طیار کے حبالۂ عقد میں تھیں ان کی شہادت کے بعد حضرت ابو بکر نے ان سے شادی کرلی۔ ابو بکر کے بعد حضرت امیر المومنینؑ کی زوجیت میں آئیں جناب میمونہ کی پہلی شادی مسعود سے ہوئی تھی ان کے بعد ابورہم سے شادی ہوئی۔ ابورہم کے مرنے کے بعد ۷ھ میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح کرلیا۔ جناب میمونہ نے ۵۱ھ میں وفات پائی اور حضرت ابن عباسؓ نے ان پر نماز پڑھی اور دفن کیا۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہی گیارہ بیویاں تھیں جن میں سے حضرت خدیجہ اور زینب بنت جحش نے حضرت کی حیات میں انتقال کیا باقی نو ازواج نے حضرت کے بعد وفات پائی اور امہات المومنین میں سب سے آخر میں جس نے وفات پائی وہ حضرت ام سلمہؓ تھیں۔

یہ گیارہ ازواج رسولؐ وہ تھیں جن کے بارے میں مورخین اور سیرت نگاروں میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ان کے علاوہ کچھ بیویاں ایسی بھی تھیں جن سے نکاح ہوا یا نسبت طے پائی لیکن فوراً جدائی ہو گئی جیسے اسماء بنت نعمان جن کا قصّہ حضرت عائشہ کے حالات میں گذر چکا یا جیسے اسماء بنت صلت کہ جب ان کو خبر ملی کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے ان کی خواستگاری کی ہے تو انتہائے مسرّت و خوشی میں ان کی موت واقع ہو گئی۔

حضرت رسول اللہ ﷺ کی کنیزیں

۱۔ ماریہ بنت شمعون قبطیہ: حضرت رسول اللہ ﷺ کی ایک کنیز ماریہ بنت شمعون قبطیہ تھیں جن کو مقوقس بادشاہ اسکندریہ نے برسم ہدیہ بھیجا تھا۔ ۱۶ھ میں وفات پائی اور جنّت البقیع میں دفن کی گئیں۔

۲۔ ریحانہ بنت ابن عمر: بنو نضیر یا بنو قریظہ کے قیدیوں میں سے آنحضرتؐ نے ان کو اپنے لیے منتخب فرمایا تھا۔ حجۃ الوداع کے سال ان کی وفات واقع ہوئی۔ ان کے علاوہ دو کنیزیں اور تھیں۔

حضرت رسول اللہ ﷺ کی اولاد

حضرت رسول اللہ ﷺ کے تین بیٹے تھے اور ایک بیٹی حضرت ابراہیمؑ کے سواء جو ماریہ قبطیہ کے بطن سے تھے حضرت کی سب اولاد حضرت خدیجہ سے تھی۔

۱۔ قاسم: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے بڑے صاحب زادے تھے قبل بعثت مکہ میں پیدا ہوئے اور دو سال کی عمر میں وفات پائی انھیں کے نام پر حضرت کی کنّیت ابو القاسم قرار پائی۔

۲۔ عبداللہ: جن کو طیب و طاہر بھی کہتے تھے۔ قبل بعثت مکہ میں پیدا ہوئے اور بچپن ہی میں انتقال کیا۔

۳۔ ابراہیم: حضرت کے سب سے چھوٹے صاحب زادے سنہ ۸ھ ماہِ ذی الحجہ میں ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے ان کی ولادت سے حضرت بہت مسرور ہوئے اور ساتویں روز ان کا عقیقہ کرایا اور گوسفند ذبح کیا اور بالوں کے ہم وزن چاندی تصدق کی سنہ ۱۰ھ میں ڈیڑھ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب جناب ابراہیم کے احتضار کی خبر پائی تو تشریف لے گئے اور ان کو گود میں لے لیا اور رونے لگے عبد الرحمٰن ابن عوف نے کہا کہ: یارسول اللہؐ! آپ نے میّت پر رونے سے منع نہیں فرمایا ہے؟ حضرت نے فرمایا: اے ابن عوف! میں نے منہ پر طمانچے مارنا اور گریبان کو چاک کرنے سے منع کیا ہے اور میرا رونا جو دیکھ رہے ہو یہ رحمت و شفقت ہے اور جو رحم نہ کرے اس پر کوئی رحم نہ کرے گا پھر فرمایا کہ: ”**العَین تَدمَع وَالقَلب تَحزَن وَلَا نَقُول اِلَّا مَایَرضی رَبَّنَا وَاِنَّا بِفرَاقِکَ یَااِبرَاھِیم لَمَحزُونُون**“۔

یعنی آنکھیں اشک بار اور دل غمگین ہے لیکن ہم رضائے پروردگار کے خلاف کچھ نہیں کہتے اور اے ابراہیم! ہم لوگ تمہارے فراق میں محزون ہیں۔

غسل و کفن کے بعد جب حضرت ابراہیم کو دفن کیا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی قبر پر پانی چھڑکوایا۔ اسلام میں یہ پہلی قبر تھی جس پر پانی چھڑکا گیا۔

۴۔ سیدۃ النساء عالمین، خاتونِ جنت، بتول، عذراء حضرت فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا

آپ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے چھوٹی اولاد اور فضل و کمال و قدر و منزلت میں سب سے بلند مرتبہ تھیں۔ آپ کی ولادت باسعادت ۲۰/ جمادی الاخریٰ سنہ ۵ بعثت میں ہوئی(۱)۔

جب حضرت خدیجہ کبریٰ کو حضرت فاطمہ زہراؑ کا حمل قرار پایا تو حضرت جبرئیل امینؑ نازل ہوئے اور کہا کہ: اس بچی کا نام فاطمہ رکھو۔ حضرت فاطمہ زہراؑ بطن مادر میں اپنی مادر گرامی سے کلام کرتی تھیں اور مونس و ہمدم رہتی تھیں، اور زنانِ قریش کی مخالفت و کنارہ کشی پر ان کو تسلّی دیا کرتی تھیں کیونکہ جب حضرت خدیجہ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شادی کی تو زنانِ مکّہ نے ناراض ہو کر ان کے یہاں آنا جانا اور کلام و سلام ترک کر دیا۔ حضرت خدیجہ اپنے شکم کے بچہ کی اس عجیب و غریب حالت کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوشیدہ رکھتی تھیں ایک روز حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ کو تنہائی [میں] کسی سے گفتگو کرتے سن لیا تو پوچھا کہ: خدیجہ کس سے باتیں کر رہی تھیں؟ عرض کیا کہ: یہ بچہ جو میرے شکم میں ہے مجھ سے باتیں کرتا ہے اور میرا مونس رہتا ہے حضرت نے فرمایا کہ: ابھی جبرئیل امینؑ نے مجھ کو خبر دی ہے کہ یہ لڑکی ہے اور خدا اس سے ایک بابرکت اور طیب و طاہر نسل جاری کرے گا جو امام اور پیشوایانِ دین اور میرے بعد میرے جانشین ہوں گے(۲)۔

جب حضرت فاطمہ زہراؑ کی ولادت کا زمانہ نزدیک ہوا تو حضرت خدیجہؑ نے زچہ خانہ کی خدمت و مدد کے لیے قریش کی عورتوں کو طلب فرمایا تو انھوں نے انکار کیا۔ حضرت خدیجہ تنہائی

---

(۱)۔ وسیلۃ النجاۃ، صفحہ ۲۰۲ و تاریخ خمیس جلد ۱، صفحہ ۳۱۳۔

(۲)۔ دمع الھتون و بحار، جلد ۱۰، صفحہ ۱۔

سے نہایت درجہ خائف وہراساں ہوئیں ناگاہ چار عورتیں ظاہر ہوئیں جن کو دیکھ کر حضرت خدیجہ ڈریں ان میں سے ایک نے کہا کہ: اے خدیجہ نہ ڈرو! میں تمہاری بہن سارہ اور یہ مریم بنت عمران مادرِ حضرت عیسیٰؑ اور یہ تیسری کلثوم خواہر حضرت موسیٰؑ اور یہ چوتھی آسیہ زنِ فرعون ہیں۔ خدا نے ہم لوگوں کو بھیجا ہے کہ اس وقت تمہاری مدد کریں۔ پھر ایک ان میں سے حضرت خدیجہ کے آگے اور ایک پیچھے اور ایک داہنے اور ایک بائیں بیٹھ گئی۔ جب حضرت فاطمہ زہراؑ پیدا ہوئیں تو ایک ایسا نور چمکا جس سے سارا شہر مکّہ روشن ہو گیا اور مشرق و مغرب میں کوئی گھر ایسا نہ تھا جو منوّر نہ ہوا [ہو] پھر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرئیل امینؑ کے مشورہ سے اس لڑکی کا نام فاطمہؑ رکھا (۱)۔

ابو القاسم دمشقی نے حضرت امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت نے ایک روز حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ نے فاطمہؑ کا نام فاطمہؑ کیوں رکھا؟ حضرت نے فرمایا: اس لیے کہ خدا نے اس کی اولاد پر جہنّم حرام کی ہے (۲)۔

کنیت: کنیت حضرت فاطمہؑ کی ام ابیہاؑ تھی۔

القاب

القاب آپ کے سیدۃؑ النساء، الزہراؑ، المبارکہؑ، الطاہرہؑ، الزاکیہؑ، الراضیہؑ، المرضیہؑ، البتولؑ، المحدثہؑ، الصدیقہؑ، العذراءؑ، الحوراءؑ، مریم الکبریٰؑ، اور آسمان پر آپ کا نام النوریہ السماویہؑ ہے (بحار)۔

"اخرج النسائی قال رسول اللہ ﷺ اِبنَتِی فاطِمَہ حَورَاء آدَمِیَّۃ لَم تَحِض وَلَم طَمِث وَاِنّما سمّاھا فَاطِمَۃ لِاَنَّ اللہ فَطَمَھا وَ مُحِبِّیھا عَنِ النَّار" (۳)۔

---

(۱)۔ وسیلۃ النجاۃ، صفحہ ۲۰۲ و بحار جلد ۱۰، صفحہ ۱۔

(۲)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۲۰۲۔

(۳)۔ شرح فقہ اکبر، صفحہ ۹۸ و صواعق محرقہ، صفحہ ۹۶۔

یعنی نسائی نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا: میری بیٹی فاطمہ انسانی حور ہے وہ خون جو عورتیں دیکھتی ہیں یہ نہیں دیکھتی اور خداوند عالم نے اس کا نام فاطمہ اس لیے رکھا ہے کہ اس سے فاطمہ پر اور اس سے محبت کرنے والوں پر آتشِ جہنم کو حرام کی ہے۔

صاحب قاموس لکھتے ہیں کہ: "**اَلبُتُول فاطِمَة بِنت سَیّدُالمُرسَلِین لِاِنقِطاعِھاعن نِساءِزَمانِھَاو نِسَاءالامّۃ فَضلًا وَدِینًاوَحَسَباوَنَسَبا**"۔

یعنی بتول حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحب زادی حضرت فاطمہؑ کا نام ہے اس لیے کہ وہ اپنے زمانے کی اور امّت کی کل عورتوں سے فضیلت و دین و حسب و نسب میں بہتر ہیں(۱)۔

ملا مبین صاحب فرنگی محلی لکھتے ہیں کہ: "**فاطمه شبیه ترین مردم برسول خداؐ بود درراه وروش وصورت وسیرت وسخن کردن وجمیع حرکاتؐ وسکنات وطاعات و ریاضات واخلاق وحسنات وچون درمی آمد فاطمه رسول خداؐ می ایستادومی رفت سوئے وی ومی گرفت دست او را ومی بوسید جبین اورا و می نشانید برجائے خود وهم چنین فاطمه**"(۲)۔

یعنی فاطمہ زہراؑ رفتاروگفتار وصورت وسیرت اور تمام حرکات وسکنات وطاعات پروردگار وریاضت نفسانیہ اور اخلاق وحسنات میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سے زیادہ مشابہ تھیں۔ جب آپ تشریف لاتیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے اور آگے بڑھ کر استقبال کرتے اور پیشانی پر بوسہ دیتے اور ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ پر بیٹھاتے تھے اور آنحضرتؐ جب فاطمہؑ کے گھر تشریف لے جاتے تو اسی طرح وہ بھی کرتی تھیں۔

(۱)۔ شرح فقہ اکبر ملا علی قاری، صفحہ ۹۸۔

(۲)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۳۰۳۔

حالات

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا

حضرت فاطمہ زہراؑ
کی فضیلت میں قرآن کی آیتیں

بروایت مسلم و ترمذی وغیرہ حدیث صحیح میں حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ سے منقول ہے انھوں نے کہا کہ: ایک روز حضرت رسول اللہ ﷺ ایک کملی اوڑھے بر آمد ہوئے ناگاہ حضرت امام حسنؑ تشریف لائے تو حضرت نے ان کو کملی میں لے لیا پھر امام حسینؑ تشریف لائے تو حضرت نے ان کو بھی کملی میں لے لیا پھر حضرت فاطمہ زہراؑ اور حضرت علیؑ تشریف لائے تو حضرت نے ان دونوں کو بھی کملی میں لے لیا اور یہ آیت پڑھی: ﴿ إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴾(۱)۔

یعنی اے اہل بیت رسولؐ! خدا چاہتا ہے کہ تم سے ہر گندگی و پلیدی کو دور رکھے اور پاک رکھے تم کو جو حق ہے پاک رکھنے کا۔

باتفاق مفسرین یہ آیت حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہ زہراؑ اور حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کی شان میں نازل ہوئی (۲)۔

یہ آیت اہل بیتِ رسولؐ کی عصمت پر نص صریح ہے۔

---

(۱)۔ سورۂ احزاب، رکوع ۴، آیت ۳۳۔

(۲)۔ صواعق محرقہ باب ۱۱، فصل ۱، صفحہ ۸۵ و مستدرک حاکم جلد ۳، صفحہ ۴۱۶ و وسیلۃ النجات صفحہ ۶۷ و اسد الغابہ، صفحہ ۲۶ جلد ۳، و ترمذی و مشکوٰۃ شریف و مسلم وغیرہ۔

آیت ۲: آیت مباھلہ میں لفظ نسائنا سے حضرت فاطمہ زہراؑ مقصود ہیں (۱)۔

آیت ۳: باتفاق مفسرین آپ کی شان میں سورۂ ہل اتیٰ نازل ہوا (۲)۔

آیت ۴: آپ کی شان میں آیت مودّت نازل ہوئی (۳)۔

حضرت فاطمہ زہراؑ کی شان میں حدیثیں

حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: "**فَاطِمَةُ سَيِّدَةِ نِسَاءِ اَهلِ الجَنَّة**" (۴)؛ یعنی فاطمہؑ جنّت کی عورتوں کی سردار ہیں۔

۲۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: فاطمہ تمام دنیا کی عورتوں کی سردار ہیں (۵)۔

۳۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: اے فاطمہ! ہم اور تم اور تمہارے دونوں بچّے اور یہ سونے والا (یعنی علی ابن ابی طالبؑ) جنّت میں ایک مکان میں ہوں گے (۶)۔

۴۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: اے فاطمہ! ہم جنگ کریں گے اس سے جو تم سے اور تمہارے شوہر اور تمہارے دونوں بچوں سے جنگ کرے اور ہم صلح کریں گے اس سے جو تم لوگوں سے صلح کرے (۷)۔

---

(۱)۔ صواعق محرقہ صفحہ ۹۳ و وسیلۃ النجات، صفحہ ۲۸ و کتاب فاطمہؑ کا چاند، صفحہ ۲۰ و تفسیر دُر منثور سیوطی و تفسیر کبیر و تفسیر کشاف ثعلبی و صحیح مسلم و اشعۃ اللمعات باب مناقب اہل بیت جلد ۴، صفحہ ۷۸۳۔

(۲)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۲۰۵ وغیرہ۔

(۳)۔ صواعق محرقہ، صفحہ ۲۷۵ و تفسیر کشاف و وسیلۃ النجات، صفحہ ۲۰۵ وغیرہ۔

(۴)۔ بخاری جلد ۲، صفحہ ۱۸۴ باب علامات النبوۃ فی الاسلام و مستدرک حاکم جلد ۳، صفحہ ۱۵۱۔

(۵)۔ مستدرک حاکم جلد ۳، صفحہ ۱۵۶۔

(۶)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۲۰۸ و صواعق محرقہ وازالۃ الخفاو غیرہ۔

(۷)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۲۰۸ و صواعق محرقہ وغیرہ۔

ملا مبین صاحب فرنگی محلی لکھتے ہیں کہ: اکثر احادیث سے بالعموم ثابت ہوتا ہے کہ فاطمہ زہراؑ تمام دنیا کی عورتوں سے یہاں تک کہ حضرت مریمؑ مادر حضرت عیسیٰؑ اور حضرت خدیجہ کبریٰ اور جناب عائشہ سے بھی افضل ہیں(۱)۔

۵۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''**فَاطِمَة بَضعَةٌ مِنّی مَن آذاها فَقَد آذانِی وَمَن اَغضَبَهافقَداَغضَبَنِی**''(۲)۔

۶۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے جس نے اس کو غضب ناک کیا اس نے مجھ کو غضب ناک کیا(۳)۔

قضیۂ فدک

علامہ بخاری نے بخاری جلد ۲، صفحہ ۱۲۲ باب فرض خمس میں لکھا ہے کہ: ''**اِنَّ فاطِمَة علیها السلام بِنتَ رَسُول الله ﷺ سَألتُ اَبابَکر بَعد وَفَات رَسُول اللّٰہؐ اَن یُقَسِّم لها مِیرَاثهامَاتَرَک رَسُول اللّٰہؐ مِمّا افاءالله عَلَیه فقال لها ابو بَکر انّ رَسُول اللّٰہؐ قال لا نُورث مَا تَرَکنا صَدَقه فغَضَبَتُ فَاطِمَة بنت رَسُول الله فَهَجَرَت ابابکر فَلَم تَزَل مهاجرة حتّی تُوفِّیَت**''۔

یعنی حضرت رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت فاطمہ زہراؑ نے ابو بکر سے اپنی میراث کا سوال کیا جو ان کو رسول اللہ ﷺ سے پہونچی تھی اور بغیر جنگ کے خدا نے آنحضرتؐ کو عطا فرمائی تھی تو ابو بکر نے کہا کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ: ہمارا کوئی وارث

(۱)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۲۰۸۔

(۲)۔ روضۃ الاحباب، جلد ۱، صفحہ ۴۳۲ و وسیلۃ النجات، صفحہ ۲۱۲ و صواعق محرقہ، صفحہ ۱۱۲۔

(۳)۔ بخاری جلد ۲، صفحہ ۱۹۹ چھاپہ مصر، و شرح فقہ اکبر، صفحہ ۹۹۔

نہیں ہوتا جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے یہ سن کر حضرت فاطمہ ابو بکر سے غضب ناک ہوئیں اور ان سے مہاجرت اختیار کی یہاں تک کہ اسی عالم میں انتقال فرمایا۔

بخاری جلد ۳، صفحہ ۳۷ باب غزوۂ خیبر میں ہے کہ: ''**فَهَجَرَت فَلَم تَكَلَّمه حَتّٰى تُوفِّيَت وعَاشَت بَعدَ النَّبِی سِتّةَ اَشهُر فَلمّا تُوفّيَت دَفنَهَا زَوجَهَا عَلِی لَيلًا وَلَم يُوذَن بِهَا ابو بَكر وصَلّیٰ عليها**''۔

یعنی حضرت فاطمہؑ نے ابو بکر سے کلام کرنا ترک کر دیا یہاں تک کہ وفات کی۔ حضرت فاطمہؑ حضرت رسول اللہ ﷺ کے بعد چھ ماہ زندہ رہیں جب انہوں نے انتقال کیا تو حضرت علیؑ نے نماز پڑھ کر ان کو رات ہی کو دفن کر دیا اور ابو بکر کو جنازہ میں شرکت کی اجازت نہ دی۔

یہی روایت مسلم کتاب الجہاد و تاریخ طبری جلد ۲، صفحہ ۴۴۸ و مستدرک جلد ۳، صفحہ ۱۶۲ وغیرہ میں ہے۔

حضرت ابو بکر نے جو حضرت فاطمہ زہراؑ کے جواب میں حضرت رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کی اس کے راوی تنہا ابو بکر ہیں یہ حدیث حضرت رسول اللہ ﷺ سے اور کسی نے بھی نہیں سنی تھی(۱)۔

مولانا عبد الحق صاحب دہلوی اپنی کتاب اشعۃ اللمعات جلد ۳، فصل ۳، صفحہ ۴۵۳ چھاپہ نولکشور میں لکھتے ہیں کہ: سب سے بڑی مصیبت اور مشکل ترین قضیہ قضیہ فاطمہ زہراؑ ہے کیونکہ اگر یہ کہیں کہ فاطمہؑ اس حدیث سے جو ابو بکر نے بیان کی بے خبر تھیں تو یہ امر خلاف عقل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو خبر نہ دی اور اگر فرض کر لیں کہ حضرت نے یہ حدیث ان سے نہیں بیان فرمائی تو اور زیادہ مشکل کا سامنا ہے کہ جب حضرت فاطمہؑ نے ابو بکر سے وہ حدیث سن لی اور صحابہ نے گواہی دی تو اس کے بعد کیوں نہ قبول فرمائی اور غضب ناک رہیں یہاں تک کہ اسی عالم میں رحلت فرمائی۔

---

(۱)۔ تاریخ الخلفاء، صفحہ ۵۰۔

حضرت معصومہؑ نے ابو بکر کے جواب میں فرمایا: ”اَلَمْ یُوْرِثْ سُلَیمَان دَاوُدلَقَد جِئتَ شَیئًا فَرِیًّا“؛ یعنی کیا حضرت سلیمان پیغمبرؑ حضرت داوٗدؑ کے ملک ومال کے وارث نہیں ہوئے تو تو ایک جھوٹی بات بنا کر لایا ہے۔

واضح ہو کہ حضرت داوٗدؑ نے جب جالوت کو قتل کیا تو اس کے بعد خود بادشاہ ہوئے آپ نے چالیس سال حکومت کی انتقال کے وقت آپ نے اپنے بیٹے حضرت سلیمان کو اپنا وصی اور جانشین بنایا چنانچہ حضرت سلیمان حضرت داوٗدؑ کے ملک ومال کے وارث ہوئے جیسا کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ: ﴿وَوَرِثَ سُلَیمَانُ دَاوُودَ﴾(۱)۔

یعنی سلیمان داوٗد کے ملک ومال کے وارث ہوئے۔

احمد ابن داوٗد دینوری اپنی کتاب اخبار الطوال میں لکھتے ہیں کہ: ”وَفِی اَوَّل مُلکِها تَوَفّٰی دَاوُدعَلَیهِ السَّلَام وَوَرِثَ سُلَیمَان مُلکَه وَ ذَلِکَ فِی عَصرِ کِیخُسرُواِبن سِیَاوَش“؛ یعنی بلقیس کی ابتدائے حکومت میں حضرت داوٗدؑ نے انتقال فرمایا اور حضرت سلیمانؑ ان کے ملک کے وارث ہوئے اور یہ باتیں کیخسر و ابن سیاوش کے زمانے میں ہوئیں(۲)۔

تاریخ کامل ابن اثیر صفحہ ۷۸ جلد ۱ میں ہے کہ ”فَلَمَّامَاتَ وَرِثَ سُلَیمَان مُلکَه“۔

یعنی حضرت داوٗدؑ کے انتقال کے بعد حضرت سلیمانؑ ان کے ملک کے وارث ہوئے۔

حضرت معصومہؑ کی اس دلیل میں علماء اہل سنّت نے توڑ پھوڑ کر کے حضرت ابو بکر کا دامن بچانے کی بڑی کوشش کی ہیں جس کی تفصیل میں نے اپنی کتاب الفرقۃ الناجیۃ فی الاسلام، صفحہ ۲۷۹ میں کی ہے مومنین وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

---

(۱)۔ پارہ ۱۹، سورۂ نمل، آیت ۱۶۔

(۲)۔ اخبار الطوال، صفحہ ۲۴، چھاپہ مصر۔

وفات حضرت فاطمہ زہراؑ

جب صحابہ نے حضرت رسول اللہ ﷺ کا جنازہ بے دفن و کفن چھوڑ کر سقیفہ میں حضرت ابو بکر کو اپنا خلیفہ بنالیا تو حضرت علیؑ اور دیگر بنی ہاشم نے ان کی بیعت سے انکار کیا تو حضرت ابو بکر نے حضرت عمر کو ایک گروہ کے ساتھ حضرت امیر المومنینؑ سے بجبر بیعت لینے کے لیے حضرت کی ڈیوڑھی پر بھیجا۔

ابن قتیبہ نے امامت و سیاست جلد ۱، صفحہ ۱۴ پر لکھا ہے کہ پھر عمر اٹھے اور ان کے ساتھ ایک جماعت بھی چلی یہاں تک کہ حضرت فاطمہ زہراؑ کی ڈیوڑھی پر پہونچے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ حضرت فاطمہؑ نے ان لوگوں کی آوازیں سنیں تو بلند آواز سے چلائیں اور پکاریں کہ: اے بابا! اے رسول اللہؐ! آپ کے بعد ہم لوگ خطّاب کے بیٹے اور قحافہ کے بیٹے کے ہاتھوں کیا کیا مصیبت دیکھ رہے ہیں۔

امام اہل سنّت شعبی اور ابو الاسود سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر نے عمر اور خالد ابن ولید کو ایک بڑی جماعت کے ساتھ جن میں عبد الرحمٰن ابن عوف بھی تھے حضرت علیؑ اور عبد اللہ ابن زبیر کی گرفتاری کے لیے بھیجا یہ لوگ گئے اور حضرت عمر ایک جماعت کے ساتھ بغیر اجازت حضرت فاطمہؑ کے گھر میں گھُس گئے جس سبب سے مدینہ میں ہل چل پڑ گئی۔ اور گلیاں لوگوں سے بھر گئیں۔ یہ لوگ سختی کے ساتھ حضرت علیؑ کو گرفتار کر کے لے چلے۔ حضرت فاطمہؑ یہ حال دیکھ کر بہت دردناک آواز سے روئیں اور گھر سے نکل پڑیں اور فرمایا: اے ابو بکر! کس قدر جلد تم لوگوں نے اپنے رسولؐ کے گھر میں لوٹ مچادی؟!(۱)۔

---

(۱)۔ ابن ابی الحدید، جلد ۱، جزو ۶، صفحہ ۲۹۳ شاہ ولی اللہ صاحب نے حضرت علیؑ سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ: ایک روز حضرت رسول اللہ ﷺ مجھ کو گلے لگا کر روئے میں نے رونے کا سبب پوچھا: تو حضرت نے فرمایا کہ: اے علیؑ! تمہاری طرف سے قوم کے دل میں کینے ہیں جن کو لوگ میرے بعد ظاہر کریں گے (ترجمہ ازالۃ الخفا، حصّہ اول، صفحہ ۳۲۱ ذکر فتنہ)۔

حضرت عمر نے حضرت فاطمہ زہراؑ کے شکم مبارک پر پاؤں سے مارا جس کے سبب سے حضرت محسنؑ شہید ہوئے اور عمر چیخ رہے تھے کہ اس گھر کو مع گھر والوں کے آگ لگا کر پھونک دو حالانکہ اس گھر میں حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہ زہراؑ اور حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کے سواء کوئی نہ تھا(۱)۔

اسی تکلیف کے سبب سے حضرت معصومہ بیمار ہوئیں اور ۳/ جمادی الاخریٰ سنہ ۱۱ھ میں انتقال فرمایا۔ حضرت امیر المومنینؑ نے غسل وکفن کے بعد نماز پڑھ کر حضرت فاطمہ زہراؑ کو شب کی تاریکی میں لے جاکر جنّت البقیع میں دفن کر دیا۔ انتقال کے وقت آپ کی عمر تقریباً ۱۹ سال تھی۔

حضرت فاطمہؑ کا عقد نکاح خدا نے آسمان پر کیا

حضرت فاطمہ زہراؑ جب سن بلوغ کو پہونچیں تو ایک روز حضرت ابو بکر حضرت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہونچے اور حضرت فاطمہؑ کی خواستگاری کی۔ حضرت نے غصّہ سے منہ پھیر لیا تو حضرت ابو بکر حضرت عمر کے پاس پہونچے اور کہا کہ: میں تو ہلاک ہوا اور واقعہ بیان کیا تو حضرت عمر خدمت رسول خدا ﷺ میں پہونچے اور حضرت فاطمہؑ کی خواستگاری کی حضرت نے ان کی جانب سے بھی غصّہ سے منہ پھیر لیا(۲) اور طبقات ابن سعد اور اصابہ اور وسیلۃ النجات، صفحہ ۲۱۳ میں ہے کہ حضرت نے فرمایا: میں حکم خدا کا منتظر ہوں۔

صاحب روضۃ الاحباب نے لکھا ہے کہ: حضرت رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض موت میں فرمایا کہ: اے علیؑ! میرے بعد تم پر مصیبتیں وارد ہوں گی دل تنگ نہ ہونا اور صبر کرنا، اور جب لوگ دنیا کو اختیار کریں تو تم دین کو اختیار کرنا(روضۃ الاحباب، جلد ۱، صفحہ ۳۹۳) اسی وصیت رسولؐ کی بنا پر حضرت امیر المومنینؑ نے مسلمانوں کے مظالم پر صبر کیا اور تلوار نہ نکالی۔

(۱)۔ ابن ابی الحدید، جزو ۳ و جزو ۶، صفحہ ۳۹ و ملل و نحل شہرستانی بر حاشیہ ملل و نحل ابن حزم، چھاپہ مصر، صفحہ ۳۷۔

(۲)۔ کنز العمال، جلد ۷، صفحہ ۱۱۳ و ینابیع المودۃ باب ۵۵ بحوالہ ابو داؤد۔

شیخ ابو النصر محمد ابن عبد الرحمٰن ہمدانی نے سبعات مجلس سابع روز جمعہ میں بیان کیا کہ: حضرت فاطمہ زہراؑ جب سن بلوغ کو پہونچیں تو حضرت رسول خداﷺ رنجیدہ رہنے لگے اور فرماتے کہ: اگر فاطمہؑ کی ماں زندہ ہوتیں تو ان کی پرورش کرتیں اور ان کی شادی کا انتظام کرتیں تو جبرئیل امینؑ نازل ہوئے اور کہا کہ: خداوند جبّار بعد تحفۂ درود و سلام کے فرماتا ہے کہ: اے رسولؐ! تم فاطمہ زہراؑ کے عقد کے متعلق غم نہ کرو! تم سے زیادہ مجھ کو اس سے محبت ہے اس کے نکاح کا معاملہ میرے سُپرد کر دو میں اس کا عقد ایسے شخص کے ساتھ کر دوں گا جو مجھے محبوب ہے پس حضرت رسول اللہﷺ نے سجدۂ شکر ادا کیا۔

پھر کہا کہ: جب پروردگار عالم نے حضرت فاطمہؑ کا عقد آسمان پر حضرت علیؑ کے ساتھ کر دیا تو حضرت رسول اللہﷺ نے حضرت جبرئیلؑ سے پوچھا کہ: اے جبرئیل! ہم کو خبر دو کہ فاطمہؑ کا عقد آسمان پر کیونکر ہوا؟ حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ: پروردگار عالم نے ہم لوگوں کو حکم دیا کہ جنّت کے دروازے کھول دیں اور جہنّم کے دروازے بند کر دیں تو ہم لوگوں نے جنّت کے دروازے کھول دیئے اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے اور عرش و کرسی اور درخت طوبیٰ اور سدرۃ المنتہیٰ آراستہ کیے گئے پھر خداوند عالم نے جنّت کے لڑکوں اور غلمان کو حکم دیا کہ ولیمۂ عقد فاطمہ زہراؑ کے لیے جنّت کے قصروں اور خیموں اور دریچوں میں بیٹھیں اور آسمانوں کے ملائکۂ مقربین اور روحانیین کو حکم دیا کہ: درختِ طوبیٰ کے نیچے جمع ہوں اس کے بعد خداوند عالم نے ہوا کو حکم دیا تو وہ جھونکے سے چلی اور درختوں سے کافور جنّت و مشک و عنبر فرشتوں پر گرے طائرانِ جنّت نے سرود کیا حوریں وجد میں آئیں اور حلّے اور جواہرات نچھاور کیے گئے غلمان نے اور لڑکوں نے چُنے۔

پھر خداوند عالم نے فرمایا کہ: میں نے نکاح کیا فاطمہ سیدہ نساء عالمینؑ کا علی ابن ابی طالبؑ کے ساتھ اے جبرئیل! تم وکیل ہو علیؑ کے اور میں اپنے رسول محمدؐ کا وکیل ہوں تو اس نے فاطمہؑ کا

عقد علی ابن ابی طالبؑ سے کر دیا اور میں نے علیؑ کی طرف سے قبول کیا۔ یہ واقعہ ہے نکاح فاطمہؑ کا آسمان پر اب آپ نکاح کر دیں اس کا زمین پر (۱)۔

ابو بکر خوارزمی نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ ایک روز حضرت اس حالت میں بر آمد ہوئے کہ آپ کا روئے مبارک چاند کی طرح روشن تھا، عبد الرحمٰن ابن عوف نے اس مسرّت کا سبب دریافت کیا تو فرمایا: ہمارے پروردگار کی طرف سے ہمارے بھائی اور ہماری بیٹی کے متعلق بشارت آئی ہے کہ اس نے فاطمہؑ کی شادی علیؑ سے کر دی اور رضوان نے جنّت کے خازنوں کو حکم دیا کہ جنّت کو آراستہ کریں الخ (۲)۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمین پر حضرت فاطمہ زہراؑ کے نکاح کا سامان یہ کیا کہ آپ نے حضرت امیر المومنینؑ سے دریافت فرمایا: اے علیؑ! تمہارے پاس مہر ادا کرنے کے لیے کیا ہے؟ حضرت نے عرض کیا: میرے پاس ایک گھوڑا اور ایک زرہ کے سواء کچھ نہیں ہے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: گھوڑا تو مجاہد کے لیے ضروری ہے لیکن زرہ کو فروخت کر دو۔ حضرت عثمان نے ۴۸۰ درہم میں اس کو خرید لیا۔ حضرت نے اس سے خوشبو اور کچھ سامان جہیز کا خرید فرمایا اور سنہ ۲ھ ماہِ رجب میں عقد کر دیا۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسبِ ذیل چیزیں جہیز میں حضرت فاطمہؑ کو عطا فرمائیں:
۱۔ پیراہن ۲/عدد۔ ۲۔ بازوبند چاندی کے ۲/عدد۔ ۳۔ چادر ۱/عدد، تکیہ ۴/عدد۔ پیالہ ۱/عدد۔ چکی ۱/عدد۔ گھڑے ۲/عدد۔ مشک ۱/عدد۔ کوزہ گلی۔ توشکین ۲/عدد (۳)۔

شادی کے بعد حضرت امیر المومنینؑ کو ایک جدا مکان کی ضرورت ہوئی تو حارثہ ابن نعمان انصاری نے اپنا مکان خالی کر دیا۔ جب حضرت امیر المومنینؑ اور فاطمہ زہراؑ اس مکان میں منتقل ہو گئے تو

(۱)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۲۱۷۔
(۲)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۲۲۰، وصواعق محرقہ، صفحہ ۱۰۳ و مودۃ القربیٰ، مودۃ ۱۳، حدیث ۱۱۔
(۳)۔ روضۃ الاحباب، صفحہ ۱۴۵ و وسیلۃ النجات، صفحہ ۲۲۲ وغیرہ۔

حضرت وہاں تشریف لے گئے اور اجازت لے کر گھر میں داخل ہوئے اور ایک برتن میں پانی منگایا پھر اپنے دونوں ہاتھ اس میں ڈالے اور حضرت امیر المومنینؑ کے سینہ پر اور حضرت فاطمہؑ کے شانوں پر پانی چھڑکا اور فرمایا کہ: میں نے اپنے خاندان کے افضل ترین شخص سے تمہارا نکاح کر دیا(۱)۔

ایک اور روایت میں ہے کہ: جب حضرت نے حضرت فاطمہؑ پر پانی چھڑکا تو وہ روئیں تو حضرت نے فرمایا کہ: اے فاطمہؑ! میں نے تیرے حق میں کوتاہی نہیں کی ہے میں نے اس شخص سے تیری شادی کی ہے جو ہمارے بہترین اہل بیتؑ سے ہے اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا کہ: جو دنیا میں بھی سردار ہے اور آخرت میں بھی سردار ہوگا(۲)۔

سیرت حضرت فاطمہ زہراؑ

پردہ کا خیال: انتقال سے قریب آپ نے اسماء سے فرمایا کہ: یہاں جنازہ کے اوپر ایک چادر ڈال دی جاتی ہے جس سے جسم کا طول و عرض ظاہر رہتا ہے یہ بات مجھ کو پسند نہیں ہے۔ اسماء نے عرض کیا کہ: میں نے ملک حبش میں دیکھا ہے کہ جنازہ کو تابوت میں لے جاتے ہیں پھر اسماء نے کچھ نرم لکڑیاں لے کر تابوت کی شکل بنائی جس کو دیکھ کر جناب فاطمہؑ بہت خوش ہوئیں اور فرمایا: میرا جنازہ اسی طرح کے تابوت میں اٹھایا جائے(۳)۔

زہد و ترک دنیا: ایک روز حضرت رسول اللہ ﷺ خانۂ حضرت فاطمہ زہراؑ میں تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت فاطمہؑ اونٹ کے بال کا کپڑا پہنے بیٹھی ہیں یہ دیکھ کر حضرت کی

(۱)۔ سیرۃ النبی جلد ۱، صفحہ ۲۶۸۔

(۲)۔ روضۃ الاحباب، جلد ۱، صفحہ ۱۴۶۔

(۳)۔ بحار جلد ۱۰، صفحہ ۵۴ چھاپہ ایران۔

چشمہائے مبارک میں آنسو بھر آئے اور فرمایا: اے فاطمہ! آج مشقت و تنگی دنیا پر صبر کرو کل جنّت کی نعمتیں تمہارے لیے ہیں۔

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ: آل محمدؐ نے تین روز تک پے درپے سیر ہو کر کھانا نہ کھایا یہاں تک کہ دنیا سے گذر گئے۔

حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ: آل محمدؐ پر مسلسل کئی راتیں گذر جاتی تھیں کہ کھانا نصیب نہیں ہوتا تھا اور ہمیشہ اہل بیتؑ کی غذا جَو کی روٹی تھی وہ بھی سیر ہو کر نہ کھائی(۱)۔

مولانا عبدالصمد رحمانی اپنی کتاب فاطمہؑ کا چاند صفحہ ۳۶ میں لکھتے ہیں کہ: گھر کا حال یہ تھا کہ ہفتوں گھر سے دھواں نہیں اُٹھتا تھا مگر گھر کا ہر ممبر اس حال میں بھی تسلیم و رضا اور شکر و صبر کا پیکر بنا رہتا تھا۔

گھر کے سازوسامان کا یہ حال تھا کہ حضرت فاطمہ زہراؑ کو حضور ﷺ سے جہیز میں جو کچھ ملا تھا اس پر ایک چیز کا اضافہ نہیں ہو سکا تھا جہیز کی کل کائنات یہ تھی:

ایک چادر چمڑے کی، ایک گدّا جس میں کھجور کی پتیاں بھری ہوئی تھیں ایک چکّی، ایک مشک، دو گھڑے اور حضرت علیؑ کے گھر کا اثاثہ یہ تھا کہ بچھانے کے کام کی صرف مینڈھے کی ایک کھال تھی اور بس۔

ملا مبین صاحب وسیلۃ النجات صفحہ ۲۶۶ میں لکھتے ہیں کہ: آل رسولؐ کی یہ تنگی و ناداری افلاس فقیری کے سبب سے نہ تھی بلکہ زہد و ریاضت نفسانی اور رضائے خدا و سخاوت و ایثار کے سبب سے تھی۔

---

(۱)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۲۲۵۔

خانہ داری: حضرت فاطمہ زہراؑ اپنے گھر کے کام خود اپنے ہاتھوں سے انجام دیتیں خود گھر میں جھاڑو دیتیں اپنے ہاتھ سے چکّی پیستیں جس سے ہاتھوں میں آبلے پڑ جاتے تھے اور چولھے کے پاس بیٹھتے بیٹھتے کپڑے میلے ہو جاتے تھے۔

تسبیح فاطمہ زہراؑ: ایک روز حضرت علیؑ نے حضرت فاطمہؑ سے کہا کہ: ہم لوگوں کو گھر کے کاموں میں بڑی مشقت اٹھانا پڑتی ہے اس وقت حضرت کے پاس بہت قیدی آگئے ہیں حضرت سے آپ بھی ایک کنیز مانگئے کہ گھر کے کاموں میں آسانی ہو۔ چنانچہ حضرت فاطمہ زہراؑ تشریف لے گئیں اور عرض کیا کہ: بابا ایک کنیز ہم کو دیجئے! حضرت نے فرمایا: بیٹا اصحاب صفہ پریشان حال اور محتاج ہیں میں ان قیدیوں کو بیچ کر ان کے اخراجات فراہم کروں گا میں تم کو ایک ایسی چیز تعلیم کر دوں جو غلام اور لونڈی سے کہیں زیادہ بہتر ہے، ہر روز ۳۴/ مرتبہ اللہ اکبر، اور ۳۳/ مرتبہ الحمدللہ اور ۳۳/ مرتبہ سبحان اللہ کی تسبیح پڑھا کرو۔ حضرت فاطمہ زہراؑ یہ تحفہ پاکر خوش خوش واپس آئیں اور برابر پڑھا کرتی تھیں (۱)۔

یہی وہ تسبیح ہے جو تسبیحِ فاطمہ زہراؑ کے نام سے مشہور ہے اور مسلمان برابر پڑھا کرتے ہیں۔

فاطمہ زہراؑ کے گھر کی خدمت کے لیے خدا نے ملائکہ مقرر فرمائے تھے

ام ایمن سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ: میں ایک روز فاطمہ زہراؑ کے گھر گئی تو دروازہ بند پایا جوفِ در سے جھانک کر دیکھا تو فاطمہؑ سو رہی تھیں اور چکّی خود بخود چل رہی تھی اور آٹا

---

(۱)۔ اصابہ جلد ۸، صفحہ ۱۵۹ و وسیلۃ النجات، صفحہ ۲۲۴۔

گر رہا تھا اور حسنینؑ کا گہوارہ خود بخود حرکت کر رہا تھا اور ایک ہاتھ ظاہر تھا جو فاطمہؑ کے نزدیک تسبیح کر رہا تھا۔ مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی اور واپس آکر خدمت رسولؐ میں سارا واقعہ بیان کیا۔ حضرت نے فرمایا: اے ام ایمن! فاطمہؑ روزہ دار ہے اور تعب میں ہے اور وقت بھی کم ہے تو خدا نے اس پر نیند طاری کر دی ہے بے نیاز ہے وہ خدا جو سوتا نہیں اور خدا نے ایک فرشتہ مقرر فرمایا ہے کہ چکی پیسے اور فاطمہؑ کے بچوں کے کھانے کے لیے آٹا فراہم کرے اور دوسرا فرشتہ بھیجا ہے کہ وہ حسنینؑ کا گہوارہ ہلائے تاکہ وہ بیدار ہو کر اس کو نیند میں پریشان نہ کریں۔ اور تیسرا فرشتہ بھیجا ہے کہ فاطمہ کے پاس تسبیح کرے جس کا ثواب فاطمہؑ کو ملے اس لیے کہ فاطمہ زہراؑ ذکر خدا سے خستہ نہیں ہوتی۔

ام ایمن کہتی ہیں کہ: میں نے عرض کیا کہ: کون کون سے مَلک [ہیں] جو یہ خدمتیں انجام دے رہے ہیں؟ حضرت نے فرمایا کہ: چکّی پیسنے والے جبرئیل ہیں اور جھولا جھولانے والے میکائیل ہیں اور تسبیح کرنے والے اسرافیل ہیں (۱) یہی روایت تھوڑے اختلاف کے ساتھ بروایت ابوذر غفاری (۲)۔

مساوات: کچھ دنوں کے بعد حضرت رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ زہراؑ کو ایک کنیز عطا کی جس کا نام فضہ تھا تو آپ نے گھر کے کام نصف نصف تقسیم کر لیے اس طرح کہ ایک روز گھر کے کام فضہ انجام دیتیں اور حضرت فاطمہؑ آرام کرتیں اور دوسرے روز خود کام کرتیں اور فضہ آرام کرتیں (۳)۔

اطاعت شوہر: حضرت معصومہؑ نے خانۂ امیر المومنینؑ میں جو مشقتیں بھی برداشت فرمائیں کبھی حرف شکایت زبان پر نہ لائیں نہ کبھی کوئی ایسی فرمائش کی جو

(۱)۔ ناسخ التواریخ، جلد۶، کتاب ۲، حالاتِ امام حسینؑ۔

(۲)۔ وسیلۃ النجات صفحہ ۲۷۱ و ازالۃ الخفا فضائل امیر المومنینؑ میں موجود ہے۔

(۳)۔ اصابہ، جلد۸، صفحہ ۱۶۷۔

حضرت پر شاق ہو۔ نہ کبھی کسی امر میں حضرت کی مخالفت فرمائی بلکہ ہرحال میں تسلیم و رضاوصبر وشکر کا پیکر بنی رہیں (۱)۔

اسی طرح سخاوت وقناعت وتوکل علی اللہ وصبر وشکر وعبادت وتواضع وغیرہ میں حضرت فاطمہ زہراؑ اپنا مثل ونظیر نہیں رکھتی تھیں جن کی تفصیل کی اس مختصر [کتاب] میں گنجائش نہیں ہے۔

گریہ حضرت فاطمہ زہراؑ

حضرت فاطمہ زہراؑ بعدِ رسول اللہ ﷺ تین ماہ زندہ رہیں لیکن اس درمیان میں کسی نے ان کو تبسم فرماتے نہ دیکھا روزوشب اپنے مصائب پر (جو امّت کے ہاتھوں ان پر وارد ہوئے) رویا کرتی تھیں اور دنیا اور کارہائے دنیا سے کنارہ کش ہوکر آہ وفغاں میں بسر کرتی تھیں کبھی قبر مطہر حضرت سرور کائنات پر تشریف لے جاتیں اور وہاں کی مٹی اٹھاکر سونگھتیں اور گریہ فرماتیں اور فرماتیں: ''صُبَّت عَلَیَّ مَصائِبٌ لَو اَنَّھَا صُبَّتْ عَلَی الایَّامِ صِرۡنَ لَیَالِیَا''؛ یعنی اے بابا! آپ کے بعد آپ کی بیٹی فاطمہؑ پر وہ مصیبتیں پڑیں کہ اگر روزروشن پر پڑتیں تو وہ مثل شب تار کے تاریک ہوجاتے (۲)۔

اہل مدینہ نے جب آپ کے رونے کی شکایت کی تو فرمایا کہ: اے ابوالحسنؑ! آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ فاطمہؑ اب تمہارے درمیان میں صرف چند روز کی مہمان ہے۔ حضرت امیرالمومنینؑ نے جنّت البقیع میں آپ کے رونے کے لیے ایک کمرہ بنوادیا جو بیت الحزن کہا جاتا تھا آپ وہاں جاکر رویا کرتی تھیں یہاں تک کہ دنیا سے گذر گئیں۔

---

(۱)۔ بحار، جلد عاشر وغیرہ۔

(۲)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۲۳۱۔

وفات کے وقت وصیت فرمائی کہ میرا جنازہ پردۂ شب میں اٹھایا جائے اور ابوبکر وعمر کو میرے جنازہ میں شرکت کی اجازت نہ دی جائے (۱)۔

نیز وصیت فرمائی کہ عائشہ بھی میرے جنازہ میں شرکت نہ کریں چنانچہ حضرت علیؑ نے ان کو بھی شرکت کی اجازت نہ دی (۲)۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اصحاب

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اصحاب ایک لاکھ سے زیادہ تھے جن میں سے چند جلیل القدر اصحاب کے نام حسبِ ذیل تھے:

(۱) جناب جندب ابن جنادہ ابوذر غفاریؓ۔
(۲) جناب عمار ابن یاسرؓ۔
(۳) جناب ابوعبد اللہ سلمان فارسیؓ۔
(۴) جناب مقداد ابن عمرو کندیؓ۔
(۵) جناب حذیفہ ابن یمان انصاریؓ۔
(۶) جناب حجر ابن عدیؓ۔
(۷) جناب جابر ابن عبد اللہ انصاریؓ۔
(۸) جناب عبد اللہ ابن عباسؓ۔
(۹) خالد ابن زید ابوایوب انصاریؓ۔
(۱۰) جناب سہل ابن حنیف انصاری وغیرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

---

(۱)۔ امہات الامہ، صفحہ ۹۹۔

(۲)۔ استیعاب، جلد ۲، صفحہ ۷۷۲۔

حالات

سید الوصیین امیر المومنین امام الاولین والآخرین

حضرت علی ابن ابی طالبؑ

حالات

سید الوصیین امیر المومنین امام الاولین والآخرین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام

مسعودی نے لکھا ہے کہ: حضرت رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت امیر المومنینؑ آنحضرت ﷺ کے خلیفہ اور جانشین ہوئے۔

حضرت رسول اللہ ﷺ اور حضرت علیؑ ایک نور سے تھے: مسعودی نے لکھاہے کہ: ہمارے سید حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ہم اور علیؑ جبین حضرت آدمؑ میں نور واحد تھے پھر منتقل فرماتا رہا خداوند عالم ہم لوگوں کے نور کو اصلاب طاہرہ سے ارحامِ مطہرہ کی طرف یہاں تک کہ صُلب عبد المطلب میں پہونچ کر وہ نور منقسم ہو گیا ایک حصّہ اس کا عبد اللہ کی صُلب میں آیا اور دوسرا ابوطالب کی صُلب میں۔ تو عبد اللہ سے میں پیدا ہوا اور ابوطالبؑ سے علیؑ پیدا ہوئے۔ اسی امر کو خداوند عالم نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایاہے: ﴿وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا﴾(۱)؛ یعنی وہی خدا ہے جس نے پانی سے انسان کو خلق فرمایا پھر اس کے درمیان رشتہ اور دامادی قرار دیا اور تمہارا پروردگار قدرت والا ہے۔

---

(۱)۔ پارہ ۱۹، سورۂ فرقان، آیت ۵۴۔

روایت کی گئی ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ جس شب میں بطنِ حضرت آمنہ بنت وہب سے پیدا ہوئے اس شب حضرت فاطمہ بنت اسد والدۂ حضرت امیر المومنینؑ ان کے پاس موجود تھیں اور شب میں حضرت آمنہؓ نے جو معجزات و کرامات مشاہدہ کیے حضرت فاطمہؓ نے بھی دیکھے جب صبح ہوئی اور حضرت ابو طالبؑ طواف بیت اللہ سے فارغ ہو کر گھر واپس آئے تو حضرت فاطمہؑ نے کہا کہ: رات ہم نے عجیب و غریب باتیں دیکھیں آمنہ بنت وہب کے گھر ایک بچہ پیدا ہوا ہے جس وقت وہ بچہ پیدا ہوا زمین و آسمان اس کے نور سے منوّر ہو گئے اور نصف النہار جیسی روشنی پھیل گئی۔ حضرت ابو طالبؑ نے فرمایا کہ: ایک سبت کے بعد ایسا ہی واقعہ تمہارے ساتھ بھی ہونے والا ہے۔

چنانچہ اس واقعہ کے تیس برس کے بعد حضرت امیر المومنینؑ پیدا ہوئے منقول ہے کہ ایک سبت تیس سال کا ہوتا ہے اور ایک روایت ہے کہ اٹھائیس سال کا۔

حضرت امیر المومنینؑ کعبہ میں پیدا ہوئے: مسعودی نے لکھا ہے کہ:

روایت کی گئی ہے کہ حضرت فاطمہ بنت اسد ایامِ حمل میں ایک روز طواف بیت اللہ میں مشغول تھیں کہ ان کو دردِ زہ عارض ہوا جب درد کی شدّت ہوئی تو کعبہ میں جوف پیدا ہو گیا اور حضرت علیؑ ویسے ہی عجیب حالات کے ساتھ جو حضرت رسول اللہ ﷺ کی ولادت کے وقت ظاہر ہوئے تھے کعبہ کے اندر پیدا ہوئے۔ کعبہ کے اندر حضرت علیؑ کے علاوہ نہ حضرت کے قبل کوئی بچہ پیدا ہوا نہ حضرت کے بعد۔

شیخ مہدی مازندرانی نے اپنی کتاب شجرۂ طوبیٰ، صفحہ ۹ جلد ۲ میں شیخ السنۃ ابو عمر و عثمان ابن احمد سے روایت کی ہے کہ یزید ابن قعنب نے کہا کہ: میں حضرت عباس ابن عبد المطلب اور بنی عبد العزیٰ کے کچھ لوگوں کے ساتھ بیت اللہ کے سامنے بیٹھا تھا کہ فاطمہ بنت اسد آئیں ان کو اس وقت دردِ زہ کی تکلیف تھی انھوں نے بارگاہِ خداندی میں عرض کیا کہ: اے میرے پروردگار! میں

مومنہ ہوں اور اپنے جد حضرت ابراہیمؑ کے قول کی تصدیق کرتی ہوں تجھ کو واسطہ ہے اس بچہ کا جو میرے بطن میں ہے میری تکلیف کو آسان کر دے۔ ہم لوگوں نے دیکھا کہ ناگاہ بیت اللہ میں پشت کی جانب سے جوف پیدا ہو گیا اور فاطمہ اس میں داخل ہو گئیں اور دیوار مل گئی یہ دیکھ کر ہم لوگوں نے چاہا کہ کعبہ کا قفل کھول دیں لیکن وہ کسی صورت سے نہ کھُلا تو ہم لوگوں نے سمجھ لیا کہ یہ سب باتیں خدا کی جانب سے ہیں چار روز کے بعد فاطمہ علیؑ کو ہاتھوں پر لیے باہر آئیں اور کہا کہ: آسیہ بنت مزاحم نے ایسی جگہ عبادت کی جہاں سواء مجبوری کے کسی حال میں بھی عبادت کرنی ان کو پسند نہ تھی۔

مریم بنت عمران نے خرمہ کے خشک درخت کو اپنے ہاتھوں سے ہلایا تو اس سے تر و تازہ پھل کھائے اور میں جب بیت اللہ میں داخل ہوئی تو جنّت کے پھل اور جنّت کا کھانا کھایا اور جب میں نے نکلنے کا ارادہ کیا تو ایک آواز آئی کہ: اے فاطمہؑ! اس بچہ کا نام علی رکھو۔ یہ علی ہے اور خدا علی اعلیٰ ہے۔ خداوند عالم فرماتا ہے کہ: میں نے اس کا نام اپنے نام سے مشتق کیا ہے اور اس کو اپنا ادب سکھایا ہے اور اپنے پوشیدہ علوم تعلیم کیے ہیں۔ یہ ہمارے گھر کو بتوں سے پاک کرے گا اور پشتِ کعبہ پر اذان دے گا اور میری تقدیس و تمجید کرے گا خوشحال اس کا جو اس کو دوست رکھے اور اس کی فرماں برداری کرے۔

یہ طاہر نسل کا طاہر بچہ طاہر جگہ میں پیدا ہوا ہے اس لیے کہ سارے خطہائے زمین میں سب سے اشرف مقام حرم ہے اور حرم میں زیادہ اشرف مسجد الحرام ہے اور مسجد الحرام میں زیادہ اشرف کعبہ ہے اور کعبہ میں علیؑ کے سواء کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا۔

حضرت فاطمہ بنت اسد جب کعبہ سے نکلیں اور حضرت ابوطالبؑ سے ملاقات ہوئی تو حضرت علیؑ نے فرمایا: پدرِ بزرگوار آپ پر میرا سلام اور اللہ کی رحمت و برکت نازل ہو۔ اس کے بعد حضرت فاطمہ حضرت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تشریف لے گئیں تو حضرت علیؑ نے آنکھیں

کھول کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روئے مبارک دیکھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علیؑ! اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک !کچھ تو پڑھو! تو حضرت علیؑ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ، الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ﴾(۱) کی تلاوت فرمائی۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک تمہاری پیروی سے مومنوں نے ہدایت پائی اور تم ان کے امیر ہو۔

حضرت علیؑ سابق الایمان ہیں: مسعودی نے لکھا ہے کہ: عبد اللہ ابن محمد ابن غیاث نے ابو نصر رجاء ابن سہل صاغانی سے انھوں نے وہب ابن صفیہ قرشی سے روایت کی انہوں نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ: میرے پدرِ بزرگوار حضرت امام محمد باقرؑ سے حضرت امیر المومنینؑ کے ایمان کے متعلق سوال کیا گیا؟ تو فرمایا کہ: فضائل و مناقب امیر المومنینؑ میں حضرتؑ کے ایمان کی شرح و تفصیل سے اذہان روشن ہوتے ہیں اور جذب صادق پیدا ہوتا ہے کیونکہ حضرت امیر المومنینؑ کی محبّت مومنوں پر فرض ہے اور منافقوں کے لیے سبب غم و غصّہ ہے۔ جس نے علیؑ سے دوستی کی اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دوستی کی اور جس نے علیؑ سے منہ موڑا اس نے خدا کا گناہ کیا اور راہِ نجات سے منحرف ہو گیا۔ کیونکہ علیؑ ہی وہ شخص ہیں جس نے سب سے پہلے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اظہارِ ایمان فرمایا اور حضرت کے ساتھ نماز پڑھی اور جو چیزیں خدا کی طرف سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئیں ان کی تصدیق کی اور حضرت کی رضاجوئی کی طرف سبقت کی اور ہر مشکل اور بُرے وقت میں مصائب اور سختیوں پر صبر کیا اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سب سے زیادہ مفید مشورے دینے والے اور اپنی جان سے مواسات واحسان کرنے والے تھے۔

خداوند عالم نے حضرت امیر المومنینؑ کو (روشن) دلیلیں عطا فرما کر جو احسانات فرمائے۔ آپ کو مخصوص فضائل عطا فرمائے اور کرامت و قربت عطا کی اور مراتب و درجات میں سب سے

(۱)۔[سورۂ مومنون، آیت ۱،۲]۔

بڑھ جانے کا شرف بخشا انھیں میں سے ایک یہ احسان بھی تھا کہ آپ کی پرورش قبل بعثت آغوش رسولؐ میں کرائی تھی۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ خود کھاتے وہ امیر المومنینؑ کو کھلاتے جیسا کہ خود حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو طالبؑ کی آغوش میں پرورش پائی تھی۔ حضرت ابو طالبؑ ان کو کھلاتے پلاتے اور ان کی حفاظت کرتے تھے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ ابوالحرث حضرت عبد المطلب کا طریقہ یہ تھا کہ وہ بیواؤں اور یتیموں کی کفالت کرتے۔ فریادی و دردمند کی فریاد کو پہونچتے۔ مظلوم کو پناہ دیتے۔ دین دار کو مہلت دیتے۔ اور زن پسر مردہ کو تسلّی دیتے مہمانوں کی ضیافت کرتے ان کو ظلم سے بچاتے تھے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہر اور باطن میں نگرانی کرتے اور کھانے پینے کی خبر گیری کرتے اور قریش کو ان کی نصرت پر آمادہ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ سردارانِ قبائل ان کے منقاد ہوگئے اور بڑے بڑے بادشاہ ان کے سامنے فروتنی کرنے لگے اور کل مذہب و ملّت والے ان کی پیروی کرنے لگے۔

ان کی ہیبت سے بڑے بڑے سرکشانِ عرب کے بازو تھرّاتے تھے وہ اپنے دشمن اور مقابلہ کرنے والوں کو کچل دیتے تھے اور ملائکہ ان کی نصرت کرتے تھے۔ تو خوشحال اس کا جو، ان کے قبیلہ سے ان پر ایمان لایا اور خوشحال ان کی امّت کا۔ جب عبد المطلب مرض موت میں مبتلا ہوئے تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت ابو طالبؑ کی گود میں دیا اور ان کے متعلق وصیت فرمائی اور فرمایا: بیٹا یہ خدا کا ایک فضل و احسان ہے تمہارے اوپر اور میری طرف سے ایک ہدیہ ہے جو بالہام پروردگار تمہارے سپرد کر رہا ہوں۔ یہ تمہارے پدری اور مادری بھائی کے لڑکے ہیں۔

اس کے بعد حضرت عبد المطلب نے اپنے پوشیدہ علوم و دلائل حضرت ابو طالبؑ کو تعلیم فرمائے اور انبیاو مرسلینؑ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق جو بشارتیں دی تھیں اور افاضل احبار و عباد اور راہبوں اور عقلائے عرب و عجم نے پیشگوئیاں کی تھیں ان کی خبر دی۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق علمائے نصاریٰ اور کاہنوں کی بشارتیں:

مسعودی نے لکھا ہے کہ: اس وقت حضرت ابوطالبؑ کو کوئی اولاد نہ تھی اور آپ کی زوجہ جناب فاطمہ بنت اسد ابن ہاشم لاولد تھیں۔ اولاد کے لیے نذریں کرتیں اور خدا سے تقرّب چاہتیں کعبہ کے پاس کھڑی ہو کر تیروں سے تفاول کرتیں اور خدا کی بارگاہ میں قربانیاں پیش کرتیں۔

اور جب کسی کاہن یا عالم نصاریٰ یا خادم کعبہ سے ملاقات کرتیں وہ ان کو بشارت دیتا کہ تم ایک ایسا بیٹا پاؤ گی جو تمہارے بطن سے نہ ہو گا تم اس کی پرورش کرو گی (یہ واقعہ حضرت سرور کائنات کی ولادت کے قبل کا ہے) اور تاکید کرتا تھا کہ جب وہ لڑکا ملے اس کو سینہ سے لگائے رہنا اور حفاظت کرنا کبھی اس کو اپنے سے جدا نہ کرنا۔ جناب فاطمہ بنت اسد پوچھتی تھیں کہ اس بچے کا نام بتاؤ اور اس کی کچھ صفتیں بیان کرو؟ تو وہ کہتے تھے کہ: وہ نور منیر و بشیر و نذیر ہو گا بچپنے میں مبارک اور بڑا ہو کر نبی ہو گا۔ راہِ ہدایت کو واضح اور رسالت کو ختم کرے گا۔ مبعوث ہو گا دینِ فاضل کے ساتھ اور باطل کو ہلاک کرے گا اس کے افعال سے سلامت روی اور اس کی پیروی سے استقامت ظاہر ہو گی۔ قائم کرے گا خدا اس کے ذریعہ سے راہِ ہدایت کو، اور واضح کرے گا پرہیز گاری کو، یہ سن کر جناب فاطمہ بنت اسد برابر اس بچہ کے انتظار میں رہا کرتی تھیں جب زمانۂ انتظار بہت طویل ہوا اور پیمانۂ صبر لبریز ہوا تو جناب فاطمہ نے یہ اشعار کہے

ترجمہ: طویل ہوا انتظار وعدہ کے زمانے کا جب کہ کھو دیا مجھ سے حاملہ عورتوں نے اس بچہ کو جو ہمارے ہی خاندان سے ہو گا۔

جب کہ میں کاہنوں کے پاس گئی تو سوال کرنے پر مجھ کو بشارت دی خبروں کے ایک بڑے جاننے والے نے۔

تو اس نے مجھ سے وعدہ کیا اور کہا: اس حالت میں کہ آنکھوں سے اشک جاری تھے کہ اے فاطمہ! انتظار کرو بہترین بشر کا۔

جو نیکو کار اور روشن کرنے والا ہو گا۔ خبریں اس کی شاہد اور کتابیں ان کی شرح و تفصیل کی ناطق ہیں۔

میں اسی انتظار میں رہی یہاں تک کہ زمانہ طویل ہوا اس روئے مبارک کے دیدار کا جو تاریکیوں میں چمکے گا۔

حضرت عبد المطلب کے انتقال کے بعد حضرت ابو طالبؑ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہترین کفالت اور پرورش کی۔ آپ پر مہربان رہے اور آپ کی حفاظت میں کوشاں رہے اور اپنے دامن میں پناہ دی اور ہر پہلو سے شفقت کی۔

حضرت ابو طالبؑ بڑے محترم اور عظیم شخصیت کے مالک تھے۔ مصائب کو دور کرنے والے نہ فوراً تلوار کھینچنے والے جلد باز تھے نہ کاہلی اور دیر کرنے والے اور نہ عاق تھے بلکہ نیکی و خبر گیری کرنے والے تھے اور سخاوت کرنے والے اور بقدر طاقت عطا کرنے والے تھے۔ نہیں طاری ہوتا تھا ان پر رعب کسی سے خطاب کرنے کے وقت اور نہ خستگی دشمن کے مقابلہ کے وقت۔

آپ کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شدید محبت ہو گئی اور اسی طرح حضرت فاطمہ بنت اسد بھی حضرت کی محبت میں وارفتہ ہو گئیں اور ان باتوں کو پا کر جن کی کاہنوں نے ان کو خبر دی تھی حضرت کی والہ و شیدا ہو گئیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش میں فاطمہؑ بنت اسد کے خدمات

حضرت فاطمہ بنت اسد کہا کرتی تھیں کہ: خالق آسمان نے میری نذر قبول فرمائی اور میری کوششوں کو کامیاب کیا اور میری دعا قبول کی۔ میں محمدؐ کو اپنے خلوص قلب کی منزل میں جگہ دوں گی اور اس کو دیکھ کر اپنے دل کو سکون بخشوں گی اور کون زیادہ حق دار ہے ان باتوں کا اس سے

جس کو محمدؐ سا بچہ عطا ہوا ہے اور یہ نعمت جو مجھ کو ملی ہے کسی انسان کی طرف سے نہیں ہے بلکہ خدائے عظیم کی طرف سے ہے۔

جناب فاطمہ بنت اسد نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش اور خدمت کو اپنا نصب العین بنالیا تھا اگر حضرت کچھ دیر کے لیے ان کی نظروں سے اوجھل بھی ہوجاتے تھے تو ان کے دل سے کبھی غائب نہیں ہوتے تھے۔ آپ یادِ رسولؐ میں کھوجاتی تھیں اور جب آجاتے تھے تو خوش ہوکر ان کے کھلانے پلانے میں مشغول ہوجاتی تھیں نہلاتیں دھلاتیں، کپڑے بدلتیں، سر میں تیل لگاتیں، خوشبو کرتیں، زلفوں میں شانہ کرتیں، پابندی سے دودھ پلواتیں یہ سب دن کی خدمتیں تھیں، اور جب رات ہوتی تو بستر بچھا کر سلاتیں، سلامتی کی دعائیں کرتیں اور اچھے اچھے قصّے کہہ کر سُلاتیں۔

عہد طفلی میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت

حضرت ابوطالب کے گھر میں ایک خرمہ کا درخت تھا جو بہت پھلتا تھا اس کے پھل بہت لذیذ اور خستہ باریک چھلکے والے اور خوشبو[دار] ہوتے تھے، کھانے کے بعد ان سے ایسی خوشبو آتی تھیں جیسے شہد میں زعفران گھول دی گئی ہو ان میں تخم باریک اور مغز زیادہ ہوتے تھے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر روز وقت صبح ابوسفیان ابن حرب اور ابوسلمہ ابن عبد الاسد اور مشروح ابن نوبیہ وغیرہ اپنے ہم جولیوں کو لاتے تھے اور ہوا سے یا طائروں کے ٹھونگ سے جو پھل گرتے سب چُن چُن کر کھایا کرتے۔ حضرت فاطمہ دیکھا کرتی تھیں کہ سب لڑکے دوڑدوڑ کر کچے، ادھ رسے، پختہ خرمے لوٹتے ہیں لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی اپنے ساتھیوں سے پہلے دوڑ کر نہیں اٹھاتے بلکہ نہایت سکون ووقار کے ساتھ مسکراتے ہوئے بڑھتے ہیں اور دوسرے لڑکوں کے حرص وعجلت پر تعجب کرتے ہیں اگر لڑکوں کے اٹھانے کے بعد کچھ مل جاتا تو اٹھالیتے ورنہ مسکراتے ہوئے اپنی جگہ پر واپس آجاتے ہیں تو جناب فاطمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس شرم وحیا اور شان اور

رحم دلی اور رقّتِ قلب پر تعجب کرتی تھیں اور کبھی کبھی بچوں کے آنے کے قبل کچھ پھل چُن کر حضرت کے لیے رکھ دیتی تھیں تو حضرت بغیر ساتھیوں کے کھانا پسند نہیں کرتے تھے۔

بچپن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ایک معجزہ

جناب بنت اسد نے کہا کہ: ایک روز میں لیٹی ہوئی تھی کہ حضرت کے چند ساتھی بچے آئے میں نے ان کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نہ پاکر پوچھا کہ: محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کہاں ہیں؟ لڑکوں نے کہا کہ: وہ اپنے چچا کے ساتھ آرہے ہیں یہ سُن کر مجھ کو کچھ اطمینان ہوا۔ لڑکوں نے گرے ہوئے خرمے چُن لیے اور چلے گئے جب محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آئے تو ان کو کوئی پھل نہ ملا درخت بہت بلند تھا، حضرت نے خرمے کے گچھّے کی طرف ہاتھ بڑھایا درخت فوراً جھک گیا کہ قریب تھا کہ اس کے پھل زمین سے چھو جائیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس میں سے جس قدر پھل چاہے توڑ لیے پھر اشارہ کیا تو وہ سیدھا ہو گیا۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سمجھا کہ میں سو رہی ہوں حالانکہ میں جاگ رہی تھی یہ عجیب بات دیکھ کر میں متحیر ہو گئی جب حضرت ابو طالب علیہ السلام آئے تو میں نے واقعہ بیان کیا۔ انھوں نے کہا کہ: چھوڑو یہ خواب و خیال کی باتیں ہیں دیکھو کسی سے اس کا ذکر نہ کرنا میں نے کہا کہ: خدا کی قسم! یہ سچی بات ہے اور میں نے عالم بیداری میں دیکھا ہے اور میں خدا سے امید کرتی ہوں کہ وہ اس کے بارے میں میرے خیال کو سچ کر دے اور یہ وہی بچہ ہو جس کی پرورش کی مجھ کو بشارت دی گئی ہے اور اس کی خدمت میں مجھ سے برکات و کامیابی کے وعدے کیے گئے ہیں۔

اس واقعہ کے بعد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف حضرت فاطمہ بنت اسد کی توجہ اور شفقت اور زیادہ ہو گئی۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت فاطمہ کو ماں کہتے تھے۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پانے کے بعد حضرت فاطمہ بنت اسد نے طلبِ اولاد کے لیے نذریں اور قربانیاں اور (از راہ تقیہ) بتوں کی تعظیم و تکریم جو کیا کرتی تھیں، سب ترک کر دیں اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی سے اپنے دل کو سکون بخشتیں جب حضرت فاطمہ نے بت خانوں میں

آنا جانا ترک کر دیا تو بت خانوں کے محافظ اور پجاری آپ سے سخت ناراض ہو گئے اور ایک روز جناب فاطمہ سے کہا کہ: جب تم نے بتوں کے پاس آنا جانا ترک کر دیا ہے تو اب کبھی صنم اکبر کے پاس بھی نہ جانا۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ یہ تھا کہ آپ سواء بت پرستی اور بتوں کے نام کی قربانی اور شراب خواری اور شعر وشاعری اور گانے بجانے کی محفلوں کے قریش کے دیگر اجتماعات میں شرکت فرمایا کرتے تھے ایک روز آپ نے بت خانے کے محافظ سے پوچھا کہ: تم نے میری ماں فاطمہ کو کیوں جھڑ کا ہے؟ اور ان پتھروں کی زیارت سے جنھوں نے تمہارے اعتقاد ویقین پر اثر قائم کر رکھا ہے کیوں روکا ہے؟ اس محافظ نے کہا کہ: فاطمہؑ مشکوک کام کرتی ہیں اور خداؤں کے ساتھ نیکی ترک کر دی ہے۔ یہ تو اس شخص کے لیے مفید ہیں جو ان کی پرستش کرتا ہے اور ان کی شفاعت طلب کرتا ہے عنقریب فاطمہ کو اس کا نتیجہ معلوم ہو جائے گا وہ ہمیشہ دولت اولاد سے محروم ہی رہے گی۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: کیا تم لوگوں کو یہی بت اولاد عطا کرتے ہیں اور جب خشک سالی ہوتی ہے تو یہ پانی برساتے ہیں؟ اس پجاری نے کہا: بے شک! تم کو معلوم نہیں ہے کہ ہم لوگ فاقہ اور افلاس کے زمانے میں تو جلد جلد ان بتوں کے پاس آکر ان کی حمد وثنا کرتے ہیں اور خوش حالی میں وقت کی پابندی کے ساتھ ان کی پرستش کرتے ہیں۔ پھر وہ محافظ دوسرے پجاریوں کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ: دیکھو اس لڑکے کے باپ ماں اور دادا سب مر چکے ہیں اور اس کو بچپنے ہی میں اس کے چچا اور چچی نے اپنی تربیت میں لے لیا ہے جو اس کو نہ اچّھی راہ بتاتے ہیں اور نہ اس کی کوئی فکر کرتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا: بتاؤ ان بتوں کو اور ان سے پہلے کی امّتوں کو کس نے پیدا کیا؟ محافظ نے کہا کہ: اللہ نے پیدا کیا اور وہی ساری خلقت کا خالق ومالک ہے یہ سُن کر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: میری ماں اسی خدائے حی القائم وقدیم کی بارگاہ میں قربانیاں پیش

کریں گی اس کے بعد آپ حضرت فاطمہ بنت اسد کے پاس تشریف لائے اور سارا واقعہ بیان فرمایا اور فرمایا کہ: آپ خدا کے نام پر قربانی کیجئے۔

خدا کی بارگاہ میں فاطمہ بنتِ اسدؑ کی قربانیاں

حضرت فاطمہ بنت اسد نے موٹے موٹے گوسفند چن کر قربانی کی اور کہا کہ: یہ قربانی خالص خدا کے لیے ہے میں نے اس کو اپنے لیے ذخیرۂ آخرت قرار دیا اپنے محبوب محمد کے مشورہ سے۔

جب جناب فاطمہ صبح کو سو کر اٹھیں تو اپنے حُسن و جمال میں ترقی و زیادتی دیکھی اس کے بعد ان کو حمل قرار پایا اور حضرت عقیل ابن ابی طالبؑ پیدا ہوئے پھر حمل رہا تو طالب پیدا ہوئے ان کے بعد جعفر طیار پیدا ہوئے اور حضرت فاطمہ کا حُسن روزافزوں ترقی کرتا رہا جب حضرت امیر المومنینؑ کا حمل قرار پایا جو ابو طالبؑ کی اولاد میں سب سے زیادہ طیب و طاہر و مقبول تھے تو ان کی ولادت کے وقت حضرت فاطمہ بنت اسد کو کچھ تکلیفیں پیدا ہوئیں جن کے لیے کعبہ میں جا کر انہوں نے دعا کی (جس کی تفصیل گذر چکی) جب حضرت امیر المومنینؑ کو لے کر جناب فاطمہ خانۂ کعبہ سے اپنے گھر تشریف لائیں تو سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنینؑ کو اپنی گود میں لیا اور سر پر عمامہ باندھا و قماط کیا۔ حضرت علیؑ کے بعد طیب و طاہر بھائیوں کی مبارک اور طیب و طاہر بہن ام ہانی پیدا ہوئیں جن کا نام فاختہ تھا۔

حضرت فاطمہ بنت اسد کو دس ذی الحجہ کو حضرت امیر المومنینؑ کا حمل قرار پایا اور پندرہ (۱) ماہ رمضان المبارک کو آپ کی ولادت ہوئی۔

---

(۱)۔ حضرت امیر المومنینؑ کی تاریخ ولادت میں کئی قول ہیں۔ بعض روایات میں روز یکشنبہ ۷/ ماہِ شعبان ہے۔ مسعودی نے اثبات الوصیت میں پندرہ ماہِ رمضان لکھا ہے۔ لیکن زیادہ قوی اور مشہور ۳۰ سنہ عام الفیل روز جمعہ ۱۳/ رجب ہے۔ اس قول کے بموجب حضرت کا حمل ذی الحجہ میں نہیں بلکہ شوال میں قرار پایا۔

حضرت فاطمہ بنت اسد ایک روز جب کہ حضرت امیر المومنینؑ بطن مادر میں تھے فاطمہ نام کی چند عورتوں کے ساتھ جو قریش کے چند ہونہار بچوں کی مائیں تھیں ایک مقام پر بیٹھی ہوئی تھیں آپ کے چہرہ سے نور و جمال ظاہر تھا اور پیشانی چمک رہی تھی ایک ان میں سے حضرت رسول اللہ ﷺ کی دادی فاطمہ بنت عمر ابن عائذ تھیں اور دوسری ام المومنین حضرت خدیجہؑ کی والدہ فاطمہ بنت زائرہ ابن اصم اور تیسری فاطمہ بنت عبد اللہ ابن ورام اور چوتھی فاطمہ بنت حرث ابن عکرمہ اور انہیں فواطم میں سے ایک فاطمہ بنت نضرام ولد قصی تھیں جو حضرت رسول اللہ ﷺ اور حضرت علیؑ سے نسبی اور خاندانی قرابت رکھتی تھیں۔

یہ سب بیٹھی ہوئی اپنے اپنے بچوں پر فخر کر رہی تھیں کہ ناگاہ حضرت رسول اللہ ﷺ لچکتی ہوئی شاخ کی طرح جھومتے ہوئے تشریف لائے آپ کے پیچھے ایک کاہن آپ کو غور سے دیکھتا ہوا پہونچا۔ حضرت رسول اللہ ﷺ حضرت فاطمہ بنت اسد کے پہلو میں بیٹھ گئے اور آپ کے مقابل میں کچھ دور پر کاہن بھی بیٹھ گیا اور آپ کو گھور گھور کر دیکھنے لگا اور ادھر سے جو کاہن یا حبر یا قیافہ دان یا فال نکالنے والا گذرتا وہ کاہن ان کو روک کر آہستہ سے کچھ کہتا اور حضرت کی طرف اشارہ کرتا وہ سب بھی حضرت کو گھورنے لگتے اور اشارے کرتے اور بعض اپنا ہونٹ چباتے تھے۔ پھر حضرت رسول اللہ ﷺ وہاں سے اٹھ کر روانہ ہو گئے اور حضرت ابو طالب کے گھر میں داخل ہو گئے۔ حضرت کے جانے کے بعد اس کاہن نے ان عورتوں سے پوچھا کہ: یہ لڑکا کون ہے جو حسن و جمال میں اپنے عہد کے سارے انسانوں سے بڑھا ہوا ہے؟ عورتوں نے جواب دیا کہ: یہ اپنی قوم کا پیارا صاحب سخاوفضل و شرف محمد ابن عبد اللہ ابن عبد المطلب ہے۔

اس کاہن نے کہا کہ: اے گروہِ قریش! جنگ اور بھاگنے کے لیے آمادہ ہو جاؤ! اسی نبیؐ کی تلوار سے جو خدا کا منتخب کردہ ہے ہلاکت ہے اس کے سبب سے عرب اور اصنام و نصب کے لیے پھر پکارا کہ: اے بیت اللہ کی زیارت کرنے والو! جو دور دور سے کھنچ کر جمع ہو جاتے ہو اور اے کعبہ

کے گرد اکٹھا ہونے والو! دینِ کامل کے ظہور اور بنی فاضل کی بعثت کا زمانہ نزدیک آگیا۔ پھر اس نے یہ اشعار پڑھے:

ترجمہ: میں نے ایک سچّے نبی کو دیکھا جس کو میں پہچانتا نہ تھا تو میرے دل نے تصدیق کے ساتھ اس کا یقین کیا۔

اللہ نے جب اس کو نبوّت کے لیے منتخب فرمایا تو اس کا ذکر بھی اپنی کتابوں میں نازل فرمایا توریت کی شرح میں جو کچھ لکھا ہے میں جانتا تھا۔

محمد کے کچھ فضائل جس کا چہرہ ماہِ شب چہاردہ کے مثل ہے اور جو ساری خلقت سے حُسن و جمال میں بڑھا ہوا ہے۔

جناب فاطمہ بنت اسد سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ: میں نے ان کے ایک عالم کو جو اس کاہن کے اشعار سُن رہا تھا دیکھا کہ اس کے رُخسار پر اشک جاری ہیں تو میں نے اس سے کہا کہ: تجھ کو تیرے دین اور تیری کتاب کی قسم دیتی ہوں مجھ کو اس امر کی حقیقت کی خبر دے کیونکہ حکیم اپنی نصیحت کو اس شخص سے نہیں چھپاتا جو اپنی بصیرت کی تقویت کے لیے اس سے نصیحت طلب کرے۔ تو اس عالم نے حضرت کے متعلق ایک گہری فکر و نظر کے بعد کہا کہ: یہ بچہ عظیم المرتبت ہے اس کے آباؤاجداد سخی ہیں اس کی پرورش اس کا چچا کرے گا دین اس کا اسلام ہو گا اور شریعت اس کی نماز و روزہ ہو گی ابر اس کے سر پر سایہ کرے گا جو اس کی کفالت کرے گا اور جو عورت اس کو دودھ پلائے گی ہدایت یافتہ ہوں گے یہ خوش کردار اور خلق اللہ کے لیے پناہ ہے۔

اس کے بعد اس نے حضرت ابو طالب کی سرپرستی اور ان کی سیرت اور ان کے انجام اخروی کا ذکر کیا اس کے بعد کہا کہ: ایک عورت اس لڑکے کی پرورش کرے گی اور اس کے ذریعہ سے خدا سے اولاد کی طالب ہو گی۔

حضرت فاطمہ بنت اسد نے کہا: جو کچھ تو نے کہا درست کہا اور جو حالات بیان کیے صحیح ہیں وہ عورت میں ہی ہوں جو اس کی پرورش کرتی ہوں اور اس کے چچا کی زوجہ ہوں میں اس کے ذریعہ سے بہت کچھ امیدیں رکھتی ہوں۔

عالم نصرانی کا امیر المومنینؑ کی ولادت کی خبر دینا اور حضرت کے صفات بیان کرنا

اس عالم نے کہا کہ: اگر تم سچ کہتی ہو تو عنقریب تمہارے یہاں ایک بچہ پیدا ہو گا جو تمہارے چار لڑکوں میں سے چوتھا ہو گا اور بڑا عالم اور سید اور سخی اور شجاع اور امام ہو گا لوگ جس کی اطاعت کریں گے۔ دینِ خدا میں عظیم المرتبت خدا کا بندہ عبادت گذار، روزے رکھنے والا ہو گا۔ نہ بے عقل ہو گا نہ بزدل نہ ظالم ہو گا نہ کج اور نام اس کا علیؑ تین حرف سے مرکب ہو گا۔ ہر منزل میں محمدؐ کا ساتھ دے گا اور ہر چھوٹی اور بڑی باتوں میں اس کے ساتھ مواسات کرے گا۔ اس کے دشمنوں کے مقابلہ میں اس کی تلوار اور اس کے دوستوں کے لیے علم کا دروازہ ہو گا۔ جنگ میں دشمنوں کو پیس ڈالے گا اور عہد توڑنے والوں اور غدّاروں اور منافقوں کو دور کرے گا اپنے نبیؐ کے سامنے سے مصائب کو ہٹائے گا۔ روشن ہو جائیں گی اس کے ذریعہ سے تاریکیاں شدّتوں کی، قرابت میں سب سے زیادہ اس نبیؐ سے نزدیک اور گوشت پوست میں سب سے زیادہ متحد اور سخاوت و عطا میں سب سے آگے۔ پیغمبرؐ کی بلند مرتبہ لڑکی کا شوہر ہو گا۔ شدّت کے وقت اس پر اپنی جان فدا کرے گا ملائکہ اس کے صبر پر تعجب کریں گے۔ مشرکوں کو اپنی تلوار اور نیزوں سے مغلوب کر دے گا۔ ڈریں گے اس کی آواز سے آغوش کے بچے تھرائیں گے میدانِ جنگ میں اس کے خوف سے بہادروں کے بازو، مناقب اس کے معلوم اور فضائل مشہور ہیں۔

شیر ہو گا دشمن کا بڑا دور کرنے والا اور روکنے والا اور بڑھ بڑھ کر حملہ کرنے والا کرار اور تصدیق کرنے والا اور غیر فرار ہو گا۔

باریک پنڈلیوں اور سخت بازو اور چوڑے سینے اور لمبی کلائیوں والا ہو گا۔ شرف عطا کیا ہے اس کو خدا نے اپنے امین کے ذریعہ سے اور مخصوص کیا ہے اس کو اپنے دین کے لیے اور تعلیم کیے ہیں اس کو اسرار اپنے اور یاد کرایا ہے اس کو علم اپنا، پیغمبرؐ کے دین کا ستون اور اس کی شریعت کا ظاہر کرنے والا اور ملحدوں پر حملہ کرنے والا ہو گا خدا اس کے ذریعہ سے منافقوں پر اپنا غضب نازل فرمائے گا۔

بلند درجات پر فائز ہو گا جہاد کرے گا بغیر شک کے اور ایمان لائے گا بغیر شرک کے۔ اس رسولؐ کے ساتھ اس کا رشتہ قوی اور منزلت بلند ہو گی۔ نبیؐ اپنی لڑکی اس کی زوجیت میں دے گا اور اس کی ذریت اسی کے صُلب سے جاری ہو گی۔ قائم رہے گا وہ اس کے طریقہ پر اور ذمہ دار ہو گا اس کے دفن وکفن کا، اس کے لشکر کا قائد اور اس کے حوض کوثر کا ساقی ہو گا۔ اس کے ساتھ ہجرت کرے گا اور اس پر اپنی جان قربان کرے گا۔

یہ علامتیں جو میں نے بیان کیں اس کی صحت عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گی جب کہ وہ بچہ پیدا ہو گا اور محمد محمود کے جو حالات میرے نزدیک صحیح اور ثابت ہیں اور میں نے تم کو ان کی خبر دی ہے وہ آنکھوں سے دیکھو گی۔

میں نے جو صفات ان دونوں کے بیان کیے وہ اسفار وزبور داؤد اور صحف ابراہیمؑ وموسیٰؑ میں موجود ہیں۔ پھر اس نے یہ اشعار پڑھے۔

ترجمہ: میرے قول سے تعجب نہ کرو عنقریب تم اس کا امتحان کرلو گی اور بہت جلد دیکھو گی میرا قول واضح ہو گیا۔

وہ نبیؐ جس کا میں نے ذکر کیا ہے خدا شاہد ہے کہ جو کچھ میں نے اس کے متعلق بیان کیا ہے وہ مزاح نہیں ہے۔

حضرت فاطمہ بنت اسد کا خواب

حضرت فاطمہ بنت اسد نے کہا کہ: میں ان باتوں کو سوچا کرتی تھی کچھ دنوں کے بعد میں نے ایک شب خواب میں دیکھا کہ شام کے پہاڑ جڑ سے اکھڑ کر چلے آرہے ہیں۔ ان کے اوپر لوہے کی چادریں پڑی ہوئی ہیں اور ان کے سینوں سے خوف ناک چیخ نکل رہی ہے پھر مکّہ کے پہاڑ بھی اسی طرح خوف ناک آواز سے چیختے ہوئے بہت تیزی سے بڑھے اور شعلے اگلنے لگے اور کوہِ ابو قبیس اپنے جسم کو اس طرح جھاڑ رہا ہے جیسے وہ گھوڑا جو زین کسا ہوا کہیں جانے کو تیار ہو اور لوہے کی چادروں کے ٹکڑے تلوار اور نیزے بن بن کر پہاڑوں کے داہنے اور بائیں گر رہے ہیں اور لوگ ان ٹکڑوں کو چُن رہے ہیں۔ میں نے بھی ان میں سے چار تلواریں اور ایک خود جس پر سونے کا پانی چڑھا ہوا تھا اٹھالیا اور مکہ کی طرف روانہ ہوگئی جیسے ہی میں مکہ میں داخل ہوئی ایک تلوار ان میں سے میرے ہاتھ سے چھوٹ کر پانی میں گر گئی اور تیرنے لگی پھر دوسری تلوار فضا میں اُڑ گئی اور ہر طرف پرواز کرنے لگی اور تیسری تلوار زمین پر گر کر ٹوٹ گئی اور چوتھی میرے ہاتھ میں رہ گئی میں ابھی اس کو تول رہی تھی کہ وہ شیر کا بچہ بن گئی پھر کامل شیر بن کر میرے ہاتھ سے نکل گئی اور پہاڑوں پر حملہ آور ہوئی اور ان کے پتھروں کو شگافتہ اور ان کے سخت جسم کو ٹکڑے کرنے لگی۔ لوگ اس سے خائف اور اس کے ڈر سے لرزنے لگے ناگاہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگئے اور اس کی گردن پکڑلی تو وہ منقاد ہوگئی پھر میں بیدار ہوگئی تو نہ مجھ کو بھوک تھی نہ پیاس۔

اس خواب کی تعبیر معلوم کرنے کی غرض سے میں ان دونوں حبر اور کاہن کے پاس گئی جنھوں نے مجھ کو بچہ کی پیدائش کی بشارت دی تھی اور وعدے کیے تھے پھر بہت سے قیافہ شناس اور فال نکالنے والوں کے پاس گئی۔ یہاں تک کہ ایک روز ابو کرز کاہن کے پاس پہونچی۔ وہ اپنے

فن میں بڑا ماہر اور عالم تھا لیکن وہ موجود نہ تھا تو میں انتظار میں بیٹھ گئی۔ وہاں قبیلۂ بنی تمیم کا کاہن جمیل بیٹھا ہوا تھا تو میں نے وہاں جانا پسند نہ کیا اور اس کے اٹھ جانے کے انتظار میں الگ بیٹھ گئی۔ جمیل نے میری طرف دیکھا اور کہا کہ: میں نعمتوں کے ظاہر کرنے والے اور زمین و آسمان کے خالق و محافظ خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ تم کو میری موجودگی ناپسند ہے اور چاہتی ہو کہ میں چلا جاؤں تو تم ابو کرز سے اپنے خواب کی تعبیر پوچھو میں نے کہا کہ: اگر سچ کہتا ہے تو بتا میرا خواب کیا ہے؟ تو اس نے ان اشعار میں میرا جواب دیا:

رائیت اجبالا تلی احبالا وکلها بسة سربالا
مسرعة قد تبتغی الغتالا حتی رایت بعضها تعالیٰ
بنثرمن جلبا به نضالا اخذت منها اربعا طوالا
وبیضة تشتعل اشتعالا فواحد فی ثج ماء عالا
وثانی فی جدها قدصالا بذی طواف طارحین زالا
وثالث قد صادف اختلالا لما غدامنکسراوصالا
ورابع قد خلته هلالا مقدح الزندین قد تلالا
ولت به صائلة ایغالا حتی استحال بعدها انتقالا
ادرک فی خلقته الاشبالا ثم استوی مستاسدا صوالا
یخطف من سرعته الرجالا فانسل فی قیعائها انسلالا
یخرق منهالصعب والمحالا والناس برهبون منه الحالا
حتی اتی ابن عمه ارسالا فتبله بعنقه اتلالا

کضبیة مامنعت غفالا
ثم انتهبت تحسبین خالا

یعنی دیکھا ہے تو نے پہاڑوں کے پیچھے پہاڑوں کو جو سب چادریں اوڑھے ہیں اور چاہتے تھے کہ دوڑ کر ایک دوسرے سے لپٹ جائیں یہاں تک کہ دیکھا تو نے کہ بعض ان میں کے بلند ہو گئے۔

وہ اپنی چادر سے تلواریں بکھیر رہے تھے تو ان میں سے تو نے چار تلواریں اور ایک چمکتا ہوا خود اٹھالیا۔

ان تلواروں میں سے ایک بہتے ہوئے پانی میں تیر گئی اور دوسری فضا میں اچک گئی اور ہر طرف گردش کرنے لگی اور تیسری میں فساد پیدا ہو گیا اور ٹوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی اور چوتھی کو خیال کیا تو نے ہلال جس کے شعلہ دینے والے دونوں سرے چمک رہے تھے پھر وہ بدل گئی اور اس نے شیر کے بچہ کی شکل اختیار کر لی پھر وہ حملہ کرنے والا کامل شیر بن گئی جو اپنی تیزی سے لوگوں کے اعضا ٹکڑے کر رہا تھا۔

جھاڑیوں میں اپنے کو چھپا کر کھسک رہا تھا اور غرا رہا تھا اور شگافتہ کر رہا تھا۔ ان پہاڑوں کے مشکل اور سخت حصّوں کو اور لوگ اس سے خوف زدہ ہو رہے تھے یہاں تک کہ سیر کرتا ہوا اس کا ابن عم آ گیا تو اس نے اس کو گردن پکڑ کر منقاد کر لیا اس گائے کی طرح جو چھوڑ دینے کے سبب سے سرکش نہ ہو گئی ہو پھر تو بیدار ہو گئی اور سمجھی کہ یہ خواب وخیال کی باتیں ہیں۔

جناب فاطمہ بنت اسد نے فرمایا کہ: اے جمیل! خدا کی قسم! تو نے ٹھیک کہا اور اپنے قول میں سچّا نکلا میں نے خواب میں یہی دیکھا ہے اب بتا کہ اس کی تعبیر کیا ہے جمیل نے جواب دیا کہ:

اما النصول فهى صيد اربع ذكورا ولادحكتها الاسبع
والبيضة الوقداء بنت تبتع كريمة غراء لاتروع
فصاحب الماء غريب منتقد فى لجة ترمى باضاف الزبد
والطائرالا جنح ذوالغرب الزغب تقتله فى الحرب عبادالصلب

والثالث المکسورمیت قددفن نیزل عقبابعدہ طول الزمن
والرابع الصائل کاللیث المرح یرفل فی عراصھا ویقترح
فذاک للخلق امام منتصح اذا بغا کافر جھرا ذبح
وان لقاہ بطل عنہ جنح حتی تراھم من صیاصیھم بطح

فاستشعری البشری فرؤیاک تصح

چار تلواریں جو تونے دیکھی ہیں وہ تیرے شیر دل چار لڑکے ہیں جن کی خبر دی ہے سات قوموں نے اور چمکتا ہوا خود ایک صاحب حُسن و جمال اور بڑی خوبیوں والی لڑکی ہے جو سب کے بعد پیدا ہوگی اور کبھی ڈرائی نہ جائے گی۔

وہ تلوار جو پانی میں تیر گئی تیرا وہ لڑکا ہے جو دریا کے سفر میں موجیں مارتے ہوئے پانی میں ڈوب (۱) جائے گا۔

اور پروں والی اور اُڑنے والی تلوار تیرا ایک سبزہ آغاز لڑکا ہے جس کو ملک مغرب میں صلیب کی پرستش کرنے والے (عیسائی) حالتِ جنگ میں قتل کر دیں گے اور تیسری تلوار جو ٹوٹ گئی تیرا وہ لڑکا ہے جو موت طبعی سے مرے گا اور زمین میں دفن کیا جائے گا اور اس کی نسل تا قیامت باقی رہے گی۔

(۱)۔ حضرت ابوطالبؑ کے چار بیٹے تھے سب سے بڑے صاحب زادے کا نام طالب تھا آپ ہی کے نام پر جناب ابوطالب کی کنیت ابوطالب ہوئی آپ کو غزوۂ بدر میں قریش نے اپنے ساتھ چلنے پر مجبور کیا آپ ان کے ساتھ روانہ ہوئے لیکن راہ سے اپنا گھوڑا دوڑاتے ہوئے سمندر کی طرف چلے گئے اور اس میں غرق ہوگئے آپ کی نسل نہیں چلی (عمدۃ الطالب، صفحہ ۱۵) آپ کے دوسرے صاحب زادے جناب عقیل تھے آپ نے یزید کی حکومت کے زمانے میں انتقال کیا (اصابہ جلد ۴، صفحہ ۲۵۵) آپ کے تیسرے صاحب زادے جعفر طیار تھے آپ غزوۂ موتہ میں عیسائیوں سے جنگ میں شہید ہوئے اس جنگ میں آپ کے دونوں ہاتھ قطع ہوگئے تو خدا نے آپ کو دو پر عطا فرمائے جن سے آپ جنّت میں فرشتوں کے ساتھ پرواز کرتے ہیں (اسد الغابہ، جلد ۲، صفحہ ۱۲۵) چوتھے صاحب زادے آپ کے حضرت امیر المومنین تھے حضرت جعفر طیار سے دس سال چھوٹے تھے۔

اور چوتھا غضب ناک شیر کی طرح حملہ کرنے والا اور اپنی کچھار میں اکڑ کر چلنے والا اور اپنے پنجوں سے زمین کو شگافتہ کرنے والا تیرا وہ لڑکا ہے جو خلق کا امام اور نصیحت کا قبول کرنے والا ہو گا جو کافر بالا علان اس سے مقابلہ کرے گا اس کو ذبح کردے گا اور جو بہادر مقابلہ میں آئے گا بھاگے گا۔ یہاں تک کہ تم دیکھو گی کہ اس نے ان کو ان کے قلعوں سے منہ کے بل گرا دیا ہے تو بشارت ہو تم کو یہ تمہارا خواب سچّا ہے۔

حضرت فاطمہ بنت اسد کہتی ہیں: میں برابر ان پیشگوئیوں میں سوچا کرتی تھی یہاں تک کہ میرے کئی بچے پیدا ہوئے جب وہ مہینہ آیا جس میں علیؑ کی ولادت ہوئی تو میں نے ایک شب خواب میں دیکھا کہ ایک دھاردار ستون میرے سر سے نکل کر ہوا میں منتشر ہو گیا اور بلند ہو کر آسمان تک پہونچ گیا پھر میرے پاس پلٹ آیا اور کچھ دیر ٹھہر کر میرے قدم سے نکل گیا تو میں نے کہا کہ: یہ کیا ہے؟ کسی نے جواب دیا کہ: یہ کفّار کا قاتل اور نصرت رسول اللہ ﷺ کا عہد کرنے والا ہے خوف اس کا شدید ہے اس کے خوف سے لشکر فریاد کریں گے یہ خدا کی مدد ہے اس کے نبیؐ کے لیے اور اس کے اعداء کے مقابلہ میں اس کا مؤید ہے۔

کامیاب ہوں گے اس کی محبّت سے کامیاب ہونے والے اور نیک بنیں گے نیک بننے والے۔ اس کی مثال دی جاتی ہے بلند آسمانوں اور بچھی ہوئی زمین اور گڑے ہوئے پہاڑ اور گہرے سمندروں اور چمکتے ہوئے تاروں اور آفتاب نصف النہار اور تسبیح پروردگار کرنے والے ملائکہ کے درمیان۔

اس کے بعد کسی نے یہ اشعار پڑھے:

حضرت امیر المومنینؑ کی ولادت کے وقت حضرت رسول اللہ ﷺ کی عمر تیس سال تھی۔ آنحضرتؐ کو حضرت علیؑ سے شدید محبت تھی۔ آپ نے حضرت فاطمہ بنت اسد سے فرمایا کہ: مادرِ گرامی! علیؑ کا گہوارہ میرے بستر کے قریب رکھیے پھر آپ حضرت علیؑ کی خدمت اور پرورش میں

مشغول ہوئے کھلاتے پلاتے گھوارہ جنبانی کرتے لوریاں دے کر سلاتے کبھی اپنے سینۂ مبارک پر کبھی دوش پر اٹھاتے اور فرماتے: یہ میرا بھائی میرا ولی میرا مددگار میرا صفی میرا وصی میرا ذخیرہ میری پناہ میرا داماد میری محبوب بیٹی کا شوہر اور میری وصیت کا امانت دار ہے اور حضرت علیؑ کو گود میں لے کر جبال مکہ اور اس کی وادیوں میں گھماتے تھے۔

جب آپ نے حضرت خدیجہ (۱) سے عقد کیا اور حضرت خدیجہؓ نے حضرت کی انتہائے محبت حضرت علیؑ کے ساتھ دیکھی تو وہ بھی محبت کرنے لگیں حضرت کی صفائی اور نظافت کا خیال رکھتیں اور اچھے اچھے کپڑے پہناتیں زینت دیتیں جب قریش کی عورتوں نے حضرت علیؑ پر حضرت خدیجہ کی مہربانیاں دیکھیں تو کہا کہ: علیؑ محمدؐ کا پیارا بھائی اور خدیجہ کا قرۃ العین ہے حضرت کی مہربانیوں اور حضرت ابوطالب کے گھر تحفہ تحائف بھیجنے کا سلسلہ برابر جاری رہا یہاں تک کہ قریش معاشی تنگی اور گرانی میں مبتلا ہوئے اور حضرت ابوطالب کا مال بھی کم ہو گیا کیونکہ آپ بڑے فیاض اور سخی اور دریادل انسان تھے اور خود کثیر العیال تھے تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا جناب عباس کو بلوایا جو اپنے زمانے میں بنی ہاشم میں سب سے زیادہ مالدار تھے اور فرمایا کہ: چچا آپ کے بھائی کثیر العیال ہیں اور آج کل پریشان ہیں اس وقت جو معاشی تنگی پیدا ہو گئی ہے ظاہر ہے اور ذوی الارحام سب سے زیادہ اعانت و دستگیری کے حق دار ہیں ہمارے ساتھ چلیے کہ ان کا بوجھ بٹائیں اور ان کے عیال کا بار ہلکا کریں کچھ بچوں کو آپ لے لیجئے! اور کچھ کو میں لے لوں۔ جناب عباس نے کہا کہ: آپ نے بہت اچھا مشورہ دیا اور درست کہا: خدا کی قسم! سخاوت اور ذوی الارحام کے ساتھ بھلائی جوانمردی ہے پھر دونوں حضرت ابوطالب کے پاس گئے اور بڑے بہتر عنوان سے گفتگو کی

(۱)۔ حضرت خدیجہ سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شادی سنہ ۲۵ عام الفیل میں ہوئی جس وقت حضرت کی عمر پچیس سال تھی اور حضرت امیر المومنینؑ کی ولادت سنہ ۳۰ عام الفیل میں ہوئی یعنی حضرت خدیجہ سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شادی کے پانچ سال بعد ہوئی جب جناب خدیجہ نے حضرت امیر المومنینؑ سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انتہائے محبت دیکھی تو وہ بھی محبت کرنے لگیں۔

کہا کہ: آپ کی سابق نیکیاں قابل ستائش اور آپ کے مناقب ناقابل انکار ہیں آپ سخی ہیں اور سخی آباؤاجداد کی اولاد ہیں۔ آپ کی نیکیوں کی بنا پر زمانہ آپ کا منقاد ہے۔ ہم لوگ آپ کی خوبیوں تک نہیں پہونچ سکتے۔

اس وقت سخت گرانی نے سب کو ہلاک کرر کھا ہے اور آپ کثیر العیال ہیں لہٰذا ضروری ہے کہ ہم اس وقت آپ کا بوجھ بٹائیں۔ جب تک کہ یہ سختی کا دور گذر جائے حضرت ابوطالب نے فرمایا کہ: عقیل اور طالب کو چھوڑ دیجئے ہاں چھوٹے بچوں کے متعلق آپ لوگوں کو اختیار ہے تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کو لے لیا اور جناب عباس نے جناب جعفر کو لے لیا۔ اس وقت سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علیؑ کی تربیت و تعلیم و پرورش کے تنہا کفیل ہو گئے۔ حضرت علیؑ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دو سال قبل بعثت سے نمازیں پڑھتے تھے۔

اس کے بعد اظہارِ نبوّت کے وقت سے آنحضرتؐ کی وفات تک کے واقعات اور واقعہ غدیر خم وغیرہ وہی ہیں جو مشہور ہیں اور میں نے بھی کچھ باتیں تحریر کی ہیں جو گذر چکیں۔

حضرت امیر المومنین ۳۵/ سال کی عمر میں بحکمِ پروردگار منصبِ خلافت وامامت پر فائز ہوئے اور مومنین نے آپ کی اطاعت و پیروی قبول کی لیکن منافقین نے منہ پھیرا اور ملک و مفاد دنیا کے لیے ان لوگوں نے ایسے شخص کو چُن لیا جس کو خود پسند کیا اور خدا اور اس کے رسولؐ کے مقرر کردہ کو چھوڑ دیا۔

روایت کی گئی ہے کہ بعدِ وفات حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب عباسؓ حضرت علیؑ کی خدمت میں پہونچے اور کہا کہ: اپنا ہاتھ بڑھائیے کہ میں بیعت کروں حضرت نے فرمایا کہ: میرے سواء اور کون مدعی خلافت ہے اور کس کے لیے یہ منصب سزاوار ہے؟ اس کے بعد بہت سے مسلمان پہونچے جن میں زبیر اور ابوسفیان صخر ابن حرب وغیرہ تھے تو (حضرت نے ان کے ارادوں میں فتور پا کر بمصلحت) بیعت سے انکار کیا۔

سقیفہ کی کہانی

مہاجرین وانصار میں اختلاف ہوا تو انصار نے کہا کہ ایک امیر ہم میں سے اور ایک تم میں سے ہوگا اور مہاجرین میں سے کچھ لوگوں نے کہا کہ: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ خلافت قریش میں رہے گی تو انصار نے سعد ابن عبادہ کے کچل جانے کے بعد جب لوگوں نے ان کے شکم کو پیروں سے کچل ڈالا خلافت مہاجرین کے حوالہ کردی اور عمر ابن خطاب نے (سب سے پہلے) ابوبکر کی بیعت کرلی اور ان کے ہاتھ پر ہاتھ مارا اس کے بعد ان اعراب نے بیعت کی جو اس وقت مدینہ میں باہر سے آئے ہوئے تھے۔ پھر منافقوں نے بیعت کی اور دوسروں نے بھی ان کی پیروی کی۔

سقیفہ کی کارروائیوں کی خبر حضرت امیر المومنین ؑ کو اس وقت ہوئی جب آپ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غسل وکفن ونماز ودفن سے فارغ ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دفن وکفن میں کون شریک تھے

آپ کے ساتھ اس وقت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجہیز وتکفین اور نماز میں علاوہ بنی ہاشم کے اصحاب میں سے حضرت سلمان فارسیؓ، ابوذر ومقداد وعمار وحذیفہ وابی ابن کعب وغیرہ موجود تھے جن کی تعداد چالیس تھی۔

خطبہ امیر المومنینؑ

جب حضرت کو سقیفہ کے واقعات کی خبر ہوئی تو آپ نے کھڑے ہو کر خطبہ فرمایا اور بعد حمد و ثنائے پروردگار کے فرمایا کہ: اگر خلافت قریش میں ہے تو میں قریش میں سب سے زیادہ حق دار خلافت ہوں اور اگر قریش میں نہیں ہے تو انصار کا دعویٰ درست ہے۔ اس کے بعد آپ نے ان لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کی اور اپنے گھر میں بیٹھ رہے، اور حضرت کے ساتھ وہ مسلمان بھی کنارہ کش ہو گئے جنھوں نے آپ کی پیروی کی۔ حضرت نے فرمایا کہ: میرے لیے اس وقت پانچ انبیاءؑ کا اسوہ ہے:

۱۔ حضرت نوحؑ کا جب کہ انہوں نے فرمایا: ﴿رَبَّهُ أَنِّي مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرْ﴾ (۱)؛ یعنی میرے پروردگار میں مغلوب ہوں میری مدد فرما۔

۲۔ حضرت ابراہیمؑ کا جب کہ انہوں نے فرمایا کہ: ﴿وَأَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللهِ...﴾ (۲)؛ یعنی میں نے تم لوگوں کو اور جن بتوں کی تم لوگ خدا کو چھوڑ کر پرستش کرتے ہو سب کو چھوڑا۔

۳۔ اور حضرت لوطؑ کا جب کہ انہوں نے کہا کہ: ﴿قَالَ لَوْ أَنَّ لِي بِكُمْ قُوَّةً أَوْ آوِي إِلَىٰ رُكْنٍ شَدِيدٍ﴾ (۳)؛ یعنی کاش مجھ میں تمہارے مقابلہ کی قوّت ہوتی یا میں کسی مضبوط قلعہ میں پناہ لے سکتا۔

۴۔ اور حضرت موسیٰؑ کا جب کہ انہوں نے کہا کہ: ﴿فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ...﴾ (۴)؛ یعنی پھر بھاگا میں جب کہ ڈرا تم لوگوں سے۔

---

(۱)۔ پارہ ۲۷، سورۂ قمر، آیت ۱۰۔

(۲)۔ پارہ ۱۶، سورۂ مریم، آیت ۴۸۔

(۳)۔ پارہ ۱۱، سورۂ ھود، آیت ۸۰۔

(۴)۔ پارہ ۲۶، سورۂ شعراء، آیت ۲۱۔

۵۔اور حضرت ہارونؑ کی جب کہ انہوں نے فرمایا کہ:﴿إِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُونِي وَ كَادُوا يَقْتُلُونَنِي...﴾(۱)؛یعنی قوم نے مجھ کو کمزور کر دیا اور قریب تھا کہ مجھ کو قتل کر دیتی۔

جمع قرآن

پھر آپ نے قرآن جمع کیا اور اس کو اپنی چادر میں لے کر لوگوں کے پاس گئے اور فرمایا کہ: یہ خدا کی کتاب ہے میں نے اس کو مطابق وصیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ترتیبِ نزول کے مطابق جمع کیا ہے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:"اِنِّی مُخلِف فِیْکُم الثَّقلین کِتَابَ اللّٰہ وَ عِترَتِی لَنْ یَفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَی الحَوض"۔

لہٰذا تم لوگ اس کتاب کو اور میری ہدایت کو قبول کرو۔ تو میں تمہارے درمیان اس کتاب کے مطابق حکم کروں۔ لوگوں نے جواب دیا کہ: ہم لوگوں کو نہ اس کتاب کی حاجت ہے نہ آپ کی۔ آپ اس کو لے جایئے۔ حضرت واپس(۱) آئے اور اپنے گھر میں بیٹھ رہے جیسا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ سے عہد لیا تھا۔

---

(۱)۔ پارہ۹، سورۂ اعراف، آیت ۱۵۰۔

(۲)۔ یہ ایک عظیم الشان سیاست الٰہیہ تھی۔ حضرت امیر المومنینؑ نے مطابق وصیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک نسخہ قرآن مجید کا ترتیب نزول کے مطابق جمع فرمایا اور اس کو صحابہ کو دکھا کر جب ان لوگوں نے لینے سے انکار کیا تو اپنے پاس رکھ لیا پھر وہ برابر آپ کے پاس رہا اور آپ کے بعد آپ کے اوصیاء کے پاس رہا اور ہمیشہ کلام اللہ موجودہ کی حفاظت کا ذمہ دار رہا کوئی شخص قرآن میں تحریف و تغیر کی جرات نہ کر سکا اس لیے کہ ہمیشہ یہ خطرہ لگا رہا کہ اگر ہم لوگوں نے قرآن میں تحریف کی تو ائمہ اہل بیتؑ اصل نسخہ ظاہر کر دیں گے یہاں تک کہ حضرت امام حسن عسکریؑ کے عہد تک ۲۵۴ برس کی طویل مدّت میں کلام اللہ اقطار عالم میں پھیل گیا اور خطرات کی منزل سے نکل گیا تو اصل نسخہ بھی امام غائب کے ساتھ پردۂ غیب میں رکھ دیا گیا(مؤلف)۔

احراق خانۂ فاطمہ زہراؑ

جب حضرت امیر المومنینؑ اپنے گھر میں بیٹھ رہے تو لوگ ہجوم کر کے آپ کے گھر پہونچے اور آپ کے گھر کے دروازے میں آگ لگادی اور حضرت فاطمہ زہراؑ کو درو دیوار میں دبا دیا جس کے صدمہ سے حمل ساقط ہوا اور جناب محسن شہید ہوئے پھر حضرت کو بجبر (۱) گھر سے باہر لائے اور کہا کہ: بیعت کیجئے! حضرت نے فرمایا: میں ہر گز ابو بکر کی بیعت نہ کروں گا تو لوگوں نے کہا کہ: اگر بیعت نہ کریں گے تو ہم آپ کو قتل کر دیں گے۔ حضرت نے فرمایا کہ: اگر تم لوگوں نے مجھ کو قتل کیا تو میں خدا کا بندہ اور تمہارے رسولؐ کا بھائی ہوں۔ پھر لوگوں نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا تو آپ نے ہاتھ کھینچ لیا اور مٹھی بند کر لی جب ان لوگوں سے آپ کا ہاتھ کھولنا دشوار ہوا تو آپ کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ مس (۲) کر لیا۔

---

(۱)۔ ۵ بعثت میں ایک مرتبہ حضرت رسول اللہ ﷺ طواف کر رہے تھے کہ چند کافروں نے حضرت کی چادر کھینچ کر حضرت کی گردن میں لپیٹ کر کھینچی جس سے آپ کا دم گھٹنے لگا یہ دیکھ کر حضرت ابو بکر نے رو کر کہا کہ: کیا ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو خدا کی خدائی کا اقرار کرتا ہے یہ سن کر ان لوگوں پر حضرت ابو بکر کو جوتیوں سے اتنا مارا کہ آپ کے سر اور منہ سے خون جاری ہو گیا (روضۃ الاحباب جلد ا، صفحہ ۸۷ وغیرہ) لیکن حضرت رسول اللہ ﷺ نے صبر کیا تو جب رسول اللہ ﷺ کافروں کے مظالم پر بمصلحت صبر کر سکتے تھے تو اگر حضرت علیؑ نے مسلمانوں کے مظالم پر صبر کیا تو کیا قابل تعجب ہے (مولف)۔

(۲)۔ اس بیان سے معلوم ہوا کہ حضرت امیر المومنینؑ نے خلیفہ کی بیعت نہ کی جس کا ثبوت معاویہ کے خط سے بھی ملتا ہے۔ ایک مرتبہ معاویہ نے حضرت کو خط لکھا کہ اسلام میں افضل اور خدا و رسولؐ کے لیے ناصح تر حضرت رسول اللہ ﷺ کے بعد ان کے خلیفہ (ابو بکر) تھے اور ان کے بعد خلیفہ کے خلیفہ (عمر) تھے پھر ان کے بعد تیسرے خلیفہ عثمان مظلوم تھے ان سب سے تم نے (اے علیؑ) حسد کیا اور سب سے تم نے بغاوت کی اور ہم نے تمہاری نظر میں غیظ و غضب اور تمہاری باتوں میں لغویت اور تمہاری سانس میں تنگی محسوس کی اور تم نے خلفاء کی بیعت سے پہلو تہی کی حالانکہ تم کو ان مقامات پر بیعت کے لیے اس طرح کھینچ کھینچ کر لایا گیا جس طرح مہار سے اونٹ کھینچا جاتا ہے لیکن تم ان کی بیعت کو ناپسند ہی کرتے رہے (عقد الفرید ابن ربہ مطبوعہ مصر، جلد ۳، صفحہ ۱۰۷) اس خط میں معاویہ نے اقرار کیا ہے کہ حضرت نے باوجود دہر سختی کے بھی خلفاء کی بیعت نہ کی۔

اس خط کے جواب میں حضرت نے تحریر فرمایا کہ تو نے خلفاء ثلٰثہ کی بیعت سے میری پہلو تہی اور ان سے حسد اور بغاوت کا ذکر کیا تو حسد اور بغاوت تو خدا پناہ دے ہر گز نہیں ہوئی (کیونکہ بغاوت خلیفۂ برحق کی مخالفت کا نام ہے نیز اینکہ حضرت نے کبھی اپنے حق

ایک معجزہ اور اتمام حجّت

اس واقعہ کے چند روز کے بعد حضرت امیر المومنینؑ نے ان لوگوں میں سے ایک شخص سے ملاقات کی اور اس کو عذاب خدا سے ڈرایا اور فرمایا کہ: چاہتے ہو کہ حضرت رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کرو اور حضرت جو حکم دیں اس پر عمل کرو۔ اس نے کہا: ہاں۔ حضرت اس کو لے کر مسجد قبا کی طرف تشریف لے گئے وہاں حضرت رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کرائی۔ حضرت نے فرمایا: اے فلاں! کیا علیؑ کی خلافت کے متعلق تم لوگوں نے مجھ سے یہی عہد کیا تھا حالانکہ یہ امیر المومنینؑ ہیں؟ جب وہ شخص وہاں سے واپس آیا تو چاہا کہ خلافت حضرت علیؑ کے حوالہ کر دے تو اس کو اس کے ساتھی نے روک دیا اور کہا: یہ تو بنی ہاشم کا کھلا ہوا سحر ہے تم کو وہ واقعہ یاد نہیں ہے کہ ہم لوگ ایک روز ابن کبشہ کے ساتھ موجود تھے جب کہ انہوں نے دو درختوں کو حکم دیا کہ وہ جُٹ جائیں تو وہ دونوں جُٹ گئے تو انہوں نے اس کے اوٹ میں رفع حاجت کیا پھر حکم دیا تو وہ دونوں جدا ہو گئے۔

یہ سُن کر اس نے اپنے ساتھی سے کہا کہ جب تم نے یہ بات یاد دلائی تو ایک واقعہ اور سنو کہ! جب میں ان کے ساتھ غار میں چھپا تو انھوں نے میرے منہ پر ہاتھ پھیر دیا پھر اپنے پاؤں پھیلا دیئے تو مجھ کو ایک دریا نظر آیا جس میں ایک کشتی پر حضرت جعفر طیار اور ان کے اصحاب سفر کرتے دکھائی دیئے پھر اس نے حضرت علیؑ کو خلافت سپرد کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔

کے لیے بھی تلوار نہ اٹھائی جب تک خود دشمن نے حملہ نہ کیا) لیکن ان کی خلافت کو ناپسند کرنا اور ان کی بیعت سے کراہت کرنا تو خدا کی قسم! اس امر کے لیے میں لوگوں کے سامنے کوئی عذر پیش کرنا نہیں چاہتا (عقد الفرید، جلد ۳، صفحہ ۱۰۷) اس خط میں آپ نے اقرار فرمایا ہے کہ آپ نے خلفاء میں سے کسی کی بیعت نہیں کی نہ ان کی خلافت پر راضی رہے۔

تدبیر قتل امیر المومنینؑ

پھر ان لوگوں نے حضرت امیر المومنینؑ کے قتل کا ارادہ کیا اور ایک دوسرے کو وصیت کی اور وعدے لیے اور یہ کام خالد ابن ولید کے ذمہ کیا گیا۔ ان لوگوں کے ارادوں کی خبر جب اسماء بنت عمیس کو ہوئی تو انہوں نے اپنی لونڈی کو حضرت کے پاس بھیجا اس نے جاکر حضرت کے دروازہ کا بازو پکڑ کر کہا: ﴿إِنَّ الْمَلَأَ يَأْتَمِرُونَ بِكَ لِيَقْتُلُوكَ فَاخْرُجْ إِنِّي لَكَ مِنَ النَّاصِحِينَ﴾(۱) یہ سن کر حضرت اپنی تلوار لے کر نکلے۔

خالد سے یہ وعدہ تھا کہ جب امام نماز کے آخری سلام پر پہونچے تو فوراً قتل کر دینا چنانچہ خالد تلوار لے کر حضرت کے پاس کھڑا ہوا جب امام نے محسوس کیا کہ خالد اپنے کام پر آمادہ ہے تو گھبرا کر قبل سلام تک پہونچنے کے کہا کہ: اے خالد! جو میں نے حکم دیا ہے نہ کر۔ پھر اس کے بعد کے قصّے وہی ہیں جو لوگوں نے نقل کیے ہیں۔

استخلاف

جب حضرت امیر المومنینؑ کی امامت کو دوسال تین ماہ اور دس دن گذر گئے تو عتیق ابن عثمان ابو قحافہ کے بیٹے نے انتقال کیا اور اس عہد کی بناپر جو پہلے سے ان دونوں کے درمیان میں ہو چکا تھا اپنے بعد عمر ابن خطاب کی خلافت کی وصیت کی اور عہد نامہ لکھ دیا لیکن حضرت امیر المومنینؑ نے اس خلافت سے بھی اسی طرح کنارہ کشی کی جس طرح پہلی خلافت میں کنارہ کش رہے آپ ان لوگوں کو نہ کسی امر کا حکم دیتے تھے نہ کسی بات سے روکتے تھے جب تک مفاد اسلام کے لیے مشورہ دینے پر مجبور نہ ہوتے تھے باوجود اس کے وہ لوگ ہمیشہ حضرت سے حلال و حرام اسلام اور تفسیر و تاویل قرآن اور فصل الخطاب کے متعلق سوالات کیا کرتے تھے۔

---

(۱)۔ پارہ ۲۰ سورۂ قصص، آیت ۲۰۔

شوریٰ

جب حضرت امیر المومنینؑ کی امامت کو بارہ سال چند ماہ اور چند روز گذر گئے تو مغیرہ ابن شعبہ کے غلام ابولولو نے زہر آلود خنجر سے عمر ابن خطاب کو قتل کر دیا زخم لگنے کے تین دن کے بعد انہوں نے انتقال کیا اور اپنے بعد خلافت کو چھ آدمیوں کے درمیان شوریٰ قرار دیا اور کہا کہ: یہ لوگ سب سے زیادہ خلافت کے حق دار ہیں اور اگر ابو حذیفہ کا غلام سالم زندہ ہوتا تو اپنے بعد اس کو خلافت سونپنے میں مجھ کو کوئی شک و شبہہ لاحق نہ ہوتا اور حضرت علیؑ کو ان چھ کی آخری فرد قرار دیا پہلے عثمان کا نام لیا اور ان کو خلیفہ بنانے کی سفارش کی پھر طلحہ ابن عبید اللہ تیمی کا پھر زبیر ابن عوام کا پھر عبد الرحمٰن ابن عوف زہری کا پھر سعد ابن ابی وقاص کا نام لیا اور آخر میں حضرت امیر المومنینؑ ہاشمی کا اور صہبان سے کہا کہ: جب تک خلافت کا مرحلہ طے ہو تو لوگوں کو نماز پڑھانا۔ اور کہا کہ: اگر ان چھ اشخاص میں اختلاف پیدا ہو جائے تو جس طرف عبد الرحمٰن ان میں سے خلیفہ چنا جائے اور اگر تین دن گذر جائیں اور کسی پر اتفاق رائے نہ ہو تو سب قتل کر دیئے جائیں غرض صہیب اور بروایتی عبد الرحمٰن ابن عوف نماز پڑھاتے رہے آخر عبد الرحمٰن ابن عوف نے بسبب عقد مواخات اور رشتہ دامادی کے عثمان کو خلیفہ بنالیا حالانکہ بعد میں اپنے فعل پر ندامت و افسوس ظاہر کرتا رہا اور لوگ اس کو ملامت کرتے تھے۔

حضرت امیر المومنینؑ نے اس سے بھی کنارہ کشی اختیار کی۔

عثمان کے دور خلافت کے واقعات جیسے عثمان کا حکم ابن عاص اور مروان ابن حکم وغیرہ کو مدینہ میں واپس بلالینا حالانکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو مدینہ سے نکلوا دیا تھا اور اتنا ہی پر اکتفانہ کی بلکہ مروان کو اپنا وزیر اور امورِ خلافت میں اپنا مددگار بنالیا۔

جناب جندب ابن جنادہ ابوذر غفاری صحابی رسولؐ کی گردن دبائی اور ان کی پشت پر مارا اور ایک برہنہ پشت اونٹ پر سوار کر کے ربذہ بھیج دیا جہاں انھوں نے انتقال کیا حالانکہ حضرت رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے فضائل میں حدیثیں فرمائی تھیں اور ان کو صادق فرمایا تھا اور ان کے جنّتی ہونے کی بشارت دی تھی۔ اور اسی طرح کے بہت سے واقعات ہوئے جو معلوم و منقول ہیں۔

آخر مہاجرین وانصار نے ان کا محاصرہ کیا اور قتل کر دیا یہ واقعہ حضرت امیر المومنینؑ کی امامت کے چوبیسویں سال کا ہے۔

بیعتِ امیر المومنینؑ

پھر سب کے سب حضرت امیر المومنینؑ کی بیعت کرنے کی غرض سے آپ کی خدمت میں پہونچے تو حضرت نے انکار کیا لیکن لوگوں نے اصرار کر کے حضرت کو بیعت پر مجبور کیا اور اس طرح حضرت کی طرف دوڑے جیسے پیاسے اونٹ پانی پر ٹوٹتے ہیں۔ آخر لوگوں نے کتابِ خدا اور سنّتِ رسولؐ کی شرط پر نہایت رغبت وخوشی سے حضرت کی بیعت (۱) کی جب لوگ بیعت کر چکے تو حضرت نے خطبہ فرمایا اور بعد حمد وثنائے پروردگار وذکر نعمت وعذاب کے فرمایا:

خطبہ

أيها الناس إن أول قتيل بغي على وجه الارض عناق بنت آدم، خلق الله لها عشرين أصبعا، لكل اصبع فيها ظفران كالمنجلين الطويلين من حديد، وكان مجلسها على جريب من الارض فبغت فى الارض ثمانين سنة.

فلما أراد الله إهلاكها خلق لها أسدا مثل الفيل، وذئبا مثل الحمار، ونسرا مثل البعير، فسلطهم عليها فمزقوها فقتلوها وأكلوها.

ثم قتل الله الجبابرة فى زمانها، وقد أهلك الله فرعون وهامان وخسف بقارون.

---

(۱)۔ ۳۵ھ روز پنجشنبہ یا جمعہ ۲۵ ذی الحجہ روزِ تحویل آفتاب آپ کی بیعت عامہ واقع ہوئی (روضۃ الاحباب، جلد ۳، صفحہ ۳)۔

وقد قتل عثمان، وكان حق لی حازه من لم آمنه علیه ولم أشركه فیه، فهو منه علی شفا حفرة من النار لا یستنقذه منها إلا نبی مرسل یتوب علی یدیه، ولا نبی بعد محمد [صلی الله علیه وآله وسلم]

ثم قال [علیه السلام]: أیها الناس الدنیا دار حق وباطل ولكل أهل ألا ولئن غلب الباطل فقدیما كان، ولئن قل الحق وضعف صاحبه فلیس بما عاد ولئن رد علیكم أمركم إنكم لسعداء ولقد خشیت أن تكونوا فی فترة من الزمن

أما إنی لو أشاء لقلت، سبق الرجلان وقام الثالث كالغراب همته بطنه، یا ویحه لو قص جناحه وقطع رأسه كان خیرا له، شغل عن الجنة، والنار أمامه.

ثم قال (علیه السلام) بعد كلام طویل فی هذه الخطبة: إن الله جل وعلا أدب هذه الامة بالسیف والسوط، فاستتروا ببیوتكم وأصلحوا ذات بینكم فإن التوبة من ورائكم، من أبدی صفحته للحق هلك ألا وإن كل قطیعة أقطعها عثمان من مال الله مردود علی بیت مال المسلمین، فإن الحق قدیم لا یبطله شیء، ولو وجدته تفرق فی البلدان لرددته، فإن فی الحق سعة، ومن ضاق عنه الحق فالجور عنه أضیق أقول قولی هذا وأستغفر الله لی ولكم.

ترجمہ: لوگو! پہلی مقتول جس نے روئے زمین پر بغاوت کی عناق بنت آدم تھی خدا نے اس کو بیس انگلیاں عطا کی تھیں ہر انگلی میں دو ناخن لوہے کے لمبے ہنسوے کی شکل کے تھے اور ایک جریب زمین پر بیٹھی تھی تو اس نے اسّی سال تک روئے زمین پر فساد پھیلایا جب خدا نے اس کو ہلاک کرنا چاہا تو ہاتھی کے قد کا ایک شیر اور بڑے گدھے کے قد کا ایک بھیڑیا اور اونٹ کے قد کا ایک گدھ پیدا کیا اور ان جانوروں کو اس پر مسلّط کر دیا تو انہوں نے اس کو پھاڑ کر کھالیا اس کے بعد اس کے زمانے کے جبابرہ کو ہلاک کیا اور بے شک خداوند عالم نے فرعون وہامان کو ہلاک کیا اور

قارون کو زمین میں دھنسا دیا اور عثمان کو قتل کیا میرا ایک حق تھا جس کو اس نے اس شخص کے ذریعہ سے حاصل کرلیا جس پر اس نے اعتماد کیا اور میں اس میں شریک نہ ہوا تو وہ اس سبب سے جہنم کے کنارے پہونچ چکا ہے جس سے سواء کسی نبی کے جس کے ہاتھ پر وہ توبہ کرے کوئی اس کو بچا نہیں سکتا حالانکہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

پھر فرمایا کہ: لوگو! یہ دنیا ایک ایسا گھر ہے جس میں حق بھی ہے اور باطل بھی اور ہر ایک کے ساتھ کچھ لوگ ہیں تو اگر باطل غالب آجائے تو پہلے بھی یہی تھا اور اگر حق کم اور حق والے کمزور ہوجائیں تو یہ نئی بات نہیں ہے اور اگر تمہارا امر تمہاری طرف پلٹا دیا جائے تو تم لوگ خوش بخت ہو۔ بے شک میں ڈرا تھا کہ تم لوگ ایسے زمانے میں نہ پڑ جاؤ جو ہادی ور ہنما سے خالی ہو۔ اگر میں کہنا چاہوں تو کہہ سکتا ہوں کہ وہ دونوں گذر گئے تو تیسرا کوے کی صفت کے ساتھ کھڑا ہوا جس کو ہمیشہ اپنے پیٹ ہی کی فکر رہتی ہے ہائے افسوس کاش اس کے پر کتر دیئے جاتے اور سر کاٹ دیا جاتا تو اس کے لیے اس سے بہتر تھا کہ وہ جنّت سے محروم کر دیا گیا اور جہنم اس کے آگے ہے۔

پھر ایک کلام طویل کے بعد فرمایا کہ: خدا نے اس امّت کی تادیب تلوار اور کوڑے سے کی ہے۔ اپنے گھروں میں چھُپ کر بیٹھو اور اپنے اعمال کی اصلاح کرو بے شک توبہ تمہارے پیچھے ہے۔ جس شخص نے حق سے منہ موڑا ہلاک ہوا۔ آگاہ رہو کہ جس مال یا جس عطیہ کو عثمان نے قطع کرلیا ہے وہ مسلمانوں کے بیت المال کی طرف پلٹے گا۔ اس لیے کہ قدیم حق کو کوئی شے باطل نہیں کرسکتی اور اگر اس مال کو تمام شہروں میں پھیلا ہوا بھی پاؤں گا تو پلٹا لوں گا کیونکہ حق میں بڑی

وسعت ہے اور جس پر حق تنگ ہو اس پر باطل زیادہ تنگ ہو گا۔ میں تو یہی کہوں گا اور میں خدا کی بارگاہ میں اپنے لیے اور تمہارے لیے استغفار کرتا ہوں (۱)۔

پھر طلحہ اور زبیر نے جنھوں نے سب سے پہلے حضرت کی بیعت کی تھی آپ سے مکّہ جانے کی اجازت طلب کی تو آپ نے اجازت دی لیکن ان کو بیعت توڑنے اور غدر سے ڈرایا اور پھر سے تجدید بیعت کی اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ حدیث ان کو یاد دلائی کہ حضرت نے فرمایا تھا کہ: اے علیؑ! تم میرے بعد ناکثین و قاسطین و مارقین سے جنگ کرو گے۔

حضرت امیر المومنینؑ سے ان دونوں کی جنگ کے متعلق بہت سی خبریں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وارد ہو چکی ہیں جن کو شیعہ اور سنّی دونوں نے نقل کیا ہے جن سے سواء معاند کے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

جنگ جمل

طلحہ اور زبیر نے مکّہ پہونچ کر لوگوں کو حضرت کے خلاف بھڑکانا شروع کیا اور عائشہ کو بھڑکا کر بصرہ لے گئے حالانکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عائشہ کو منع فرمایا تھا اور خبر دی تھی کہ تم علیؑ سے جنگ کرو گی اور تم پر حوأب کے کتّے بھونکیں گے۔ وہ لوگ حضرت عائشہ کو لے کر بصرہ پہونچے اور وہاں کا بیت المال لوٹ لیا اور حضرت کے اصحاب کے ایک گروہ کو کوڑوں سے مارا کہ وہ شہید ہو گئے۔ آخر حضرت ان کی طرف روانہ ہوئے اور بصرہ پہونچ کر ان لوگوں کو خدا کے عذاب سے ڈرایا لیکن ان لوگوں نے صلح سے انکار کیا اور سرکشی و بغاوت پر آمادہ ہوئے۔ حضرت نے پھر ان کو نصیحت کی اور جہاد باللسان فرمایا لیکن وہ نہ پلٹنا تھا نہ پلٹے نہ حضرت کی نصیحت سنی بلکہ جنگ پر

(۱)۔ صاحب روضۃ الاحباب نے لکھا ہے کہ: بیعت کے بعد سب سے پہلا خطبہ جو آپ نے فرمایا اس میں فرمایا کہ "**الحمد لله علی احسانه، قد رجع الحق الیٰ مکانه**"؛ یعنی خدا کی حمد ہے اس کے احسان پر کہ آج حق اپنی جگہ پر پلٹ کر آ گیا (روضۃ الاحباب، جلد ۳، صفحہ ۴)۔

آمادہ ہوئے ناچار حضرت کو جنگ کرنا پڑی۔ خدا نے آپ کو فتح عطا فرمائی اس جنگ میں مروان ابن حکم نے طلحہ کو قتل کیا اور زبیر کو ابن جرموز نے قتل کیا یہ ابن جرموزوہ شخص ہے جس نے جنگ جمل کے بعد نہروان میں خوارج کے ساتھ خروج کیا اور حضرت نے اس کو قتل کیا اسی سبب سے جب ابن جرموز نے آکر حضرت کو خبر دی تھی کہ میں نے زبیر کو وادی سباع میں قتل کر دیا تو حضرت نے اس کو جہنم کی بشارت دی تھی غرض طلحہ اور زبیر دونوں کو انہیں لوگوں نے قتل کیا جو ان کے اور عائشہ کے ساتھی تھے۔

حضرت عائشہ کے لشکر میں ستّر ہزار آدمی تھے۔ جناب عائشہ ایک خاکی رنگ کے اونٹ پر سوار تھیں جس کا نام عسکر تھا۔ جب جناب عائشہ اپنی فوج کی کمان کر رہی تھیں تو حضرت نے حکم دیا کہ ان کے اونٹ کی ٹانگ کاٹ دو تو اس کی ایک ٹانگ کاٹی گئی لیکن وہ کھڑا رہا پھر دوسری ٹانگ کاٹی گئی تب بھی کھڑا رہا پھر تیسری کاٹی گئی تب بھی کھڑا رہا تو حضرت نے فرمایا کہ: اس کی چوتھی ٹانگ بھی کاٹو اس کو شیطان سنبھالے ہوا ہے جب چوتھی ٹانگ (۱) کاٹی گئی تو وہ گرا اور حضرت کو فتح ہو گئی۔ پھر حضرت نے کچھ عورتوں کو مردانہ لباس پہنا کر عائشہ کے ساتھ کیا اور ان کو مدینہ روانہ کر دیا اور ناکثین کی جنگ ختم ہو گئی۔

صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں کہ: حضرت عائشہ نے جب حضرت علیؑ کی خلافت کی خبر سنی تو فوراً بصرہ روانہ ہو گئیں۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ نے بہت سمجھایا کہا: اے عائشہ! کیا تم نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے نہیں سنا کہ: **”عَلِی خَلِیفَتِی عَلَیکُم فِی حَیَاتِی وَبَعدَ مَمَاتِی فَمَن عَصَاہ فَقَد عَصَانِی“**: یعنی علیؑ تم لوگوں پر میرے خلیفہ ہیں میری زندگی میں بھی اور میری وفات کے بعد بھی تو جس نے ان کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ حضرت عائشہ

---

(۱)۔ جنگ جمل کے بعد قبیلۂ تمیم ابن مرہ کے ایک شخص نے عبدالرحمٰن ابن صرد شنوخی سے پوچھا کہ: جمل کے روز جناب عائشہ کے اونٹ کی کوچیں تم نے کاٹی تھیں؟ اس نے کہا کہ: ہاں میں نے کاٹی تھیں اگر میں اس کو پے نہ کرتا تو عائشہ کے لشکر کا ایک آدمی بھی زندہ نہ بچتا اب جی چاہے مجھ سے خوش رہو یا ناراض رہو (روضۃ الاحباب، جلد ۳، صفحہ ۵۴)۔

نے کہا: ہاں سنی ہے۔ پھر فرمایا: اے عائشہ! میں تم کو خدا کی قسم دیتی ہوں ٹھیک بتاؤ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے نہیں سنا ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ: زیادہ دن نہ گذریں گے کہ میری ایک بیوی پر حوأب کے کتّے بھونکیں گے اس وقت وہ بیوی میری ایک باغی اور فسادی اور فتنہ وعناد والے گروہ کے درمیان میں ہوگی۔ جس وقت حضرت نے یہ بات کہی میرے ہاتھ میں ایک برتن تھا وہ انتہائے اضطراب و قلق میں چھوٹ کر گر گیا تو حضرت نے میری طرف دیکھا اور فرمایا: یہ کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! میں ڈری کہ کہیں وہ زوجہ آپ کی میں نہ ہوں اس پر حضرت نے تبسم فرمایا اور اے عائشہ! حضرت نے تمہاری طرف دیکھا اور فرمایا: میرا گمان ہے کہ اے حمیرا! وہ بیوی میری تو ہوگی۔ حضرت عائشہ نے کہا: ہاں یہ واقعہ سچ ہے اس کے بعد حضرت ام سلمہ نے فرمایا کہ: اے عائشہ! طلحہ اور زبیر سے دھوکہ نہ کھاؤ اور یہ خیال نہ کرو کہ جب اس کام کی وجہ سے تم خدا کے عذاب میں مبتلا ہوگی تو یہ دونوں تم سے اس عذاب کو دور کردیں گے حضرت عائشہ بہت شرمندہ اور پشیمان ہو کر حضرت ام سلمہ کے پاس سے اٹھیں اور اس کام سے باز رہنے کا ارادہ کرلیا لیکن عبد اللہ ابن زبیر نے پھر کہہ سن کر ان کو راضی کرلیا(۱)۔

حضرت امیر المومنینؑ کو جب حضرت عائشہ اور طلحہ اور زبیر کے غبار فتنہ بلند کرنے اور بارادہ جنگ بصرہ روانہ ہونے کی خبر ملی تو آپ نے ان بے گناہوں کی جان کی حفاظت کے لیے جن پر قاتلانِ قتلِ عثمان کا جھوٹا الزام عائد کرکے قتل کرنا چاہتے تھے اور دینِ پروردگار کو مرتدین ومنافقین کے غلبہ سے بچانے کے لیے جو خلیفۂ رسولؐ ہونے کی حیثیت سے آپ کا فریضہ تھا نیز حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی حضرت کو ان لوگوں سے جنگ کا حکم دیا تھا اس فتنۂ عظیم کے فروکرنے کے لیے بصرہ جانے کا ارادہ کرلیا۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ: جب آپ مقام ذی قار پر پہونچے تو قیام فرمایا اور حضرت عمار یاسر اور محمد ابن ابو بکر اور حضرت امام حسنؑ کو کوفہ روانہ فرمایا اور حاکم کوفہ ابو موسیٰ اشعری کو ایک

---

(۱)۔ روضۃ الاحباب، جلد ۳، صفحہ ۱۶۔

خط لکھا کہ کوفہ سے لشکر جمع کر کے میرے پاس روانہ کرو۔ ابوموسیٰ اشعری کو جب حضرت کا خط ملا اس نے اہلِ کوفہ کو جمع کیا اور کہا کہ: اے اہلِ کوفہ! خدا سے ڈرو اور اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور اس نے لوگوں کو حضرت کی نصرت سے روکا حضرت عمار یاسر وغیرہ نے اس کو ڈانٹا اور مخالفت امیر المومنینؑ سے منع کیا لیکن وہ بڑی سختی کے ساتھ لوگوں کو روکتا ہی رہا جناب عائشہ نے اس کے پاس لکھا تھا کہ: اہلِ کوفہ کو علیؑ کی نصرت سے روکو جب تک کہ میرا کوئی دوسرا حکم پہونچے۔ جب ابوموسیٰ نے کسی طرح مخالفت امیر المومنینؑ ترک نہ کی تو حضرت امام حسنؑ نے اس کو ڈانٹا اور فرمایا کہ: آج خلافت امیر المومنینؑ کی ہے اور یہ منبر ان کا ہے اتر جا اس منبر سے کہ تو معزول کیا گیا اس کے بعد ہر جانب سے یہ آوازیں بلند ہوئیں کہ امیر المومنینؑ کی مدد کو چلو اور دوست دارانِ امیر المومنینؑ کھڑے ہوگئے۔ پھر حضرت امام حسنؑ نے منبر پر جا کر ایک خطبۂ بلیغ فرمایا اور حضرت امیر المومنینؑ کی اطاعت کا وجوب ثابت کیا۔ چنانچہ سب لوگوں نے حضرت کا حکم قبول کیا۔ اسی درمیان میں خبر ملی کہ مالک اشتر نے دارالامارہ پر قبضہ کر لیا اور ابوموسیٰ کے آدمیوں کو نکال کر اس کا مال باہر پھکوا دیا ابوموسیٰ یہ سن کر دارالامارہ کی طرف دوڑا اور وہاں پہونچ کر جناب مالک سے ایک شب کی مہلت طلب کی کہ کوئی دوسرا ٹھکانہ تلاش کر لوں تو دارالامارہ خالی کر دوں گا غرض دوسرے روز دارالامارہ خالی ہو گیا اور حضرت امام حسنؑ دارالامارہ میں تشریف لائے اور دو روز قیام کر کے خدمت امیر المومنینؑ میں لشکر روانہ فرمایا(۱)۔

عبداللہ ابن عباس سے منقول ہے انہوں نے کہا کہ: مقام ذی قار میں حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ: آج بیس کتیبے میرے پاس آئیں گے ہر کتیبہ ایک ہزار نفوس پر مشتمل ہو گا یعنی بیس ہزار فوج کوفہ اور مضافات کوفہ سے آجائے گی تو مجھ کو یہ بات خلاف امید معلوم ہوئی۔ حضرت نے فرمایا کہ: صحراء میں دو نیزے گاڑ کر در بناؤ اور آنے والوں کو اسی در سے لاؤ اور

(۱)۔ تاریخ طبری، جلد ۳، از سنہ ۹۳ھ چھاپہ مصر۔

شمار کرتے جاؤ چنانچہ شام تک لوگوں نے شمار کیا تو انیس ہزار نو سو ننانوے آگئے ایک کم رہ گیا تو لوگوں نے یہ خبر ان مظہر العجائب والغرائب کے پاس پہونچائی۔ حضرت نے فرمایا: وہ ایک بھی بس آنا ہی چاہتا ہے ناگاہ لوگوں نے دیکھا کہ ایک پیادہ مسافر اپنی پشت پر اپنا زادِ سفر رکھے چلا آرہا ہے جب وہ آیا تو لوگ اس کو حضرت امیر المومنینؑ کی خدمت میں لائے اس نے آکر سلام کیا اور عرض کیا کہ: میرا نام اویس قرنی ہے مولا ہاتھ بڑھایئے کہ میں آپ کی بیعت کروں۔ حضرت نے فرمایا: کس بات پر بیعت کر رہے ہو؟ عرض کیا: آپ کی نصرت میں کوتاہی نہ کروں گا اور میرا سر آپ کے قدموں پر گیند کی طرح لڑھکتا نظر آئے گا(۱)۔

طبری نے ابو طفیل سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا: کوفہ سے بارہ ہزار ایک آدمی آئیں گے تو میں ذی قار کے ٹیلے پر بیٹھ گیا اور گنتا رہا تو ٹھیک بارہ ہزار ایک آدمی کوفہ سے آئے نہ ایک کم نہ ایک زیادہ(۲)۔

حضرت عائشہ جب بصرہ کی طرف روانہ ہوئیں تو راہ میں ایک پانی پر پہونچیں وہاں کے کتّوں نے جمع ہو کر بھونکنا شروع کیا۔ جناب عائشہ نے پوچھا کہ: یہ کون سا مقام ہے؟ لوگوں نے کہا کہ: اس مقام کا نام حوأب ہے۔ حضرت عائشہ نے یہ سُن کر فرمایا کہ: مجھ کو پلٹاؤ مجھ کو پلٹاؤ! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے حضرت نے فرمایا کہ: گویا میں اپنی ایک بیوی کو دیکھ رہا ہوں کہ اس پر حوأب کے کتّے بھونکیں گے! اے حمیرا! خدا سے ڈرنا وہ بیوی میری تو نہ ہو نا لہٰذا میں اب آگے نہ جاؤں گی یہ سُن کر عبد اللہ ابن زبیر نے اس گاؤں کے پچاس آدمیوں کو بُلا کر جھوٹی گواہی دلوائی کہ یہ مقام حوأب نہیں ہے یہ اسلام میں پہلی جھوٹی گواہی تھی(۳)۔

---

(۱)۔ روضۃ الاحباب، جلد ۳، صفحہ ۲۷۔

(۲)۔ تاریخ طبری، جلد ۳، صفحہ ۵۱۳، چھاپہ مصر۔

(۳)۔ روضۃ الاحباب، جلد ۳، صفحہ ۲۱۔

جب صلح کی انتہائی کوشش کے بعد بھی حضرت عائشہ اوران کے ساتھی صلح پر آمادہ نہ ہوئے تو حضرت نے اپنی فوج کو نصیحت فرمائی کہ:

۱۔ دیکھو جب تک دشمن کی طرف سے جنگ کی ابتدا نہ ہو جنگ نہ کرنا۔

۲۔ تمہاری نیت صرف دفاع کی ہونی چاہیے۔

۳۔ بھاگنے والوں کا تعاقب نہ کرنا۔

۴۔ زخمی، بیمار، عورتوں، بچوں، بڈھوں کو قتل نہ کرنا۔

۵۔ مقتولین کے کپڑے نہ اُتارنا۔

۶۔ جو صلح کرنا چاہے اس کو نہ مارنا۔

۷۔ کسی کے گھر میں نہ گھسنا۔

جب دشمن کی طرف سے تیروں کی بارش شروع ہوئی تب بھی حضرت نے اپنی فوج کو جنگ کی اجازت نہ دی۔ جب فوج مخالف سے سخت حملے ہونے لگے اور فوج نے حضرت سے دفاع کی اجازت طلب کی تو حضرت نے خدا کی بارگاہ میں عرض کیا کہ: اے میرے پروردگار! تو گواہ رہنا میں نے بہت سمجھایا اور صلح کی کوشش کی لیکن دشمن ظلم سے باز نہیں آتے۔ اس کے بعد پھر ایک شخص کو حضرت نے صلح کا پیغام لے کر بھیجا لیکن وہ بیچارہ قتل کر دیا گیا۔ منقول ہے کہ حضرت نے ایک قرآن لیا اور فرمایا کہ: کون ہے جو قرآن کو لے کر دشمن کے لشکر میں جائے اور ان کو صلح کا پیغام دے ایک جوان بنی مجاشع کا جس کا نام مسلم تھا آیا اور قرآن کو لے لیا اور عرض کیا کہ: یہ کام میں کروں گا۔ حضرت نے فرمایا کہ: جو شخص اس قرآن کو لے کر جائے گا اس کا داہنا ہاتھ کاٹا جائے گا پھر وہ بائیں ہاتھ میں قرآن لے گا وہ بھی کاٹ دیا جائے گا پھر اس کا سر کاٹا جائے گا۔

یہ سُن کر وہ جوان پہلے تو ڈرا لیکن پھر آمادہ ہو گیا اور قرآن لے کر گیا اوران لوگوں کو قرآن کی طرف دعوت دی لیکن طلحہ کے حکم سے ایک شخص نے اس کا داہنا پھر بایاں ہاتھ کاٹ دیا

تب اس نے قرآن اپنے سینے سے لگالیا تو اس کا سر کاٹ دیا گیا اور قرآن زمین پر گر پڑا اس وقت حضرت نے فرمایا کہ: اب ان سے جنگ کرنا حلال ہو گیا اور جنگ شروع ہو گئی (۱)۔

اس جنگ میں تیرہ ہزار آدمی حضرت عائشہ کی طرف کے اور پانچ ہزار حضرت کے لشکر کے قتل ہوئے اور شکست خوردہ حضرت عائشہ احترام کے ساتھ مدینہ واپس کر دی گئیں (۲)۔

جنگ فتح ہونے کے بعد تمام شب حضرت امیر المومنینؑ نے سوار ہو کر لشکر گاہ میں گشت کیا تاکہ کوئی فوجی کوئی دست درازی وناپسندیدہ حرکت نہ کرے صبح کو مقتولین کے دفن کے بعد بصرہ کی طرف روانہ ہوئے اور مقتولین کا سارا سامان و اسلحۂ جنگ جامع مسجد میں جمع کرایا اور منادی کرائی کہ لوگ آئیں اور اپنا سامان اور اپنے مقتولین کا سامان پہچان کر اٹھالیں اور آپ نے حضرت عائشہ کے لشکر کا سامان ان لوگوں کو واپس دلوا دیا پھر بصرہ کی ستّر عورتوں کو مردانہ لباس میں حضرت عائشہ کے ساتھ کیا اور بارہ ہزار درہم بیت المال سے سفر کے اخراجات کے لیے دے کر احترام کے ساتھ مدینہ واپس کیا اور حضرت عائشہ کے بھائی محمد ابن ابو بکر کو ساتھ کیا اور فرمایا کہ: اپنی بہن کو مدینہ پہونچاؤ جب جناب عائشہ روانہ ہونے لگیں تو حضرت خود بھی بنفسِ نفیس کچھ دور تک ان کو پہنچانے گئے، جب جناب عائشہ نے اپنے گرد مردوں کا ہجوم دیکھا تو حضرت عمار یاسر سے کہا کہ: میں امیر المومنینؑ سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں حضرت عمار یاسر نے حضرت امیر المومنینؑ کو خبر دی کہ عائشہ آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہیں۔

حضرت تشریف لائے تو جناب عائشہ نے کہا کہ: آپ نے حرمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نظر انداز کر دیا اور مجھ کو مَردوں کے ساتھ مدینہ بھیج رہے ہیں حضرت نے فرمایا کہ: میں نے حُرمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیش نظر رکھا ہے یہ سب مرد نہیں ہیں عورتیں ہیں جو آپ کے ساتھ

(۱)۔ روضۃ الاحباب، جلد ۳، صفحہ ۴۱ تا ۴۳۔

(۲)۔ یہ مضامین مروج الذہب مسعودی جلد ۵، صفحہ ۷۷ اور روضۃ الاحباب وغیرہ میں موجود ہیں۔

ہیں۔ پھر جناب عائشہ نے کہا کہ: اے علیؑ! میں ایک نصیحت کرتی ہوں وہ یہ کہ معاویہ ابن ابوسفیان آپ پر خروج کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور ایک گروہ شام کے احمقوں اور جوشیلے لوگوں کا ان کے پاس جمع ہوگیا ہے اور یہ لوگ فتنہ وفساد کرنا چاہتے ہیں۔ مصلحت یہ ہے کہ آپ ان کی طرف بڑھیں اور مجھ کو بھی اپنے ساتھ میں لے چلیں جب وہاں کے لوگوں کو معلوم ہوگا کہ میں بھی آپ کے ساتھ معاویہ سے جنگ کرنے آئی ہوں تو سب ان کی طرف سے پلٹ جائیں گے اور آپ کی طرف آجائیں گے اور آپ کو فتح حاصل ہوگی۔

حضرت نے فرمایا کہ: میں کیونکر وہ کام کروں جس پر میں نے طلحہ اور زبیر پر عتاب کیا ہے کہ ان لوگوں نے اپنی عورتوں کو تو عزت وآبرو کے ساتھ گھر میں بٹھایا ہے اور حرم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گھر سے نکال کر لشکر کے ساتھ شہروں اور بیابانوں میں گردش دے رہے ہیں تمہارے لیے اس سے بہتر کوئی بات نہیں ہے کہ مدینہ واپس جاؤ اور گھر میں بیٹھ کر عبادت خدا کرو۔ جناب عائشہ مدینہ واپس آئیں اور اپنی غلطی وخطا پر تاعمر رویا کیں (۱)۔

لیکن کیا حضرت عائشہ کے رونے سے امیر المومنینؑ سے جنگ کرنے اور حُرمت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ملحوظ نہ رکھنے کا گناہ اور اٹھارہ ہزار مسلمانوں کا خون معاف ہوگیا؟

خطائے اجتہادی

حضرت عائشہ کے گناہ کو خطائے اجتہادی کا پردہ چھپا نہیں سکتا۔

۱۔ اس سبب سے کہ قرآن مجید کے نص صریح کے مقابلہ میں اجتہاد جائز نہیں ہے۔ خداوندعالم نے ازواجِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ ...﴾(۲)؛یعنی اے رسول کی بی بیو! تم اپنے گھروں میں

(۱)۔ روضۃ الاحباب، جلد ۳، صفحہ ۴۸ تا ۵۴۔

(۲)۔ پارہ ۲۲، سورۂ احزاب، آیت ۳۳۔

بند ہو کر بیٹھو اور اگلے زمانۂ جاہلیت کی طرح بے حجاب نہ رہو۔اور نمازیں پڑھو اور زکوٰۃ ادا کرو اور خدا اور اس کے رسولؐ کی فرماں برداری کرو۔

اس حکم صریح قرآن کے بعد حضرت عائشہ کو گھر سے نکل کر تیس ہزار مردانِ جنگ آزما کے ساتھ شہر شہر جنگل جنگل گردش کرنا اور خلیفۂ رسولؐ سے جنگ کرنا کب جائز تھا چنانچہ بعد جنگ جمل حضرت امیر المومنینؑ اور حضرت ابن عباسؓ وغیرہ نے حضرت عائشہ پر اسی آیت سے احتجاج کیا تو سواء سر جھکانے کے وہ کوئی جواب نہ دے سکیں اگر وہ مجتہدہ ہوتیں تو اپنی دلیل ضرور پیش کرتیں۔

۲۔ خداوند عالم نے عورتوں پر سے جہاد ساقط کیا ہے اسی بنا پر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی میں کبھی کسی جہاد میں کسی عورت کو نہ تو فوج کا سردار بنایا نہ جہاد کا حکم دیا۔حالانکہ اس وقت مسلمان بہت کم تھے اور دشمن کثیر تھے تو بعد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کہ مسلمان لاکھوں کی تعداد میں تھے اور ہزاروں اصحابِ رسولؐ موجود تھے حضرت عائشہ کو لشکر کشی اور جنگ کا جواز کیونکر حاصل ہو گیا۔

۳۔ اسلام میں عورتوں کو اجتہاد کی اجازت نہیں ہے اس بنا پر آج تک اسلام میں کوئی عورت مجتہد نہیں ہوئی نہ آئندہ ہو سکتی ہے تو حضرت عائشہ کیونکر مجتہدہ ہو گئیں۔

۴۔ حضرت ابو بکر جب خلیفہ بنائے گئے تو ان کی بیعت سے انکار کرنے والوں اور ان کو زکوٰۃ دینے سے انکار کرنے والوں کا اجتہاد قبول نہ کیا گیا بلکہ ان کو کافر قرار دے کر قتل کیا گیا جیسا کہ سردارِ بنو تمیم صحابیِ رسولؐ، مالک ابن نویرہ اور سردار بنو کندہ اشعث وغیرہ نے جناب ابو بکر کو زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تو چالیس قبائل کو جو سب مسلمان تھے مرتد قرار دے کر قتل کیا گیا۔ان کا مال لوٹا گیا ان کی عورتیں بغیر نکاح کے تصرف میں لائی گئیں۔اور قتل کے بعد ان کے سروں کا

چولھا بنا کر اس پر کھانا پکایا گیا۔ حالانکہ ان لوگوں نے زکوٰۃ سے انکار نہیں کیا تھا بلکہ یہ کہا تھا کہ: ہم ابو بکر کو زکوٰۃ نہ دیں گے ان کو خلافت کا حق کیونکر حاصل ہوا (۱)۔

اسی طرح جب حضرت عثمان کے خلاف حضرت ابوذر غفاری نے اجتہاد کیا تو ان کو نہایت درجہ اذیت و ذلّت کے ساتھ مدینہ سے جلاوطن کر کے ربذہ بھیج دیا گیا اور حضرت عمار یاسر نے اجتہاد کیا تو ان کو حضرت عثمان نے اتنا مارا کہ ان کو فتق کا عارضہ پیدا ہو گیا۔ حضرت ابن مسعود نے اجتہاد کیا تو ان کی پسلی کی ہڈیاں توڑ دی گئیں۔ پھر جب مصر و عراق و حجاز کے کل مسلمانوں اور کل مہاجرین و انصار نے حضرت عثمان کے خلاف قتل کا فتویٰ دیا اور اجماع کر کے ان کو قتل کر دیا تو حضرت عثمان مظلوم اور وہ سب ظالم و اوباش و ملعون سب کچھ بنائے گئے (۲)۔

غرض جب تین خلفاء کے دور میں ان کے خلاف اجتہاد کرنے والے صحابہ کے اجتہاد کو مسلمانوں نے قبول نہیں کیا اور ان کو خلفاء کے خلاف اجتہاد کا حق نہیں دیا حالانکہ ان کا اجتہاد صحیح و درست تھا تو حضرت امیر المومنینؑ سے بغاوت کرنے والوں اور نکث بیعت کرنے والوں کو کیونکر اجتہاد کا حق حاصل ہو گیا اور ان کی خطائیں کیونکر معاف ہو گئیں حالانکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ سے جنگ کو اپنی جنگ اور حضرت سے لڑنے والوں کو جہنمی فرمایا ہے۔

۵۔ حضرت عثمان کے قتل کی ساری ذمہ داری خود حضرت عائشہ اور طلحہ اور زبیر وغیرہ پر عائد ہوتی ہے۔ کیونکہ حضرت عائشہ خود حضرت عثمان کی شان میں کہا کرتی تھیں کہ: "**لَعَنَ اللّٰہُ نَعثَلا وَقَتلَ اللّٰہُ نَعثَلا**"؛ یعنی خدا اس نعثل پر لعنت کرے اور اس کو قتل کرے اور فرمایا کہ: "**اُقتُلُو نَعثَلا فَانّہ قَد کَفَر**"؛ یعنی اس نعثل کو قتل کر دو اس نے کفر کیا ہے۔ چنانچہ عبید ابن سلمہ نے جو حضرت عائشہ کے قرابت داروں میں تھا خود حضرت عائشہ سے کہا کہ: "**فَمِنکَ البداء**

(۱)۔ دیکھئے تفصیل کے لیے میری کتاب الفرقۃ الناجیۃ از صفحہ ۲۹۳ تا ۲۹۹۔

(۲)۔ دیکھئے روضۃ الاحباب جلد ۲، حالات ۳۵ھ۔

ومِنکَ المُغَیّر ومِنکَ الرّیَاح وَمِنکَ المَطَر۔ وَاَنتَ اَمَرتَ بِقَتلِ الإمَام۔ وقَاتِله عِندَنَامِن اَمر"۔(۱)؛یعنی تمہیں سے ابتداء ہے اور تمہیں سے بدلنا، تمہیں سے ہوا ہے اور تمہیں سے بارش، تمہیں نے عثمان کے قتل کا حکم دیا، اور ان کا قاتل ہم لوگوں کے نزدیک وہی ہے جس نے ان کے قتل کا حکم دیا۔

نیز طلحہ اور زبیر وغیرہ نے قتل عثمان میں جو حصّہ لیا اس کی تفصیل تاریخ طبری وروضۃ الاحباب وغیرہ میں دیکھیے۔

پھر یہ کون سا اجتہاد تھا کہ حضرت عائشہ نے خود جناب عثمان کے کفر کا فتویٰ دیا اور خود ان کو قتل کرایا۔ پھر فوج جمع کر کے حضرت امیر المومنینؑ سے خون عثمان کا انتقام لینے گئیں۔ یہ تو ایک کھلا ہوا مکر تھا۔

بغاوت سیستان

جنگ ناکثین سے جب آپ نے فرصت پائی تو آپ کو خبر ملی کہ سیستان میں بغاوت ہو گئی ہے۔ آپ نے اس طرف توجہ فرمائی اور وہاں کی بغاوت فرو کی جس کے بعد پورے سیستان پر آپ کا تسلّط ہو گیا۔

بغاوت خراسان

حضرت نے خلید ابن کاس کو خراسان کا گورنر بنا کر روانہ کیا۔ جب وہ خراسان کے نزدیک پہونچے تو معلوم ہوا کہ نیشاپور والوں نے بغاوت کر دی ہے کسریٰ کی ایک لڑکی جو فتح مدائن کے وقت بھاگ کر کابل چلی گئی تھی وہ کابل سے واپس ہو کر نیشاپور میں مقیم ہے اور لوگ اس کی طرف مائل ہیں۔ خلید نے ان پر حملہ کر کے ان کو شکست دی اور خراسان پر قبضہ کر لیا اور کسریٰ کی لڑکی کو

(۲)۔ روضۃ الاحباب، جلد ۳، صفحہ ۱۲ و تاریخ طبری جلد ۳، صفحہ ۴۷۷ چھاپہ مصر۔

گرفتار کر کے حضرت کی خدمت میں بھیج دیا۔ حضرت نے اس کو اختیار دے دیا کہ جہاں چاہے چلی جائے اور جس سے چاہے شادی کر لے(۱)۔

اسباب جنگ صفین

حضرت ابو بکر جب خلیفہ ہوئے تو جہاں بہت سے مسلمانوں نے ان کی بیعت سے گریز کیا ابو سفیان نے بھی ان کی خلافت کے تسلیم کرنے سے انکار کیا اور حضرت امیر المومنینؑ کی خدمت میں گئے اور کہا کہ: کیا بات ہے کہ یہ خلافت قریش کے ذلیل ترین شخص کے پاس پہونچ گئی آپ ہاتھ بڑھائیے کہ میں آپ کی بیعت کروں اور آپ کہیں تو مدینہ کی گلیوں کو سوار اور پیادوں سے بھر دوں۔ حضرت نے فرمایا کہ: تمہارا ارادہ سوائے فتنہ وفساد کے اور کچھ نہیں ہے تم کب اسلام کے دوست رہے!(۲)۔

ابو سفیان نے بات درست کہی تھی لیکن ان کا ارادہ حضرت امیر المومنینؑ کی ہمدردی اور حمایت حق کا نہ تھا بلکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو لڑا کر اسلام کو فنا کر دیں۔ حضرت امیر المومنینؑ نے تو اسلام کی بقا کے لیے ابو سفیان کو دھتکار دیا لیکن حضرت عمر کو ان کی طرف سے حضرت ابو بکر کی خلافت کے لیے خطرات نظر آنے لگے تو انہوں نے حضرت ابو بکر سے کہا کہ: لو یہ بھی آ گیا یہ تو بڑا فسادی ہے اسی سبب سے حضرت رسول اللہ ﷺ اس کی تالیف قلب کرتے تھے لہٰذا مصلحت یہ ہے کہ اس کے ہاتھ میں جو رقم صدقات وغیرہ کی ہے اس کو اسی کے لیے چھوڑ دو چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا(۳)۔

---

(۱)۔ اخبار الطوال، صفحہ ۱۴۵۔

(۲)۔ روضۃ الاحباب جلد ۲، صفحہ ۲۵، تھوڑے اختلاف کے ساتھ یہی مضمون طبری جلد ۲، صفحہ ۴۴۹ و تاریخ الخلفاء، صفحہ ۲۵ واستیعاب جلد ۱، صفحہ ۳۴۵ وغیرہ میں موجود ہے۔

(۳)۔ عقد الفرید، جلد ۳، صفحہ ۶۱ چھاپہ مصر۔

اس کے بعد آپ نے ابوسفیان کے بیٹے یزید کو امیر لشکر بنا کر شام کی طرف بھیج دیا (۱) جب یزید ابن ابوسفیان مر گیا تو حضرت ابو بکر اس کے بھائی معاویہ کو شام کا حاکم بنا دیا (۲) اسی طرح آپ نے بنی امیہ کی دشمنی و مخالفت کا رُخ اپنی طرف سے پھیر کر بنی ہاشم اور خصوصاً اہل بیتؑ کی طرف کر دیا جن کی دشمنی کی آگ بنی امیہ کے دل میں زمانۂ قدیم سے سلگ رہی تھی۔

بنی امیہ اور خصوصاً ابوسفیان اور اس کا خاندان مولفۃ القلوب میں تھے جو تلوار کے خوف سے ایمان لائے تھے۔ علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ: "**اَسلَم ھُوداَبُوہ یَومَ فَتح مَکَّۃ وَشَھِدَ حُنَینًاوَکَانَ مِنَ المُوَلَّفَۃِ قُلُوبُھم**" (۳)؛ یعنی معاویہ اور ان کے باپ فتح مکہ کے روز اسلام لائے اور جنگ حنین میں حاضر تھے اور مولفۃ القلوب سے تھے۔ یہ لوگ ابتداء سے دشمن اسلام اور دشمنِ رسولؐ و خاندانِ رسولؐ تھے اور آخر زندگی تک رہے۔

نیز حضرت امیر المومنینؑ کی تلوار سے جو تلخیاں انہوں نے دیکھی تھیں بھولے نہ تھے حضرت رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بھی ہمیشہ ان لوگوں کی نگاہ دنیا اور دولتِ دنیا پر رہی اور بعد رسول اللہ ﷺ بھی یہ اسی فکر میں رہا کیے۔ حضرت ابو بکر و عمر و عثمان کے دورِ حکومت میں بھی معاویہ اپنی خلافت و حکومت کے رنگین تصور سے خالی الذھن نہ تھے لیکن خلفاء نے ان کی رسّی ڈھیلی کر رکھی تھی وہ کسریٰ اور قیصر کی شان سے حکومت کرتے تھے فسق و فجور کا علی الاعلان ارتکاب کرتے تھے لیکن یہ لوگ چشم پوشی کرتے خود حضرت عمر ان کو کسریٰ عرب کہا کرتے تھے (۴)۔

---

(۱)۔ تاریخ طبری جلد ۲، صفحہ ۵۷۶ چھاپہ مصر۔

(۲)۔ تاریخ الخلفاء حالات معاویہ و طبری وغیرہ۔

(۳)۔ تاریخ الخلفاء، صفحہ ۱۳۱۔

(۴)۔ تاریخ الخلفاء، حالاتِ معاویہ۔

حضرت عمر کے متعلق مشہور ہے کہ وہ اپنے عمال سے سخت محاسبہ کیا کرتے تھے اور اپنے گورنروں کی بھی درّوں سے تواضع کرتے تھے لیکن معاویہ کے مقابلہ میں موم کی طرح نرم ہو جاتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عمر شام گئے تو معاویہ بڑے حشم و خدم سے ان کے استقبال کو نکلے حضرت عمر نے کہا کہ تم تو بڑے شاہانہ جاہ و جلال کے ساتھ آئے ہو تو کہا: ہاں یا امیر المومنین! پھر پوچھا کہ سنا ہے کہ: تمہارے دروازہ پر سنتری کا پہرا رہتا ہے؟ کہا: ہاں۔ حضرت عمر نے پوچھا کہ: اس کا سبب کیا ہے؟ تو معاویہ نے ان کو دھوکہ دیا اور کہا کہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم ایک ایسے ملک میں رہتے ہیں جہاں دشمن کے جاسوس کثرت سے ہیں تو ہم چاہتے ہیں کہ ان کو اپنی شاہانہ شان و شوکت سے مرعوب رکھیں تو آپ مجھ کو کیا حکم دیتے ہیں؟ حضرت عمر نے کہا کہ: اے معاویہ! ہم جب بھی تم سے کوئی سوال کرتے ہیں تو تم ہم کو سخت شکنجہ میں کس دیتے ہو اگر تم سچ کہتے ہو تو تمہاری عقل مندی ہے اور اگر جھوٹ کہتے ہو تو تمہاری لسانی ہے پھر معاویہ نے پوچھا کہ: آپ مجھ کو کیا حکم دیتے ہیں؟ کہا: میں نہ حکم دیتا ہوں نہ منع کرتا ہوں (۱)۔

معاویہ نے سونے یا چاندی کا برتن چاندی یا سونے کے ساتھ زیادتی کے ساتھ فروخت کیا۔ اس پر ابو درداءؓ صحابی رسولؐ نے ٹوکا اور کہا کہ: ہم نے خود حضرت رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے حضرت نے اس قسم کی بیع سے منع فرمایا ہے۔ معاویہ نے کہا کہ: میرے نزدیک تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے ابو دردا نے کہا کہ: کون شخص مجھ کو معاویہ سے معذور رکھے گا کہ میں تو حکم رسول اللہؐ بیان کر رہا ہوں اور معاویہ اپنی رائے پیش کر رہے ہیں اب میں اس سرزمین میں نہ رہوں گا جہاں معاویہ رہتے ہیں۔ پھر ابو درداء نے مدینہ پہونچ کر حضرت عمر سے اس کی شکایت کی تو انہوں نے معاویہ کو لکھا کہ سونا چاندی کو سونا یا چاندی سے زیادتی کے ساتھ نہ بیچا کرو (۲)۔

---

(۱)۔ ازالۃ الخفا، حصّہ ۲، حضرت عمر کے حکام۔
(۲)۔ ترجمہ ازالۃ الخفا، جلد ۲، صفحہ ۴۲۲ و نصائح کافیہ، صفحہ ۹۰۔

ملا علی قاری نے شرح موطا میں لکھا ہے کہ: معاویہ کا یہ قول کہ میں اس میں کوئی حرج نہیں پاتا تکبر و عناد پر یا خطائے اجتہادی پر مبنی تھا لیکن حدیث رسولؐ سننے کے بعد تو ان کو ماننا چاہیے تھا(۱)۔ سونا چاندی کو سونا چاندی سے زیادتی کے ساتھ بیچنا یا خریدنا سود اور حرام ہے۔

حضرت عمر نے ابودرداء کی خاطر سے لکھ تو دیا کہ یہ کام نہ کرو لیکن ایسے شخص کو جو علی الاعلان احکامِ خدا و رسولؐ کی توہین کرتے تھے اور سودی کاروبار کرتے تھے پھر حکم رسولؐ سننے کے بعد بھی اس کی رد کرتے تھے معزول نہیں کیا۔ ان سے سخت بازپُرس نہ کی اور یہ نہ سوچا کہ جس ملک کا حاکم جو کہ صرف حاکم ہی نہیں بلکہ ان کا دینی پیشوا بھی ہے، نمازیں بھی پڑھاتا ہے ان کو حرام و حلال کی تعلیم بھی دیتا ہے۔ باوجود حکومت سے گذارہ پانے کے سود کا کاروبار کرتا ہے۔ نیز بیت المال کی دولت بے محابہ اپنی ذات میں خرچ کرتا ہے پھر خدا اور رسولؐ کے حکم کا مذاق بھی اُڑاتا ہے اس ملک کی رعیت کا کیا حال ہو گا۔ جس کا سبب یہ تھا کہ آپ معاویہ اور بنی امیہ کو مخالف بنا کر اپنی خلافت کو خطرہ میں نہیں ڈالنا چاہتے تھے آپ کی نظر میں خلافت و حکومت پر وارد ہونے والے خطرات اسلام و شریعت کی بربادی سے زیادہ اہمیت رکھتے تھے۔ اسی قسم کی چھوٹ خلفاء ثلٰثہ کے دور میں بنی امیہ کو ملتی رہی جس بنا پر وہ ان سے راضی اور خوش رہے۔

معاویہ خود کہتے تھے کہ: جب سے میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ: اے معاویہ! جب بادشاہ ہونا تو لوگوں کے ساتھ نیکی کرنا اس وقت سے مجھ کو خلافت کا لالچ ہے(۲)۔

امام حمیدی نے جمع بین الصحیحین میں لکھا ہے کہ عبد اللہ ابن عمر نے ایک مرتبہ جناب حفصہ سے کہا کہ: مجھ کو تو اس خلافت سے کچھ نہ ملا تم تو دیکھ ہی رہی ہو تو جناب حفصہ نے کہا کہ: تم

(۱)۔ نصائح کافیہ، صفحہ ۹۰۔

(۲)۔ تاریخ الخلفاء حالات معاویہ۔

بھی جاکر ان لوگوں سے ملو دیر کرنے سے کہیں بالکل کٹ کر الگ نہ ہو جاؤ۔ چنانچہ وہ معاویہ کے پاس آئے جب لوگ وہاں سے اٹھ گئے تو (جو لوگ موجود تھے ان کے سامنے) معاویہ نے ایک خطبہ پڑھا اور کہا کہ: جس کو اس خلافت کے بارے میں کچھ کہنا ہو اپنی گردن اونچی کرے۔ معلوم ہونا چاہیے کہ میں اس سے اور اس کے باپ سے بھی زیادہ حق دار خلافت ہوں۔

فضل ابن روزبہان نے ابطال الباطل میں اس کا جواب دیا ہے کہ معاویہ سے یہ بات قابل تعجب نہیں ہے جو اس نے اپنے آپ کو حضرت عمر سے زیادہ حق دار خلافت سمجھا کیونکہ جب اس نے حضرت امیر المومنینؑ سے ان کی زندگی اور دورِ خلافت میں اپنے آپ کو زیادہ حق دار خلافت سمجھا اور بغاوت کی اور ہزاروں مسلمانوں کا خون بہایا تو اگر اس نے حضرت عمر سے اپنے کو اولیٰ سمجھا تو کیا تعجب ہے۔

معاویہ اور قتل عثمان

حضرت امیر المومنینؑ کو خلافت ظاہری ملنے کے بعد جب طلحہ اور زبیر نے حضرت کی بیعت توڑی اور بارادہ جنگ مکہ جاکر جناب عائشہ سے ملے اور بعد بحث و مشورہ کے یہ بات طے ہو گئی کہ حضرت سے جنگ کی جائے اور حضرت کو خلافت سے معزول کر دیا جائے تو یہ سوال پیدا ہوا کہ اب یہاں سے کس سمت کا ارادہ کیا جائے جہاں سے جنگ کی آسانیاں حاصل ہوں تو زبیر نے کہا کہ: بہتر یہ ہے کہ ہم لوگ شام چلیں جہاں حضرت علیؑ کے سخت دشمن معاویہ موجود ہیں پھر مروان کے پاس چلیں کیونکہ اس کے پاس سونا چاندی اور دولت بھی ہے اور اس کے پاس وہ لوگ بھی کثرت سے موجود ہیں جو خونِ عثمان کے طالب ہیں یہ سُن کر ولید ابن عقبہ ابن ابی معیط نے کہا کہ: یہ رائے تم لوگوں کی بہت کمزور ہے مجھ کو ڈر ہے کہ ایسا غلط اقدام کرنے سے کچھ بھی تمہارے ہاتھ نہ آئے کیونکہ جس زمانے میں عثمان دشمنوں کے محاصرہ میں تھے اور معاویہ کی مدد کے محتاج تھے جب انہوں نے معاویہ سے مدد طلب کی تو انہوں نے ٹال مٹول اور تساہلی کی

یہاں تک کہ عثمان قتل کر دیئے گئے انہوں نے صرف اس خیال سے ٹال مٹول کیا کہ صبح دولت و خلافت شام میں طلوع کرے اور وہ خود بادشاہ بن جائیں۔ اے زبیر! ان سے امید نہ رکھو کہ وہ مفت میں مملکت شام تمہارے حوالہ کر دیں گے اور خود تمہارے تابع ہو جائیں گے (۱)۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ امیر معاویہ تو طالب حکومت و خلافت تھے ہی ان کے ساتھ جناب طلحہ اور زبیر بھی اسی محبوبہ کے حُسن و جمال کے فریب خوردہ تھے۔ اور اسی مقصد کے لیے بیعت امیر المومنین توڑ کر جمل کی جنگ کھڑی کی تھی اور انتقام خون عثمان ایک بہانہ تھا ورنہ قاتل عثمان تو یہ خود تھے۔

چنانچہ مورخین نے لکھا ہے کہ: سعید ابن عاص جو بزرگانِ مکّہ اور مہاجرین اولین سے تھے ایک اونٹ پر سوار حضرت عائشہ کے لشکر میں پہونچے اور اونٹ سے اُتر کر جناب عائشہ سے ملے اور پوچھا کہ: کہاں کا ارادہ ہے؟ حضرت عائشہ نے کہا کہ: بصرہ جا رہی ہوں۔ سعید نے پوچھا کہ: کیا ضرورت داعی ہوئی بصرہ جانے کی؟ حضرت عائشہ نے کہا کہ: جا رہی ہوں کہ مسلمانوں کی اصلاح کروں اور خون عثمان کا انتقام لوں۔ سعید نے کہا کہ: یہ جماعت جو سواریوں پر بیٹھی تمہارے آگے پیچھے چل رہی ہے یہی عثمان کی قاتل ہے اور یہ دونوں طلحہ اور زبیر قتل عثمان کے ذمہ دار ہیں یہ اپنے لیے خلافت کے طالب تھے جب ان کی مراد بر نہ آئی تو اب جا رہے ہیں کہ خون کو خون سے اور توبہ کو چوبہ سے دھوئیں پھر درمیان لشکر سے مغیرہ بھی کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا کہ: اے لوگو! اگر انتقام خونِ عثمان کے ارادہ سے تم لوگ اپنی ماں کو لے کر گھر سے نکلے ہو تو بہتر یہی ہے کہ اپنے اپنے گھروں کو پلٹ جاؤ کیونکہ عثمان کے قاتل تمہارے ہی سردار اور پیشوا ہیں اور اگر علیؑ کی خلافت تم لوگوں کو ناپسند ہو تو اس کا سبب بیان کرو میں تم لوگوں کو قسم دے رہا ہوں کہ غبار فتنہ

(۱)۔ روضۃ الاحباب، جلد ۳، صفحہ ۱۴۔

بلند نہ کرو یہ کہہ کر دونوں طائف کی طرف چلے گئے اور جنگِ جمل و صفین کسی میں شریک نہ ہوئے (۱)۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ: جب مسلمانوں نے حضرت عثمان کا محاصرہ کیا تو انہوں نے معاویہ کو خبر دی اور مدد طلب کی انہوں نے ٹال مٹول کیا آخر جب عثمان پر محاصرہ سخت ہوا انہوں نے یزید ابن اسد قشیری کی سرکردگی میں ایک فوج روانہ کی لیکن یہ ہدایت کردی کہ ذی خشب میں اس وقت تک ٹھہریں جب تک میں نہ آؤں حرکت نہ کرنا چنانچہ وہ آکر مقام ذی خشب میں اس وقت تک ٹھہرا رہا کہ حضرت عثمان قتل کردیئے گئے ان کے قتل ہوجانے کے بعد معاویہ آئے اور سب کو اپنے ساتھ لے کر شام چلے گئے اور یہ ان کی ایک مکّاری تھی بظاہر تو انہوں نے فوج بھیج کر حضرت عثمان کی نصرت کی لیکن درحقیقت ان کی خوشی یہ تھی کہ عثمان قتل ہوجائیں تو وہ خلیفہ بن بیٹھے (۲)۔

صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عامر ابن واثلہ نے کہا کہ: ایک مرتبہ وہ معاویہ کے پاس گئے، انہوں نے پوچھا کہ: اے عامر! تم عثمان کے قتل کرنے والوں میں سے نہیں ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ بلکہ میں ان لوگوں میں سے ہوں جنھوں نے ان کی مدد نہ کی حالانکہ وہاں موجود تھے معاویہ نے پوچھا: تم نے ان کی مدد کیوں نہ کی؟ ابو طفیل عامر نے کہا کہ: مہاجرین و انصار نے بھی تو مدد نہ کی۔ معاویہ نے کہا: ان لوگوں کو مدد کرنا لازم تو تھی۔ ابو طفیل نے کہا کہ: آپ نے شام والوں کے ساتھ جاکر ان کی مدد کیوں نہ کی؟ معاویہ نے کہا کہ: عثمان کے خون کا انتقام لے رہا ہوں یہ مدد نہیں ہے۔ یہ سُن کر ابو طفیل ہنس پڑے اور کہا کہ: آپ کا اور عثمان کا حال ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے:

لَاالفینک بَعدَالمَوت تَندُبنِی
وَفِی حَیَاتِی مَازُودَتنِی زَادِی

(۱)۔ روضۃ الاحباب، جلد ۳، صفحہ ۱۷۔
(۲)۔ نصائح کافیہ، صفحہ ۱۹ بحوالہ بلاذری۔

یعنی تجھے چاہیے کہ موت کے بعد مجھ پر نہ روئے کیونکہ زندگی میں میرا خرچ دینا جو تجھ پر واجب تھا تو نے نہ دیا(۱)۔

ان تفصیلات سے معلوم ہوا کہ طلحہ اور زبیر اور معاویہ یہ سب خود اپنی خلافت کے خواہاں تھے بلکہ معاویہ تو بقول خود زمانۂ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی سے خلافت و حکومت کا خواب دیکھ رہے تھے اور وہ حضرت ابو بکر و عمر و عثمان کی حکومت سے بھی راضی نہ تھے۔

حضرت امیر المومنینؑ کی خلافت سے رضامندی کا کیا سوال تھا جن کے وہ سخت ترین دشمن تھے لیکن خلفائے ثلٰثہ کے دورِ حکومت میں ان کے خاموش رہنے کا سبب یہ تھا کہ یہ لوگ ان کی خاطر کرتے اور ان کے گناہوں اور مظالم سے چشم پوشی کرتے اور ان کو اس دن کے لیے تیار کر رہے تھے جس دن خلافت حضرت علیؑ کی طرف جانے والی تھی۔ چنانچہ ابن حجر مکی نے تطہیر الجنان صفحہ ۳۸ میں لکھا ہے کہ: حضرت عمر لوگوں کو آمادہ کیا کرتے تھے کہ جب مسلمانوں میں اختلاف واقع ہو تو تم لوگ معاویہ کی پیروی کرنا۔

ابن ابی الدنیا نے روایت کی ہے کہ عمر نے کہا کہ: تم لوگ میرے بعد اختلاف سے بچنا۔ کیونکہ اگر تم نے اختلاف کیا تو شام میں معاویہ موجود ہے وہ تم سے خلافت چھین لے گا۔

واضح رہے کہ حضرت عمر اپنے بعد حضرت عثمان کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے اور بنی ہاشم کی طرف سے اختلاف کا خطرہ تھا۔ لہٰذا آپ لوگوں کو ہدایت کیا کرتے تھے کہ اگر بنی ہاشم اختلاف کی آواز اٹھائیں تو تم لوگ معاویہ کی پیروی کرنا جو شام میں موجود تھے۔

حضرت امیر المومنینؑ جب مسندِ خلافت ظاہری پر متمکن ہوئے تو حضرت ابن عباسؓ نے حضرت کو مشورہ دیا کہ معاویہ کو حکومت شام سے معزول نہ فرمائیے وہ آپ کے دشمن ہیں عراق اور شام کے لوگوں کو بہکا کر آپ کو قتلِ عثمان سے متہم کریں گے۔ میں اس کا ذمہ لیتا ہوں کہ ذرا آپ کی خلافت

(۱)۔ نصائح کافیہ، صفحہ ۲۰ و تاریخ الخلفاء، حالاتِ معاویہ۔

جم جائے تو عقل وحکمت سے ان کو نکال پھینکوں گا۔ حضرت نے فرمایا کہ: اے ابن عباس! معاویہ اور ان کے ساتھی اہل دنیا ہیں، میں روز وشب عثمان کو منع کیا کرتا تھا کہ ایسے لوگوں کو والی وحاکم نہ بناؤ لیکن انہوں نے میرا مشورہ نہ مانا پھر میں کیونکر ان لوگوں کو ان کے عہدوں پر باقی رکھوں۔ جب خدا مجھ سے سوال کرے گا کہ ایسے لوگوں کو کیوں حکومت پر باقی رکھا؟ تو کیا جواب دوں گا۔ ﴿وَمَا كُنتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّينَ عَضُدًا﴾(۱)؛ یعنی میں گمراہ کرنے والوں کو ہرگز اپنا مددگار نہ بناؤں گا۔

ابن عباسؓ نے عرض کیا کہ: آپ اپنے قوّت بازو پر بھروسہ رکھتے ہیں لیکن مصلحت دنیا کو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ: اے ابن عباس! دنیاوی مصلحت تو وہی ہے جو تم کہہ رہے ہو لیکن میرے پیش نظر دین کی مصلحت ہے اور بغیر دین کے اگر دنیا کا لحاظ کیا جائے تو نہ دین رہے گا نہ دنیا۔

پھر مغیرہ ابن شعبہ نے بھی حضرت کو یہی مشورہ دیا اور عرض کیا کہ: عثمان کے عاملوں کو ابھی معزول نہ کیجئے یا کم از کم معاویہ کو معزول نہ کیجئے کیونکہ اس میں آپ کی حکومت کے لیے بڑا خطرہ ہے۔ حضرت نے اس کو بھی وہی جواب دیا جو ابن عباسؓ کو دیا تھا۔ نیز فرمایا کہ: ''لَا اُدَاهِنُ فِي دِينِي وَلَا اعطِي الدَّنِيَّةَ فِي اَمرِي''؛ یعنی میں دین کے معاملہ میں ہرگز لاپروائی نہ کروں گا نہ اغراض دنیا کو اپنے معاملہ میں شامل کروں گا(۲)۔

حضرت امیر المومنینؑ نے حضرت عثمان کے مقرر کردہ کل گورنروں کے نام معزولی کا حکم نامہ بھیج دیا۔ بنی امیہ مدینہ چھوڑ کر بھاگنے لگے کچھ مکہ چلے گئے اور حضرت عائشہ کے لشکر میں داخل ہوگئے اور کچھ شام جا کر معاویہ سے مل گئے(۳)۔

---

(۱)۔ پارہ ۱۵، سورۂ کہف، آیت ۵۱۔

(۲)۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۲، صفحہ ۷۷ وروضۃ الاحباب، جلد ۳، صفحہ ۶ واستیعاب جلد ۱، صفحہ ۲۵۹ وغیرہ۔

(۳)۔ روضۃ الاحباب، جلد ۳، صفحہ ۴۔

امام احمد ابن حنبل کے صاحب زادے عبد اللہ نے کہا کہ: میں نے اپنے والد سے حضرت علیؑ اور امیر معاویہ کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ: اصل بات یہ ہے کہ حضرت علیؑ کے دشمن بہت تھے انھوں نے بہتیرا اتلاش کیا کہ ان میں کوئی عیب ملے مگر نہ نکلا۔ تو وہ ایک ایسے شخص کے پاس گئے جس نے آپ سے جنگ کی اور انھوں نے اس کو حضرت علیؑ کے بارے میں اپنے آپ سے زیادہ حیلہ ور پایا(۱)۔

جنگ صفین

مسعودی نے لکھا ہے کہ: پھر سر گروہ قاسطین معاویہ ابن ابوسفیان نے حضرت پر خروج کیا۔ حضرت ان کی طرف بڑھے اور ان کو عذاب خدا سے ڈرایا لیکن وہ صلح پر آمادہ نہ ہوئے اور سرکشی اختیار کی تو حضرت نے ان سے سخت جنگ کی اور بے شمار سرکشوں کو قتل کیا۔ جب معاویہ نے دیکھا کہ اب شکست ہو رہی ہے تو عمرو ابن عاص سے مشورہ کیا اس نے ان کو ایک مکر سکھایا کہ نیزوں پر قرآن بلند کرو چنانچہ قرآن بلند کیے گئے تو حضرت نے فرمایا کہ: یہ ایک مکر ہے اور ایک کلمۂ حق ہے جس کا مقصد باطل ہے اس کے بعد جو کچھ ہوا معلوم ہے۔

حضرت کو خبر ملی کہ معاویہ ایک لاکھ بیس ہزار فوج کے ساتھ حضرت سے جنگ کے ارادہ سے نکلے ہیں تو حضرت بھی نوے ہزار فوج کے ساتھ ان کے مقابلہ کے لیے ماہ شوال سنہ ۳۶ھ میں کوفہ سے روانہ ہوئے۔ جب آپ حدود جزیرہ میں پہونچے تو فوج کا پانی ختم ہو گیا۔ ہر طرف جستجو کی گئی لیکن پانی نہیں ملا تو حضرت راہ چھوڑ کر ایک دوسری طرف روانہ ہوئے۔ کچھ ہی دور جانے کے بعد عیسائیوں کا ایک دیر نظر آیا آپ نے وہاں کسی سے دریافت کیا کہ: یہاں کہیں پانی ہے؟ اس نے کہا کہ: یہاں سے چھ میل پر پانی ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ: مولا ابھی ہم لوگوں میں قوّت

---

(۱)۔ تاریخ الخلفاء حالات معاویہ۔

ہے حکم دیجئے کہ پانی کی طرف چلیں۔ حضرت نے فرمایا: کوئی ضرورت نہیں ہے یہ فرما کر آپ نے اپنی سواری مغرب کی طرف موڑی اور دیر کے قریب پہونچ کر فرمایا کہ: یہاں کی مٹی ہٹاؤ! لوگوں نے مٹی ہٹائی تو ایک بہت بڑا پتھر نمودار ہوا۔ لوگوں نے کہا کہ: یہاں تو ایک پتھر ہے جس کا ہٹانا دشوار ہے حضرت نے فرمایا کہ: اس پتھر کے نیچے پانی ہے۔ اگر ہٹا سکو تو ہٹاؤ! یہ سُن کر لوگ جمع ہوگئے اور پتھر کے ہٹانے کی کوشش کرنے لگے لیکن اس نے ذرا برابر جنبش نہ کیا تو حضرت نے اپنا ایک پاؤں رکاب سے نکالا اور جھک کر اس پتھر کے نیچے انگلیاں داخل کیں اور اس کو اٹھا کر دور پھینک دیا تو اس کے نیچے سے پانی اُبلنے لگا۔ اور سارا لشکر سیر و سیراب ہو گیا پھر آپ نے اس پتھر کو اٹھا کر اس چشمہ پر رکھ دیا اور اس پر مٹی ڈلوا کر بند کرا دیا۔

دیر کا راہب جو یہ سب باتیں اپنے دیر سے دیکھ رہا تھا حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ: آپ کوئی نبی مرسل یا ملک مقرب ہیں۔ حضرت نے فرمایا: نہیں عرض کیا: آپ کون ہیں؟ فرمایا: میں حضرت رسول اللہؐ محمد ابن عبد اللہ کا وصی ہوں۔ اس نے عرض کیا: ہاتھ بڑھائیے میں آپ کی بیعت کروں حضرت نے ہاتھ بڑھایا اور اس نے بیعت کی اور اسلام لایا اور عرض کیا: ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ اس مقام پر ایک چشمہ ہے جس کو سواء نبی یا وصی نبی کے کوئی نہیں نکال سکتا اور ایک ولی خدا اس طرف سے گذرے گا جو اس کو ظاہر کرے گا۔ چنانچہ بہت سے علماء واحبار آپ کے انتظار میں اس دیر میں ٹھہرے یہاں تک کہ دنیا سے گذر گئے لیکن خدا نے آپ کی زیارت کا شرف مجھ کو عطا فرمایا جس پر میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں۔ پھر وہ حضرت کے ساتھ جنگ صفین میں شریک ہوا اور شہید ہوا (کشف الغمہ) یہی واقعہ تھوڑے اختلاف کے ساتھ حبیب السیر و روضۃ الصفا، جلد ۲، صفحہ ۲۹۲ وغیرہ میں ہے۔

ماہ ذی الحجہ سنہ ۳۶ھ میں طرفین کی فوجیں مقام صفین میں دریائے فرات کے مغربی کنارے پر صف آراء ہوئیں۔ حضرت نے اپنی فوج کو نصیحت فرمائی کہ جنگ میں ابتداء نہ

کرنا۔ بھاگنے والوں کا تعاقب نہ کرنا مریض اور برہنہ کو آزار نہ پہونچانا۔ کسی کا مال نہ لوٹنا، زخمیوں پر سختی نہ کرنا، عورتوں کو اذیّت نہ دینا وغیرہ۔

پہلی صفر ۳۷ھ سے جنگ شروع ہو گئی۔ نوے لڑائیاں ہوئیں۔ شام کے لشکر کے نوے ہزار اور حضرت کے لشکر کے بیس ہزار آدمی مارے گئے، اس جنگ میں حضرت نے جو شجاعت کے جوہر دکھائے قلم اس کے اظہار سے عاجز ہے۔

وہ رات جس کو لیلۃ الہریر کہتے ہیں بڑی سخت رات تھی جس میں دولاکھ آدمی ایک دوسرے سے گتھے ہوئے تمام شب جنگ کرتے رہے۔ نیزے ٹوٹ گئے، تلواریں کند ہو گئیں۔ حضرت امیر المومنینؑ نے اس شب میں بقول معاویہ نوسو آدمی سے زیادہ قتل کیے اور جب آپ کسی کو قتل کرتے تھے تو تکبیر فرماتے تھے۔ اس شب میں بے شمار انسان قتل ہوئے یہاں تک کہ معاویہ کی فوج کے قدم اکھڑ گئے۔ اسی شب میں خزیمہ ابن ثابت انصاری ذوالشہادتین اور زاہد زمانہ اویس قرنی شہید ہوئے۔ جب معاویہ کی فوج بھاگنے لگی اور انھوں نے دیکھا کہ اب شکست ہونے کو ہے تو عمرو ابن عاص کی طرف مخاطب ہوئے اور کہا کہ: اب کوئی تدبیر بتاؤ؟ اس نے کہا کہ: نیزوں پر قرآن بلند کرو اور مسلمانوں کو قرآن کے فیصلہ کی طرف بلاؤ چنانچہ قرآن بلند کیے گئے اور فوج شام نے الامان الامان کی فریادیں بلند کیں یہ دیکھ کر اشعث ابن قیس منافق اور اس کے ساتھ چند دوسرے سرداروں نے جنھوں نے بروایت روضۃ الصفا معاویہ سے بھاری بھاری رقمیں رشوت کی لے رکھی تھیں جنگ روک دی اور حضرت امیر المومنینؑ کو مجبور کیا کہ فوراً جنگ روکیے ورنہ ہم آپ کے ساتھ بھی وہی سلوک کریں گے جو عثمان کے ساتھ کیا ہے۔

حضرت امیر المومنینؑ نے بہت سمجھایا کہ لوگو معاویہ اور عمرو عاص اہل دین نہیں ہیں وہ لوگ قرآن سے واسطہ نہیں رکھتے ہم اسی لیے تو جنگ کر رہے ہیں کہ وہ کتاب خدا پر عامل ہو جائیں۔ تم لوگ ان سے فریب نہ کھاؤ بس ابھی فتح ہوئی جاتی ہے لیکن زید ابن حصین طائی وغیرہ

جو بعد میں خارجی ہوگئے کہنے لگے کہ: بس اب جنگ روکیے ورنہ ہم لوگ آپ کو چھوڑ دیں گے۔ حضرت نے فرمایا کہ: اگر ہمارا حکم ماننا ہے تو لڑو اور اگر بغاوت کرنا چاہتے ہو تو جو تمہاری سمجھ میں آئے کرو(۱)۔

غرض بدرجۂ مجبوری جنگ روک دی گئی اور طے پایا کہ دو آدمی طرفین کے حَکَم بنائے جائیں وہ جو فیصلہ کریں اس پر فریقین عمل کریں شامیوں نے اپنی طرف سے عمرو ابن عاص کو حکم بنایا اور خوارج نے اپنی طرف سے ابو موسیٰ اشعری کو حکم بنایا۔ حضرت نے یہاں بھی اختلاف کیا اور فرمایا کہ: ابو موسیٰ کو عمرو عاص دھوکہ دے دے گا اس کی جگہ پر ابن عباس کو حکم بناؤ! خوارج نے کہا کہ: ابو موسیٰ کے سواء ہم کسی پر راضی نہیں ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ: جب میرا حکم نہیں مانتے تو جو چاہو کرو۔

پھر دونوں حکم حضرت کی خدمت میں آئے اور اقرار نامہ لکھا جانے لگا کہ یہ وہ اقرار نامہ ہے جس پر فیصلہ کیا امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ نے، یہ سن کر عمرو عاص نے کہا کہ: یہ تمہارے امیر ہیں میرے نہیں ہیں لہٰذا امیر المومنینؑ کی لفظ کاٹو اس پر جھگڑا ہونے لگا تو حضرت نے فرمایا کہ: اللہ اکبر! یہ قضیہ مثل قضیۂ حدیبیہ کے ہے کہ جب صلح نامہ لکھا جانے لگا تو کفّار نے کہا کہ: اس پر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لفظ کاٹو کیونکہ ہم ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں تسلیم کرتے تو حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ اے علیؑ! رسول اللہؐ کی لفظ کاٹ دو تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! میری مجال نہیں ہے کہ ایسا کرسکوں تو حضرت نے صلح نامہ لے کر خود کاٹ دیا اور فرمایا کہ: اے علیؑ! تم کو بھی ایک دن ایسا ہی پیش آنے والا ہے۔ اس پر عمرو عاص نے کہا کہ: سبحان اللہ! ہم کو آپ کافروں سے تشبیہ دیتے ہیں؟! تو حضرت نے فرمایا کہ: اے زانیہ کے بچے! تو کب فاسقین کا دوست اور مومنین کا دشمن

(۱)۔ ابو الفداء جلد ۱، صفحہ ۷۷ اور روضۃ الصفا و طبری، جلد ۴، صفحہ ۳۴ چھاپہ مصر۔

نہ تھا۔ عمروعاص نے کہا کہ: آج کے بعد ہم اور آپ کبھی ایک جگہ اکٹھے نہ ہوں۔ حضرت نے فرمایا: بے شک خدا میری مجلس کو تجھ جیسوں سے پاک رکھے (۱)۔

غرض صلح نامہ میں لکھا گیا کہ یہ دونوں حکم موافق قرآن وسنّت رسولؐ حکم دیں اور اگر اس کے خلاف حکم دیں تو امّت اس حکم سے بیزار رہے۔ اس وقت فریقین اپنے اپنے گھر جائیں اور ماہ رمضان میں فیصلہ دیں۔

اس کے بعد فریقین کی فوجیں میدانِ جنگ سے واپس ہونے لگیں تو خوارج نے پھر شور مچایا کہ علیؑ نے حکم کے فیصلہ پر رضامندی دی ہے لہٰذا وہ اسلام سے خارج ہوگئے۔ خدا کے علاوہ اور کون فیصلہ دے سکتا ہے۔ عمروعاص اور ابوموسیٰ کیا فیصلہ دیں گے۔

حضرت نے فرمایا کہ: تمھیں لوگوں نے نیزوں پر قرآن دیکھ کر جنگ رکوائی پھر تمھیں لوگوں نے ابوموسیٰ کو حکم بنایا اور میری بات نہ مانی پھر تمھیں کہتے ہو کہ وہ کیوں حکم بنائے گئے ؟!۔

فیصلۂ حکمین

ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ جلد ۱، صفحہ ۱۹۸ میں لکھا ہے کہ نصر نے ابوحباب کلبی سے روایت کی ہے کہ: جب عمروعاص اور ابوموسیٰ اشعری مقام دومۃ الجندل میں ملے تو عمرو نے ابوموسیٰ کو گفتگو میں مقدم کرنا شروع کیا کہنے لگا کہ: آپ نے مجھ سے پہلے صحبت رسولؐ کا شرف پایا ہے اور سِن میں بھی مجھ سے بزرگ ہیں آپ پہلے جو کچھ فرمانا ہو فرمائیں میں بعد میں کہوں گا اور اس نے ہر گفتگو میں یہی چالاکی اختیار کی جس میں سواء مکر و فریب کے اور کچھ نہ تھا اور اس کا مقصد یہ تھا کہ ابوموسیٰ کو پہلے بلوا کر حضرت علیؑ کو معزول کرا دے اس کے بعد جو اپنی رائے ہے ظاہر کرے عمروعاص ابوموسیٰ کو صدر مجلس میں جگہ دیتا تھا نماز جماعت میں بھی انھیں کو آگے

---

(۱)۔ ابوالفداء جلد ۱، صفحہ ۱۷۷ چھاپہ مصر و تاریخ طبری جلد ۴، صفحہ ۳۶۔

کرتا کھانے میں بھی انہیں کو مقدم کرتا جب تک وہ شروع نہ کرتے خود نہیں کھاتا تھا یہاں تک کہ ابوموسیٰ سمجھے کہ عمروان کو دھوکا نہ دے گا۔ نصر نے کہا کہ: جب ان دونوں کے درمیان ہانڈی میں خوب اُبال آچکا تو عمرو نے ابوموسیٰ سے کہا کہ: کہیے علیؑ اور معاویہ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ ابوموسیٰ نے کہا کہ: میری رائے تو بس یہ ہے کہ حضرت علیؑ اور معاویہ دونوں کو معزول کر دیا جائے اور مسلمان اپنے لیے پھر سے کسی کو خلیفہ منتخب کرلیں۔ عمرو نے کہا: واللہ رائے تو یہی ہے جو آپ نے دی۔

پھر عمرو نے ابوموسیٰ سے کہا کہ: اب آپ کھڑے ہو کر مسلمانوں کو اپنی رائے سے مطلع فرمادیں۔ ابوالفداء نے لکھا ہے کہ: جونہی ابوموسیٰ تقریر کرنے کی غرض سے بڑھے ابن عباسؓ ابوموسیٰ کے پاس پہونچ گئے اور فرمایا: اگر عمروعاص نے یہ کہا ہے کہ وہ تمہاری رائے سے اتفاق رکھتا ہے تو خدا کی قسم! اس نے تم کو دھوکہ دیا ہے اس لیے مناسب یہی ہے کہ پہلے عمرو ہی کو تقریر کا موقع دو ورنہ پچھتاؤگے لیکن ابوموسیٰ نے ان کی رائے کو اہمیت نہ دی اور کھڑے ہو کر حمد وثنائے پروردگار کے بعد کہا کہ: میں نے اور عمروعاص نے باتفاق رائے یہ بات طے کرلی ہے کہ حضرت علیؑ اور معاویہ دونوں کو معزول کر دیا جائے اور مسلمان جس کو چاہیں اپنا خلیفہ مقرر کریں۔ لہٰذا میں نے علیؑ اور معاویہ دونوں کو معزول کیا اب تم لوگ جس کو چاہو خلیفہ بنالو یہ کہہ کر پیچھے ہٹ گئے۔ پھر عمروعاص کھڑا ہوا اور کہا کہ: اس شخص نے جو کچھ کہا آپ لوگوں نے سنا اس نے اپنے خلیفہ کو معزول کر دیا اور میں بھی ان کو معزول کرتا ہوں لیکن اپنے والی کو میں باقی رکھتا ہوں (۱)۔

عمروعاص کی اس مکاری پر ابوموسیٰ اشعری کو بہت غصّہ آیا اور بگڑے کہ تو نے مجھ کو دھوکہ دیا لیکن وہ خاموشی کے ساتھ اٹھا اور شام چلا گیا اور مجمع منتشر ہوگیا۔ عمروعاص نے شام پہونچ کر معاویہ کی خلافت کا اعلان کر دیا اور معاویہ نے اپنی مملکت میں حکم عام دے دیا کہ حضرت

---

(۱)۔ ابوالفداء، جلد ۱، صفحہ ۱۷۸ مصر۔

علیؑ اور حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ اور حضرت ابن عباسؓ اور مالک اشترؒ کو برسر منبر گالیاں دی جائیں۔ چنانچہ اس وقت سے تہتّر سال تک یہ رسم قبیح جاری رہی ۱۰۰ھ میں عمر وابن عبد العزیز نے اس کو بند کیا(۱)۔

مسلمانو!

یہ تھا وہ فیصلۂ حکمین جس کے لیے جنگ صفین میں بقول مسعودی، پانچ سو قرآن نیزوں پر بلند کیے گئے اور شور کیا گیا کہ مسلمانوں ہمارے تمہارے درمیان میں یہ قرآن موجود ہے اس کے مطابق فیصلہ کرو جس کو حضرت علیؑ جانتے تھے کہ یہ ایک کھلی ہوئی مکاری ہے چنانچہ آپ نے فرمایا کہ مسلمانو! یہ عمرو عاص کا ایک کھلا ہوا مکر ہے اس سے دھوکا نہ کھاؤ یہ لوگ ہرگز قرآن پر عمل نہ کریں گے لیکن آپ کی فوج کے غدّار اور منافق سپاہیوں نے آپ کو صلح پر مجبور کیا۔ آپ نے فتح ہوتی ہوئی جنگ روک دی یہ امیر المومنینؑ کا ظرف تھا یہ خلیفۃ اللہ کا رحم و کرم تھا کہ دشمن کی فریاد پر جیتی ہوئی جنگ روک دی۔

آپ اپنی فوج کو ہمیشہ نصیحت کرتے تھے کہ جو صلح چاہے اس سے جنگ نہ کرنا اور یہی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت تھی۔ پھر آپ خود اس پر کیونکر عمل نہ فرماتے۔ جو جنگ نوے لڑائیوں کے بعد اور ستّر ہزار دشمنوں کو قتل کرنے کے بعد فتح ہو رہی تھی آپ نے قرآن کا واسطہ دینے پر روک دی آپ جانتے تھے کہ دشمن فریب دے رہا ہے وہ قرآن پر عمل نہ کرے گا لیکن یہ علم آپ ہی کو تو تھا فوج تو علم غیب نہیں رکھتی تھی اگر آپ اس کی پروانہ کرتے اور جنگ جاری رکھتے۔ اشعث ابن قیس کو شام کی گدی کا لالچ دے کر خاموش کر دیتے تو جنگ فتح ہو جاتی۔ معاویہ اور عمرو عاص مار ڈالے جاتے اور حکومت بھی مل جاتی لیکن اہل دنیا اور آپ کے دشمن کہتے کہ: یہ کیسے ولی اللہ اور خلیفۂ رسولؐ تھے کہ خدا کی توحید کا اقرار کرنے والوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلمہ

(۱)۔ نصائح کافیہ، صفحہ ۷۷) بحوالہ حافظ سیوطی و کامل مبرد صفحہ ۷۸ بحوالہ معجم البلدان یاقوت حموینی وغیرہ۔

پڑھنے والوں نے سر پر قرآن رکھ رکھ کر صلح کا پیغام دیا۔ خدا اور رسولؐ کا واسطہ دیا اور ان کی نیتیں بھی صالح تھیں انہوں نے ایک اجتہادی غلطی کی تھی۔ جس پر وہ خود پشیمان ہوئے اگر حضرت علیؑ صلح کر لیتے تو وہ یقیناً حضرت ہی کو خلافت سونپ دیتے وہ صحابیِ رسولؐ تھے۔ حافظِ قرآن تھے وہ ہرگز خلافِ عہد نہ کرتے۔ لیکن افسوس کہ حضرت علیؑ نے ان کے ایمان واسلام کا احترام نہ کیا نہ کلام پروردگار کا احترام کیا بلکہ صرف اپنی بادشاہت کے لیے بے قصوروں کو قتل کر دیا۔ اس طرح حضرت کی سچّی خلافت اور دامنِ عصمت پر دھبّہ لگا دیا جاتا اور آپ کی مذمّت اور معاویہ اور عمروعاص کی فضیلت میں مزید ہزاروں حدیثیں گڑھ لی جاتیں اور تاریخیں بنا لی جاتیں پھر آپ کی باتیں کون سنتا آپ کی ہدایت سے کون فائدہ اٹھاتا اور اسلام کا کیا انجام ہوتا سمجھنے کی بات ہے۔

معاویہ کے پیغام صلح کے قبول نہ کرنے میں تو یہ خرابیاں تھیں جو تحریر کی گئیں اور صلح کرنے میں اسلام اور اہل اسلام کے لیے جو نقصانات تھے وہ بھی آپ کے پیش نظر تھے آپ سمجھ رہے تھے کہ معاویہ اور عمروعاص کا مقصد درحقیقت صلح نہیں ہے نہ وہ قرآن پر عامل ہیں نہ آئندہ عمل کریں گے یہ صلح کا پیغام ایک مکر ہے جس کے دامن میں دم توڑتا ہو انفاق پناہ لینا چاہتا ہے جو آگے چل کر پھر مضبوط و توانا ہو کر اسلام کے مقابلہ میں آکر کھڑا ہو جائے گا لہٰذا اس کا آج ہی فیصلہ کر دینا بہتر ہے یہ دو عظیم کشمکش تھی جس کے خطرات و نقصانات کو امیر المومنینؑ اپنے تدبّر و حکمت کی ترازو میں تول رہے تھے درآنحالیکہ آپ دونوں ہی حالت میں حق پر تھے اگر صلح نہ کرتے جب بھی برحق رہے کیونکہ اس صلح سے اسلام کو بڑے فائدے حاصل ہوئے۔

غرض یہ کہ جب معاویہ نے نیزوں پر قرآن بلند کرائے تو حضرت نے اپنی فوج کو للکارا کہ یہ ایک مکر ہے اس سے دھوکہ نہ کھاؤ اور مقصود حضرت کا یہ تھا کہ کل چل کر کوئی یہ نہ کہے کہ علیؑ نے دھوکہ کھایا اور معاویہ کے مکر کو سمجھ نہ سکے ورنہ آپ کو معلوم تھا کہ انجام کیا ہوگا جس

رسولؐ نے آپ کو یہ خبر دی تھی کہ علیؑ تم ناکثین و قاسطین ومارقین سے جنگ کروگے اس نے یہ بھی بتادیا تھا کہ تم کو صلح کرنی پڑے گی اور صلح نامہ سے امیر المومنینؑ کی لفظ کاٹنا پڑے گی۔

پھر جب رشوت خوار منافقین نے صلح کے قبول کرنے پر اصرار کیا تب بھی آپ کو ان کو راضی کرکے جنگ جاری رکھنے کی تدبیر معلوم تھی اہل دنیا کو دولت دنیا اور حکومت کا لالچ دلا کر راضی کرلینا مشکل نہ تھا لیکن یہ دین داری کے خلاف تھا اور دنیا داروں کا طریقہ تھا۔ اگر آپ ایک منافق کو حکومت سے معزول کرکے دوسرے منافق کو اس کی جگہ پر بٹھلا دیتے تو اس عظیم الشان جنگ کا مقصد کیا ہوتا۔ آپ نے صلح قبول کرلی اور قرآن کے فیصلہ پر راضی ہوگئے اور معاویہ اور عمروعاص اور ان کے اتباع کے مکر اور زور وبے دینی وبدعہدی کے کھلنے کا موقع دے دیا۔

وہ اپنی دنیا کی حفاظت کے لیے چالیں چلتے رہے اور عالم اسلام ان کے کردار کا گہری نگاہوں سے مطالعہ کرتا رہا اور مؤرخین کا قلم خاموشی کے ساتھ اس کو لکھ کر آنے والی نسلوں کے لیے ذخیرہ کرتا رہا آخر دنیا نے فیصلہ کرلیا کہ اسلام کا سچّا راہبر کون تھا اور دنیا پرست اور بے دین بادشاہ کون تھا علیؑ اور اولاد علی علیہم السلام کیا تھے اور معاویہ اور اس کی اولاد کیا تھی۔ کون کہتا ہے کہ اس صلح کے ذریعہ سے معاویہ بچ گئے۔ معاویہ ہلاک ہوگئے اور ایسا ہلاک ہوئے کہ تا ابد زندہ نہ ہوں گے۔ کون کہتا ہے کہ معاویہ کو فتح ہوئی ان کو شکست ہوئی اور ایسی شکست ہوئی جو کبھی فتح سے نہ بدلے گی۔

عمرو ابن عاص نے فیصلۂ حکمین کے وقت ابوموسیٰ اشعری کو دھوکہ دے کر یہی تو فیصلہ کیا تھا کہ حضرت امیر المومنینؑ خلافت سے معزول کیے گئے اور امیر معاویہ خلافت پر باقی رکھے گئے اب دیکھئے کہ کون معزول ہوا اور کون بحال رہا۔

امیر المومنینؑ آج بھی خلیفۃ المسلمین ہیں اور تا قیامت رہیں گے لیکن معاویہ نہ کبھی خلیفہ ہوئے نہ آئندہ ہوں گے۔

جنگ جمل و صفین و نہروان کے متعلق قرآن کی آیات

خداوند عالم پارہ ۶ سورۂ مائدہ آیت ۵۴ میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۵۴﴾

یعنی اے ایمان والو! جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے تو (پروا نہیں ہے) عنقریب ہی خدا ایسے لوگوں کو لائے گا جن کو خدا دوست رکھتا ہے اور وہ خدا کو دوست رکھتے ہیں۔ ایمان داروں کے ساتھ وہ منکسر اور کفّار پر سخت ہیں خدا کی راہ میں وہ جہاد کرتے ہیں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہیں کرتے یہ خدا کا فضل ہے جسے وہ چاہتا ہے دیتا ہے۔

یہ آیت اصحاب جمل و صفین و نہروان کے متعلق نازل ہوئی ہے جنھوں نے امام حق پر خروج کر کے ارتداد اختیار کیا۔

اس آیت میں خداوند عالم نے جتنی صفتیں بیان فرمائی ہیں مخصوص حضرت علیؑ کی ہیں:

۱ صفت خدا نے اس قوم کی یہ بیان فرمائی ہے "يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ" یعنی خدا ان کو دوست رکھتا ہے اور وہ خدا کو دوست رکھتے ہیں اور حدیث متواتر ہے کہ جنگ خیبر میں جب حضرت ابو بکر و عمر قلعہ فتح نہ کر سکے تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "لَأُعطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا كَرّارًا غيرَ فَرّار يُحِبّ اللّٰه وَرَسُوله ويُحِبُّه اللّٰه ورَسُوله" (۱)۔

(۱)۔ بخاری کتاب المغازی باب غزوہ خیبر و طبری جلد ۲، صفحہ ۳۰۰۔

یعنی کل میں اس کو علم دوں گا جو کرار غیر فرار ہو گا وہ خدا اور اس کے رسولؐ کو دوست رکھتا ہو گا اور خدا اور اس کا رسولؐ اس کو دوست رکھتے ہوں گے۔

دوسرے روز آپ نے حضرت علیؑ کو بلا کر علم دیا لیکن حضرت ابو بکر و عمر کو نہ دیا۔ حالانکہ وہ موجود تھے جس سے معلوم ہوا کہ وہ محبوب خدا نہ تھے۔

دوسرا جملہ آیت کا ہے: "أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ" ان دونوں جملوں کے متعلق کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں ہر مسلمان جانتا ہے کہ دونوں صفتیں حضرت میں بدرجۂ اتم موجود تھیں۔

تیسرا جملہ ہے: "يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ"؛ یعنی جو خدا کی راہ میں جہاد کرتے ہیں یہ صفت بھی حضرت علیؑ کی ہے۔ حضرت ابو بکر و عمر سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی جنھوں نے ساری عمر میں کسی ایک کافر کو قتل نہیں کیا اور گھر میں بیٹھ کر فوج کی طاقت سے ملک فتح کرنے والے کو فاتح کہتے ہیں مجاہد نہیں کہتے۔

اس آیت میں مرتدین سے ناکثین و قاسطین ومارقین یعنی اصحاب جمل و صفین و نہروان مقصود ہیں جو امام حق سے جنگ کر کے اسلام سے خارج ہو گئے اس لیے کہ امام سے جنگ رسولؐ سے جنگ ہے اور رسولؐ سے جنگ کرنے والا کافر ہے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: "يَا عَلِي حَرْبُكَ حَرْبِي وَ سِلْمُكَ سِلْمِي"؛ یعنی اے علی! تم سے جنگ مجھ سے جنگ اور تم سے صلح مجھ سے صلح ہے(۱)۔

عروہ نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے عہد لیا ہے کہ جو علیؑ پر خروج کرے یعنی لڑے وہ کافر ہے اور جہنم میں جائے گا اور وہ دوزخ ہی کے لائق ہے تو حضرت عائشہ سے کہا گیا کہ: آپ نے علیؑ پر کیوں خروج کیا؟ تو جواب دیا کہ: یہ

---

(۱)۔ مستدرک حاکم جلد ۳، صفحہ ۱۴۹۔

حدیث جمل کے دن بھول گئی تھی بصرہ پہونچ کر یاد آئی اور اب میں اللہ سے استغفار کرتی ہوں(۱)۔

ابن حجر صاحب نے صواعق محرقہ صفحہ ۱۴۳ میں روایت نقل کی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: "مَن سَبَّ اَهلُ بَيتِى فَاِنَّمَا اِرتَدَّ مِنَ اللّٰه وَ مِنَ الاِسلَام"؛ یعنی جس نے میرے اہل بیتؑ کو گالی دی وہ مرتد ہو گیا۔

اور ہر مسلمان جانتا ہے کہ معاویہ اور ان کے گروہ نے حضرت علیؑ سے جنگ بھی کی اور ستّر سال تک برسر منبر اہل بیتؑ کو گالیاں دلوائیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ اس آیت میں مرتدین سے جمل و صفین ونہروان والے مقصود ہیں جنھوں نے حضرت امیر المومنینؑ سے جنگ کی اور "فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ" سے حضرت امیر المومنینؑ اور ان کے اعوان وانصار مقصود ہیں۔

اصحاب جمل کے متعلق قرآن کی آیت

خداوندعالم قرآن مجید پارہ ۲۶ سورۂ فتح آیت ۱۰ میں ارشاد فرماتا ہے کہ:

﴿فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ ۱۰﴾؛

یعنی اور جس نے بیعت توڑی اس نے خود اپنے نفس کو نقصان پہونچایا۔

جب طلحہ اور زبیر نے حضرت امیر المومنینؑ کی بیعت توڑی اور جنگ کے لیے بصرہ روانہ ہوئے تو حضرت امیر المومنینؑ نے بصرہ جاتے ہوئے مقام ذی قار میں خطبہ فرمایا اور طلحہ اور زبیر کی بیعت توڑنے کا ذکر کرتے ہوئے یہ آیت تلاوت فرمائی(۲)۔

(۱)۔ مودۃ القربیٰ، مودۃ ۳۔

(۲)۔ روضۃ الاحباب، جلد ۳، صفحہ ۲۰۔

اصحاب صفین کے متعلق قرآن کی آیت

خداوند عالم پارہ ۲۹ سورۂ جن آیت ۱۵ میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَأَمَّا الْقَاسِطُونَ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ۱۵﴾؛

یعنی اور لیکن راہ حق سے پھر جانے والے پس وہ جہنم کے ایندھن بنے۔

خوارج نہروان

اسی آیت ۵۴ سورۂ مائدہ میں داخل ہیں جو پہلے گذر چکی:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ الخ ۵۴﴾

ناکثین وقاسطین ومارقین سے جنگ کے متعلق حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثیں

حموینی نے علقمہ اور اعمش سے روایت کی ہے ان دونوں نے کہا کہ: ہم لوگ ایک روز ابو ایوب انصاریؓ کے پاس پہونچے اور کہا کہ یہ بتایئے کہ: آپ نے علیؑ کے ساتھ ہو کر کلمۂ لا الہ الا اللہ پڑھنے والوں سے کیوں جنگ کی؟ تو انھوں نے کہا کہ: میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ: ایک روز حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی گھر میں تشریف فرما تھے جس میں اس وقت تم لوگ بیٹھے ہو اور حضرت علیؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داہنی طرف اور میں بائیں طرف بیٹھا تھا کہ کسی نے کنڈی کھٹکھٹائی۔ حضرت نے فرمایا کہ: دروازہ کھول دو کہ عمار اندر آجائیں۔ چنانچہ دروازہ کھولا گیا اور عمار حاضر ہوئے اور سلام کر کے اجازت لے کر بیٹھ گئے تو حضرت نے فرمایا: اے عمار! میرے بعد امّت میں اختلاف پیدا ہو گا یہاں تک کہ تلوار چلے گی اور ایک دوسرے کو قتل کرے گا اور ایک دوسرے پر

لعنت کرے گا تو جب وہ وقت آئے تو تم اس اصلع کا ساتھ دینا جو میرے داہنی طرف بیٹھا ہے اور حضرت علیؑ کی طرف اشارہ فرمایا۔ پھر فرمایا کہ: اے عمار! علیؑ تم کو ہدایت سے پھیر کر کبھی گمراہی میں نہ ڈالیں گے۔ اے عمار! علیؑ کی اطاعت میری اطاعت ہے اور میری اطاعت خدا کی اطاعت ہے (۱)۔

ایضا علقمہ اور اسود سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ: لوگ ابوایوب انصاری سے صفین سے واپسی کے بعد ملے اور کہا کہ: اے ابوایوب! خدا نے اپنے رسولؐ کو (جب وہ بعدِ ہجرت مدینہ پہونچے) تو تمہارے گھر میں اُتار کر تم کو عزّت بخشی اور یہ اس کا فضل و کرم تھا کہ حضرت کا ناقہ دوسروں کو چھوڑ کر تمہاری ڈیوڑھی پر بیٹھا۔ اب تم اپنے کندھے پر تلوار رکھ کر لا الہ الا اللہ کہنے والوں کو قتل کر رہے ہو؟ تو ابوایوب انصاری نے جواب دیا کہ:

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم لوگوں کو علیؑ کے ساتھ ہو کر ناکثین و قاسطین و مارقین سے جنگ کرنے کا حکم دیا تھا ناکثین اہل جمل طلحہ اور زبیر تھے اور قاسطین یہ لوگ تھے جن سے جنگ کر کے ہم لوگ آرہے ہیں یعنی معاویہ و عمروعاص اور مارقین وہ مکّار و بزدل اہل نہروان ہیں میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہیں لیکن ان سے لڑنا ضروری ہے انشاء اللہ (۲)۔

زبیر ابن بکار نے حضرت امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے کہ جب ابن ملجم نے حضرت کو ضربت لگائی تو آپ نے وصیت فرمائی اور فرمایا کہ مجھ کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان ہونے والے اختلافات کی خبر دی تھی جو آپ کے بعد ہونے والے تھے اور مجھ کو ناکثین و مارقین و قاسطین سے جنگ کرنے کا حکم دیا تھا اور فرمایا تھا کہ: معاویہ اور اس کا بیٹا یزید بادشاہ ہو گا (۳)۔

---

(۱)۔ ینابیع المودۃ۔

(۲)۔ ارجح المطالب، باب ۴، صفحہ ۲۴۳۔

(۳)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۱۸۴ بحوالہ خصائص۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: تم میں سے ایک شخص قرآن کی تاویل پر اسی طرح جنگ کرے گا جس طرح میں نے اس کی تنزیل پر جنگ کی تو حضرت ابو بکر نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہؐ! وہ شخص میں ہوں فرمایا: نہیں پھر حضرت عمر نے پوچھا: میں ہوں؟ فرمایا: نہیں بلکہ وہ ہے جو جوتیاں ٹانک رہا ہے۔

اس وقت حضرت علیؑ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جوتیاں ٹانک رہے تھے(۱)۔

ابن عساکر نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے حضرت نے فرمایا کہ: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو ناکثین ومارقین وقاسطین سے جنگ کرنے کا حکم دیا ہے ناکثین سے طلحہ وزبیر مقصود ہیں اور مارقین سے خوارج نہروان اور قاسطین سے معاویہ مقصود ہے(۲)۔

بخاری نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ: جب مسجد نبوی کی تعمیر ہونے لگی تو ہم لوگ ایک ایک اینٹ لا رہے تھے اور عمار دو دو اینٹیں لاتے تھے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا تو عمار کے جسم سے مٹی جھاڑنے لگے اور فرماتے جاتے تھے کہ: "**وَيح عمّار تَقتُلُه الفِئَةُ البَاغِيَة يَدعُوهُم اِلَى الجَنَّة وَيَدْعُونَه اِلَى النَّار**"(۳)؛ یعنی افسوس کہ عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا یہ ان لوگوں کو جنّت کی طرف بلاتے ہوں گے اور وہ ان کو جہنّم کی طرف بلاتا ہو گا۔

یہ حدیث بلا اختلاف متواتر ہے اور علمائے فریقین نے تسلیم کیا ہے اور بخاری کے علاوہ مسلم، احمد ابن حنبل وطبرانی وحاکم وسیوطی وغیرہ نے اس کی متعدد راویوں سے روایت کی ہے اور اس میں شک نہیں کہ حضرت عمار کو جنگ صفین میں معاویہ کی فوج نے قتل کیا جس سے ثابت ہوا کہ حضرت علیؑ اور ان کے ساتھی برحق تھے اور معاویہ اور اس کا گروہ باغی اور جہنمی تھا۔

---

(۱)۔ مستدرک حاکم جلد ۳، صفحہ ۱۲۳، وکنز العمال، جلد ۶، صفحہ ۱۵۵ وازالۃ الحق مقصد ۲، صفحہ ۲۵۶ وصواعق محرقہ باب ۹، صفحہ ۷۴۔

(۲)۔ سیرۃ محمدیہ، صفحہ ۴۵۹ چھاپہ مصر۔

(۳)۔ بخاری، جلد ۲، صفحہ ۹۲۔

جنگ جمل و صفین و نہروان کے متعلق علمائے اہل سنّت کی رائیں

علامہ محمد ابن عبد الکریم شہرستانی شافعی نے اپنی کتاب ملل و نحل میں دسویں وجہ خلاف میں لکھا ہے کہ دسواں اختلاف حضرت امیر المومنینؑ کے زمانے میں واقع ہوا سب سے پہلے گروہ ناکثین یعنی طلحہ اور زبیر نے حضرت عائشہ کو ساتھ لے کر حضرت پر خروج کیا اور جنگ جمل واقع ہوئی اس کے بعد قاسطین یعنی معاویہ اور عمرو عاص وغیرہ نے خروج کیا اور جنگ صفین واقع ہوئی اس کے بعد مارقین یعنی خوارج نہروان کی جنگ ہوئی غرض یہ کہ ہر جنگ میں علیؑ حق کے ساتھ اور حق علیؑ کے ساتھ تھا۔

امام عبد القادر جرجانی نے کتاب الامامت میں لکھا ہے کہ: ”اَجمَعَ فُقهاء الحِجاز والعِراق مِن فَرِيقِ اَهل الحديث وَالرائ و مِنهُم مالِك والشّافِعِي وابُوحَنِيفه و احمد والاَوزاعِي والجَمهُورِ الاعظَم مِنَ المُتكلّمِين مِن المُسلِمين عَلى انّ علياعَلَيْهِ السَّلام مُصِيب فى قتاله لأهلِ الصفين كماهُو مُصِيب فِى اهل الجمل واِنَّ الَّذِين قاتَلُوهُ بغاة ظالِمُون“۔

یعنی حجاز اور عراق کے اہل حدیث اور اہل رائے دونوں فریق کے فقہا نے اور انھیں میں سے مالک اور ابو حنیفہ اور شافعی اور احمد اور متکلمین کے جمہور اعظم ہیں اس امر پر اجماع کیا ہے کہ صفین اور جمل والوں سے جنگ کرنے میں حضرت علیؑ حق پر تھے اور جن لوگوں نے حضرت سے جنگ کی باغی تھے (۱)۔

---

(۱)۔ نصائح کافیہ، صفحہ ۲۵۔

شاہ عبد العزیز صاحب تحفہ اثنا عشریہ باب میں لکھتے ہیں کہ سارے اہل سنّت کا اجماع ہے کہ معاویہ ابن ابوسفیان حضرت امیر المومنینؑ کی خلافت کی ابتداء سے اس وقت تک کہ حضرت امام حسنؑ سے صلح ہوئی باغی تھے اور امام وقت کی اطاعت سے باہر تھے۔

نیز شاہ صاحب نے تحفہ باب میں لکھا ہے کہ حضرت علیؑ سے عداوت وبغض کے سبب سے جنگ کرنے والے اہل سنّت کے نزدیک بالا جماع کافر تھے۔

اسی طرح نواب صدیق صاحب نے بغیۃ الرائد، صفحہ ۱۹ میں اور مولوی عبد القادر صاحب نے فوائد قادریہ صفحہ ۸۵ میں اور بہت سے علماء نے اپنی کتابوں میں فیصلہ کیا ہے کہ معاویہ اور اصحاب جمل حضرت علیؑ سے جنگ کرنے میں باغی تھے۔

علامہ ابن عقیل نے لکھا ہے کہ: سردار فئۃ باغیہ معاویہ کے بارے میں مسلمانوں میں تین فرقے ہوگئے ہیں ایک فرقہ نے ان کے فاسق اور باغی ہونے کا حکم دیا ہے اور ان سے بغض کو واجب قرار دیا ہے اور ان کی تعظیم اور رضامندی کو منع کیا ہے اور یہی اہل حق وہدایت یافتہ ہیں۔

دوسرے فرقہ نے کچھ حق کو پہچانا ہے اور معاویہ کی سرکشی وطغیان اوران کے گناہوں کا اقرار کیا ہے لیکن بعض شبہات کی بناپر ان کی تفسیق وبغض سے گریز کرتا ہے اور اس نے گمان کیا ہے کہ آخرت کی سلامتی ونجات احتیاط ہی میں ہے لہٰذا اس نے احقاق حق اور ابطال باطل سے خاموشی اختیار کی ہے۔

تیسرے فرقہ نے ان کی طرف ایسی خوبیاں منسوب کی ہیں جو ان میں نہ تھیں اوران کے فضائل ومناقب میں حدیثیں گڑھی ہیں اور ان کے گناہوں کو نیکیوں سے بدلتے ہیں اور بسبب عناد وتعصب کے ان کو دین میں ایک ایسا مقام عطا کرنا چاہتے ہیں جو مقام خدا نے ان کو عطا نہیں کیا اور ان کے خلاف نہ کوئی دلیل سنتے ہیں نہ کوئی حجّت قبول کرتے ہیں ان کی شان میں جو متواتر خبریں وارد ہوئی ہیں ان کو تاویل سے دفع کرتے ہیں اور آحاد کی تضعیف کرتے ہیں تاکہ روح حق کو فنا

کردیں اور باطل کی روح کو زندہ کریں اور ان کے بہت سے اتباع و مرید ہیں جو اقطار عالم میں پھیلے ہوئے ہیں الخ (۱)۔

افسوس ہے کہ آج دنیا میں اسی تیسرے فرقہ کے مسلمانوں کی اکثریت ہے۔

جنگِ نہروان

مسعودی نے لکھا ہے کہ: پھر خوارج ومارقین نے خروج کیا اور اس طرح دین سے نکل گئے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے تو حضرت نے ان سے مقامِ نہروان میں جنگ کی اور ان میں کے چار ہزار کو قتل کیا ان کے صرف چار آدمی زندہ بچے اور دنیا کے گوشوں میں چلے گئے اور اپنی نسلیں بڑھائیں اب قیامت تک جتنے بھی خارجی پیدا ہوں گے انھیں چاروں کی نسل سے ہوں گے۔

حضرت امیر المومنینؑ اور آپ کے طرف داروں نے فیصلۂ حکمین کو مسترد کر دیا جو کہ سراسر مکاری و بے دینی پر مبنی تھا اور معاویہ پر دوبارہ فوج کشی کی تیاری میں مشغول ہوئے ناگاہ آپ کو خبر ملی کہ خوارج نے مقامِ نہروان میں فوج جمع کی ہے اور مسلمانوں کو ستا رہے ہیں۔ حضرت بھی ان کے مقابلے کے لیے روانہ ہوئے اور نہروان میں پہونچ کر قیس ابن سعد ابن عبادہ اور ابو ایوب انصاری کو خوارج کی طرف روانہ کیا ان لوگوں کے سمجھانے سے بعض نے حضرت کی اطاعت قبول کر لی اور بعض کوفہ اور مدائن کی طرف چلے گئے اور خوارج کی فوج میں چار ہزار آدمی رہ گئے۔ حضرت نے اپنی فوج کو ہدایت فرمائی کہ جنگ میں تم پہل نہ کرنا ناگاہ خوارج کے لشکر نے حضرت کی فوج پر حملہ کر دیا اور جنگ شروع ہوگئی آخر سب کے سب مارے گئے (۲)۔

اس جنگ میں حضرت کی طرف کے نو آدمی شہید ہوئے اور خوارج کے چار یا نو آدمی زندہ بچے باقی سب مارے گئے۔ جنگ ختم ہونے کے بعد حضرت نے حکم دیا کہ ذوالثدیہ کو تلاش کرو وہ

---

(۱)۔ نصائح کافیہ، صفحہ ۴۔

(۲)۔ اخبار الطوال، صفحہ ۱۹۴۔

ایک گڈھے میں پڑا ہوا ملا اس کا نام حرقوص ابن زہیر بجلی تھا اس کا ایک ہاتھ عورت کے پستان کی شکل کا تھا جب کھینچا جاتا تو ہاتھ کے برابر لمبا ہو جاتا اور چھوڑ دیا جاتا تو سکڑ کر پستان کی شکل کا ہو جاتا۔ حضرت نے جنگ کے قبل اس کے قتل کی خبر دی تھی جب اس کی نعش ملی تو حضرت نے فرمایا: ''اَللّٰہُ اَکبَر مَاکَذِبتُ وَلاکُذِّبتُ''۔

رجعت شمس

جنگ نہروان سے واپسی میں حضرت کا گذر بابل کی طرف ہوا جس وقت آپ نے دریائے فرات کو عبور کرنا چاہا نماز عصر کا وقت تھا حضرت نے اپنے چند اصحاب کے ساتھ نماز پڑھ لی لیکن اور سارے اصحاب اپنے جانوروں کو دریا پار کرانے میں مشغول رہے یہاں تک کہ آفتاب ڈوب گیا اور ان کی نمازیں قضا ہو گئیں وہ لوگ آپس میں تذکرہ کرنے لگے جس کو حضرت نے بھی سنا اور خدا سے دعا کی کہ: میرے اصحاب کے لیے آفتاب کو پلٹا دے! آفتاب اتنا اونچا ہوا کہ وقت نمازِ عصر آگیا۔ جب سب نماز پڑھ چکے تو پھر ڈوب گیا اور اس سے ایسی ہول ناک آواز پیدا ہوئی کہ لوگوں پر خوف طاری ہو گیا اور وہ تسبیح و تہلیل میں مشغول ہو گئے (۱)۔

سندھ پر لشکر کشی

حضرت امیر المومنینؑ نے حارث ابن مرہ عبدی کی سرکردگی میں ایک لشکر ملک سندھ کی طرف بھیجا اس نے جہاد کر کے بہت مال غنیمت حاصل کیا یہاں تک کہ ایک دن میں ایک ہزار غلام غنیمت میں تقسیم ہوئے وہ اسی طرح فتح کرتا اور بڑھتا رہا یہاں تک کہ سرزمینِ قیقان میں شہید ہوا (۲) یہ واقعہ سنہ ۳۹ھ کا ہے۔

(۱)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۱۷۵ و شواھد النبوت ملا جامی، صفحہ ۱۶۷۔

(۲)۔ ارجح المطالب، صفحہ ۱۷۵ بحوالہ کامل ابن اثیر، جلد ۳، صفحہ ۱۵۲ و فتوح البلدان بلاذری ذکر فتوح السندھ، صفحہ ۴۳۸۔

آل شنشب جو موالیانِ امیر المومنینؑ اور دوست دارانِ اہل بیتؑ سے تھے وہ ہندوستان کے قریبی اور سرحدی مقامات پر قابض و متصرف تھے اس خاندان کا پہلا شخص شنشب تھا جس نے قدیمی بدھ مذہب ترک کر کے دست حق پرست امیر المومنینؑ پر اسلام قبول کیا تھا اور حضرت نے اس شخص کو اپنی جانب سے ان [کو] اطراف کا حاکم بنایا تھا(۱)۔

واضح ہو کہ امام فن تاریخ احمد ابن یحییٰ ابن جابر بغدادی بلاذری تقریباً حضرت امام حسن عسکریؑ کا ہم عصر تھا یہ شخص مورخین میں بلند پایہ رکھتا ہے اس کی کتاب فتوح البلدان کتب اسناد میں شمار کی جاتی ہے اس کتاب کے علاوہ عہد امیر المومنینؑ میں فتح سندھ کا ثبوت کئی معتبر اور مستند تاریخوں سے ملتا ہے جن کے اسماء درج ذیل ہیں: تاریخ الرسل والملوک ابو جعفر محمد ابن جریر ابن یزید طبری تاریخ کبیر طبری و تاریخ التمدن الاسلامی جرجی زیدان مسیحی۔

ڈاکٹر سید محمد جعفر صاحب ڈپلوم لینڈوزتھ ام/ڈی/بل/جی/برلن وایم/آر/اے/اس/ای لندن لکھتے ہیں کہ: احمد ابن یحییٰ بلاذری ہم عصر امام یازدہم اپنی کتاب فتوح البلدان صفحہ ۴۳۵ مطبوعہ مصر میں لکھتے ہیں کہ: اوائل ۳۸ھ میں باشارہ امام اول وبفرمانِ مبارک مرتضوی آپ کے مشہور جنرل حارث ابن مرہ عبدی سولہ ہزار کی فوج کے ساتھ ساحل سندھ پر جہاں آج کراچی آباد ہے اور اس وقت اس کا نام کراجہ تھا لنگرانداز ہوا اور فوج کو اتارا اور ایک دن میں کراجہ فتح کر لیا اور اس کو مستقر بنا کر اندرونِ ملک میں ساکر تک فتح کیا اور مستقر مقام کو حیدر آبار نام دیا کیونکہ یہ شخص نیم ایرانی اور نیم عرب تھا الخ۔

اس کے بعد ڈاکٹر صاحب موصوف نے تاریخ فرشتہ اور چند انگریز مورخین کی کتابوں کے حوالے نقل کیے ہیں جو حسبِ ذیل ہیں: حوالہ تاریخ ہائے مغربی، پروفیسر اشتروتھ من، کتاب دی سولفتر شیعہ لائبرگ شہر جرمنی یونیورسٹی ۱۸۰۰ء۔

---

(۱)۔ طبقات ناصری الطبقۃ السابعہ السلاطین الشنشبانیہ وملوک الغور، صفحہ ۳۹ مطبوعہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال ۱۸۶۴ء۔

۲۔ پروفیسر الفرڈ کیو مرفان کتاب دی ہر شندے ایڈیشن دس اسلام مطبوعہ یونیورسٹی گا ئجن ۱۸۶۸ء(۱)۔

فارس اور کرمان پر لشکر کشی

۳۹ھ میں فارس اور کرمان والوں نے خراج دینا بند کر دیا تو حضرت نے زیاد کو چار ہزار کے لشکر کے ساتھ روانہ کیا اس نے فارس اور کرمان کو کچل دیا اور سر کر لیا(۲)۔

جنگ نہروان کے بعد حضرت نے شام والوں سے ایک فیصلہ کن جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ اس لیے کہ حضرت کو خوارج کی جنگ میں مشغول پا کر معاویہ کی چیرہ دستیاں بڑھتی جا رہی تھیں وہ آپ کے مقبوضہ علاقوں پر فوجیں بھیجتا اور لوٹ مار کرتا لیکن حضرت کی فوج کے اکثر لوگوں نے کاہلی اور سستی ظاہر کی اور کہا کہ تیر ختم ہو چکے ہیں اور تلواریں کند ہو گئی ہیں ذرا چند روز مہلت دیجیئے تو بہتر تیاری کے ساتھ تازہ دم ہو کر لڑیں۔ ادھر آپ کی فوج کی تساہلی اور بد دلی اور ادھر شام والوں کی شرارت آپ کی سخت پریشانی کا سبب بنی ہوئی تھی جس کا سبب یہ تھا کہ وہ سر کشان عرب جنھوں نے اسلام اور پیغمبر اسلامؐ کے سامنے سر نہ جھکانے کا عہد کیا تھا اور اس آن پر وہ اپنی آخری طاقت بھی صرف کر رہے تھے امیر المومنینؑ کی تلوار نے ان کو ان کے مقصد میں کامیاب نہ ہونے دیا اور اس طرح کچل ڈالا کہ وہ اسلام قبول کرنے پر مجبور ہوئے۔

وہ حضرت کے دوست کب ہو سکتے تھے؟ ان کے دلوں میں انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی پھر تین دور خلافت میں دولت و حکومت سے ان کو بنی ہاشم کے مقابلہ میں اچھی طرح مضبوط کر دیا گیا اور ممالک اسلام میں ان کا اقتدار قائم ہو گیا تھا جس کے نتائج ظاہر تھے ادھر امیر المومنینؑ کی بیعت عمل میں آئی اور ادھر ہر طرف بغاوت کے نشان بلند ہو گئے پھر مشکل یہ تھی کہ جن

---

(۱)۔ منقول از عزاداری کی تاریخ مصنفہ علامہ سید سبط الحسن ہنسوی، صفحہ ۲۳۔

(۲)۔ طبری جلد ۴ صفحہ ۱۰۵ چھاپہ مصر۔

لوگوں نے آپ کی بیعت کی اور وفاداری واطاعت کا حلف اٹھایا ان میں بھی مخلص بہت کم اور منافق وطالب دنیا زیادہ تھے اور سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ جنگ کے موقع پر جو مالی منفعت مسلمانوں کو ہوا کرتی تھی وہ بھی یہاں مفقود تھی معاویہ کی فوج جب مسلمانوں کے ملک پر حملہ کرتی تو جو جنگ کرتا اس کو بھی اور جو جنگ نہیں کرتا اس کو بھی لوٹتی، شہروں اور آبادیوں کو تباہ کرتی بچوں اور عورتوں کو گرفتار کرتی۔

لیکن حضرت کی فوج کو ہدایت تھی کہ دیکھو تمہارا مقصد صرف دین خدا کی خدمت اور شر وفساد کا مٹانا ہونا چاہیے لہٰذا جب تک دشمن حملہ نہ کرے تم پہل نہ کرنا جو جنگ نہ کرے اس پر حملہ نہ کرنا کسی آبادی کو نہ لوٹنا، عورتوں اور بچوں، بیمار اور بوڑھوں اور زخمیوں کو اذیّت نہ دینا کسی کا مال نہ لوٹنا کسی کے گھر میں نہ گھُسنا اور میدانِ جنگ میں جو مالِ غنیمت ہاتھ آتا تھا اس کو بھی مقتولین کے ورثہ کو واپس دلوا دیتے تھے جیسا کہ جنگ جمل کے بیان میں گذرا۔ ایسی صورت میں آپ کی فوج کو کوئی دنیاوی منفعت حاصل نہیں ہوتی تھی اور اگر ہوتی بھی تھی تو بہت قلیل اور ظاہر ہے کہ خدا کی راہ میں بغیر منفعت دنیا کے صرف ثواب آخرت کی امید میں جان دینے والے کتنے ہو سکتے ہیں؟۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لشکر میں بھی صرف رضائے خدا کے لیے جنگ کرنے والے بہت کم تھے اور منافقین اور غنیمت کے لالچ میں جہاد کرنے والوں کی تعداد زیادہ تھی لیکن فرق یہ تھا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی لڑائیاں مشرکین سے تھیں جن کے مال پر تصرف مسلمانوں کے لیے بلا اشکال جائز تھا اور جو غنائم جنگ میں ہاتھ آتے تھے وہ ان میں تقسیم کر دیئے جاتے تھے اور حضرت علیؑ کی جنگ منافقوں سے تھی جن سے آپ مطابق حکم خدا اور رسولؐ رفع بغاوت وشر کے

لیے جہاد فرماتے تھے۔ جیسا کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ: ﴿فَإِنۢ بَغَتۡ إِحۡدَىٰهُمَا عَلَى الۡأُخۡرَىٰ فَقَـٰتِلُواْ الَّتِي تَبۡغِي حَتَّىٰ تَفِيٓءَ إِلَىٰٓ أَمۡرِ اللَّهِ﴾(۱)۔

یعنی اگر ان میں سے ایک فریق دوسرے پر زیادتی کرے تو تم اس سے لڑو یہاں تک کہ وہ حکم خدا کی طرف رجوع کرے۔

لہٰذا آپ مطابق حکم شریعت صرف اس کو سزا دیتے تھے جو بغاوت کرتا تھا لیکن اس کے مال و اسباب و بیوی بچوں سے تعرض نہیں کرتے تھے اس لیے آپ کی فوج جہاد میں کوتاہی کرتی تھی سواء ان مخصوصین کے جو خدا کی راہ میں مرنا اور مارنا اور اطاعت امام زمانہؑ فرض سمجھتے تھے اور وہ بہت کم تھے۔

بخلاف لشکرِ شام کے جس کو دین و ایمان و قرآن و شریعت سے کوئی لگاؤ نہ تھا اور جو آنکھیں بند کر کے بے مہابہ صحابہ و تابعین و علماء و صالحین اور مسلمانوں کو قتل کرتا لوٹتا پھونکتا تھا لہٰذا اس کے ساتھی زیادہ تھے اور ان کے حوصلے بلند تھے وہ حضرت کے مقبوضہ علاقوں پر تاخت کر کے لوٹ مار کر کے اور جب حضرت کی فوج پہونچتی تو بھاگ جاتے تھے یہی سلسلہ سنہ ۴۰ھ تک رہا۔ سنہ ۳۸ھ میں معاویہ نے عمرو عاص کو چھ ہزار سواروں کے ساتھ مصر کی طرف روانہ کیا۔ مصر میں اس وقت حضرت امیر المومنینؑ کی طرف سے محمد ابن ابو بکر حاکم تھے محمد نے جب عمرو عاص کی آمد کی خبر سنی تو حضرت امیر المومنینؑ کو اطلاع دی حضرت اس وقت خوارج کی جنگ میں مشغول تھے۔

آپ نے جناب مالک اشتر کو محمد کی کمک پر روانہ کیا جب معاویہ کو جناب مالک اشتر کی روانگی کی خبر ملی تو بہت گھبرایا اور عریش کے زمین دار کو لکھا اگر تم کسی تدبیر سے مالک کا کام تمام کر دو تو میں باقی ماندہ خراج معاف کر دوں گا۔ جب مالک اشتر اس گاؤں کے قریب پہونچے تو اس

---

(۱)۔ پارہ ۲۶، سورۂ حجرات، آیت ۹۔

نے استقبال کیا اور اپنے گھر مہمان کیا اور شہد میں زہر ملا کر پلا دیا جس سے وہ شہید ہو گئے اور مصر تک نہ پہونچ سکے۔

عمرو عاص جب مصر پہونچا تو محمد ابن ابو بکر کے مقابلہ کو نکلے آخر زخمی ہو کر گرفتار ہوئے تو ان کو گدھے کی کھال میں لپیٹ کر جلا دیا گیا حالانکہ وہ پیاسے تھے اور پانی طلب کر رہے تھے لیکن پانی بھی نہیں پلایا گیا جب ان کو آگ میں ڈالا جانے لگا تو انھوں نے کہا کہ: اگر تم لوگ مجھ کو جلاتے ہو تو کیا خوف ہے؟ کتنے اولیاء اللہ آگ میں جلائے گئے ہیں خدا اس آگ کو مجھ پر گلزار کر دے گا اور تم لوگوں پر ہمیشہ کے لیے مسلّط کر دے گا جو کبھی خاموش نہ ہوگی۔ جب ان کی موت کی خبر حضرت عائشہ کو ہوئی تو بہت دردمند اور غمگین ہوئیں اور ہر نماز کے بعد معاویہ اور عمرو عاص کے لیے بددعا کرتی تھیں (۱)۔

پھر ۳۹ھ میں ضحاک ابن قیس کو تین ہزار سواروں کے ساتھ واقصہ کی طرف بھیجا اور ہدایت کی کہ جو دیہات علی کے طرف دار ملیں ان کو لوٹتے جاؤ چنانچہ وہ دیہاتوں کو لوٹتا اور لوگوں کو قتل کرتا ہوا چلا یہاں تک کہ ثعلبیہ میں پہونچا اور حضرت امیر المومنینؑ کے اسلحہ خانہ کو لوٹا اور جو مال و اسباب تھا سب لے لیا پھر آگے بڑھا اور قطقطانہ پہونچا وہاں حضرت کے لشکر کے سردار عمرو ابن عمیس ابن مسعود سے ملاقات ہو گئی وہ اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ حج کرنے جارہے تھے۔ ضحاک نے ان کا سارا سامان لوٹ لیا اور حج کے سفر سے روک دیا یہ خبر حضرت امیر المومنینؑ کو ملی تو آپ نے حجر ابن عدی کندی کو چار ہزار سواروں کے ساتھ روانہ کیا مقام تدمر میں انھوں نے ضحاک کو پکڑ لیا اور اس پر حملہ کر دیا دن بھر جنگ ہوئی۔ معاویہ کی طرف کے انیس آدمی مارے گئے اور ان کی طرف کے دو آدمی مارے گئے یہاں تک کہ رات آگئی تو شب کی تاریکی میں ضحاک بھاگ گیا جناب حجر کامیابی کے ساتھ واپس آگئے (۲)۔

---

(۱)۔ طبری جلد ۴، صفحہ ۷۸ چھاپہ مصر۔
(۲)۔ طبری جلد ۴، صفحہ ۱۰۴ مصر۔

سنہ ۴۰ھ میں معاویہ نے بسر ابن ارطاۃ کو تین ہزار سواروں کے ساتھ مکّہ اور مدینہ کی طرف بھیجا مدینہ میں ابو ایوب انصاری، حضرت امیر المومنینؑ کی طرف سے حاکم تھے جب انھوں نے بسر کے آنے کی خبر سنی تو اس کے مقابلہ کی طاقت نہ پاکر کوفہ روانہ ہوگئے بسر مدینہ میں داخل ہوا اور منبر پر بیٹھا اور کہا کہ: اگر معاویہ نے منع نہ کیا ہوتا تو تم میں سے ایک شخص کو بھی میں زندہ نہ چھوڑتا پھر سب سے بیعت لی اور مکہ چلا گیا اور مکہ سے یمن پہونچا۔ یمن میں حضرت امیر المومنینؑ کی طرف سے عبید اللہ ابن عباسؓ حاکم تھے جب بسر پہونچا تو وہ موجود نہ تھے لیکن ان کے دو کمسن بچے اس کو مل گئے اس نے ان دونوں کو ذبح کر دیا اور یمن میں بہت سے شیعیان امیر المومنینؑ کو قتل کیا یہ خبر جب حضرت امیر المومنینؑ کو پہونچی تو حضرت نے جاریہ ابن قدامہ اور وھب ابن مسعود کو دو ہزار فوج کے ساتھ روانہ کیا ان لوگوں نے جاکر بہت سے معاویہ کے طرف داروں کو قتل کیا اور بسر اپنے ساتھیوں کے ساتھ بھاگ نکلا(۱)۔

سنہ ۳۹ھ کے اواخر میں حضرت نے شام پر چڑھائی کا انتظام شروع کیا تو فوج نے بد دلی اور کاہلی ظاہر کی آپ نے فوج کی بد دلی دیکھ کر ایک مجمع عام میں خطبہ فرمایا اور لوگوں کو تساہلی پر ملامت کی تو ہر طرف سے لوگ کھڑے ہوگئے اور عرض کیا کہ: ہم لوگ حاضر ہیں جہاں حکم ہو چلیں تو حضرت نے حارث ہمدانی کو نشان دے کر حکم دیا کہ جاکر رحبہ کے میدان میں ٹھہرو اور لوگوں کو حکم دیا کہ جاکر جمع ہوں لیکن وہی جائے جو اپنے ارادہ میں پختہ اور سچّا ہو۔ پھر دوسرے دن صبح کی نماز پڑھ کر آپ تشریف لے گئے کہ فوج کا حال معلوم کریں تو معلوم ہوا کہ صرف تین سو آدمی پہونچے ہیں جس سے آپ کو بڑا صدمہ ہوا۔ حجر ابن عدی اور قیس ابن قیس ہمدانی نے عرض کیا کہ: مولا! لوگوں کو چلنے پر مجبور کیجئے تو حضرت نے معقل ابن قیس کو حکم دیا کہ جاؤ اور کوفہ کی گلیوں

(۱)۔ طبری، جلد ۴، صفحہ ۱۰۶ چھاپہ مصر۔

اور بازاروں میں پکارو کہ ہر شخص کو جانا پڑے گا لیکن معقل کی واپسی کے پہلے آپ کی شہادت واقع ہوئی علیہ الصلوۃ والسلام (۱)۔

امیر المومنینؑ نے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا کیا

بعثت سے لے کر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے روز تک حضرت امیر المومنینؑ نے خدا کے دین اور اس کے رسولؐ کی جو خدمتیں کیں دنیا پر ظاہر ہیں۔ ان سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا نہ کوئی ان کی نظیر پیش کر سکتا ہے ان کے ذکر سے قرآن مجید اور احادیث رسولؐ اور اسلام کی تاریخیں بھری پڑی ہیں یہاں تک کہ پروردگار عالم نے شبِ ہجرت آپ کو ''﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡرِىۡ نَفۡسَهُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰهِ‌ؕ ۲۰۷﴾'' کی اور روزِ خندق حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''ایمانِ کل'' کی سند عطا فرمائی۔ حق یہ ہے کہ آج قرآن و شریعت، اسلام و ایمان جو کچھ بھی ہمارے پاس ہے امیر المومنینؑ کی قربانیوں کا نتیجہ ہے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: خداوند عالم نے حضرت موسیٰؑ کو عصا عطا فرمایا اور حضرت ابراہیمؑ پر آگ کو گلزار فرمایا اور حضرت عیسیٰؑ کو کلمات تعلیم کیے جس کے ذریعہ سے وہ مُردوں کو زندہ کرتے تھے اور مجھ کو یہ علیؑ کی ذات عطا فرمائی اور ہر نبی کے لیے ایک معجزہ عطا ہوا ہے یہ علیؑ خدا کا عطا کردہ میرا معجزہ ہے (۲)۔

خداوند عالم نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو عظیم الشان معجزات عطا فرمائے جن کا جواب دنیا تا قیامت نہیں لا سکتی ایک قرآن مجید دوسرے علیؑ کی ذات، اگر انصاف کی نگاہ سے دیکھا جائے تو امیر المومنینؑ کا ہر کارنامہ ایک معجزہ ہے۔

لیکن بعدِ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے کیا کیا ناواقف مسلمانوں کی طرف سے اکثر یہ سوال ہوا کرتا ہے، جہاز کا سفر کرنے والے جانتے ہیں کہ جہاز کا چلانے والا ایک جہازراں ہوتا ہے

(۱)۔ اخبار الطوال، صفحہ ۱۹۵ چھاپہ بغداد۔

(۲)۔ مودۃ القربیٰ، مودۃ ۱۰، حدیث ۱۱۔

جس کا کام صرف جہاز کا چلانا ہوتا ہے۔ جہاز صحیح رُخ کو جا رہا ہے یا غلط، جہاز کو کہاں رُکنا ہے، کتنی دیر رُکنا ہے، طوفان کدھر سے آرہا ہے اس سے کیونکر حفاظت ہوسکتی ہے، سمندر کے اندر کہاں پانی کم ہے کہاں زیادہ ہے، کہاں پہاڑ ہے، جہاز کے مسافروں میں کیا ہو رہا ہے اس کو ان امور سے کوئی تعلق نہیں ہوتا یہ فرائض ناخدا کے ہیں جس کو کپتان کہتے ہیں۔

اگرچہ اسلام میں ناخدا اور جہازراں کے فرائض جدا جدا نہ تھے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کشتی اسلام کے خود ہی ناخدا بھی تھے اور جہازراں بھی۔ لیکن بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب صحابہ نے بحیلہ و تدبیر کشتی اسلام کی جہازرانی اپنے ہاتھ میں لے لی تو حضرت امیر المومنینؑ کی حیثیت ناخدا کی ہوگئی۔ دولت و حکومت انسان چھین سکتا ہے لیکن خدا کا دیا ہوا عہدہ کوئی چھین نہیں سکتا۔ تخت خلافت پر بیٹھنے والے جب مشکلوں میں مبتلا ہوئے تو شرعی یا سیاسی کون سی مشکل تھی جس کو مشکل کشا نے حل نہ کیا اور کون سا عقدہ تھا بوتراب نے اپنے ناخن تدبیر سے جس کی گرہ کشائی نہ کی۔ یہاں تک کہ حضرت عمر **"لَولَا عَلِی لَھَلَکَ عُمَر"** اور **"اَللّٰھُمَّ لَا تَنزِل بِی شَدِیدَۃ اِلَّا وَ اَبُوالحَسَن فِی جَنبِی"** کہتے ہوئے دنیا سے گذر گئے۔

ملا مبین صاحب فرنگی محلی نے وسیلۃ النجات، صفحہ ۱۴۶ میں لکھا ہے کہ **"در مسائل دینیه مفتی خلفاء سابقین و در تدبیرات ملکیه معلم ایشان سید المرسلین بود و همه معترف بمناقب و فضائل وے علیه السلام بودند"**۔

یعنی حضرت امیر المومنینؑ مسائل دینیہ میں خلفاء سابقین کے مفتی تھے (یعنی وہ لوگ حضرت کے فتویٰ پر عمل کرتے تھے) اور سیاست ملکیہ اور انتظامات حکومت میں خلفائے ثلٰثہ کے معلم اور استاد تھے اور سب حضرت کے فضائل و مناقب کے معترف تھے۔

علامہ ابن ابی الحدید معتزلی شرح نہج البلاغہ جلد ۱، صفحہ ۷ میں لکھتے ہیں کہ: حضرت علیؑ کی رائے سب لوگوں سے زیادہ صائب اور مضبوط ہوتی تھی اور آپ کی تدبیر سب سے زیادہ مفید اور مناسب ہوتی تھی۔ چنانچہ روم اور ایران کی جنگ میں جب حضرت عمر نے خود جانے کا ارادہ کیا تو

حضرت علیؑ نے روکا اور ایسی مناسب وجہ بیان فرمائی کہ حضرت عمر نے فوراً قبول کر لیا اور شکر گذار ہوئے۔ نیز حضرت نے حضرت عثمان کو بھی ایسے قیمتی مشورے دیئے کہ اگر وہ قبول کر لیتے تو ساری پریشانیوں اور مصائب سے نجات مل جاتی۔

آپ کے دشمنوں نے جو مشہور کر رکھا ہے کہ آپ صاحب رائے نہ تھے اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت دین و شریعت کے بہت سخت پابند تھے خلاف شرع باتوں کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے تھے خواہ دنیاوی حیثیت سے وہ کتنی ہی مفید کیوں نہ ہوں آپ خود فرماتے تھے کہ: "**لَوْلَا الدِّینُ وَالتُّقَیٰ لَکُنْتُ اَدھَیٰ العَرَب**"؛ یعنی اگر دین اور پرہیز گاری مانع نہ ہوتی تو عرب میں کوئی شخص چالاکی میں مجھ سے سبقت نہ لے جاتا۔

لیکن حضرت کے علاوہ جو خلفاء تھے مصلحت دنیوی کو دین پر مقدم کرتے تھے اور اپنے مقصد کے مطابق جس امر کو مفید پاتے اسی کو اختیار کرتے خواہ وہ مذہب کے موافق ہو یا مخالف اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص عمل میں آزاد ہو اور اپنے مقصد کے پیش نظر شرعی پابندی کا کوئی لحاظ نہ کرے وہ یقیناً اس شخص سے زیادہ کامیاب رہے گا جو پابندِ شرع ہو۔

پھر لکھا ہے کہ: بڑی کامل سیاست والے اور خدا کے معاملہ میں بہت سخت تھے اپنے چچا زاد بھائی ابن عباس کو ایک مقام کا حاکم بنایا اور جب ان سے کچھ نامناسب باتیں ظاہر ہوئیں تو سخت باز پُرس کی۔ اسی طرح آپ کے حقیقی بھائی (حضرت عقیل نے اپنا گذارہ بڑھانے کی درخواست کی تو آپ نے ان کی درخواست مسترد کر دی۔ غرض یہ کہ خلاف شریعت چلنے والوں کی آپ نے کبھی رعایت نہ کی اور کسی قرابت و خصوصیت کا کبھی لحاظ نہ کیا۔

آپ کے سیاسی کارناموں سے جنگ جمل و صفین و نہروان بھی ہے جو آپ کی ابتدائے دورِ خلافت سے آخر تک جاری رہی اور آپ سب میں نہایت درجہ بہادری اور استقلال کے ساتھ فریضہ جہاد فی سبیل اللہ ادا کرتے رہے اور کامیاب ہوتے رہے اگر آپ سے ان واقعات کا بہت

قلیل حصّہ بھی ظاہر ہوتا تو آپ کے کمال سیاست کے ثبوت کے لیے کافی تھا چہ جائیکہ وہ کثیر واقعات جو آپ کی خلافت میں رونما ہوئے اور آپ نے تنہا ان کا مقابلہ کیا اور باوجود کثرت مخالفین کے کبھی آپ گھبرائے نہیں نہ آپ کے امور میں کوئی ضعف پیدا ہوا اور امورِ سیاست میں آپ کے بے مثال ہونے کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ ان لڑائیوں میں آپ سے اور آپ کے انصار سے جو قوّت و شجاعت، دبدبہ و شوکت سکون واطمینان، دشمن کی سرکوبی وباطل کی شکست ظاہر ہوئی دنیا کے کسی بڑے سے بڑے سیاست دان سے بھی وہ باتیں ظہور میں نہ آئیں۔

واضح رہے کہ مقصد اور نظریوں کے اختلاف سے فتح وشکست کا مفہوم بھی بدلتا رہتا ہے جن لوگوں کا مقصد زندگی دنیا ہے ان کی فتح کامیابی دنیا ہے لیکن جس کا مقصد حفظ وبقائے دین ہے اس کی فتح کامیابی دین ہے۔

فدک کا علاقہ جب صلح کے ذریعہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہوا تو خداوند عالم نے اپنے رسولؐ پروحی نازل فرمائی کہ "﴿وَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ ۲۶﴾" سورۂ بنی اسرائیل پارہ ۱۵ آیت ۲۶؛ یعنی اے رسول! صاحبانِ قرابت کو ان کا حق دے دو تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرئیل امینؑ سے پوچھا کہ وہ میرے قرابت دار کون لوگ ہیں جن کو فدک دینے کا حکم ہوا ہے؟

حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ: وہ فاطمہؑ ہیں ان کو فدک دے دیجئے۔

چنانچہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہراؑ کو بلایا اور فدک کی سند لکھ دی (۱)۔

بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس فدک کو حضرت ابو بکر نے چھین لیا جس پر حضرت معصومہ نے استغاثہ کیا اور ابو بکر سے ناراض ہوئیں۔ یہاں تک کہ اسی عالم میں انتقال فرمایا۔ اور فدک کا مسئلہ

---

(۱)۔ معارج النبوۃ رکن ۴، صفحہ ۲۲۷ و تفسیر دُرِ منثور سیوطی جلد ۴، صفحہ ۱۷۷ وغیرہ۔

قیامت تک کے لیے مسلمانوں کے دو بڑے گروہ میں ایک معرکتہ الآراء مسئلہ بن گیا۔ خداوند عالم تو بلاشک وریب عالم الغیب ہے اس کو معلوم تھا کہ فدک کا حشر کیا ہوگا اور حضرت فاطمہ زہراؑ اور ان کی اولاد تا قیامت اس سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکے گی۔ پھر اس نے علاقۂ فدک حضرت معصومہؑ کو کیوں دلوایا اگر ہم ایسا کام کرتے تو کہہ سکتے تھے کہ ہم کو انجام کی خبر نہ تھی لیکن خدا تو انجام سے باخبر تھا اس نے ایسا کام کیوں کیا؟

پروردگار عالم نے حضرت فاطمہ زہراؑ کو فدک دے کر قیامت تک کے لیے امّت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں میں حق وباطل کے پرکھنے کا ایک معیار دے دیا فدک چھیننے والے فدک لے کر سمجھے کہ فتح ہماری ہوئی کہ ایک علاقہ مل گیا لیکن پروردگار عالم نے کہا کہ: فتح ہماری ہے کہ ہم نے طالبانِ حق کے لیے حق وباطل کے پرکھنے کا ایک معیار قائم کر دیا یہ تھی سیاستِ الٰہیہ۔

اسی طرح حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناکثین و قاسطین ومارقین سے حضرت امیر المومنینؑ کی جنگ کے متعلق پیشگوئیاں کی تھیں بلکہ حضرت نے امیر المومنینؑ کو ان سے جنگ کرنے کا حکم دیا تھا جیسا کہ ابوایوب انصاری اور خود امیر المومنینؑ کے اقوال گذر چکے کہ ناکثین و قاسطین ومارقین سے جنگ کرنے کا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم لوگوں کو حکم دیا تھا۔ نیز صلح حدیبیہ کے روز جب مشرکین کے اصرار سے آپ کو صلح نامہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لفظ کاٹنا پڑی تو حضرت نے امیر المومنینؑ سے فرمایا کہ: اے علیؑ! تم کو بھی ایک دن ایسا ہی پیش آنے والا ہے (تاریخ طبری جلد ۴، صفحہ ۳۶ وابو الفداء وغیرہ) جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت کو جنگ صفین کا انجام اور مکاری کی صلح کا حال معلوم تھا پھر حضرت نے امیر المومنینؑ کو جنگ کا حکم کیوں دیا۔

اس کا سبب یہ تھا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر حکومت دنیا پر نہ تھی جیسے بھی حاصل ہو جائے بلکہ آپ کی نگاہ دینِ خدا کے مفاد پر تھی۔ آپ نے حکم دیا کہ: اے علیؑ! تم ناکثین و قاسطین ومارقین سے جنگ کرنا۔ نیز فرمایا کہ: اے علیؑ! "**حَرۡبُکَ حَرۡبِی وَ سِلۡمُکَ سِلۡمِی**"؛ یعنی اے علیؑ!

تمہاری جنگ میری جنگ اور تم سے صلح مجھ سے صلح ہے نیز فرمایا کہ: ہائے عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا یہ اس کو جنّت کی طرف بلاتے ہوں گے اور وہ ان کو جہنم کی طرف بلاتا ہو گا۔

غرض حضرت امیر المومنینؑ نے ان لوگوں سے جنگ کی۔ آخر مجبوراً آپ کو صلح کرنا پڑی۔ معاویہ اور ان کا گروہ یہ سمجھا کہ فتح ہماری ہوئی کہ ہم نے مکرو فریب سے حکومت حاصل کرلی اور امیر المومنینؑ نے کہا کہ: فتح ہماری ہوئی کہ ہم نے منافقین کے مکرو فریب کی جال کو توڑ کر طالبانِ حق کے لیے حق وباطل کے پرکھنے کا معیار قائم کر دیا اور دنیا پر روشن کر دیا کہ یہ وہ باغی گروہ ہے جو خدا اور اس کے رسولؐ سے برسرِ جنگ ہے۔ اور اس طرح اسلام کو ان کے دست برد سے بچالیا۔

حاصل یہ ہے کہ امیر المومنینؑ نے حیاتِ رسولؐ میں مشرکین سے جہاد کرکے اسلام کو بچایا اور بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منافقین سے جنگ کرکے اسلام کی حفاظت کی اور اسلام اور مسلمان تا قیامت امیر المومنینؑ کی قربانیوں کے ممنون احسان رہیں گے۔

بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسلام کی حالت

امام بخاری نے زہری سے ایک روایت نقل کی ہے انھوں نے کہا کہ: **”دَخَلتُ عَلَی اَنَس ابن مالِک بدمشق وَھُو یَبکِی فَقُلتُ ما یُبکِیک؟ فقال لَا اَعرِفُ شیا مِمَّا اَدرَکت اِلَّا ھٰذہ الصَّلوٰۃ قَدضَیَّعَت“**(۱)۔

(۱)۔ بخاری جلد ۱، صفحہ ۷۰ چھاپہ مصر۔

یعنی امام زہری نے کہا کہ: میں دمشق میں انس ابن مالک کے پاس پہنچا تو دیکھا رو رہے ہیں میں نے پوچھا: آپ کیوں رو رہے ہیں؟ انھوں نے کہا کہ: رسول خدا ﷺ سے جو چیزیں ہم نے پائی تھیں ان میں سواء نماز کے اور کوئی چیز ہم نہیں پاتے اور وہ نماز بھی ضائع کر دی گئی۔

مہدی نے غیلان سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ میں نے انس کو کہتے ہوئے سنا کہ: رسول اللہ ﷺ کے زمانے کی کوئی بات آج ہم نہیں پاتے تو ان سے کہا گیا کہ کیوں نماز تو ہے؟ انھوں نے کہا کہ: نماز میں تغیر و تبدل کر کے کیا تم لوگوں نے اس کو ضائع نہیں کر دیا(۱)۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ ابھی اصحابِ رسول ﷺ دنیا میں زندہ ہی تھے یعنی وفات رسولؐ کو بہت زمانہ بھی نہ گذرا تھا کہ صحابہ ٔکرام نے اسلام کو بالکل بدل دیا تھا یہاں تک کہ زمانۂ رسولؐ کی کوئی بات باقی نہ رہی ایک نماز جو رہ گئی تھی اس کو بھی لوگوں نے بدل دیا تھا اور ظاہر ہے اسلام کی عظیم الشان تعلیم حضرت عثمان کے مرنے کے بعد ایک دن میں تو بالکل مٹائی نہیں جاسکتی تھی کیونکہ قوموں کا عروج وزوال تدریجی ہوتا ہے لہٰذا یقیناً بعدِ رسولؐ دین خدا میں فوراً تغیر و تبدّل شروع کر دیا گیا تھا یہاں تک کہ حضرت عثمان کے زمانے تک دین اس طرح مٹ گیا کہ بقول انس زمانۂ رسولؐ کی کوئی ایک بات بھی باقی نہ رہی۔ بس ایک امیر المومنینؑ کی ذات تھی جو اسوۂ رسول پر قائم تھی اور مٹتے ہوئے دین کی حفاظت کی ذمہ دار بھی۔

چنانچہ امام بخاری نے عمران ابن حصین سے روایت کی کہ: انہوں نے بصرہ میں حضرت علیؑ کے پیچھے نماز پڑھی تو کہا کہ: اس شخص نے آج ہم لوگوں کو وہ نماز یاد دلا دی جو ہم حضرت رسول اللہ ﷺ کے پیچھے پڑھتے تھے(۲)۔

---

(۱)۔ بخاری، باب تضییع الصلوٰۃ۔

(۲)۔ بخاری جلد ۱، صفحہ ۹۸ چھاپہ مصر۔

ملا مبین صاحب فرنگی محلی اپنی کتاب وسیلۃ النجات میں لکھتے ہیں کہ: بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں جو ستون دین ہے تغیر و تبدل ہو گیا اور لوگوں نے اس کو بھی ضائع کر دیا اس کے شرائط و حقوق کے ساتھ اس کو بجا نہیں لاتے تھے۔ حضرت علی مرتضیٰ ؑ بمقتضائے ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۲۱﴾ شرائط اور تعدیل ارکان اور حفظ اوقات اور سارے لوازم کے ساتھ جیسی چاہیے نماز بجالائے تھے اور صحابہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز یاد دلائے تھے (۱)۔

غرض اس مختصر کتاب میں اتنی گنجائش نہیں کہ میں امیر المومنین ؑ کی خدمات کی تفصیل پیش کر سکوں۔ بس مختصر یہ ہے کہ اگر امیر المومنین ؑ اور ان کی اولاد طاہرین ؑ کی ہستیاں نہ ہوتیں تو آج روئے زمین پر کوئی خدا کا پہچاننے والا نہ ہوتا لیکن افسوس کہ اہل دنیا نے امیر المومنین ؑ کے عہد خلافت میں آپ کو چند روز بھی آرام سے بیٹھنے نہ دیا کہ آپ اسلام کی بگڑی ہوئی حالت کی پوری اصلاح فرماتے آپ کی بیعت کے دوسرے ہی روز سے جو بغاوت واقع ہوئی لیکن باوجود اس کے آپ نے خدا کے دین کو مٹنے سے بچالیا۔

خدا نے امیر المومنین ؑ کو بہتر اسماء اعظم تعلیم فرمائے تھے

مسعودی نے لکھا ہے کہ: حضرت امیر المومنین ؑ نے ارشاد فرمایا کہ: اسماء اعظم الٰہی تہتر ہیں۔ جس میں سے خدا نے پندرہ اسماء اعظم انبیائے ماسبق کو عطا فرمائے تھے اور بہتر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائے اور یہی بہتر مجھ کو عطا ہوئے۔

منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت نے بعد حمد و ثنائے پروردگار کے فرمایا کہ: ہم لوگوں کو طائروں کی زبان کا علم اور ہر شے عطا ہوئی ہے اور یہ خدا کا فضل عظیم ہے۔

معجزاتِ امیر المومنین ؑ

(۱)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۷۲۔

مسعودی نے لکھاہے کہ منقول ہے کہ: ایک مرتبہ حضرت کے اصحاب میں سے ایک شخص آیااور عرض کیا کہ: دریائے فرات کی طغیانی حد سے تجاور کررہی ہے تو حضرت تشریف لے گئے اور بیچ پل پر کھڑے ہوئے اوراپنے عصا سے پانی پر ایک مرتبہ مارا تو دو ہاتھ پانی کم ہو گیا پھر دوسری مرتبہ مارا تو دوہاتھ کم ہو گیا۔

جنوں کی بیعت

۱۔ابو اسحاق سبیعی سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ: میں مسجدِ کوفہ میں گیا تو وہاں ایک بوڑھے کو دیکھا جس کو میں پہچانتا نہ تھا اس کی آنکھوں سے اشک جاری تھے میں نے کہا: بوڑھے میاں کیوں رورہے ہو؟ اس نے کہا کہ: میری عمر سو سال سے زیادہ ہوئی لیکن میں نے انصاف وعدل نہیں دیکھا سواء ایک شب کے وہ بھی ایک گھنٹہ کے لیے۔ میں نے پوچھا کہ: قصہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ: میں یہودی تھا اور مقام سوراء میں میرا ایک پیشہ تھا ایک مرتبہ میں کچھ غلّہ گدھے پر بار کرکے بیچنے کی غرض سے کوفہ لارہا تھا ناگاہ وہ غلّہ مع گدھے کے غائب ہو گیا جیسے کہ اس کو زمین کھاگئی میں حرث ہمدانی کے گھر پہونچا وہ میرے دوست تھے اور سارا واقعہ بیان کیا حرث نے میرا ہاتھ پکڑا اور امیر المومنینؑ کی خدمت میں لے گئے اور قصّہ بیان کیا۔ حضرت نے فرمایا: حرث اپنے گھر جاؤ غلّہ اور گدھے کا میں ضامن ہوں! پھر حضرت نے میرا ہاتھ پکڑا اور اس مقام تک پہونچے جہاں گدھا گم ہوا تھا اور قبلہ رُخ بیٹھ کر آسمان کی طرف سر اٹھایا پھر سجدہ کیا اس کے بعد فرمایا کہ: خدا کی قسم! اے گروہِ جن تم سے مجھ سے یہ معاہدہ نہ تھا اور اس بات پر تم نے مجھ سے بیعت نہیں کی تھی خدا کی قسم! اگر تم نے اس یہودی کا گدھا اور غلّہ واپس نہ دیا تو تمہارا عہد ٹوٹ گیا پھر میں تم سے خدا کی خوشی کے لیے جہاد کروں گا۔

یہودی نے کہا کہ: خدا کی قسم! ابھی حضرت کا کلام ختم بھی نہ ہوا تھا کہ میں نے دیکھا کہ گدھا مع غلّہ کے میرے پاس کھڑا ہے۔ حضرت اس گدھے کو میرے آگے آگے ہنکاتے ہوئے

چلے اور میں حضرت کے ساتھ چلا یہاں تک کہ رحبہ تک پہونچا حضرت نے فرمایا کہ: اپنا بار اتارو اور شب کا باقی حصّہ یہیں گذارو اور کوئی خوف نہ کرو یہ فرما کر حضرت روانہ ہو گئے اور مسجد میں داخل ہو گئے اور میں نے اپنے گدھے کا بار کھول دیا۔ بعد نماز صبح جب آفتاب کچھ بلند ہوا تو حضرت میرے پاس تشریف لائے اور میرے مال کے بکوانے میں میری مدد فرمائی۔ میں نے جب سارا مال بیچ لیا اور پوری قیمت پالی اور اپنے کاموں سے فُرصت کرلی تو حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ: میں شہادت دیتا ہوں کہ خدا کے سواء کوئی خدا نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے رسولؐ ہیں اور آپ اس امّت کے عالم اور سارے جن وانس پر خلیفۃ اللہ ہیں۔ خداوند عالم آپ کو اسلام واہل اسلام اور اہل ذمہ کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ پھر میں چلا گیا اور اپنے کاروبار میں مشغول ہو گیا ایک مدّت کے بعد مجھ کو حضرت کی زیارت کا اشتیاق پیدا ہوا تو میں آیا یہاں پہونچ کر معلوم ہوا کہ آپ شہید ہو گئے تو میری آنکھوں سے اشک جاری ہو گئے۔

۲؎ (تنبیہ) اس روایت سے معلوم ہوا کہ جس طرح انسانوں نے آپ کی بیعت کی تھی جنوں نے بھی کی تھی اور جائز خلیفۂ رسولؐ وہی ہو سکتا ہے جو جن اور انسان دونوں کا امام ہو۔ کیونکہ قرآن جن و انسان دونوں کے لیے نازل ہوا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن وانس دونوں کی طرف مبعوث ہوئے تھے تو خلیفہ بھی ایسا ہی ہونا چاہیے جو جن وانس دونوں پر حکومت کر سکے۔ لیکن خلفائے ثلٰثہ کے پاس نہ تو جنوں کے مقدمات آتے تھے نہ جنوں نے ان کی بیعت کی تھی۔ جس سے ثابت ہوا کہ وہ جائز خلیفۂ رسولؐ نہ تھے۔

۳؎ روایت کی گئی ہے کہ ایک روز حضرت مسجد کوفہ میں منبر پر خطبہ فرما رہے تھے کہ ایک بہت بڑا اژدھا باب الفیل سے داخل ہوا۔ حضرت نے فرمایا کہ: تم لوگ اس کو راستہ دو یہ جنوں کی ایک قوم کا سفیر ہے جس کو بنی عامر کہتے ہیں، لوگوں نے اس کو راستہ دیا وہ میرے قریب پہونچ کر بلند ہوا اور اپنا منہ حضرت کے گوش مبارک کے پاس لے جا کر اپنی زبان میں کچھ بولا۔ حضرت نے

بھی اس کو اسی کی زبان میں جواب دیا پھر وہ جس راہ سے آیا تھا اسی سے واپس چلا گیا۔ حضرت نے خطبہ تمام کرنے کے بعد فرمایا: جنوں میں کسی بات میں جنگ ہوگئی ہے تو یہ صلح کی صورت دریافت کرنے آیا تھا۔

۴۔ روایت کی گئی ہے کہ ایک مرتبہ آپ بابل کی سرزمین سے گذر رہے تھے کہ آفتاب ڈوب گیا اور تارے نکل آئے تو حضرت دوزانو بیٹھ گئے اور دعا فرمائی تو آفتاب پلٹ آیا یہاں تک کہ لوگوں نے نماز عصر پڑھی پھر ڈوب گیا اور تاریکی پھیل گئی۔

۵۔ روایت کی گئی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت اپنے چند اصحاب کے ساتھ بعد نماز عشاء شب کی تاریکی میں کوفہ سے روانہ ہوئے اور زیرِ لب کچھ بول رہے تھے اس وقت آپ کے جسم اقدس پر حضرت آدمؑ کی قبا اور دست مبارک میں حضرت موسیٰؑ کا عصا اور انگشت مبارک میں حضرت سلیمانؑ کی انگوٹھی تھی۔ یہاں تک کہ شام کی سرزمین میں ایک مقام پر پہونچے جس کا نام ''بیادرنا'' تھا وہاں ایک دیہات تھا جس کا نام قطفتا تھا وہاں کے باشندے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نبطی زبان میں شکایت کی کہ: عراق والوں سے زیادہ ہم لوگوں پر لگان مقرر کی گئی ہے تو حضرت نے ان کو نبطی زبان میں جواب دیا فرمایا کہ: ''وَغَرَارُوَطَاهِرَاَغرَرنَا''؛ یعنی بعض گدھوں کے بچے گدھوں سے بہتر ہوتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ: تمہارے یہاں کے میوے عمدہ ہوتے ہیں اور زیادہ قیمت پر فروخت ہوتے ہیں۔

٦۔ روایت کی گئی ہے کہ ایک روز آپ تشریف فرما تھے اور لوگوں کے مقدمات کا فیصلہ کر رہے تھے ایک شخص آپ کے سامنے کھڑا تھا حضرت نے فرمایا: بیٹھ جا اور تو اپنی آخرت کی تیاری کر تو فلاں سنہ میں فلاں روز فلاں مرض میں مبتلا ہو کر مر جائے گا۔

۷۔ حارث ہمدانی سے منقول ہے انھوں نے کہا کہ: ایک روز ہم لوگ امیر المومنینؑ کے ساتھ روانہ ہوئے یہاں تک کہ عاقول پہونچے، حضرت ایک درخت کے نیچے کھڑے ہوئے جس

کی پتّیاں سب جھڑ چکی تھیں صرف شاخیں کھڑی تھیں حضرت نے اس کے تنہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ: بحکمِ خدا سرسبز و بارور ہو جا! وہ فوراً ہرا ہو گیا اور اس میں امرود پھلے تو ہم لوگوں نے توڑ کر کھایا اور اپنے ساتھ گھر لائے۔

منقول ہے کہ حضرت نے ایک مرتبہ خطبہ میں فرمایا کہ: ہم میں سے جو مرتا ہے وہ بظاہر مرتا ہے لیکن حقیقت میں زندہ رہتا ہے اور جو ہم میں کا زندہ ہے وہ تم لوگوں پر حجّت خدا ہے۔

(مترجم عرض کرتا ہے کہ حضرت کے معجزات بے شمار ہیں اگر سب کو لکھا جائے تو اسفار تیار ہو جائیں)۔

فضائل امیر المومنینؑ

"اخرج ابن عساکر عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قَالَ نَزَلَت فِی عَلِی علیہ السلام ثلٰث مائۃ آیۃ" (۱)

یعنی ابن عساکر نے ابن عباس سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ: علیؑ کی شان میں قرآن مجید میں تین سو آیتیں نازل ہوئی ہیں۔

"ابن عساکر عن ابن عباس قَالَ مَا نَزَلَ فِی اَحد مِن کِتَابِ اللّٰہ مَا نَزَلَ فِی عَلِی" (۲)۔

یعنی ابن عساکر نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ: علیؑ کی شان میں جس قدر آیتیں قرآن میں نازل ہوئی ہیں کسی کی شان میں نازل نہیں ہوئیں۔

امیر المومنینؑ بعدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سارے انسانوں سے افضل تھے

---

(۱)۔ تاریخ الخلفاء، صفحہ ۱۱۷، و وسیلۃ النجات، صفحہ ۶۷ و صواعق محرقہ، صفحہ ۷۶۔

(۲)۔ تاریخ الخلفاء، صفحہ ۱۱۷ و وسیلۃ النجات، صفحہ ۶۷ و صواعق محرقہ، صفحہ ۷۶۔

"عن ابی هریره قال قَالَت فَاطِمَة قال رسول اللّٰہ ﷺ یا فَاطِمَة اما ترضین ان اللّٰه اِطّلَع علی اهلِ الارض فاختار رجُلَین احدُهُما اَبُوک وَالآخر بَعلک"(۱)۔

یعنی ابوہریرہ نے کہا کہ حضرت فاطمہؑ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: اے فاطمہ! کیا تم راضی نہیں ہو کہ پروردگار عالم نے ساری دنیا والوں پر نگاہ ڈالی تو ان میں سے صرف دو شخصوں کو چنا ایک تمہارا باپ اور دوسرا تمہارا شوہر۔

اس روایت کا حاصل یہ ہے کہ سارے اہل دنیا سے افضل صرف دو شخص ہیں ایک حضرت رسول اللہ ﷺ اور دوسرے حضرت علیؑ۔

ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: **"یاعلی لَکَ سَبعَ خِصال لَا یُحَاجّک فِیهَا اَحداَوّل المُومِنین باللّٰه وَاَوفَاهُم بِعَهدِاللّٰه واَقوَمِهم بِاَمرِاللّٰه وارءَفَهُم بالرعیة واَعلَمُهم بِالقَضِیة واَعظَمُهم مزیة"(۲)۔**

"یعنی اے علیؑ! تم میں سات ایسی خصلتیں موجود ہیں جن میں کوئی شخص تمہارا مقابلہ نہیں کر سکتا تم سب سے پہلے خدا پر ایمان لائے اور سب سے زیادہ خدا کے وعدوں کے پورا کرنے والے ہو اور سب سے زیادہ احکام خدا پر ثابت قدم ہو اور سب سے زیادہ رعیت پر مہربان ہو اور سب سے بہتر مقدمات کا فیصلہ کرنے والے ہو اور خدا کے نزدیک فضیلت و شرف میں سب سے بزرگ ہو"۔

---

(۱)۔ مستدرک حاکم، جلد ۳، صفحہ ۱۲۹ و ازالۃ الخفاء، فارسی مقصد ۲، صفحہ ۲۲۲ و وسیلۃ النجات صفحہ ۱۳۲ اخرجہ الطبرانی فی الکبیر والخطیب عن ابی ہریرہ۔

(۲)۔ کنز العمال، جلد ٦، صفحہ ۱۵٦۔

"اخرج الدارقطنی عن الشعبی قال بَینَمَا اَبو بَکر جَالِس اِذطَلَع عَلِی فَلَمّا رَآہ قَالَ مَن سِرَّہ اَن یَنظُرَ اِلی اَعظَمِ الناس مَنزِلَۃً واَقرَبُھم قَرَابَۃً واَفضَلُھم حَالًا وَاعظمھم غِنًاعَن رَسُول اللّٰہ فَلیَنظُر اِلی ھٰذاالطالِع"(۱)۔

"یعنی دار قطنی نے شعبی سے روایت کی ہے راوی نے کہا کہ: ایک روز ابو بکر ہم لوگوں کے درمیان بیٹھے تھے کہ علیؑ نظر آئے ابو بکر نے کہا: جو چاہتا ہو کہ سارے انسانوں سے زیادہ عظمت والے اور سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرابت قریبہ رکھنے والے اور سب سے افضل اور سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استغناء رکھنے والے کو دیکھے تو اس کو چاہیے کہ اس آنے والے کو دیکھے"۔

"عن احمد بن محمد الکردی البغدادی قال سمعت عبداللّٰہ بن احمد بن حنبل قال سَئَلتُ اَبِی عن التفضیل فقال ابوبکر وعمروعثمان ثم سَکَتَ فقال یا اَبَتِ این عَلِی؟ قال ھٰذامِن اھل البیت لا یقاس بِہ ھٰولاء"(۲)۔

"یعنی احمد ابن محمد کروری بغدادی نے بیان کیا کہ: میں امام احمد ابن حنبل کے صاحب زادے عبد اللہ کو کہتے ہوئے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ: میں نے اپنے باپ احمد ابن حنبل سے تفضیل صحابہ کے متعلق سوال کیا؟ انہوں نے کہا کہ: ابو بکر و عمر و عثمان اور خاموش ہوگئے میں نے کہا: ابا جان! اور علیؑ کہاں گئے؟ انھوں نے جواب دیا کہ: علیؑ اہل بیتؑ سے ہیں علیؑ سے ابو بکر و عمر و عثمان کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا ہے"۔

حاکم نے مستدرک جلد ۳، صفحہ ۱۰۷ میں محمد ابن منصور طوسی سے روایت کی انھوں نے کہا کہ میں نے امام احمد ابن حنبل کو کہتے ہوئے سنا کہ: **"مَاجَاءَ لِاَحَدٍ مِن اَصحَابِ رَسُول اللّٰہ مِنَ**

(۱)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۱۳۴۔

(۲)۔ مودۃ القربیٰ، مودۃ ۷، ینابیع المودۃ باب ۵۶، صفحہ ۲۱۱۔

الفَضَائِل مَا جَاء لِعَلِی بن اَبِی طَالِب علیہ السلام''؛یعنی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی کے فضائل میں اتنی حدیثیں نہیں آئیں جتنی حضرت علیؑ کے فضائل میں وارد ہوئی ہیں۔

امام یافعی نے مرآۃ الجنان جلد۱، صفحہ ۱۰۹ میں لکھا ہے کہ حضرت علیؑ کے مناقب مفاخر تعداد میں شمار سے زیادہ ہیں۔

چونکہ امیر المومنینؑ کے فضائل شمارواحصاء سے زیادہ ہیں اس لیے میں نے چند اجمالی فضائل کی تحریر پر اکتفا کی ہے کچھ فضائل امیر المومنینؑ کے میں نے اپنی کتاب الفرقۃ الناجیہ میں صفحہ ۱۴۳ سے صفحہ ۲۷۲ تک تحریر کیے ہیں جو حضرات مشتاق ہوں وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

سیرت امیر المومنینؑ

قلم میں طاقت کہاں کہ سیرت امیر المومنینؑ پر تبصرہ کرسکے۔اس عظیم الشان ہستی کی سیرت پر کیا تبصرہ کیا جائے جس کی سیرت بعینہٖ سیرت خاتم المرسلینؐ تھی اور جس کی ہر سیرت پر قرآن اوراحادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے شمار سندیں موجود ہیں۔

نصرت وحمایت حق

خداوند عالم پارہ ۲ سورۂ بقرہ میں ارشاد فرمایا ہے کہ:﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَشۡرِی نَفۡسَهُ ابۡتِغَاءَ مَرۡضَاتِ اللهِ وَاللهُ رَءُوفٌ بِالۡعِبَادِ﴾(۱)؛یعنی لوگوں میں کچھ ایسے بندے بھی ہیں جو خدا کی خوشی کے لیے اپنی جان بیچ ڈالتے ہیں اور خدا اپنے بندوں پر مہربان ہے۔

(۱)۔سورۂ بقرہ، آیت ۲۰۷۔

شبِ ہجرت جب امیر المومنینؑ نے بسترِ رسولؐ پر سو کر اپنی جان قربان کر کے اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کی تو حضرت کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی(۱)۔

شجاعت

خداوند عالم سورۂ صف پارہ۲۸، آیت۴ میں فرماتا ہے:﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُم بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ﴾؛یعنی خدا ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اس کی راہ میں اس طرح صف باندھ کر جہاد کرتے ہیں جیسے سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہو۔

حضرت ابن عباس سے منقول ہے انھوں نے کہا کہ: یہ آیت حضرت امیر المومنینؑ اور حضرت حمزہؓ کی شان میں نازل ہوئی اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزِ خیبر فرمایا: ''لَاُعطِیَنَّ الرَّایَةَ غَدًا رَجُلًا کَرّارًا غَیرَ فَرّار الخ''(۲)۔

اور جنگ اُحد میں آسمان سے

''لافتیٰ الّا علی لا سیف الّا ذوالفقار'' کی آواز آئی۔

عصمت

خداوند عالم پارہ ۲۲، سورۂ احزاب، آیت ۳۳میں ارشاد فرماتا ہے کہ:

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾

(۱)۔ تاریخ خمیس، جلد۱، صفحہ ۳۶۷ووسیلۃ النجات، صفحہ ۷۸وروضۃ الاحباب واسد الغابہ وغیرہ۔

(۲)۔ بخاری کتاب مغازی باب غزوۂ خیبر وغیرہ۔

یعنی اے اہل بیتِ رسولؐ! خدا چاہتا ہے کہ تم لوگوں سے ہر گندگی و پلیدی کو دور رکھے اور پاک رکھے تم کو جو حق ہے پاک رکھنے کا۔

یہ آیت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہ زہراؑ اور حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کی شان میں نازل ہوئی (۱)۔

سخاوت

خداوند عالم پارہ ۲۸ سورۂ مجادلہ، آیت ۱۲ میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةً﴾

یعنی اے ایمان والو! جب پیغمبر سے کان میں کوئی بات کہنی چاہو تو سرگوشی سے پہلے کچھ خیرات دیا کرو۔

صحابہ کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کان میں باتیں کرنے کا شوق تھا اس حکم کے نازل ہونے کے بعد سب سرگوشی کرنے والے جدا ہو گئے۔ صرف حضرت علیؑ نے دس روز تک صدقہ دیا اور سرگوشی کی اس کے بعد یہ آیت منسوخ ہو گئی۔

حضرت امیر المومنینؑ فرمایا کرتے تھے کہ: قرآن میں ایک آیت ایسی بھی ہے جس پر نہ میرے قبل کسی نے عمل کیا نہ میرے بعد کوئی قیامت تک عمل کرے گا (۲)۔

حضرت امام حسنؑ اور امام حسینؑ ایک مرتبہ بیمار ہوئے تو حضرت امیر المومنینؑ اور حضرت فاطمہ زہراؑ نے نذر کی کہ اگر چہ بچے اچھے ہو جائیں تو ہم تین روز پے در پے روزے رکھیں

(۱)۔ صواعق محرقہ، باب ۱۱، فصل ۱، صفحہ ۸۵ و مستدرک حاکم جلد ۲، صفحہ ۴۱۶ و وسیلۃ النجات، صفحہ ۶۷ و فاطمہؑ کا چاند، صفحہ ۱۹ وغیرہ۔

(۲)۔ تفسیر کشاف جلد ۳، صفحہ ۱۷۱ و مستدرک حاکم، جلد ۲، صفحہ ۴۸۲ و شرح مشکوٰۃ وغیرہ۔

گے۔ چنانچہ جب بچے اچھے ہوگئے تو سب نے روزے رکھے۔ حضرت امیر المومنینؑ نے ایک یہودی سے تین صاع جو قرض لیا کہ اس کے عوض میں فاطمہ زہراؑ اون کات دیں گی۔ حضرت معصومہؑ نے اس میں سے ایک صاع جو پیسا اور اس کی پانچ روٹیاں پکائیں شام کو جب سب اہل خانہ افطار کرنے بیٹھے تو دروازے سے آواز آئی کہ: اے اہل بیتِ رسولؐ! آپ پر میر اسلام ہو میں ایک مسلمان مسکین ہوں مجھ کو کھانا کھلاؤ خدا تم کو جنّت کے خوان عطا کرے! یہ آواز سنتے ہی سب نے اپنے اپنے حصّہ کی روٹی اس کو دے دی اور خود پانی سے افطار کر کے سو رہے دوسرے دن پھر سب نے روزہ رکھا اور پانچ روٹیاں تیار کی گئیں۔ افطار کے وقت ایک یتیم آگیا سب نے اپنی اپنی روٹیاں دے دیں اور پانی پی کر سو رہے۔

تیسرے دن پھر سب نے روزہ رکھا اور پانچ روٹیاں تیار کی گئیں شام کو افطار کے وقت ایک قیدی آگیا اور سب نے اپنی اپنی روٹیاں دے دیں اور پانی پی کر سو رہے چوتھے روز حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت معصومہؑ محرابِ عبادت میں کھڑی ہیں اور شکم مبارک پشت سے لگ گیا ہے اور بچے انتہائے ضعف و نقاہت سے کانپ رہے ہیں تو چیخ اٹھے کہ: اے اللہ! اہل بیتِ محمدؐ بھوک سے مر [نہ] جائیں فوراً جبرئیل امینؑ اہل بیتؑ کی شان میں سورۂ ہل اتیٰ لے کر نازل ہوئے جس میں خدا فرماتا ہے کہ: ﴿وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ٨﴾؛ یعنی اہل بیتِ رسولؐ اللہ کی محبت میں مسکین و یتیم و اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں (۱)۔

سابقیت اسلام

(۱)۔ تفسیر کشاف جلد ۳، صفحہ ۲۳۹ چھاپہ مصر و فاطمہؑ کا چاند، صفحہ ۳۷ وغیرہ۔

خداوند عالم پارہ ۱۱ سورۂ توبہ، آیت ۱۰۰ میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ﴾؛ یعنی مہاجرین وانصار میں سے ایمان کی طرف سبقت کرنے والے اور وہ لوگ جنہوں نے نیک نیتی سے (ایمان میں) ان کا ساتھ دیا خدا ان سے راضی اور وہ خدا سے خوش، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: تین شخصوں نے کبھی کفر کیا ہی نہیں: ۱۔ مومن آل یٰسین۔ ۲۔ علی ابن ابی طالبؑ۔ ۳۔ آسیہ زن فرعون۔

عرائس میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ: ”کل امّتوں پر سبقت کرنے والے تین شخص ہیں جو کبھی چشم زدن بھی کافر نہ ہے: ۱۔ حزقیل مومن آل فرعون۔ ۲۔ حبیب نجار صاحب یٰسین۔ ۳۔ علی ابن ابی طالبؑ اور علیؑ سب سے افضل ہیں“ (۱)۔

خود حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ: میں بندۂ خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھائی اور صدیقِ اکبر ہوں اس بات کا میرے سواء جو دعویٰ کرے گا وہ جھوٹا ہو گا۔ میں نے سب لوگوں سے سات برس پہلے نماز پڑھی ہے (۲)۔

حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ انھوں نے کہا کہ: سب سے پہلے جس شخص نے نماز پڑھی وہ علیؑ تھے (۳)۔

---

(۱)۔ سیرت حلبیہ، جلد ۱، صفحہ ۲۷۰۔

(۲)۔ تاریخ کامل جلد ۲، صفحہ ۲۰ یہ روایت تھوڑے اختلاف کے ساتھ استیعاب جلد ۲، صفحہ ۴۷۲ و معارف ابن قتیبہ وغیرہ میں موجود ہے۔

(۳)۔ ترمذی باب فضائل علیؑ۔

صاحب روضۃ الاحباب نے لکھا ہے کہ: محققانِ اہل سیر وتواریخ کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ اسلام لانے والوں میں پہلے خدیجہ پھر حضرت علیؑ اور ان کے بعد زید ابن حارثہ ان کے بعد حضرت ابو بکر تھے (۱)۔

صبر

خداوند عالم پارہ ۲، سورۂ بقرہ، آیت ۱۵۷ میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ، الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ، أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ۱۵۷﴾

یعنی اے رسول! تم ان صبر کرنے والوں کو خوش خبری دے دو کہ جب ان پر کوئی مصیبت وارد ہوتی ہے تو وہ "إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ" کہتے ہیں انھیں لوگوں پر پروردگار کی عنایتیں ہیں اور رحمت اور وہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

جب حضرت حمزہ کی شہادت کی خبر حضرت امیر المومنینؑ کو ملی تو آپ کی زبان سے بے ساختہ "إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ" نکلا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور پروردگار عالم کو یہ جملہ اتنا پسند آیا کہ جزو قرآن بنالیا (تفسیر ثعلبی)۔

رحم وکرم

خداوند عالم سورۂ فتح پارہ ۲۶، آیت ۲۹ میں فرماتا ہے:

﴿مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ﴾

(۱)۔ روضۃ الاحباب، جلد ۲، صفحہ ۶۔

یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر بہت سخت ہیں اور آپس میں ایک دوسرے پر مہربان ہیں"۔

یہ دونوں صفتیں خاص امیر المومنینؑ کی ہیں اور آپ کے رحم و کرم کے ثبوت میں ابھی روایت گذری کہ حضرت امیر المومنینؑ اور آپ کے سب افراد خانہ نے خود تین روز فاقہ کیا لیکن مسکین و یتیم و اسیر کو سیر کر دیا اور ایسی مثالیں بے شمار ہیں۔

عبادت

خداوند عالم سورۂ فتح پارہ ۲۶، آیت ۲۹ میں ارشاد فرماتا ہے کہ : ﴿سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ﴾؛ یعنی ان پیشانیوں پر سجدوں کے نشانات ہیں۔

باتفاق فریقین یہ آیت حضرت امیر المومنینؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

ایثار

خداوند عالم سورۂ حشر پارہ ۲۸، آیت ۹ میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ...﴾

یعنی وہ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود تنگی میں مبتلا ہوں۔

ابو القاسم دمشقی نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ ایک دن امیر المومنینؑ نے خاتونِ جنّت سے دوپہر کا کھانا طلب کیا انھوں نے فرمایا: گھر میں کچھ نہیں ہے۔ حضرت امیر المومنینؑ گھر سے نکلے اور ایک دینار قرض لے کر بازار کی طرف چلے تاکہ کچھ خریدیں اتفاقاً راہ

میں حضرت مقداد سے امیر المومنینؑ نے ان کو باحالِ پریشان دیکھ کر پوچھا: مقداد کیا حال ہے؟ انھوں نے چھپایا لیکن حضرت کے اصرار پر بتایا کہ بچوں کو بھوک سے روتا چھوڑ کر نکلا ہوں۔

حضرت نے فرمایا کہ: بھائی میں بھی اسی سبب سے نکلا ہوں یہ ایک دینار میرے پاس ہے تم لے لو۔ مقداد کو دینار دے کر حضرت خود خالی ہاتھ گھر واپس آئے اس وقت ان کی مدح میں یہ آیت نازل ہوئی اور جنّت سے کھانا آیا تو سب نے کھایا۔

یہ روایت کتب فریقین میں کئی طرح سے مروی ہے۔

محبّت خدا اور رسولؐ

خداوند عالم پارہ ۶، سورۂ مائدہ، آیت ۵۴ میں فرماتا ہے کہ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ الخ﴾

یعنی اے ایمان والو! جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے تو پروا نہیں ہے عنقریب خدا ایسے لوگوں کو لائے گا جن کو خدا دوست رکھتا ہے اور جو خدا کو دوست رکھتے ہیں۔

یہ آیت کی تفصیل جنگ صفین کے بیان میں گذر چکی ہے۔

ہدایت

خداوند عالم پارہ ۱۳، سورۂ رعد، آیت ۷ میں فرماتا ہے کہ: ﴿إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ﴾؛ یعنی اے رسول! تم ڈرانے والے ہو اور ہر قوم کے لیے ایک ہادی ہے۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ''**انا نَذِیر ھٰذِہِ الاُمّۃ وعَلِی ھَادِیھا**''؛ یعنی میں اس امّت کا ڈرانے والا ہوں اور علیؑ اس کے ہادی ہیں (۱)۔

ثعلبی نے اس آیت کی تفسیر میں جناب ابن عباس سے روایت کی ہے حضرت نے فرمایا کہ: ''جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک اپنے سینہ پر رکھا اور فرمایا کہ: میں ڈرانے والا ہوں اور علیؑ ہدایت کرنے والے ہیں اور اے علیؑ! ہدایت پانے والے تمہارے ہی ذریعہ سے ہدایت پائیں گے''۔

اسی طرح باختلاف الفاظ تینتیس حدیثیں متعدد طرق سے اس آیت کی تفسیر میں وارد ہوئی ہیں جن میں ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ: اس آیت میں ہادی سے حضرت امیر المومنینؑ اور ان کی نسل سے گیارہ ائمہؑ مقصود ہیں (۲)۔

صدق

خداوند عالم سورۂ توبہ رکوع ۴، آیت ۱۱۹ میں ارشاد فرماتا ہے کہ: ﴿**کُونُوا مَعَ الصَّادِقِینَ**﴾؛ یعنی (اے ایمان والو!) سچوں کے ساتھ ہو جاؤ!

صواعق محرقہ باب ۱۱، صفحہ ۹۰ میں بحوالۂ ابو نعیم و موفق ابن احمد اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس سے منقول ہے انھوں نے کہا کہ: اس آیت میں ''**کُونُوا مَعَ الصَّادِقِینَ**'' سے مقصود یہ ہے کہ ''**کُونُوا مَعَ عَلِی لِاَنّہ سَیّد الصَّادِقِین**''؛ یعنی علیؑ کے ساتھ ہو جاؤ کیونکہ وہ صادقین کے سردار ہیں۔

---

(۱)۔ مودۃ القربیٰ، مودۃ ۸، ووسیلۃ النجات، صفحہ ۶۷ وغیرہ۔

(۲)۔ دیکھئے غایۃ المرام، صفحہ ۲۳۵ وینابیع المودۃ، صفحہ ۸۱، ارجح المطالب باب ۲، صفحہ ۹۳ وغیرہ۔

نیز حدیث گذر چکی کہ حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ: "اَنَا صِدّیقُ الاَکبَر"؛ یعنی میں صدیقِ اکبر ہوں میرے سواء جو شخص صدیق اکبر ہونے کا دعویٰ کرے گا وہ جھوٹا ہوگا(۱)۔

زہد و ترک دنیا

خداوند عالم پارہ۴ سورۂ آل عمران، آیت ۱۵۲ میں فرماتا ہے: ﴿مِنكُم مَّن يُرِيدُ الدُّنيَا وَمِنكُم مَّن يُرِيدُ الآخِرَةَ﴾؛ یعنی تم سے کچھ طالب دنیا ہیں اور کچھ طالب آخرت ہیں۔

جنگ اُحد میں جب مسلمان مالِ غنیمت لوٹنے میں لگ گئے جس کے نتیجہ میں ان کو شکست ہوئی اور سارا لشکر اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ گیا صرف حضرت امیر المومنینؑ اور حضرت کے ساتھ چند آدمی باقی رہ گئے اور جنگ فتح کی تو ان لوگوں کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ اس آیت میں "وَمِنكُم مَّن يُرِيدُ الآخِرَةَ" سے حضرت امیر المومنینؑ مقصود ہیں آیت کا مورد اگرچہ خاص ہے لیکن جو صفت بیان کی گئی ہے وہ عام ہے کسی زمانے کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ ملا مبین صاحب فرنگی محلی اپنی کتاب وسیلۃ النجات میں لکھتے ہیں کہ: حضرت امیر المومنینؑ زہد و تقویٰ و ترکِ دنیا و خواہشات دنیا میں مثل حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تھے۔ چنانچہ حضرت خود فرمایا کرتے تھے کہ: "خدا کی قسم! تمہاری یہ دنیا میرے نزدیک حقیر تر ہے، خنزیر کے عرق سے جو مجذوم کے ہاتھ میں ہو"۔

جب آپ خلیفہ ہوئے تو خطبہ فرمایا اور فرمایا کہ: میں تمہارے بیت المال سے اپنے لیے ایک درہم بھی نہ لوں گا(۲)۔

(۱)۔ میزان الاعتدال، جلد ۲، صفحہ ۱۱۔

(۲)۔ روضۃ الاحباب، جلد ۳، صفحہ ۴۔

آن شاہ دلاور کہ برائے طمع نفس
از خوان جہاں پنجہ نیالود علیؑ بود

عفو و بخشش

خداوند عالم پارہ ۴، سورۂ آل عمران، آیت ۱۳۴ میں فرماتا ہے کہ:﴿وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ﴾؛یعنی جو لوگ غصّہ کو روکتے ہیں اور لوگوں کی خطا سے درگذر کرتے ہیں۔

حضرت امیر المومنینؑ کے عفو و بخشش کا ایک مختصر واقعہ یہ ہے کہ جنگِ جمل میں جب حضرت عائشہ کو شکست ہوئی تو آپ نے ان کو عزّت و احترام کے ساتھ مدینہ واپس کر دیا۔

یورپین مورخ ایرونگ لکھتا ہے کہ: عائشہ کو علیؑ کے ہاتھوں سخت برتاؤ کا خوف ہو سکتا تھا مگر وہ عالی حوصلہ شخص ایسا نہ تھا جو ایک گرے ہوئے دشمن کو اپنی شان دکھاتا اس نے ان کی عزّت کی اور چالیس آدمیوں کے ساتھ مدینہ واپس کر دیا۔

حضرت کا قاتل ابن ملجم جب گرفتار ہو کر آیا تو فرمایا کہ: اس کو آرام سے رکھو اچھا کھانا اور نرم بستر دو اگر میں اچھا ہو گیا تو مجھ کو اختیار ہے سزا دوں یا معاف کر دوں اور اگر میری موت واقع ہو گئی تو اس کو سزا دینا لیکن حد سے تجاوز نہ کرنا(۱)۔

ملا مبین صاحب نے لکھا ہے کہ: جب حضرت کو ضربت لگی اور ابن ملجم گرفتار ہو کر آیا تو جب تک آپ زندہ رہے اس کو تسلّی و تشفّی دیتے رہے اور جب آپ کے واسطے شربت کا جام لایا گیا تو فرمایا کہ اس میں سے کچھ حصّہ میرے قاتل کو پلاؤ(۲)۔

---

(۱)۔ طبری۔

(۲)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۱۹۳۔

عدل وانصاف

خداوند عالم پارہ۹، سورۂ اعراف، آیت ۱۸۱ میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَمِمَّنْ خَلَقْنَا أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ﴾

یعنی ہماری مخلوق میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو دینِ حق کی ہدایت کرتے ہیں اور حق کے ساتھ انصاف کرتے ہیں۔

زاذان نے حضرت امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے حضرت نے فرمایا کہ: عنقریب یہ امّت تہتّر فرقوں پر تقسیم ہو جائے گی، جن میں سے بہتّر جہنمی اور ایک فرقہ جنّتی ہو گا۔ یہی وہ فرقہ ہے جس کے متعلق ارشاد پروردگار ہے کہ: ''وَمِمَّنْ خَلَقْنَا أُمَّةٌ الخ'' اور یہ لوگ میں اور میرے شیعہ ہیں(۱)۔

آپ بیت المال کا پیسہ روزانہ تقسیم کر کے شام کو جھاڑو دلوایا کرتے تھے آپ کی خلافت کے زمانے میں اصفہان سے خراج کا مال آیا تو آپ نے اس کو سات حصّوں میں تقسیم کر دیا اس میں ایک روٹی بھی تھی اس کو بھی سات ٹکڑے کر کے ہر حصّہ پر ایک ٹکڑا رکھ دیا(۲)۔

آپ ایمان دار اور امانت دار لوگوں کو حکومت کے عہدوں پر مامور کرتے تھے اور اپنے خاندان والوں اور دوستوں کو مخصوص نہیں کرتے تھے اور اگر کسی کی خیانت کی خبر ملتی تھی تو فوراً باز پُرس کرتے تھے(۳)۔

---

(۱)۔ کتاب ابن مردویہ صفحہ ۲۷۶۔

(۲)۔ کامل ابن اثیر، جلد۳، صفحہ ۲۰۴ و وسیلۃ النجات، صفحہ ۱۲۸۔

(۳)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۱۲۶۔

جنگ صفین سے واپسی کے وقت آپ کی زرہ گم ہوگئی کوفہ میں آپ نے وہ زرہ ایک یہودی کے پاس دیکھی حضرت نے فرمایا: یہ زرہ میری ہے یہودی نے کہا کہ: یہ زرہ میری ہے حضرت اس کو قاضی شریح کے پاس لے گئے اور دعویٰ پیش کیا۔ شریح نے حضرت سے گواہ طلب کیے حضرت نے فرمایا کہ: میرا غلام قنبر اور میرے بیٹے حسن اس کے گواہ ہیں۔ شریح نے ان لوگوں کی گواہی قبول نہ کی اور حضرت کا دعویٰ خارج کر دیا۔ یہودی نے کہا: امیر المومنینؑ میرا مقدمہ قاضی کے پاس لے گئے اور اس نے ان کا مقدمہ خارج بھی کر دیا بے شک یہ زرہ امیر المومنینؑ ہی کی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اسلام خدا کا سچّا دین ہے اور مسلمان ہو گیا(۱)۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: میرا اور علیؑ کا ہاتھ عدل میں برابر ہے(۲)۔

عِلمِ امیر المومنینؑ

سعید ابن جبیر و سلمان فارسی و ابو سعید خدری و فضل ابن یسار و حضرت امام محمد باقرؑ و امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ آیت ”وَ مَن عِندَہ اُمُّ الکِتَاب“ سے حضرت علیؑ مقصود ہیں(۳)۔

ملا مبین صاحب لکھتے ہیں کہ خداوند عالم نے فرمایا ہے کہ: ﴿وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ۵۹﴾؛ یعنی کوئی خشک و تر نہیں ہے لیکن یہ کہ وہ کتاب مبین میں موجود ہے اور

(۱)۔ تاریخ الخلفاء فصل قضایائے امیر المومنینؑ۔

(۲)۔ کفایۃ الطالب، صفحہ ۱۲۹۔

(۳)۔ ینابیع المودۃ، باب ۳، صفحہ ۸۴ وارجح المطالب، صفحہ ۸۶ بحوالہ ابونعیم و ثعلبی وغیرہ۔

علی مرتضیٰؑ کو ہفت بطون قرآن کا علم تھا اور ہر خشک وتر جو خداوند عالم نے قرآن مجید میں نازل فرمایاہے وہ احاطہ علم امام العالمین میں ہے۔

ابو عمر نے عبد اللہ ابن عباس سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ: ”خدا کی قسم! علیؑ کو دس حصّۂ علم میں سے نو حصّے عطاہوئے تھے اور تم لوگ دسویں حصّۂ علم میں ان کے شریک ہو“۔

تاج الاسلام کی اربعین میں ہے کہ اس دسویں حصّۂ علم کو بھی علیؑ تم سے بہتر جانتے ہیں اور کہا کہ: جب کوئی فتویٰ علیؑ کا معلوم ہو جاتا ہے تو ہم لوگ اس مسئلہ میں دوسروں کی طرف توجہ نہیں کرتے اور علیؑ سے بڑے بڑے صحابہ کے سوالات اور بہت سے مشکل مسائل میں ان کا امیر المومنینؑ کے فتوے کی طرف رجوع کرنا مشہور ہے یہ سب باتیں فصل الخطاب میں ہیں(۱)۔

ملا مبین لکھتے ہیں کہ: علیؑ بحر ذخار ہیں اور دوسرے صحابہ ندی نالہ ہیں۔

علی بحریست ز الطاف الٰهی
گرفته پیش از مه تا به ماهی
چراغ علم روشن کرده اوست
ز مهرش یافتم ره جانب دوست

شیخ علاء الدین سمنانی لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ: اگر میرے لیے مسند قضا بچھادی جائے تو اہل توریت کے درمیان توریت سے اور اہل انجیل کے درمیان انجیل سے اور اہل قرآن کے درمیان قرآن سے حکم کروں۔

پھر لکھاہے کہ: دیکھنا یہ ہے کہ حضرت علیؑ خاتم المرسلینؐ اور انبیاءِ سابقین کی شریعتوں میں کیسی جامعیت رکھتے تھے اور یہ جامعیت آپ کی کتاب پڑھنے سے نہ تھی بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۱)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۱۴۰۔

سے وراثت میں ملی تھی اور یہ علوم خدادادا اور الہامات الٰہیہ سے تھے اور یہ مرتبہ انسان کامل کو حاصل ہوا کرتا ہے(۱)۔

نقّاش نے اپنی تفسیر میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ: ''میں نے جو کچھ تفسیر سیکھی علیؑ سے سیکھی ہے''(۲)۔

ابن عباس سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ: ''حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم خدا کے علم سے ہے اور حضرت علیؑ کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم سے ہے اور میرا علم علیؑ کے علم سے ہے اور کل صحابہ کا علم حضرت علیؑ کے مقابلہ میں ویسا ہے جیسے ایک قطرہ سات دریاؤں کے مقابلہ میں''(۳)۔

حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ: ''غیب کے اسرار مجھ سے پوچھو کیونکہ میں انبیاء مرسلین کے علوم کا وارث ہوں''(۴)۔

ملا مبین صاحب وسیلۃ النجات، صفحہ ۱۳۶ میں لکھتے ہیں کہ: علی مرتضیٰؑ کے علم و حکمت و حل مشکلات و فقاہت و ذکاوت و جودت ذہن کا احاطہ تحریر میں لانا ممکن نہیں ہے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''**اَنَامَدِینَۃُ العِلمِ وَعَلِیٌ بَابُھا**''میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں۔ یہ حدیث بزاز نے جابر ابن عبد اللہ سے اور عقیلی اور ابن عربی نے ابن عمر سے روایت کی ہے۔

قضا

(۱)۔ ینابیع المودۃ، باب ۱۴، صفحہ ۵۸ بحوالہ کبریت احمر۔

(۲)۔ مرآۃ الانوار، بحوالہ تفسیر نقاش۔

(۳)۔ ینابیع المودۃ، صفحہ ۵۷ بحوالہ محمد ابن سائب۔

(۴)۔ ینابیع المودۃ باب ۱۴، صفحہ ۵۷ بحوالہ درّ منظوم ابن طلحہ شافعی۔

خداوند عالم سورۂ نساء آیت ۸۳ میں ارشاد فرماتا ہے کہ:﴿وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَ إِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ﴾؛یعنی اگر یہ لوگ اپنے معاملہ امن و خوف کو رسول اور اولی الامر کی طرف پھیر دیں تو بے شک وہ لوگ تحقیق کر کے نکالتے۔

اس آیت میں امن و خوف کے معاملات اور ہر قسم کے جھگڑوں کو رسولؐ اور اولی الامر کی طرف پھیرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اولی الامر سے حضرت امیر المومنینؑ مقصود ہیں(۱)۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعدد طُرق سے ثابت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ:"علی ابن ابی طالبؑ تم لوگوں میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے اور سب سے زیادہ حکم خدا اور سنّت رسولؐ کے جاننے والے ہیں"۔

جناب ابن عباس نے حضرت عمر ابن خطاب سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ: "صحابہ میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے علیؑ ہیں"(۲)۔

فصل الخطاب میں ہے کہ بے شمار مسائل میں حضرت عمر نے امیر المومنینؑ کی طرف رجوع کیا اور حضرت کا فیصلہ سُن کر کہا کہ: دنیا کی عورتیں علیؑ سا لڑکا جننے سے عاجز ہیں اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتے۔

ایک روز کسی شخص نے حضرت عمر کے یہاں حضرت امیر المومنینؑ کے خلاف استغاثہ دائر کیا اس وقت حضرت علیؑ حضرت عمر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے حضرت عمر نے کہا کہ: اٹھو اے ابو الحسنؑ! اور مدعی کے پاس بیٹھو۔ حضرت اٹھے اور مدعی کے پاس جا کر بیٹھ گئے پھر بحث ہوئی اور مدعی اپنے دعویٰ سے پلٹ گیا تو حضرت امیر المومنینؑ پھر اُٹھ کر اپنی جگہ پر آ کر بیٹھ گئے لیکن آپ کے چہرے کا رنگ متغیر تھا جس کو حضرت عمر نے محسوس کیا اور دریافت کیا کہ: اے ابو الحسنؑ! کیا

---

(۱)۔ روضۃ الاحباب، جلد ۱، صفحہ ۲۸۷ و ازالۃ الخفا مقصد ۲، فضائل امیر المومنینؑ۔

(۲)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۱۴۱ و غیرہ۔

بات آپ کو نا گوار گذری کہ آپ کے چہرے کا رنگ متغیر نظر آرہا ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ: آپ نے مدعی کے مقابلہ میں مجھ کو کنیت کے ساتھ پکارا میرا نام نہیں لیا آپ کو کہنا چاہیے تھا کہ اٹھو اے علیؑ! بیٹھو مدعی کے پاس (آپ کا مطلب یہ تھا کہ آپ نے احتراماً میرا نام نہیں لیا بلکہ کنیت سے پکارا حالانکہ حاکم کا فرض ہے کہ محاکمہ اور فیصلہ کرنے کے وقت مدعی اور مدعاعلیہ میں کوئی تفریق و امتیازی سلوک نہ کرے، یہ بات حضرت عمر کو معلوم نہ تھی اسی سبب سے آپ نے حضرت امیر المومنینؑ سے حیرت سے دریافت کیا کہ: آپ کو کیا بات نا گوار گذری؟ جب حضرت نے بتادیا تو حضرت عمر نے اُٹھ کر حضرت امیر المومنینؑ کا سر اقدس پکڑ کر پیشانی پر بوسہ دیا اور کہا کہ: میرے باپ ماں آپ پر قربان ہو جائیں! آپ ہی لوگوں کے ذریعہ سے خدا نے ہم لوگوں کی ہدایت کی اور آپ ہی کے ذریعہ سے ہم کو تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لایا(۱)۔

حسن ابن معمر نے روایت کی ہے کہ قریش کے دو آدمیوں نے ایک عورت کے پاس سو دینار امانت رکھا اور کہا کہ: جب ہم دونوں آئیں گے تو دینا اور دونوں چلے گئے۔ کچھ دنوں کے بعد ان میں سے ایک آیا اور کہا کہ: میرا ساتھی مر گیا۔ ہم لوگوں کے روپئے واپس دے دو۔ اس عورت نے اس کے اصرار پر روپئے دے دیئے پھر کچھ دنوں کے بعد اس کا دوسرا ساتھی آیا اور کہا کہ: میرے روپئے لاؤ! اس عورت نے کہا کہ: روپئے تمہارا ساتھی لے گیا لیکن اس نے قبول نہیں کیا اور بات بڑھی۔ آخر مقدمہ حضرت عمر کے دربار میں پہونچا۔ انھوں نے حکم دیا کہ: عورت روپئے ادا کرے وہ ضامن ہے۔ عورت نے کہا کہ: اے عمر! تم کو خدا کی قسم ہے کہ میرے مقدمہ میں تم فیصلہ نہ کرو تم ہم کو علی ابن ابی طالبؑ کے پاس بھیج دو وہ فیصلہ کریں۔ حضرت عمر نے مقدمہ حضرت کے پاس بھیج دیا۔ حضرت نے بیانات سننے کے بعد سمجھ لیا کہ یہ سب عورت کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ: تم لوگوں نے اس عورت سے یہ کہا تھا کہ جب ہم دونوں آئیں

(۱)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۱۳۹۔

گے تو روپئے دینا اس نے اقرار کیا۔ آپ نے فرمایا: جاؤ اپنے ساتھی کو لے آؤ اور اپنے روپئے لے جاؤ وہ شخص شرمندہ ہوا اور واپس گیا(۱)۔

ایک مرتبہ معاویہ کے پاس خنثیٰ مشکل کی میراث کا مقدمہ آیا جس میں وہ کوئی فیصلہ نہ دے سکا تو حضرت امیر المومنینؑ کی خدمت میں لکھ کر دریافت کیا؟ حضرت نے تحریر فرمایا کہ: اس کے پیشاب کے مقام کو دیکھ کر فیصلہ کرو۔

پھر آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ: خدا کا شکر ہے کہ میرا دشمن بھی دینی معاملات میں مجھ سے فتویٰ پوچھتا ہے(۲)۔ حضرت کے قضایا معروف و مشہور ہیں اس لیے بنظر اختصار ان کو ترک کر رہا ہوں۔

پابندی شرع

حضرت امیر المومنینؑ کی شرعی پابندی کے بہت سے واقعات گذشتہ مضامین کے ذیل میں گذر چکے اس شخص کی شرعی پابندی کا حال کیا بیان کیا جائے جس کی پاکیزگی وطہارت پر آیت تطہیر شاہد ہے۔

حضرت کا اصول یہ تھا کہ بیت المال میں جو مال آتا تھا فوراً حق داروں کے حق کے مطابق تقسیم کر دیتے تھے اور خود اس میں سے کچھ نہ لیتے تھے۔ تقسیم کے بعد بیت المال میں جھاڑو دلواتے تھے پھر وہاں نماز پڑھتے تھے تاکہ روزِ قیامت وہ زمین شہادت دے کہ علیؑ نے مال خدا کو حق داروں تک پہونچانے میں کوئی کوتاہی نہ کی۔

ایک مرتبہ حضرت امیر المومنینؑ کے حقیقی بھائی جناب عقیل نے عرض کیا کہ: مجھے جو گذارہ ملتا ہے وہ کافی نہیں ہوتا آپ میرا وظیفہ بڑھا دیجئے! حضرت نے ایک لوہا گرم کر کے ان کا

---

(۱)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۱۵۱۔

(۲)۔ تاریخ الخلفاء فصل قضایائے امیر المومنینؑ۔

رخسارہ داغ دیا انھوں نے آہ کی، تو حضرت نے فرمایا کہ: دنیا کی آگ سے آپ فریاد کرتے ہیں اور آخرت کی آگ میں مجھ کو ڈالنا چاہتے ہیں! اس پر ناراض ہو کر وہ معاویہ کے پاس چلے گئے۔ معاویہ نے کہا: اگر عقیل مجھ کو علیؑ سے بہتر نہ جانتے تو میرے پاس نہ آتے! اس پر جناب عقیل نے جواب دیا کہ: علی میری آخرت کے لیے بہتر ہیں اور تو دنیا کے لیے بہتر ہے۔ لیکن میری آخرت کی خدا خیر کرے۔ میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ میرا خاتمہ بخیر کرے (۱)۔

احمد نے ابو البختری سے روایت کی ہے کہ: حضرت عمر کے دورِ خلافت میں ان کے پاس کہیں سے کچھ مال آیا اور تقسیم کے بعد بچ رہا۔ حضرت عمر نے اپنے اصحاب سے پوچھا کہ: اب یہ مال کیا کیا جائے؟ سب نے کہا کہ: ہم لوگوں نے آپ کو خلیفہ بنا کر بال بچوں کی روزی حاصل کرنے سے روک دیا ہے لہٰذا یہ مال آپ کا ہے خرچ کیجیے۔ حضرت امیر المومنینؑ بھی وہاں موجود تھے۔ حضرت عمر نے کہا کہ: یا علیؑ! آپ فرمائیے یہ مال کیا کروں؟ حضرت نے فرمایا کہ: آپ کے دوستوں نے تو بتا ہی دیا۔ حضرت عمر نے عرض کیا: نہیں آپ اپنی رائے پیش کیجیے! میں آپ کے حکم پر عمل کروں گا۔ حضرت نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی مال بچا کر نہیں رکھتے تھے جو کچھ آتا تھا تقسیم فرماتے تھے اور جب سب تقسیم ہو جاتا تو خوش ہوتے تھے۔ حضرت عمر نے کہا: آپ سچ فرماتے ہیں میں دنیا و آخرت میں آپ کا شکر گزار ہوں (۲)۔

---

(۱)۔ صواعق محرقہ، صفحہ ۷۹۔

(۲)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۱۳۷۔

حضرت امیر المومنینؑ کی شرعی پابندی کا ایک ثبوت یہ بھی ہے محدثین اہل سنّت نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: "**اِن تُومرُوا عَلِیا وَلَا اَرَاکُم فَاعِلِین تَجِدُوہ ہَادِیا مَہدِیا یَاخُذُ بِکُم الصراطَ المُستَقِیم**"(۱)۔

یعنی اگر تم لوگ علیؑ کو حاکم بناؤ گے۔ حالانکہ تم لوگ ایسا نہ کرو گے تو ان کو ہدایت یافتہ اور ہدایت کرنے والا پاؤ گے اور وہ تم کو صراطِ مستقیم پر چلا کر رہیں گے۔

یہ حدیث جہاں سے بھی نکلی ہو روایت کرنے والوں کو اس کا تو اعتراف تھا کہ علیؑ ہدایت یافتہ اور صراطِ مستقیم پر چلانے والے تھے۔

شہادت امیر المومنینؑ

مسعودی نے لکھا ہے کہ روایت کی گئی ہے کہ: ۲۱؍ماہ رمضان سنہ ۴۰ھ میں ابن ملجم ملعون نے امیر المومنینؑ کے سرِ اقدس پر ضربت لگائی تو لوگ فوراً آپ کے گرد جمع ہو گئے اور حضرت ام کلثوم نے "**واابتاہ**" کہہ کر فریاد کی۔ عمر ابن حمق نے کہا کہ کوئی خوف کی بات نہیں ہے صرف خراش ہے تو حضرت نے فرمایا کہ: میں عنقریب تم لوگوں سے جدا ہونے والا ہوں پھر فرمایا کہ: ۷۰ھ تک بلا ہے اس پر عمر ابن حمق نے عرض کیا کہ: کیا اس کے بعد راحت و آرام ہے؟ تو حضرت نے کوئی جواب نہ دیا۔

منقول ہے کہ جب حضرت ام کلثوم روئیں تو حضرت نے فرمایا کہ: کیوں روتی ہو؟ کاش تم دیکھتیں ان چیزوں کو جن کو میں دیکھ رہا ہوں۔ ساتوں آسمان کے ملائکہ صف بستہ کھڑے ہیں اور انبیاءِ ماسلف ان کے پیچھے ہیں اور یہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہیں اور میرا ہاتھ پکڑ کر فرما رہے

---

(۱)۔ منتخب کنز العمال بر حاشیہ مسند احمد کتاب الامارۃ، جلد ۲، صفحہ ۱۹۱۔

ہیں کہ: اے علیؑ! چلو آخرت میں جو چیزیں خدا نے تمہارے لیے مہیّا فرمائی ہیں وہ دنیا کی چیزوں سے بہتر ہیں۔

پھر آپ نے اپنے دوستوں سے فرمایا کہ: آپ لوگ مجھ کو کچھ موقع دیں کہ میں اپنے اہل بیتؑ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ جب سب لوگ اٹھ گئے سواء چند شیعوں کے تو حضرت نے اپنے اہل بیتؑ کو بلایا اور وہ سب بارہ مرد تھے پھر بعد حمد وثنائے پروردگار کے فرمایا کہ: خداوند عالم نے اپنے نبی حضرت یعقوبؑ کی سنّت یہ قرار دی ہے کہ انھوں نے اپنے بارہ بیٹوں کو بلایا اور فرمایا کہ: میں یوسف کو اپنا وصی بناتا ہوں اور میں حسنؑ اور حسینؑ کو اپنا وصی بناتا ہوں تم لوگ ان کا حکم ماننا اور اطاعت کرنا یہ سُن کر عبداللہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یا امیر المومنینؑ! آپ نے محمد حنفیہ کو وصی نہیں بنایا؟ حضرت نے فرمایا کہ: میری زندگی میں یہ جرأت میں دیکھ رہا ہوں کہ ان کے خیمہ میں تم مذبوح پڑے ہو۔

وصیّت

پھر حضرت نے امام حسنؑ کو اپنا وصی بنایا اور اسم اعظم اور نور وحکمت اور مواریث انبیاءؑ ان کے سُپرد فرمائے اور فرمایا کہ: جب میرا انتقال ہو جائے تو مجھ کو غسل دینا اور کفن پہنانا، حنوط کرنا پھر قبر میں اتارنا جب قبر برابر کر چکنا تو ایک اینٹ ہٹا کر دیکھنا تو مجھ کو نہ پاؤ گے۔

شبِ جمعہ ۲۱ر رمضان المبارک کو آپ کی وفات واقع ہوئی اس وقت آپ کی عمر پینسٹھ (۶۵) سال تھی اور ایک روایت ہے کہ ترسٹھ (۶۳) سال تھی پینتیس (۳۵) برس حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے اور تیس سال بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ رہے۔

منقول ہے کہ ضربت لگنے کے بعد جب لوگ حضرت کو گھر لے گئے اور آپ کے پاس جمع ہو گئے تو آپ نے خطبہ فرمایا اور بعد حمد وثنائے پروردگار کے فرمایا کہ: ہر شخص ایک روز اس موت سے ملاقات کرنے والا ہے جس سے وہ بھاگتا ہے۔ نفس موت کی طرف کھینچا جا رہا ہے۔ موت سے

بھاگنا موت کی طرف جانا ہے کتنے زمانے اس راز کی تلاش و جستجو میں گذر گئے لیکن خدا نے اس کو پوشیدہ ہی رکھا بہت مشکل ہے اس کی حقیقت تک پہنچنا۔ لیکن تم لوگوں سے میری وصیت ہے کہ خدا کا شریک نہ بنانا اور سنّت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ضائع نہ کرنا ان دونوں ستونوں کو قائم رکھنا۔

پھر فرمایا کہ: تم لوگوں پر سلام ہو قیامت تک۔ کل میں تمہارا ساتھی تھا اور آج تمہارے لیے عبرت ہوں اور کل جدا ہو جاؤں گا اگر میں زندہ رہا تو اپنے خون کے انتقام کا مالک ہوں اور اگر موت آگئی تو میری وعدہ گاہ قیامت ہے اور عفو تقویٰ سے زیادہ نزدیک ہے۔ بخشو، خدا تم لوگوں کو بخشے گا۔ کیا تم لوگ پسند نہیں کرتے کہ خدا تم کو بخش دے خدا بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

روایت کی گئی ہے کہ حضرت نے امام حسنؑ سے وصیت فرمائی کہ: تم اور حسینؑ میرے جنازے کو سرہانے کی طرف سے اٹھانا اور جنازہ جہاں خود بخود ٹھہر جائے وہیں دفن کرنا۔ تم لوگ میری قبر کھدی ہوئی پاؤ گے جو حضرت نوحؑ نے میرے لیے کھودی تھی۔

مقام قبر امیر المومنینؑ

منقول ہے کہ: حضرت کا جنازہ پہلے مسجدِ سہلہ لے جایا گیا وہاں ایک ناقہ بیٹھا ہوا نظر آیا اس پر جنازہ رکھا گیا وہ چلا اور چلتے چلتے مقام غری (نجف) میں خود بخود بیٹھ گیا اس مقام کی کچھ مٹی ہٹائی گئی تو قبر کھدی ہوئی ملی حضرت اسی قبر میں وصیت کے مطابق دفن کیے گئے۔ حضرت کا جنازہ شب کو اٹھایا گیا اور شب ہی کو دفن کیا گیا اور حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ نے کسی دوسرے کو شریک نہ کیا۔

واقعۂ نہروان کے بعد تین خارجیوں، عبدالرحمٰن ابن ملجم مرادی اور برک ابن عبداللہ اور عمر ابن بکر تمیمی نے رائے کی کہ حضرت امیرالمومنینؑ اور معاویہ اور عمرو ابن عاص کو قتل کردیں۔ ابن ملجم نے حضرت امیرالمومنینؑ کے قتل کا ذمہ لیا اور کوفہ روانہ ہوگیا اور برک دمشق اور عمر ابن بکر مصر روانہ ہوا۔ معاویہ اور عمروابن عاص تو بچ گئے لیکن ابن ملجم کوفہ پہونچ کر انیسویں ماہِ رمضان کے انتظار میں پوشیدہ ہوگیا۔

حضرت امیرالمومنینؑ نے انیس ماہ رمضان کو نمازِ صبح کے لیے جب مسجد جانے کا ارادہ کیا تو مرغابیاں جو گھر میں پلی ہوئی تھیں چیخنے لگیں اور حضرت کا دامن پکڑنے لگیں ہرچند اہل بیتؑ نے ان کو ہٹانا چاہا نہ ہٹیں تو حضرت نے فرمایا: ان مرغابیوں کو چھوڑدو! یہ اپنے مالک پر نوحہ کررہی ہیں۔ جب حضرت نے نماز صبح شروع کی تو سجدہ کی حالت میں ابن ملجم نے حضرت کے سرِ اقدس پر ضربت لگائی۔ حضرت نے فرمایا: ”**فُزْتُ بِرَبِّ الكعبه**“ اس کے بعد لوگ حضرت کو اٹھاکر گھر لائے اور ۲۱/ماہِ رمضان المبارک ۴۰ھ روزِ جمعہ آپ نے انتقال فرمایا(۱)۔

حضرت امیرالمومنینؑ کی تاریخِ وفات وضربت ومقامِ دفن میں مورخین کے درمیان کچھ اختلاف ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ انیسویں ماہِ رمضان ۴۰ھ روزِ چہارشنبہ کو آپ کو ضربت لگی اور اکیس ماہِ رمضان روزِ جمعہ آپ کی وفات ہوئی اور مقامِ غری یعنی نجف میں دفن کیے گئے۔ جیسا کہ تحریر کیا گیا۔

ملا مبین صاحب فرنگی محلی وسیلۃ النجات صفحہ ۱۹۱ میں لکھتے ہیں کہ: صحیح یہ ہے کہ مزار حضرت علی مرتضیٰ صلوات اللہ علی نبینا وعلیہ نجف اشرف میں ہے جہاں آج ایک عالم آپ کی زیارت سے شرف حاصل کرتا ہے اور جو محتاجوں کا ملجا وماوا ہے اور اکسیر اعظم ہے دعاؤں کے قبول ہونے اور حاجتوں کے برآنے کے لیے۔

---

(۱)۔ خلاصہ مضامین طبری ووسیلۃ النجات فصل بیان شہادت امیرالمومنینؑ۔

معجزۂ قبرِ امیر المومنینؑ

ملا مبین صاحب نے وسیلۃ النجات صفحہ ۱۹۱ میں اور علامہ دمیری نے حیاۃ الحیوان جلد ۲ صفحہ ۱۸۷ چھاپہ مصر میں اور صاحب فصل الخطاب نے بروایت امام ضیاء الملۃ والدین ابورشید حافظ محدث بیان حالاتِ امیر المومنینؑ میں اور صاحب حبیب السیر وغیرہ نے لکھا ہے کہ: حضرت امیر المومنینؑ کی قبر اطہر دشمنوں کے خوف سے پوشیدہ کر دی گئی تھی۔ چنانچہ ہارون الرشید کے زمانہ تک بالکل پوشیدہ رہی۔ صحرائی جانور اور پرندے وہاں پناہ لیا کرتے تھے۔

ایک روز ہارون رشید شکار کھیلتا ہوا اس طرف جانکلا اور ایک ہرن یا کسی شکار پر اس نے اپنے شکاری کتے چھوڑے وہ شکار بھاگ کر ایک مقام پر پہونچ کر کھڑا ہو گیا کتے ہر چند شکار تک پہونچنے کی کوشش کرتے تھے لیکن ان کا قدم آگے نہیں بڑھتا تھا (جیسے کسی نے ان کی گردنوں میں زنجیر باندھ رکھی تھی) ہارون رشید یہ دیکھ کر بہت متحیر ہوا اور اس نے قرب وجوار کے رہنے والوں سے اس کا سبب دریافت کیا ایک بوڑھے نے بتایا کہ: یہ حضرت علیؑ کی قبر ہے۔ ہارون نے پوچھا کہ: تم کو کیونکر معلوم ہوا؟ اس نے کہا کہ: میں اپنے باپ کے ساتھ برابر اس کی زیارت کو آیا کرتا تھا اور میرے باپ حضرت امام جعفر صادقؑ کے ساتھ اور میرے دادا حضرت امام محمد باقرؑ اور حضرت امام زین العابدینؑ کے ساتھ برابر زیارت کو آیا کرتے تھے یہ سن کر ہارون الرشید نے اس قبر کو ایک کٹہرے سے گھروا دیا اور ہر سال زیارت کے لیے آیا کرتا تھا۔ پھر سلاطین سامانیہ کے عہد میں یہاں عمارتیں بنائی گئیں۔ اور بنی بویہ کے دور میں وہ عمارتیں ویران کر کے نئی عمارتیں بنائی گئیں۔

آثارِ شہادت

مسعودی نے لکھاہے کہ منقول ہے کہ: جب امیر المومنینؑ شہید ہوئے تو بیت المقدس میں جو پتھر دیکھا گیا اس سے تازہ خون جاری تھا۔

روایت کی گئی ہے کہ: جس شب میں حضرت شہید ہوئے اس کی صبح کو حضرت ابن عباس نے بیان کیا کہ میں نے گذشتہ شب خواب میں دیکھاہے کہ کوہِ ابو قبیس ٹکڑے ٹکڑے ہو کر کعبہ کے گرد پڑا ہے اور پہاڑ کے غبار سے کعبہ اور مکہ کے اطراف میں ہر طرف تاریکی پھیل گئی ہے یہاں تک کہ کوئی کسی کو دیکھ نہیں سکتا تو میں نے "اناللّٰہ واناالیہ راجعون" کہا اور سمجھا کہ یقیناً امیر المومنینؑ پر کوئی مصیبت نازل ہوئی چند روز کے بعد خبر پہونچی کہ حضرت اسی شب میں شہید ہوئے۔

خطبہ حضرت امام حسنؑ

منقول ہے کہ: حضرت امیر المومنینؑ کو دفن کرنے کے بعد حضرت امام حسنؑ منبر پر تشریف لے گئے اس وقت آپ سیاہ عمامہ باندھے ہوئے تھے جس کے دونوں سرے لٹک رہے تھے اور سیاہ عبا اوڑھے تھے اور بعد حمد وثنائے پروردگار کے فرمایا کہ: خدا کی قسم! آج کی شب وہ شخص دنیا سے اٹھاہے جس سے فضائل وکمالات میں نہ تو اس سے پہلے کوئی بڑھ سکانہ اس کے بعد کوئی بڑھے گا۔ وہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لشکر کے علمدار تھے۔ جبرئیلؑ ان کے داہنے اور میکائیلؑ ان کے بائیں رہا کرتے تھے اور وہ جس طرف رُخ کرتے تھے فتح کر کے پلٹتے تھے۔ اور خدا کی قسم! سوائے سات سو درہم کے، جو تقسیم کے بعد بچ گئے تھے، حضرت نے اپنے بعد کوئی سفید و سیاہ نہیں چھوڑا اور اس شب میں شہید ہوئے جس شب میں قرآن نازل ہوا اور جس شب میں حضرت یوشع ابن نون نے وفات پائی اور حضرت عیسیٰؑ آسمان پر اٹھائے گئے۔

نقش خاتم امیر المومنینؑ

نقشِ نگینِ امیر المومنینؑ نعم القادر اللہ تھا(۱)۔

ازواجِ امیر المومنینؑ

حضرت امیر المومنینؑ کی سات ازواج کے متعلق کوئی اختلاف نہیں ہے:

(۱)۔سیدۃ النساء حضرت فاطمہ زہراؑ بنت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی زندگی میں حضرت امیر المومنینؑ کے لیے کسی دوسری عورت سے عقد کرنا جائز نہ تھا۔

(۲)۔ام البنین بنت حزام ابن خالد کلابیہ۔

(۳)۔اسماء بنت عمیس یہ پہلے حضرت ابو بکر کی زوجیت میں تھیں ان کے بعد حضرت امیر المومنینؑ نے ان سے عقد کر لیا۔

(۴)۔مخبات بنت امرء القیس۔

(۵)۔امامہ بنت عاص حضرت خدیجہ ام المومنین کی بہن کی بیٹی۔

(۶)۔ام سعید بنت عروہ ابن مسعود۔

(۷)۔لیلیٰ بنت مسعود ابن خالد۔

اور دو بیبیاں جن کے متعلق اختلاف ہے کہ وہ منکوحہ تھیں یا کنیزیں تھیں:

(۱)۔خولہ بنت جعفر حنفیہ۔ (۲)۔ام حبیبہ بنت ربیعہ۔

---

(۱)۔وسیلۃ النجات، صفحہ ۱۹۳۔

اولادِ امیرالمومنینؑ

حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ اور حضرت محسن اور حضرت زینب کبریٰ اور حضرت زینبِ صغریٰ ام کلثوم حضرت فاطمہ صلوات اللہ علیہا سے۔

اور حضرت عباس و جعفر و عثمان و عبد اللہ جناب ام البنین سے۔

اور یحییٰ اور عون اسماء بنت عمیس سے۔

اور محمد اوسط امامہ بنت عاص سے۔

اور رملہ اور ام الحسن ام سعید بنت عروہ سے۔

اور محمد اصغر اور عبد اللہ لیلیٰ بنت مسعود سے۔

اور محمد حنفیہ خولہ بنت جعفر سے۔

اور زینب صغریٰ اور امامہ اور میمونہ اور خدیجہ اور فاطمہ و نفیسہ اور ام ہانی اور ام الکرام اور ام سلمہ وغیرہ مختلف ماؤں سے (۱)۔

غرض مشہور روایت کے مطابق حضرت کے پندرہ بیٹے اور سترہ لڑکیاں تھیں۔ لیکن حضرت کی نسل پانچ لڑکوں سے جاری ہوئی جن سے خداوند عالم نے آپ کی کثیر ذریّت پیدا کی جو آج دنیا میں پھیلی ہوئی ہے۔

---

(۱)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۱۹۸۔

حضرت امیر المومنینؑ کے اصحاب

۱۔جناب حجر ابن عدی۔
۲۔جناب طرماح ابن عدی۔
۳۔جناب کمیل ابن زیاد۔
۴۔جناب اصبغ ابن نباتہ۔
۵۔بشیر ابن ابی مسعود انصاری۔
۶۔جناب مالک اشتر۔
۷۔جناب رشید ہجری۔
۸۔جناب میثم تمار۔
۹۔جناب عرفہ ازدی انصاری۔
۱۰۔کعب ابن عبادی انصاری۔
۱۱۔محمد ابن ابو بکر۔
۱۲۔قنبرؓ۔

حالات

حضرت امام حسن مجتبیٰؑ

باب دوم

حالات حضرت امام حسن مجتبیٰؑ

مسعودی نے لکھا ہے کہ: حضرت امیر المومنینؑ کے بعد ابو محمد حضرت امام حسنؑ حضرت امیر المومنینؑ کے جانشین ہوئے آپ کی والدہ سیدۂ نساء حضرت فاطمہ زہراؑ تھیں۔

ولادت: حضرت امام حسنؑ کی ولادت سنہ ۳ھ میں ہوئی اس وقت حضرت فاطمہ زہراؑ کی عمر گیارہ سال تھی۔ آپ اپنے آباؤاجداد کی طرح طاہر و مطہر پیدا ہوئے اور آپ کی پرورش اور تعلیم و تربیت خود حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمائی۔

جب حضرت رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا آپؑ سات برس چند ماہ کے تھے۔ آپؑ حضرت امیر المومنینؑ کے ساتھ تیس سال رہے اس درمیان میں حضرت امیر المومنینؑ آپ کی امامت کی طرف اشارات اور آیات قرآنی سے نص فرماتے رہے۔ جب حضرت کی وفات کا وقت آیا تو ابوعبداللہ حضرت امام حسینؑ اور اپنی کل اولاد کو اور ثقات شیعہ کو بلایا اور ان کے سامنے حضرت امام حسنؑ کو اپنا وصی قرار دیا اور حضرت رسول اللہ ﷺ سے جو باتیں پہونچی تھیں پہنچائیں اور وصیت فرمائی کہ: مجھ کو غسل دینا اور کفن پہنانا اور نماز پڑھ کر دفن کر دینا پھر دفن کرنے کے بعد ایک اینٹ ہٹا کر دیکھنا چنانچہ آپ نے ویسا ہی کیا۔

روایت کی گئی ہے کہ: جس وقت امیر المومنینؑ نے حضرت امام حسنؑ کو اپنے دفن کے متعلق وصیت فرمائی تھی ابو عبد اللہ جدلی وہاں موجود تھے انھوں نے بعد دفن امیر المومنینؑ، امام حسنؑ سے پوچھا کہ: آپ نے اینٹ ہٹا کر دیکھا تھا؟ حضرت نے فرمایا: تم سمجھتے ہو کہ ہم اس سے غافل رہے ابو عبد اللہ جدلی نے پوچھا کہ: آپ نے حضرت کو قبر میں پایا؟ تو فرمایا: نہیں خدا کی قسم! اگر کوئی نبی مغرب میں انتقال کرے اور اس کا وصی مشرق میں فوت ہو تو خدا دونوں کو جمع کر دیتا ہے۔

حضرت امام حسنؑ شب پانزدہم ماہِ رمضان سنہ ۳ھ مدینۂ منورہ میں پیدا ہوئے۔ بعد ولادت حضرت رسول اللہ ﷺ نے آپ کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی اور آپ کا نام حسن رکھا یہ نام حضرت جبرئیلؑ ایک ریشم کے ٹکڑے پر لکھا ہوا آسمان سے لائے تھے پھر حضرت نے امام حسنؑ کا عقیقہ کیا اور بروایت نسائی دو گوسفند ذبح کیے اور بالوں کے ہموزن چاندی تصدق فرمائی۔

ختنہ: آپ کی پیدائش کے ساتویں روز حضرت نے آپ کا ختنہ کرایا۔

حلیۂ مبارک: حضرت کا رنگ سُرخ و سفید، آنکھیں سیاہ سرمہ کشیدہ رخسار کتابی، سینہ چوڑا اور سینہ سے ناف تک بال کا ایک سیاہ خط تھا۔ ریش مبارک گھنی اور خوش نما، قد میانہ، گردن صاف اور روشن مثل چاندی کی صُراحی کے شانے بھرے ہوئے، شکل مبارک نہایت حسین و نورانی، بال گھونگروالے تھے ان میں وسمہ اور مہندی کا خضاب لگاتے تھے۔

مشابہت رسول اللہ ﷺ: حضرت امام حسنؑ سر سے کمر تک سب سے زیادہ حضرت رسول اللہ ﷺ سے مشابہ تھے۔ عقبہ ابن حارث سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو بکر نماز عصر کے بعد مسجد سے گھر جا رہے تھے راہ میں امام حسنؑ کو دیکھا کہ بچوں کے ساتھ کھیل

رہے ہیں تو ان کو اٹھا کر اپنے کندھے پر بٹھالیا اور کہا کہ: میرے باپ کی قسم! یہ نبیؐ سے مشابہ ہیں علیؑ سے مشابہ نہیں ہیں۔

حضرت امیر المومنینؑ سے منقول ہے آپ فرماتے تھے کہ: حسنؑ سینہ سے سر تک سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ سے مشابہ ہیں (۱)۔

القاب: حضرت کے القاب، سید، تقی، طیب، زکی، سبط، ولی، کریم و حلیم، زاہد وغیرہ تھے۔

فضائل امام حسنؑ قرآن کریم میں

خداوند عالم سورۂ احزاب رکوع ۴، آیت ۳۳ میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾؛ یعنی اے اہل بیتِ رسولؐ! خدا چاہتا ہے کہ تم لوگوں سے ہر گندگی اور پلیدی کو دور رکھے اور پاک رکھے تم کو جو حق ہے پاک رکھنے کا۔

یہ آیت حضرت رسول اللہ ﷺ اور حضرت امیر المومنینؑ اور حضرت فاطمہ زہراؑ اور حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے (۲) یہ آیت حضرت کی عصمت کی دلیل ہے۔

---

(۱)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۲۳۵۔

(۲)۔ صواعق محرقہ، باب ۱۱، فصل ۱، صفحہ ۸۵ و مستدرک حاکم جلد ۲، صفحہ ۴۱۶ و اسد الغابہ جلد ۳، صفحہ ۲۶ و مشکوٰۃ وغیرہ۔

حضرت امام حسنؑ ابن رسول(ص) ہیں

خداوند عالم سورۂ آل عمران آیت ۶۱ میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ﴾

یعنی اے رسول! (قومِ نصاریٰ) سے کہہ دو کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ ہم اپنی عورتوں کو لائیں تم اپنی عورتوں کو لاؤ ہم اپنے نفوس کو لائیں تم اپنے نفوس کو لاؤ پھر مباہلہ کرلیں اور جھوٹوں پر لعنت کریں۔

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضرت رسول اللہ ﷺ بیٹوں میں حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کو اور عورتوں میں حضرت فاطمہ زہراؑ کو اور نفوس میں حضرت امیر المومنینؑ کو ساتھ لے کر میدانِ مباہلہ میں تشریف لے گئے (۱)۔

شعبی اور عاصم ابن نجود قاری نے بیان کیا کہ حجاج ابن یوسف کو معلوم ہوا کہ یحییٰ ابن یعمر کہتے ہیں کہ: حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ ذریّت رسولؐ ہیں۔ یحییٰ اس وقت خراسان میں تھے حجاج نے حاکم خراسان قتیبہ ابن مسلم کو لکھا کہ یحییٰ کو میرے پاس بھیج دو۔ قتیبہ نے یحییٰ کو حجاج کے پاس بھیج دیا جب وہ پہونچے تو حجاج نے پوچھا کہ: سنا ہے کہ تم کہتے ہو کہ حسنین علیہم السلام ذریّت رسولؐ ہیں؟ یحییٰ نے کہا: ہاں شعبی نے کہا کہ: یحییٰ کے بے خوف وخطر ہاں کہنے سے مجھ کو حیرت ہوگئی۔ حجاج نے کہا کہ: قرآن مجید سے کوئی واضح دلیل پیش کرو لیکن آیت مباہلہ کو پیش نہ کرنا۔ یحییٰ نے کہا کہ: اگر میں اس آیت کے سواء قرآن کی کسی دوسری آیت سے ثابت کردوں تو مجھ کو امان دوگے؟ حجاج نے کہا: ہاں۔ یحییٰ نے کہا: خداوند عالم پارہ سات سورۂ انعام آیت ۸۵ میں

---

(۱)۔صواعق محرقہ، صفحہ ۹۳ و کتاب فاطمہؑ کا چاند مصنفہ مولانا عبد الصمد رحمانی، صفحہ ۲۰ و تفسیر کشاف و ثعلبی و صحیح مسلم وغیرہ۔

ارشاد فرماتا ہے کہ: ﴿وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ كُلًّا هَدَيْنَا وَنُوحًا هَدَيْنَا مِن قَبْلُ وَمِن ذُرِّيَّتِهِ دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَارُونَ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ، وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ كُلٌّ مِّنَ الصَّالِحِينَ ۸۵﴾۔

یعنی اور ہم نے ابراہیمؑ کو اسحاقؑ ویعقوبؑ (سا بیٹا اور پوتا) عطا کیا ہم نے سب کی ہدایت کی اور ان سے پہلے نوحؑ کی بھی ہم ہی نے ہدایت کی تھی اور ابراہیمؑ کی اولاد سے داؤدؑ و سلیمانؑ وایوبؑ و یوسفؑ اور موسیٰؑ اور ھارونؑ سب کی ہم نے ہدایت کی اور نیکوکاروں کو ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں اور زکریاؑ اور یحییٰؑ اور عیسیٰؑ والیاسؑ سب صالحین میں سے تھے۔

پھر یحییٰ نے حجاج سے پوچھا کہ: حضرت عیسیٰؑ کا باپ کون تھا حالانکہ خدا نے ان کو ذریّت ابراہیمؑ میں داخل فرمایا ہے؟ حالانکہ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت ابراہیمؑ کے درمیان میں اس سے کہیں زیادہ مدّت گذری ہے جتنی حضرت امام حسنؑ اور حضرت حسینؑ اور حضرت رسول اللہ ﷺ میں تھی(۱)۔

ایک مرتبہ ہارون رشید نے حضرت امام موسیٰ کاظمؑ سے پوچھا کہ: آپ لوگ تو حضرت علیؑ کی ذریّت میں ہیں تو ابن رسولؐ کیونکر کہے جاتے ہیں؟ حضرت نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ: حضرت عیسیٰؑ کا تو کوئی باپ نہ تھا وہ اپنی ماں کی طرف سے ذریّت ابراہیمؑ میں قرار دیئے گئے (اسی طرح حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ اپنی ماں کی طرف سے ذریّت حضرت رسول اللہ ﷺ میں قرار دیئے گئے)(۲)۔

حضرت فاطمہ زہراؑ سے منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ: کل بنی آدم اپنے باپ کی طرف منسوب ہوتے ہیں سواء اولادِ فاطمہ کے کہ ان کا باپ میں ہوں اور میں ہی ان کا عصبہ

---

(۱)۔ حیوٰۃ الحیوان دمیری۔

(۲)۔ صواعق محرقہ۔

(یعنی قرابت دار پدری ہوں)(۱)۔اسی مضمون کی حدیث باختلاف الفاظ حضرت عمرسے بھی مروی ہے دیکھئے کفایۃ الطالب۔ اور دار قطنی نے یہی حدیث عبد اللہ ابن عمر سے روایت کی ہے۔

خوارزمی نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی ذریّت اس کی نسل میں قرار دی ہے اور میری ذریّت علیؑ کے صُلب میں قرار دی ہے(۲)۔

علامہ ذہبی نے کہا کہ: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب حضرت فاطمہؑ سے جاری ہوا(۳)۔

تنبیہ:

بعض مخالف اہل بیتؑ مولوی یہ کہتے ہیں کہ: خداوند عالم نے آیت مباہلہ میں حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کو ابن رسولؐ مجازاً فرمایا ہے اس سے حقیقی بیٹے مقصود نہیں ہیں کیونکہ خداوند عالم پارہ ۲۲ سورۂ احزاب، آیت ۴۰ میں فرماتا ہے کہ:﴿ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنۡ رِجَالِكُمۡ وَلٰكِنۡ رَسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾؛ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔

توجب پروردگار عالم نے نفی کردی کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں تو امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے باپ کیونکر ہو گئے؟

جواب:

تعصب انسان کو اندھا کر دیتا ہے کہ وہ یہ بھی نہیں سمجھتا کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اور اس کے نتائج کیا ہوں گے۔ کفّار قریش حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابتر کہا کرتے تھے جس سے حضرت کو

---

(۱)۔ مودۃ القربیٰ، مودۃ ۱۲، حدیث ۱۱۔

(۲)۔ صواعق محرقہ، صفحہ ۹۳۔

(۳)۔ تاریخ الخلفاء، صفحہ ۵۲۔

بڑا صدمہ ہوا تو پروردگارِ عالم نے اپنے حبیب کو تسلی دی کہ: ''﴿إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ الخ﴾''؛ یعنی اے رسول! ہم نے تم کو کثیر اولاد عطا فرمائی نیز فرمایا کہ: تمہارا دشمن ہی مقطوع النسل ہے۔ پھر خداوند عالم نے آیت مباہلہ میں امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو ابن رسولؐ قرار دیا یہاں تک کہ علمائے شیعہ اور سنی نے باتفاق تسلیم کیا نسل رسولؐ حضرت فاطمہؑ سے جاری ہوئی اور خود حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''میری نسل فاطمہؑ سے جاری ہوگی''۔ لیکن آج کے مولوی امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی دشمنی میں ان کے ابن رسولؐ ہونے سے انکار کرتے ہیں اور کفّار قریش کی تائید کرتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کو ابتر کہا کرتے تھے ان کا مقصود یہ تھا کہ خدا نے رسول اللہ ﷺ کو کوئی ایسا لڑکا عطا نہ کیا جس سے آپ کی نسل چلتی ورنہ یہ تو وہ بھی جانتے تھے کہ حضرت فاطمہؑ رسولؐ کی بیٹی ہیں اور حسنینؑ آپ کے نواسے ہیں۔ تو ان کے جواب میں جو خدا نے حسنین علیہم السلام کو آیتِ مباہلہ میں رسولؐ کا بیٹا قرار دیا۔ اس کا مطلب یہ نہ تھا کہ وہ نواسے ہیں کیونکہ کفّار یہ کہاں کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کا کوئی نواسہ نہیں ہے لہٰذا یقیناً آیتِ مباہلہ میں ابن سے نواسہ نہیں بلکہ حقیقی بیٹا مقصود ہے۔ اور جو خدا بیٹے کی نسل کو ذریّت قرار دے سکتا ہے وہ بیٹی کی نسل کو بھی ذریّت قرار دینے کا اختیار رکھتا ہے اگر خدا نے ابتداء خلقت آدمؑ سے بیٹی ہی سے انسان کا نسب جاری کیا ہوتا اور اس کو بیٹے کی منزلت عطا کی ہوتی تو کس میں خدا سے اختلاف کی جرأت ہوتی۔

یہ آیت کریمہ ''﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ الخ﴾'' کی شان نزول یہ ہے کہ جب حضرت رسول اللہ ﷺ آزاد کردہ غلام زید ابن حارثہ نے جن کو حضرت رسول اللہ ﷺ نے بیٹا بنالیا تھا اپنی زوجہ زینب بنت جحش کو طلاق دے دیا اور عدت گذرنے کے بعد حضرت رسول اللہ ﷺ نے ان سے عقد کرلیا تو کفّار نے کہنا شروع کیا کہ محمد ﷺ نے اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرلیا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ محمد تم لوگوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں اس میں خطاب

امّت سے ہے نہ کہ امام حسنؑ وامام حسینؑ سے۔ نیز اینکہ آیت میں ''مِنۡ رِجَالِکُمۡ'' کی لفظ ہے اور رجل جوان آدمی کو کہتے ہیں اور حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ اس وقت بچے تھے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زینب بنت جحش سے عقد کیا تھا حضرت نے سنہ ۵ھ میں زینب بنت جحش سے عقد کیا اور حضرت امام حسنؑ سنہ ۳ھ میں اور حضرت امام حسینؑ سنہ ۴ھ میں پیدا ہوئے یعنی اس وقت حضرت امام حسنؑ دو برس کے تھے اور امام حسینؑ ایک سال کے تھے تو وہ اس آیت کے مخاطب کیونکر ہو سکتے تھے؟!۔

حضرت امام حسنؑ کی محبّت مسلمانوں پر فرض کی گئی ہے

خداوند عالم پارہ ۲۵ سورۂ شوریٰ، آیت ۲۳ میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿قُلۡ لَّاۤ اَسۡـَٔلُکُمۡ عَلَیۡہِ اَجۡرًا اِلَّا الۡمَوَدَّۃَ فِی الۡقُرۡبٰی﴾

یعنی اے رسول! کہہ دو کہ تم سے سواء اپنے قرابت داروں کی محبت کے اپنی رسالت کا کوئی اجر نہیں چاہتے۔

صاحب تفسیر کشاف نے روایت کی ہے کہ: جب یہ آیت نازل ہوئی تو پوچھا گیا کہ: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ کون لوگ آپ کے ذوی القربیٰ ہیں جن کی محبت ہم پر واجب کی گئی ہے؟ تو فرمایا کہ: علیؑ اور فاطمہؑ اور ان کے دونوں بچےّ۔

اسی مضمون کی حدیث تفسیر ابو السعود برحاشیہ تفسیر کبیر جلد ۷، سورۂ شوریٰ، صفحہ ۴۰۴ وصواعق محرقہ باب ۱۱، فصل ۱، صفحہ ۱۰۱، ومستدرک حاکم جلد ۳، صفحہ ۱۴۹ ووسیلۃ النجات، صفحہ ۴۱ و ارجح المطالب باب ۳ صفحہ ۳۴۷ وفاطمہؑ کا چاند، صفحہ ۵۸ اور بیضاوی و ثعلبی و مدارک وغیرہ میں ہے۔

حاکم نے مستدرک جلد ۳، صفحہ ۱۷۲ میں روایت کی ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ کی شہادت کے بعد

حضرت امام حسنؑ نے خطبہ فرمایا اور بعد حمد وثنائے پروردگار کے فرمایا کہ: "لَقَدْ قُبِضَ فِي هَذِهِ اللَّيْلَةِ رَجُلٌ لَمْ يَسْبِقْهُ الْأَوَّلُونَ وَلَا يُدْرِكُهُ الْآخِرُونَ وَ قَدْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ يُعْطِيهِ رَايَتَهُ وَ يُقَاتِلُ جَبْرَئِيلُ عَنْ يَمِينِهِ وَ مِيكَائِيلُ عَنْ شِمَالِهِ فَمَا يَرْجِعُ حَتَّى يَفْتَحَ اللهُ عَلَيْهِ وَ مَا تَرَكَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ صَفْرَاءَ وَ لَا بَيْضَاءَ إِلَّا سَبْعَمِائَةِ دِرْهَمٍ فَضَلَتْ مِنْ عَطَائِهِ أَرَادَ أَنْ يَبْتَاعَ بِهَا خَادِماً لِأَهْلِهِ ثُمَّ قَالَ أَيُّهَا النَّاسُ مَنْ عَرَفَنِي فَقَدْ عَرَفَنِي وَ مَنْ لَمْ يَعْرِفْنِي فَأَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ وَ أَنَا ابْنُ الْوَصِيِّ وَ أَنَا ابْنُ الْبَشِيرِ وَ أَنَا ابْنُ النَّذِيرِ وَ أَنَا ابْنُ الدَّاعِي إِلَى اللهِ بِإِذْنِهِ وَ أَنَا ابْنُ السِّرَاجِ الْمُنِيرِ وَ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ الَّذِي كَانَ جَبْرَئِيلُ يَنْزِلُ فِيهِ وَ يَصْعَدُ مِنْ عِنْدِنَا وَ أَنَا مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ الَّذِينَ أَذْهَبَ اللهُ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَ طَهَّرَهُمْ تَطْهِيراً وَ أَنَا مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ الَّذِينَ افْتَرَضَ اللهُ مَوَدَّتَهُمْ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ فَقَالَ لِنَبِيِّهِ قُلْ لا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْراً إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبى وَ مَنْ يَقْتَرِفْ حَسَنَةً نَزِدْ لَهُ فِيها حُسْناً فَاقْتِرَافُ الْحَسَنَةِ مَحَبَّتُنَا أَهْلَ الْبَيْتِ".

ترجمہ: آج کی شب میں وہ شخص ہمارے درمیان سے اُٹھ گیا جس سے فضائل وکمالات میں نہ پہلے والے سبقت لے جاسکے نہ آپ کے بعد کوئی سبقت لے جائے گا۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو اپنی فوج کا نشان عطا کرتے تھے تو وہ خدا کی راہ میں جہاد کرتے تھے اور حضرت جبرئیلؑ ان کے داہنے اور حضرت میکائیل بائیں رہا کرتے تھے تو وہ بغیر فتح کیے میدانِ جنگ سے واپس نہیں ہوتے تھے۔ آپ اپنے بعد کچھ سونا چاندی چھوڑ کر نہ گئے سواء سات سو درہم کے جو آپ کی بخشش اور عطایا کے بعد بچ گئے تھے جن سے آپ اپنے گھر کی خدمت کے لیے غلام خریدنا

چاہتے تھے۔ پھر فرمایا کہ: لوگو! جو مجھ کو پہچانتا ہے وہ پہچانتا ہے لیکن جو نہیں پہچانتا وہ پہچان لے کہ میں حسن ابن علیؑ ہوں میں نبیؐ کا بیٹا ہوں میں وصی کا بیٹا ہوں میں بشیر و نذیر کا بیٹا ہوں اور میں خدا کے حکم سے اس کی طرف دعوت دینے والے (رسولؐ) کا بیٹا ہوں میں سراج منیر کا بیٹا ہوں میں ان اہل بیتؑ سے ہوں جن کے پاس جبرئیل امینؑ آتے تھے اور جاتے تھے۔

میں ان اہل بیتؑ سے ہوں جن سے خدا نے ہر طرح کی پلیدی اور گندگی کو دور کیا ہے اور پاک کیا ہے ان کو جو حق ہے پاک کرنے کا میں ان اہل بیتؑ سے ہوں جن کی محبت خدا نے ہر مسلمان پر فرض فرمائی ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے کہ اے رسولؐ! کہہ دو کہ میں تم لوگوں سے سوائے اپنے اہل بیتؑ کی محبت کے اپنی رسالت کا کوئی اجر طلب نہیں کرتا اور جو کوئی نیکی حاصل کرے ہم اس کے لیے اس کی خوبی میں اضافہ کریں گے۔ تو وہ نیکی جس کے حاصل کرنے کا اس آیت میں حکم دیا گیا ہے وہ ہم اہل بیتؑ کی محبت ہے۔

یہ خطبہ حضرت کا تفسیر فرات کوفی صفحہ ۷۲ میں بھی ہے۔

براء ابن عازب سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ: میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ حضرت امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو اپنے کاندھے پر اٹھائے ہوئے تھے اور فرمارہے تھے کہ: ''پروردگارا میں اس کو دوست رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر''۔

ابوہریرہ سے منقول ہے انھوں نے کہا کہ: ایک روز ہم لوگ چند آدمی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکلے یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہؑ کے گھر کے نزدیک پہنچے اور امام حسنؑ کو یاد فرمایا ناگاہ حضرت امام حسنؑ دوڑتے ہوئے پہونچ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لپٹ گئے تو آپ نے ان کو سینہ سے لپٹا لیا اور فرمایا: اے میرے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر اور جو اس کو دوست رکھے اس سے بھی محبت کر۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے (۱)۔

(۱)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۲۳۶۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ”جس نے تم لوگوں سے جنگ کی اس نے مجھ سے جنگ کی اور جس نے تم لوگوں سے صلح کی اس نے مجھ سے صلح کی“(۱)۔

امام حسنؑ سوارِ دوشِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں

ابن عباس نے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امام حسنؑ کو اپنے دوش پر اٹھائے ہوئے تھے۔ ایک شخص نے کہا کہ: شاہ زادے تمہاری سواری کتنی اچھی ہے!۔ حضرت نے فوراً فرمایا کہ: اور سوار کتنا اچھا ہے!(۲)۔

حضرت کا مقصود یہ تھا کہ میں نے جو حسنؑ کو اپنے دوش پر اٹھالیا ہے یہ صرف تقاضائے محبت نہیں ہے بلکہ حسنؑ خود خدا کی طرف سے ایسے بلند فضائل و مراتب کے حامل ہیں کہ میرے دوش پر سوار ہونے کے اہل ہیں۔ **وکفیٰ به فضلا**۔

حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں مشغول ہوئے تھے اور حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کھیلتے اور دوڑ کر ان کی پشتِ مبارک پر سوار ہو جایا کرتے تھے(۳)۔

امام حسنؑ سردارِ جوانانِ اہلِ بہشت ہیں

باتفاق محدثین شیعہ و اہل سنّت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”اَلْحَسَنُ وَ الْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ“؛ یعنی حسنؑ اور حسینؑ جوانانِ اہل جنّت کے سردار ہیں۔

---

(۱)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۲۳۸۔

(۲)۔ مستدرک حاکم جلد ۳، صفحہ ۱۷۰ و اسد الغابہ، جلد ۳، صفحہ ۱۵ و ترمذی وغیرہ۔

(۳)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۱۳۶ و تہذیب التہذیب وغیرہ و تاریخ الخلفاء حالاتِ امام حسنؑ۔

حذیفہ یمانی سے منقول ہے انھوں نے کہا کہ: ایک روز حضرت رسول اللہ ﷺ بہت خوش اور مسرور نظر آئے تو میں نے سبب دریافت کیا؟ حضرت نے فرمایا: کیونکر مسرور نہ ہوں کہ ابھی جبرئیل امینؑ نے مجھ کو بشارت دی ہے کہ حسن اور حسین علیہم السلام جوانانِ اہل جنّت کے سردار ہیں اور ان دونوں کا باپ ان دونوں سے بہتر ہے (۱)۔

اس حدیث میں سرورِ کائنات ﷺ نے امّت کو یہ ہدایت فرمائی ہے کہ اگر جنّتی بننا چاہتے ہو تو امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو اپنا سردار بناؤ اور ان کی پیروی کرو۔

امام حسنؑ کو سرداری و ہیبت رسول اللہ ﷺ سے وراثت میں ملی

حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: حسنؑ کو میری ہیبت اور سرداری وراثت میں ملی ہے (۲)۔

حضرت امام حسنؑ کی پرورش

مولانا عبد الصمد رحمانی صاحب پھلواری شریف اپنی کتاب فاطمہؑ کا چاند صفحہ ۱۵ میں لکھتے ہیں کہ بچپن اور ایامِ طفولیت کا ماحول اس عہد کی تربیت اور مربّی و نگراں کی نگہداشت اور ان کی عملی اور اخلاقی زندگی (جس سے بچہ ہر سکنڈ متاثر ہوتا رہتا ہے اور غیر ارادی طور پر اس کے سادہ دل و دماغ پر اس کا نقش مرتسم ہوتا جاتا ہے) چونکہ مستقبل کا سرمایہ ہوتی ہے۔ اس لیے سب سے پہلے ایک نگاہ اس پر ڈال لینے کی ضرورت ہے کہ قضا و قدر کے ہاتھوں جو کار نمایاں حضرت امام کو انجام

---

(۱)۔ صواعق محرقہ، صفحہ ۱۱۷ و مودة القربیٰ، مودة ۱۲ و مستدرک حاکم جلد ۳، صفحہ ۳۸۱ و تاریخ الخلفاء، صفحہ ۱۳۲ و اصابہ جلد ۲، صفحہ ۱۲ و غیرہ باختلاف الفاظ۔

(۲)۔ شرح مواہب لدنیہ جلد ۳، صفحہ ۲۳۶ و تہذیب التہذیب وغیرہ۔

دینے پڑے اس کے لیے ''ربوبیت الٰہی'' نے امام کے عہدِ طفولیت میں وہ کیا سروسامان جمع کر دیئے تھے جو امام کے مستقبل کے لیے بنیاد بنے۔

اس سلسلے میں سب سے پہلی چیز پیش نظر رکھنے کی یہ ہے کہ حضرت امام کے عہد طفولیت کو کافی مدّت زیر سایۂ نبویؐ بسر کرنے کا موقع ملا اس لیے کہ رضاعت کے بعد جب حضرت امام اس قابل ہوئے کہ خدمت نبویؐ میں آنے جانے لگے تو روایتوں میں اس طرح اشارہ ملتا ہے کہ امام دن کو حضورؐ کی خدمت میں رہتے تھے اور رات کو اپنی والدہ کی آغوش میں بسر فرماتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ: عشا کی نماز کے بعد میں نے حضورؐ سے عرض کیا کہ ان دونوں صاحب زادوں کو ان کی ماں کے پاس پہنچادوں؟ حضورؐ نے فرمایا: نہیں۔ اتنے میں بجلی چمکنے لگی اور دونوں صاحب زادے اس کی روشنی میں اپنی ماں کے پاس پہونچ گئے(۱)۔

پھر صفحہ ۲۴ پر لکھتے ہیں کہ دسویں نوازش یہ ہوئی کہ حضورؐ کا تعلق خاطر اس طرح امام کے ساتھ مرکوز کرادیا گیا کہ امام کا تعلق خاطر حضورؐ سے خلوت وجلوت میں یکساں ہوگیا۔ چنانچہ حضورؐ کی عادت شریف یہ ہوگئی تھی کہ حضرت فاطمہ زہراؑ کے گھر تشریف لے جاتے اور فرماتے: میرے دونوں بیٹوں کو بلاؤ میں ان کو سونگھوں گا۔

کبھی ان دونوں کو گھر سے اپنی دونوں گودوں میں ایک ساتھ چادر میں چھپا کر لے آتے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر فرماتے ہیں کہ: اپنی کسی ضرورت سے میں رات کو حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضورؐ اس طرح تشریف لائے کہ معلوم ہوا کہ کسی چیز کو آپ لپیٹے ہوئے ہیں جس کو میں نہ سمجھ سکا جب میں اپنی ضرورت سے فارغ ہوا تو عرض کیا کہ آپ کیا چیز لپیٹے ہوئے ہیں؟ تو آپ نے کھول دیا۔ امام حسنؑ اور امام حسینؑ رضی اللہ عنہما حضور کی دونوں گودوں میں لپٹے ہوئے تھے اس کے بعد حضورؐ نے فرمایا: یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری

---

(۲)۔ تہذیب التہذیب۔

بیٹی کے بیٹے ہیں! اے اللہ! میں ان دونوں کو چاہتا ہوں تو بھی ان دونوں کو چاہ اور ان کے چاہنے والوں کو چاہ!(۱)۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ: عبد اللہ ابن عمر کوئی ناواقف اور نووارد انسان نہ تھے جس کو یہ خبر نہ تھی کہ حسنین علیہم السلام کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا قرابت ہے لہٰذا جب انھوں نے دریافت کیا کہ: حضور اپنی چادر میں کیا لپیٹے ہیں؟ تو ان کے اطمینان کے لیے اتنا کافی تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے چہروں سے چادر ہٹا دیتے یہ کہنے کی ضرورت نہ تھی کہ یہ میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں اور اے اللہ! میں ان سے محبت کرتا ہوں، کیونکہ یہ باتیں عبد اللہ ابن عمر پہلے ہی سے جانتے تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ ہر نانا کو اپنے نواسہ سے محبت ہوتی ہے لہٰذا یقیناً اس کا مقصد تنبیہ و تاکید تھی اور یہ بتانا تھا کہ اے عبد اللہ! امام حسنؑ اور امام حسینؑ عام نواسوں جیسے نہیں ہیں بلکہ یہ میرے بیٹے قرار دیئے گئے ہیں اور میری نسل انھیں سے چلے گی اور یہ محبوب خدا و رسولؐ ہیں اور میری امّت سے جو شخص ان سے محبت کرے گا خدا و رسولؐ بھی اس سے محبت کریں گے۔

عبد اللہ ابن عثمان

ابن قتیبہ دینوری نے اپنی کتاب معارف میں جناب عثمان کی اولاد کے حالات میں لکھا ہے کہ عبد اللہ ابن عثمانؓ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بطن سے تھے اور بچپن میں ہی فوت ہوگئے۔ بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ وہ چھ سال کے ہو چکے تھے جب کہ ایک مرغ نے ان کی آنکھ میں چونچ مارا جس کے صدمہ سے بیمار ہو کر فوت ہو گئے۔

(۱)۔ ترمذی۔

علماء اہل سنّت کہتے ہیں کہ: حضرت عثمان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو بیٹیاں بیاہی گئیں رقیہؓ اور ان کی وفات کے بعد ام کلثومؓ اسی سبب سے وہ لوگ حضرت عثمان کو ذوالنورین کہتے ہیں۔ جناب رقیہ کا پہلا نکاح عتبہ ابن ابولہب سے ہوا تھا جو کافر تھا اس نے جناب رقیہ کو اپنے باپ کے حکم سے طلاق دے دیا۔ تب ان کا دوسرا عقد حضرت عثمان سے ہوا اور ان سے ایک لڑکا عبداللہ پیدا ہوا۔

جناب ام کلثوم کا پہلا نکاح عتیبہ ابن ابولہب سے ہوا اس نے بھی طلاق دے دیا تو جناب رقیہ کی وفات کے بعد حضرت نے ام کلثوم کا نکاح جناب عثمان سے کر دیا(۱)۔

حضرت فاطمہ زہراؑ کی شادی کا زمانہ جب قریب آیا تو حضرت ابو بکر نے خواستگاری کی تو حضرت نے غصّہ سے منہ پھیر لیا اور فرمایا کہ: میں حکم خدا کا منتظر ہوں پھر حضرت عمر نے خواستگاری کی تو حضرت نے منہ پھیر لیا اور فرمایا کہ: میں حکمِ خدا کا منتظر ہوں پھر جبرئیل امینؑ نازل ہوئے اور بشارت دی کہ خداوند عالم نے سیدۂ نساء کا عقد آسمان پر علی ابن ابی طالبؑ سے کر دیا جس کی تفصیل حضرت فاطمہ زہراؑ کے حالات میں گذر چکی ہے۔

علامہ شبلی نے لکھا ہے کہ: روایت کو پہلے درایت و عقل سے جانچنا چاہیے کہ وہ قابل قبول ہے یا نہیں اس کے بعد راویوں کی تحقیق کرنی چاہیے یہ اصول قرآن نے قائم کیا ہے اور علماء ہمیشہ لکھتے آئے(۲)۔

لہٰذا ازروئے درایت یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ جب کہ ایک ہی زوجہ سے چار لڑکیاں خداوند عالم نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائیں تو کیا سبب تھا کہ ان میں سے ایک کے متعلق تو حضرت کا نظریہ اتنا بلند تھا کہ اہل سنّت کے عقائد کے مطابق افضل الناس اور اعلم الناس اور یار

---

(۱)۔ معارف ابن قتیبہ۔

(۲)۔ دیکھئے سیرۃ النبیؐ جلد ۱، صفحہ ۳۱۔

غار حضرت ابوبکر نے خواستگاری کی تو پیغمبرؐ کو غصّہ آگیا اور منہ پھیر لیا اور فرمایا کہ: میں فاطمہؑ کے عقد کے متعلق حکمِ خدا کا منتظر ہوں۔

اور پھر خدا کو دیکھئے کہ ایسے موقع پر وہ بھی افضل الناس کو بھول گیا اور پہلے نمبر پر نہیں دوسرے اور تیسرے پر نہیں بلکہ چوتھے نمبر پر جس کو فضیلت عطا ہوئی تھی یعنی حضرت علیؑ سے آسمان پر عقد کر دیا۔

لیکن تین لڑکیوں کے متعلق آپ کا نظریہ اتنا پست ہو گیا کہ افضل کی تلاش تو درکنار مسلمان کی بھی جستجو نہ کی بلکہ پہلے دشمنانِ دین اور کافروں سے شادی کر دی اور جب انھوں نے بھی طلاق دے دیا تو حضرت عثمان سے عقد کر لیا۔ نیز اینکہ ان کی شان میں نہ کوئی آیت نازل ہوئی نہ خود حضرت نے دو چار حدیثیں بیان فرمائیں نہ ان کو اہل بیتؑ میں داخل کیا نہ ان پر درود بھیجنا فرض ہوا نہ ان سے محبت فرض کی گئی نہ ان کے بچے عبد اللہ کو کبھی گود میں لے کر پیار کیا نہ اس کی فضیلت میں کوئی حدیث بیان فرمائی نہ اس کی محبّت کی تاکید فرمائی۔ حالانکہ بقول اہل سنّت وہ بھی رسولؐ کا ویسا ہی نواسہ تھا جیسے حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ نواسے تھے اور حیات رسولؐ میں پیدا ہو چکا تھا کیونکہ جناب رقیہ کا انتقال سنہ ۲ھ میں ہوا اور ان کا بچّہ عبد اللہ چھ سال کا ہو کر دنیا سے گذرا لیکن کسی روایت سے نہیں معلوم ہوتا کہ حضرت نے اس سے محبّت فرمائی ہو یا اس کی فضیلت میں کوئی حدیث فرمائی ہو۔ بخلاف حضرت امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے جن کو سات سال تک یعنی جب تک حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ رہے اپنی آغوش میں پرورش کی اور کبھی دوش پر اور کبھی پشت پر سوار کیا ان کی شان میں قرآن مجید میں بہت سی آیتیں بھی نازل ہوئیں اور خود حضرت نے بھی کثرت سے حدیثیں بیان فرمائیں ان کو اہل بیتؑ میں داخل کیا ان پر درود بھیجنا مسلمانوں پر فرض کیا ان سے محبت واجب کی۔

اگر کہا جائے کہ: چونکہ حضرت امام حسنؑ اور امام حسینؑ بعد رسول ﷺ زندہ رہنے والے تھے اور کارہائے نمایاں انجام دینے والے تھے اس لیے حضرت نے ان کے فضائل بیان فرمائے بخلاف عبداللہ ابن عثمان کے جو بچپن میں دنیا سے گذر جانے والا تھا اس لیے اس کے فضائل بیان نہ کیے تو کم از کم نواسہ ہونے کی وجہ سے اور اس لیے بھی کہ وہ دنیا میں رہنے والا نہ تھا گود میں لے کر پیار کرنے اور دوش پر بٹھانے کا تو حق دار تھا لیکن کسی کتاب میں میری نظر سے نہ گذرا اگر ہو تو مسلمان پیش کریں۔

ان باتوں سے ثابت ہوتا ہے جناب زینب وام کلثوم ورقیہ حضرت رسول اللہ ﷺ کی بیٹیاں نہ تھیں بلکہ ام المومنین حضرت خدیجہ کی بہن ہالہ کی لڑکیاں تھیں جیسا کہ علماء شیعہ کی تحقیق ہے۔

خلافت

مسعودی نے لکھا ہے کہ: حضرت ابو محمد امام حسنؑ جب خلافت الٰہیہ پر فائز ہوئے تو مومنین نے پیروی واطاعت کی۔ پھر دوسرے لوگوں نے بھی حضرت کی بیعت کی اور عرض کیا کہ: یابن رسول اللہؐ! ہم لوگ آپ کے مطیع وفرماں بردار ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ: خدا کی قسم! تم لوگ جھوٹے ہو جب تم لوگوں نے اس کے ساتھ وفا نہ کی جو مجھ سے بہتر تھا تو میرے ساتھ کیا وفا کرو گے؟! اور میں کیونکر تم پر اطمینان کروں اگر تم لوگ سچے ہو تو ہماری تمہاری وعدہ گاہ مدائن کی چھاؤنی ہے۔ یہ فرما کر حضرت مدائن کی طرف روانہ ہو گئے۔ لیکن زیادہ تر لوگوں نے آپ سے روگردانی کی تو آپ منبر پر تشریف لے گئے اور بعد حمد وثنائے پروردگار اور ذکر ثواب وعقاب کے فرمایا:

لوگو! تم نے مجھ کو دھوکہ دیا جس طرح ہمارے قبل امیر المومنینؑ کو دھوکہ دیا تھا۔ خدا تم کو اپنے رسولؐ اور ان کے اہل بیتؑ کی طرف سے جزائے خیر نہ دے مجھ کو چھوڑ کر آخر کس امام کے

ساتھ تم ان زندیقوں سے جنگ کروگے جو کبھی خدا و رسولؐ پر ایمان نہ لائے اور نہ سچّے دل سے اسلام ظاہر کیا بلکہ تلوار کے خوف سے ایمان لائے اور نہ ان کے قبل والوں نے اسلام قبول کیا اور جو خدا کی کتاب میں شجرۂ ملعونہ سے تعبیر کیے گئے ہیں۔ اگر ان میں کی ایک بڈھی عورت بھی زندہ رہے گی جس کے سارے دانت ٹوٹ گئے ہوں تو وہ ضرور دینِ خدا سے بغاوت کرے گی۔

پھر منبر سے نیچے تشریف لائے اور قبیلہ کندہ کے ایک شخص کو چار ہزار سواروں کے ساتھ مقدمۃ الجیش کی حیثیت سے معاویہ سے جنگ کی غرض سے انبار کی طرف روانہ فرمایا اور تاکید فرمائی کہ جب تک میرا حکم نہ پہونچے اپنا ارادہ کسی پر ظاہر نہ کرنا جب وہ کندی انبار میں پہونچا تو معاویہ نے پچاس ہزار درہم رشوت کے اس کے پاس بھیجے اور وعدہ کیا کہ تجھ کو شام اور جزیرہ کا حاکم بنادوں گا۔ کندی نے وہ مال لے لیا اور معاویہ سے مل گیا(۱)۔

جب حضرت کو خبر ہوئی تو آپ نے خطبہ فرمایا اور فرمایا کہ: لوگو! فلاں کندی کو میں نے خدا کو شاہد بنا کر جگر خوارہ کے بیٹے اور دشمنِ خدا سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا تھا تو اس نے اس کے

---

(۱)۔ تفصیل گذر چکی کہ جنگِ نہروان کے بعد دوبارہ معاویہ پر چڑھائی کرنے کا ارادہ جب امیر المومنینؑ نے کیا تو لوگ ٹال مٹول اور بہانے کرتے رہے آخر آپ نے حیرہ کے میدان میں لوگوں کو جمع ہونے کا حکم دیا تو صرف تین سو آدمی جو آپ کے مخلص شیعہ تھے جمع ہوئے تو جناب حجر ابن عدی نے مشورہ دیا کہ: لوگوں پر جبر کیجئے تو حضرت نے معقل ابن قیس کو کوفہ روانہ فرمایا کہ وہ لوگوں کو یہ حکم پہونچادیں کہ معاویہ سے جنگ کے لیے سب کو جانا پڑے گا لیکن ان کی واپسی کے قبل آپ کی شہادت واقع ہوگئی (دیکھئے حالات ۳۹ھ بحوالہ اخبار الطوال) اور سبب اس کا یہ تھا کہ حضرت کی فوج میں کچھ تو آپ کے شیعہ تھے جو آپ کو خلیفۂ بلافصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمجھتے تھے جیسے مالک اشتر و حجر ابن عدی و عمرو ابن حمق خزاعی وابوب انصاری وغیرہ۔ لیکن ان لوگوں کی تعداد اتنی نہ تھی جس سے فوج شام کا مقابلہ کیا جاسکے اور بڑی جماعت ان لوگوں کی تھی جنھوں نے حضرت عثمان کے قتل کے بعد بحیثیت چوتھے خلیفہ کے آپ کی بیعت کی تھی ان میں بنی امیہ بھی تھے، خوارج بھی تھے اور ابنائے دنیا اور منافقین بھی تھے یہ لوگ ظاہر میں تو امیر المومنینؑ کے ساتھ تھے کیونکہ ان کے ملک میں آباد تھے لیکن باطن میں آپ کے اور آپ کی اولاد کے مخالف تھے اور بنی امیہ کی طرف مائل تھے۔ کیونکہ وہ خاندانِ رسالت کے سخت ترین دشمن تھے بنی امیہ کی طرف دنیا تھی اور امیر المومنینؑ کی طرف خالص دین تھا، اس طرف زہد و پرہیزگاری و خدا پرستی تھی اور بنی امیہ کے یہاں عیش و عشرت و دنیاپرستی تھی (دیکھئے اسباب جنگ صفین)۔ حضرت امیر المومنینؑ کے بعد انھیں لوگوں سے حضرت امام حسنؑ کو سابقہ پڑا۔

پاس مال وحطام دنیا بھیج دیا تو کندی نے دنیائے فانی کے عوض اپنی آخرت بیچ ڈالی۔ پھر میں دوبارہ تم لوگوں سے کہہ رہا ہوں کہ: تم لوگوں میں وفا نہیں ہے نہ کوئی بھلائی ہے تم لوگ دنیا کے بندے ہو اب میں ایک دوسرے شخص کو بھیج رہا ہوں اور مطمئن نہیں ہوں کہ وہ بھی اپنے بھائی کی راہ نہ اختیار کرلے اور خدا و آخرت کو بھول جائے۔ پھر حضرت نے قبیلہ مُراد کے ایک شخص کو چار ہزار سواروں کے ساتھ روانہ فرمایا اور اس کو غدر اور نکث بیعت سے ڈرایا جب وہ انبار پہونچا تو معاویہ کا آدمی اس کے پاس رشوت لے کر پہونچ گیا اور وہ بھی اپنی آخرت بیچ کر معاویہ سے مل گیا۔ جب حضرت کو خبر ملی تو کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ: لوگو! میں نے تم کو اچھی طرح پہچان لیا تم لوگ کسی عہد پر وفا نہ کروگے نہ کسی وعدہ پر جموگے!۔ دیکھو مرادی نے بھی غدّاری کی جس کو تم نے چُنا تھا اور اس کے قبل تمھیں نے کندی کو بھی چنا تھا یہ سُن کر کچھ لوگ کھڑے ہوگئے اور عرض کیا کہ: اگر ان دونوں نے غدر کیا تو ہم لوگ آپ کی اطاعت کریں گے اور غدر نہ کریں گے۔ حضرت نے فرمایا: ہرگز نہیں۔ لیکن میں تم لوگوں کا غدر بھی برطرف کیے دیتا ہوں۔ تمہارے دلوں میں جو ارادے ہیں میں جانتا ہوں اچھا تو میری تمہاری وعدہ گاہ نخلہ کی چھاؤنی ہے۔ یہ فرما کر حضرت روانہ ہوگئے اور دس روز نخلہ میں مقیم رہے لیکن ان لوگوں میں سے سواء چند آدمیوں کے کوئی بھی نہ پہونچا تو حضرت پھر کوفہ واپس آئے اور خطبہ فرمایا اور بعد حمد وثنائے پروردگار کے فرمایا: کس قدر تعجب ہے اس قوم پر جس میں نہ حیا ہے نہ دین ہے اور جو غداری کے بعد غداری کرتی ہے۔

خدا کی قسم! اگر میں مددگار پاتا تو جنگ کرتا جو حق ہے جنگ کرنے کا۔ خدا کی قسم! تم لوگ بنی امیہ اور پسر جگر خوارہ سے کبھی سکون وانصاف نہ دیکھوگے وہ لوگ تم پر سخت سے سخت عذاب نازل کریں گے کہ تم تمنا کروگے کہ کاش ان کے عوض کوئی نک کٹا حبشی غلام تمہارا بادشاہ ہوتا افسوس ہے دور ہو جاؤ میرے سامنے سے اے مالِ دنیا کے غلام! پھر یہ فرماتے ہوئے حضرت منبر سے اتر آئے ”وَاَعتَزِلُکُم وَمَاتَدعُونَ مِن دُونِ اللّٰہ“۔

اس کے بعد حضرت امیر المومنینؑ کے شیعہ جو بہت تھوڑے تھے حضرت کے ساتھ رہ گئے اور حضرت کی جان کی حفاظت کرتے رہے اور معاویہ ملک پر قابض ہوگئے اور انھوں نے لباس وفرش وشان وشوکت وحشم وخدم میں شاہانِ عجم کا طریقہ اختیار کیا اس کے بعد کے واقعات وہی ہیں جو مشہور ہیں۔

صلح حسنؑ

حضرت امیر المومنینؑ کے وقت سے اہل کوفہ کے انتشار اور جنگ سے ان کی بددلی اور تساہلی کی خبریں معاویہ کو ان کے جاسوسوں کے ذریعہ سے ملتی رہیں وہ سمجھ رہے تھے کہ امیر المومنینؑ کے لشکر میں مختلف خیالات و عقائد کے لوگ جمع ہیں جن میں سواء شیعیان امیر المومنینؑ کے جو امام کی اطاعت وفرماں برداری میں اپنی جانیں قربان کرنا کامیابی دنیاوآخرت سمجھتے ہیں سب میں قدر مشترک ایک دنیاداری ہے ان کے دل پیسوں سے خریدے جاسکتے ہیں جس کا تجربہ صفین کے میدان میں ہوچکا تھا لیکن امیر المومنینؑ کی ہیبت سے حضرت کی زندگی میں کوئی اقدام نہ کرسکے۔ حضرت امیر المومنینؑ کی شہادت اور حضرت امام حسنؑ کی بیعت کی خبر جب ان کو ملی تو انھوں نے غنیمت سمجھا کہ قبل اس کے کہ حضرت امام حسنؑ کو پورا اقتدار ملک پر حاصل ہو اور اپنی سخاوت وحسن تدبیر سے فوجی طاقت بڑھائیں، ان پر حملہ کردیا جائے۔

ادھر حضرت امام حسنؑ نے تکمیل بیعت کے بعد ملک کے انتظامات کی طرف توجہ فرمائی۔ مختلف صوبوں میں نہایت دین دار و قابل اعتماد حکّام مقرر فرمائے فوجیوں کے وظائف میں اضافہ کیا اور تالیف و تبلیغ کے ذریعہ سے سب کو ایک نقطۂ خیال پر جمع کرنے کی کوشش شروع کی۔ لیکن جس طرح معاویہ کو حضرت ابوبکر کے دورِ خلافت سے امام حسنؑ کے زمانے تک بیس برس ملک شام میں اپنے خیالات کی نشرواشاعت وملک وخزانہ کے استحکام کا موقع ملا اگر حضرت امیر المومنینؑ

گویا حضرت امام حسنؑ کو پانچ برس کا بھی سکون کے ساتھ موقع مل جاتا تو مملکت اسلام کا رنگ ہی کچھ اور ہوتا۔

ملک فتح کرلینا آسان ہے لیکن خیالات وعقائد کی دنیا میں انقلاب پیدا کرنا اورانسانیت کی تعمیر بہت ہی مشکل کام ہے۔ خداوند عالم نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغامبر بھیجے اور انھوں نے ہدایت خلق میں بڑی بڑی زحمتیں برداشت کیں۔ قتل کیے گئے آروں سے چیرے گئے۔ آگ میں ڈالے گئے۔ لیکن جب وہ دنیا سے اٹھے تو ان کی قربانیاں اور جان فشانیوں کے مقابلہ میں نتائج بہت ہی مختصر برآمد ہوئے۔ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیئیس برس تعلیم وہدایات خلق میں کیا کیا نہ زحمتیں برداشت کیں آپ خود فرماتے تھے کہ: ''کوئی نبی نہیں ستایا گیا جس طرح مجھ کو اذیتیں پہونچائی گئیں'' پھر خدا کی نصرت بھی آپ کے ساتھ تھی تب کہیں مختلف خیالات وعقائد اور جہالت کی تاریکیوں کو جزیرہ نمائے عرب سے دور کرکے سب کو ایک پرچمِ اسلام کے نیچے جمع کرسکے جس کے متعلق خود پروردگار عالم ارشاد فرماتا ہے کہ: ﴿لَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۶۳﴾(۱)۔

یعنی اے رسول! اگر تم زمین کی ساری دولت خرچ کر دیتے تو ان لوگوں کے دلوں کو یکجا نہیں کرسکتے تھے لیکن خدا ہی نے ان کے دلوں کو مجتمع کردیا۔ لیکن پھر بھی منافقین کی حلق کے نیچے اسلام نہ اترنا تھا نہ اترا۔

بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تقریباً پچیس برس تک تین خلافتوں کے زیر سایہ بنی امیہ اور غیر بنی امیہ کو اسلام اور اہل بیتِ رسولؐ کے مقابلہ میں اپنے آپ کو مضبوط اور منظم کرنے کا ایک طویل موقع مل گیا اورانھوں نے سارے ممالک اسلام میں اپنے خیالات کی نشرواشاعت کی اور اپنا اقتدار قائم کرلیا۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کی اکثریت ان کے ظاہری اسلام کو صحیح اسلام اور ان کو برحق

---

(۱)۔ سورۂ انفال، پارہ ۱۰، آیت ۶۳۔

راہبر اسلام تسلیم کرنے لگی۔ اور اہل بیتِ رسولؐ سے عام مسلمانوں کو متنفر بنایا گیا۔ مسجدوں کے امام وخطیب شہروں کے قضاۃ مدرسوں کے معلم صوبوں کے گورنر سب چُن چُن کر دشمن اور مخالف اہل بیتؑ مقرر کیے گئے انھوں نے خوب خوب صحابہ کی مدح وثنا اور اہل بیتِ رسولؐ کی توہین وتنقیص کی۔

جس وقت امیر المومنینؑ کے ہاتھ میں زمام خلافت پہونچی دنیائے اسلام آپ کی مخالف تھی اور سارے ممالک اسلام میں آپ کے دشمنوں کا اقتدار قائم ہو چکا تھا ادھر آپ کی بیعت عمل میں آئی اور ادھر ہر طرف سے بغاوت کے نشان بلند ہو گئے اور خون آشام تلواریں کھینچ [لی] گئیں جو اس وقت بھی نیام میں نہ پہونچیں جب آپ کی شہادت واقع ہوئی آپ کو کب موقع ملا کہ آپ ملک کی اصلاح کرتے لوگوں کو صحیح نظریہ اسلام اور منزلتِ اہل بیتؑ سے روشناس کرتے اور مخالفین کے مکروفریب کا پردہ چاک کرتے۔

لوگوں کے دلوں سے دنیا کی محبت نکال کر خدا وآخرت کی محبت پیدا کرتے اور دشمنانِ دین کا تختہ اُلٹ کر دنیا میں خدا کی حکومت قائم کرتے۔ اگر آپ کے دشمنوں کو اپنا اثر واقتدار قائم کرنے کے لیے بیس اور پچیس سال کی مہلت ملی تو آپ کو پانچ ہی سال کی مہلت دی جاتی۔ بے شک اگر اہل بیت رسولؐ کو اسلام سے محبت نہ ہوتی اگر وہ اپنے مفاد پر دین خدا کو قربان کر دیتے تو ان کے مخالفین کو چند روز بھی حکومت کے تخت پر بیٹھنے کا موقع نہ ملتا لیکن بعدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس وقت خلافت پر اغیار کا قبضہ ہوا اس وقت اہل بیتؑ کے سامنے دو اہم مسائل تھے، اسلام کی بربادی یا اپنے حقوق کی پامالی۔

وقتِ وفاتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسلام صرف جزیرہ نمائے عرب میں محدود تھا اور دشمن اس موقع کی تاک میں تھے امیر المومنینؑ نے دیکھا کہ اگر میں اپنے حقوق کے لیے تلوار اٹھاتا ہوں تو اسلام فنا ہو جائے گا یاد کیجیے کہ حضرت ابو بکر کی بیعت کے بعد جب ابو سفیان نے آکر عرض کیا کہ:

یا علیؑ! کیابات ہے کہ ذلیل وپست لوگ حکومت کے تخت پر قبضہ کررہے ہیں اگر کہیے تو مدینہ کی گلیوں کو سوار وپیادوں سے بھر دوں؟ تو حضرت نے فرمایا کہ: دور ہو میرے پاس سے تم کب اسلام کے دوست رہے؟!

غرض یہ کہ آپ نے اسلام کی محبت میں اپنے حق سے خاموشی اختیار کی بلکہ خدا کے دین کی محبت میں خلفاء کو مفید مشورے اور ہدایات دیتے رہے لیکن آپ کے مخالفین کا ظرف یہ نہ تھا ان کو اسلام سے نہیں بلکہ صرف اپنی دنیا سے محبت تھی انھوں نے امیر المومنینؑ کی بیعت ہوتے ہی بغاوت کا علم بلند کردیا اور حضرت کو اتنا بھی موقع نہ دیا کہ آپ دینِ پروردگار کی بگڑی ہوئی صورت کو درست کرسکتے لیکن پھر بھی یہ امیر المومنینؑ کی کمال سیاست تھی جو ایسے بگڑے ہوئے حالات میں ایک ایسے ناکارہ لشکر کے ساتھ جس میں اکثریت منافقوں کی تھی بڑے بڑے معرکہ سر کیے جمل اور نہروان وغیرہ کے فتنے فرو کیے۔ صفین کی جنگ فتح کی اور اگر کچھ دنوں اورآپ کی عمر وفا کرتی تو شام کی حکومت کا انتظام بھی درست ہوجاتا اور معاویہ اور عمرو ابن عاص کی حکومتوں کا خاتمہ ہوجاتا لیکن قضاوقدر کے مقابلہ میں کوئی چارہ نہیں ہے۔ حضرت امیر المومنینؑ کی شہادت کے بعد لوگوں نے حضرت امام حسنؑ کی بیعت کی۔ بعدِ بیعت آپ ملک کے انتظام کی طرف متوجہ ہوئے ناگاہ آپ کو خبر ملی کہ معاویہ کا لشکر عبید اللہ ابن عامر ابن کریز کی سرکردگی میں عراق پر حملہ کرنے کی غرض سے انبار پہونچ چکاہے اور اب وہ مدائن کا ارادہ رکھتاہے۔

قدیم مؤرخ ابو حنیفہ احمد ابن داؤد دینوری نے اخبار الطوال حالاتِ حضرت امام حسنؑ میں لکھاہے کہ: جب معاویہ کو حضرت امیر المومنینؑ کی شہادت کی خبر ملی تو انھوں نے اپنے آگے عبید اللہ ابن عامر کو لشکر کے ساتھ روانہ کیا وہ انبار میں اترا اور اس کا ارادہ مدائن کا تھا جب حضرت امام حسنؑ کو کوفہ میں اس کی خبر ملی تو آپؑ اس کے مقابلہ کے ارادہ سے مدائن کی طرف روانہ ہوئے

جب آپ ساباط پہونچے تو آپ نے اپنی فوج میں جنگ سے گریز اور بزدلی ملاحظہ فرمائی تو خطبہ فرمایا اور فرمایا کہ:

میں لوگوں میں جنگ سے بزدلی و گریز دیکھ رہا ہوں اور میں تم کو جبراً کسی ایسے کام میں داخل کرنا نہیں چاہتا جس کو تم ناپسند کرتے ہو۔ یہ سُن کر خوارج نے جو آپ کے لشکر میں موجود تھے ایک دوسرے کو دیکھا اور کہا کہ: حسنؑ نے بھی اسی طرح کفر کیا جس طرح ان کے باپ نے (نعوذ باللہ) کفر کیا تھا یہ کہہ کر انھوں نے حضرت پر حملہ کر دیا اور جس مصلّے پر آپ بیٹھے تھے اس کو کھینچ لیا اور آپ کے کپڑے لوٹ لیے اور دوش پر سے عبا بھی گھسیٹ لی حضرت نے [یہ] دیکھ کر گھوڑا منگایا اور اس پر سوار ہوئے اور پکارا کہاں ہیں قبیلۂ ربیعہ اور ہمدان؟ فوراً یہ لوگ دوڑ پڑے اور ان خوارج کو دور کیا پھر آپ مدائن کی طرف روانہ ہوئے راہ میں ایک خارجی نے چھپ کر حضرت کی ران پر ضرب لگائی جس سے آپ زخمی ہو گئے فوراً عبد اللہ ابن حنظل اور عبد اللہ ابن ظبیان نے جھپٹ کر اس خارجی کو قتل کر دیا۔ حضرت امام حسنؑ مدائن پہونچ کر قصر ابیض میں قیام پذیر ہوئے اور اپنے زخم کا علاج کیا اور اچھے ہوئے۔ پھر آپ نے عبد اللہ ابن عامر سے مقابلہ کی تیاری کی جو معاویہ کی طرف سے انبار میں پڑاؤ دیے ہوئے تھا۔

ادھر آپ ابن عامر کے مقابلہ میں پہونچے اور ادھر معاویہ ایک بڑے لشکر کے ساتھ پہونچ گئے اور انھوں نے قیس ابن سعد ابن عبادہ کا محاصرہ کر لیا جو حضرت امام حسنؑ کی طرف سے انبار میں حاکم تھے جب حضرت امام حسنؑ ابن عامر کے مقابلہ میں پہونچے تو ابن عامر لشکر سے نکلا اور عراقی لشکر کے سامنے آ کر پکارا کہ اہل عراق میں جنگ کی غرض سے نہیں آیا ہوں۔ معاویہ شامی لشکر کے ساتھ آ کر انبار میں ٹھہرے ہوئے ہیں میں ان کے لشکر کا ہراول ہوں۔

ابو محمد امام حسنؑ کو میری طرف سے سلام کہو اور کہو کہ: اپنی اور اپنے لشکر کی جان پر رحم فرمایئے یہ سُن کر لوگوں نے حضرت کو چھوڑ دیا اور جنگ سے کنارہ کش ہوگئے اور امام حسنؑ نے جنگ کا ارادہ ترک کر دیا(۱)۔

مسعودی کا بیان گذر چکا کہ بیعت کے بعد حضرت امام حسنؑ نے ایک کندی کو چار ہزار سپاہیوں کے ساتھ معاویہ کی پیش دستی روکنے کے لیے انبار کی طرف روانہ فرمایا تو وہ رشوت لے کر معاویہ سے مل گیا پھر آپ نے قبیلۂ مراد کے ایک شخص کو چار ہزار سواروں کے ساتھ بھیجا وہ بھی رشوت لے کر معاویہ سے مل گیا(۲)۔

پھر حضرت نے عبید اللہ ابن عباس کو بارہ ہزار سپاہیوں کے ساتھ جس کا ہر سپاہی بجائے خود ایک لشکر تھا مسکن کی طرف روانہ فرمایا اور عبید اللہ کو ہدایت فرمائی کہ ان لوگوں کے ساتھ نرمی اور کشادہ پیشانی اور خاکساری سے پیش آنا اور اپنے پہلو میں جگہ دینا کیونکہ یہ لوگ امیر المومنینؑ کے قابل اعتماد اور بقیہ اصحاب ہیں تم ان کو لے کر فرات کے کنارے کنارے روانہ ہو جاؤ پھر فرات کو عبور کرکے مسکن پہونچ جاؤ اور معاویہ کے مقابل میں پڑاؤ ڈال دو لیکن اس وقت تک اس کو روکے رہنا کہ میں پہونچ جاؤں اور میں تمہارے پیچھے فوراً پہونچتا ہوں ہاں تم ہر روز کی خبر ہم کو دیتے رہنا اور ہر امر میں قیس ابن سعد اور سعید ابن قیس سے مشورہ کرتے رہنا اور تم اپنی طرف سے جنگ میں پہل نہ کرنا ہاں اگر دشمن حملہ کرے تو جواب دینا اور اگر تم قتل کر دیئے گئے تو قیس ابن سعد امیر لشکر ہوں۔

عبید اللہ روانہ ہوئے اور شینور وشاہی ہوتے ہوئے فرات کے کنارے کنارے [سے] مسکن پہونچ گئے اور معاویہ کے مقابلہ میں پڑاؤ ڈال دیا۔ معاویہ نے قیس کے پاس پیغام بھیجا کہ

---

(۱)۔ اخبار الطوال، صفحہ ۲۰۰۔

(۲)۔ یہ واقعات بحار الانوار، جلد ۱۰، صفحہ ۱۰۱ میں بھی ہیں۔

حضرت امام حسنؑ مجھ سے صلح کی گفتگو کر رہے ہیں تو اگر تم اس وقت میری اطاعت قبول کرلو تو تم کو حکومت کا عہدہ ملے گا اور ایک لاکھ درہم دوں گا جس کا نصف ابھی دوں گا اور نصف کوفہ پہونچ کر اور اگر بعد صلح اطاعت قبول کی تو تابع رہو گے۔ یہ پیغام سُن کر عبید اللہ راتوں رات جا کر معاویہ سے مل گیا صبح کو اٹھنے کے بعد جب لوگوں نے عبید اللہ کو نہ دیکھا تو قیس نے نمازِ صبح پڑھائی اور نشانِ فوج اپنے ہاتھ میں لے لیا پھر خطبہ پڑھا اور عبید اللہ کی بے وفائی و غدر کا ذکر کیا اور اہل عراق کو صبر اور جہاد کی تلقین کی۔ ناگاہ معاویہ کے لشکر سے بسر ابن ارطاۃ نکلا اور پکارا کہ اے عراق والو! یہ تمہارا سردار عبید اللہ ابن عباس ہے جس نے بیعت کرلی ہے اور امام حسنؑ نے ہم سے صلح کرلی ہے اب تم لوگ کس بات پر جنگ کر رہے ہو؟!(۱)۔

بسر نے قیس کے لشکر کو یہ کہہ کر دھوکہ دیا کہ حضرت امام حسنؑ نے معاویہ سے صلح کرلی ہے لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لشکر بددل اور متحیر ہو گیا کہ اب جنگ کرے یا نہ کرے۔ کیونکہ اگر امامؑ نے صلح کرلی ہے تو جنگ کا اقدام کیونکر کریں۔

معاویہ نے ادھر تو قیس کے لشکر میں یہ مشہور کر دیا کہ امام حسنؑ نے صلح کرلی ہے اور ادھر مدائن میں حضرت امام حسنؑ کے لشکر میں یہ مشہور کرایا کہ قیس نے بھی عبید اللہ کی طرح معاویہ سے صلح کرلی اور اس سے مل گئے (۲)۔

اس خبر نے حضرت کی فوج میں درہمی و پست ہمتی پیدا کر دی اور بغاوت پھیلا دی۔ حضرت امام حسنؑ نے دیکھا کہ معاویہ کی طاقت بہت زیادہ ہے انھوں نے بیس برس کی طویل مدّت میں اپنی حکومت کو مال و فوج و خزانہ سے پوری طرح مضبوط کر لیا ہے اور ان کی فوج عقائد و خیالات کے اتحاد کی بنا پر ان کی فرماں بردار ہے نیز ان کو مکر و فریب و کذب کسی بات سے پرہیز نہیں ہے

---

(۱)۔ بحار، جلد ۱۰، صفحہ ۱۱۲۔

(۲)۔ البدایۃ والنہایہ، جلد ۸، صفحہ ۱۴۔

اور آپ کی فوج میں خوارج ونواصب اور مخالف زیادہ ہیں جو آپ کے ملک میں آباد ہونے کے سبب سے بظاہر آپ کی بیعت میں ہیں لیکن باطن میں وہ حکومت اہل بیتؑ پر راضی نہیں ہیں اسی سبب سے حقیر رشوت اور معمولی باتوں کا بہانہ ڈھونڈھ کر وہ جدا ہو جاتے ہیں ایسی صورت میں تھوڑے سے وفادار اور فرماں بردار شیعوں کو دشمن سے لڑا کر کٹوا دینا ہرگز قرین مصلحت و دانائی نہیں ہے کیونکہ ان محافظین دین پروردگار کے قتل ہو جانے کے بعد معاویہ مطلق العنان خلیفۂ رسولؐ بن جائیں گے اور دینِ خدا میں جو کچھ ردّوبدل اور بدعتیں ایجاد کریں گے ان کی رد کرنے والا بھی کوئی دنیا میں نہ رہے گا۔

حضرت امام حسنؑ ابھی اسی فکر میں تھے کہ معاویہ کی طرف سے صلح کا پیغام لے کر ایلچی پہونچ گیا۔ ابوموسیٰ نے حسن بصری سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ: حضرت امام حسنؑ پہاڑ جیسی فوج لے کر معاویہ کے مقابلہ میں پہونچ گئے تو عمرو ابن عاص نے معاویہ سے کہا کہ: میں امام حسنؑ کے ساتھ ایک ایسا لشکر دیکھ رہا ہوں جو بغیر اپنے دشمن کو قتل کیے منہ نہ پھیرے گا۔ معاویہ نے کہا کہ: اگر ان لوگوں کو انھوں نے قتل کر دیا تو ان کے خون کا انتقام لینے کے لیے اوران کے امور اور ان کی عورتوں کے انتظام کے لیے کون رہ جائے گا۔ پھر انھوں نے عبدالرحمٰن ابن سمرہ صحابی رسولؐ کو صلح کا پیغام لے کر حضرت امام حسنؑ کی خدمت میں بھیجا تو حضرت نے چند شرطوں کے ساتھ معاویہ سے صلح کر لی(۱)۔

بخاری میں ہے کہ معاویہ نے دو قریشیوں عبدالرحمٰن ابن سمرہ اور عبداللہ ابن عامر کو حضرت کی خدمت میں بھیجا اور کہا کہ: ان سے اچھی طرح گفتگو کرنا اور صلح پر راضی کرنا۔ وہ دونوں گئے اور معاویہ کا پیغام پہونچایا۔ حضرت نے فرمایا کہ: ہم عبدالمطلب کی اولاد ہیں ہم نے جنگ کے انتظامات میں بہت روپئے خرچ کیے ہیں اور میرے ساتھی اپنے خون میں مبتلا ہو چکے ہیں اگر ہم

---

(۱)۔ مستدرک حاکم جلد ۳، صفحہ ۱۷۴۔

خلافت چھوڑ دیں تو ان کا کیا حشر ہو گا؟ ان دونوں نے کہا کہ: معاویہ تو آپ سے صلح چاہتے ہیں اور آپ ایسے سوال کر رہے ہیں؟ حضرت نے فرمایا کہ: پھر ان لوگوں کے راحت [و] آرام کا ذمہ دار کون ہو گا؟ ان دونوں نے کہا کہ: ہم ذمہ دار ہیں تو حضرت نے معاویہ سے صلح کر لی۔

حسن بصری نے کہا کہ ابو بکر نے کہا کہ: میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا اور امام حسنؑ آپ کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے کہ میرا بیٹا یہ سید ہے اور امید ہے کہ خدا اس کے ذریعہ (۱) سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہ میں صلح کرائے گا (۲)۔

شرائطِ صلح

۱۔ معاویہ کتاب خدا اور سیرت خلفاء (۳) صالحین پر عمل کریں گے۔

۲۔ کوفہ کے بیت المال کی بچی ہوئی رقم امام حسنؑ کو دی جائے گی تاکہ وہ اپنا زمانۂ حکومت کا قرض ادا کریں۔

۳۔ فساء اور دارالحبر کا خراج امام حسنؑ کو ملتا رہے کہ اس سے اہل بیتؑ کا خرچ چلے (۴)۔

۴۔ حضرت علیؑ پر سب و شتم ترک کر دیا جائے (۵)۔

---

(۱)۔ علاوہ اس کے کہ سند کے اعتبار سے یہ روایت کوئی وقعت نہیں رکھتی اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بنی امیہ کے موضوعات سے ہے جنھوں نے شامی لشکر کو مسلمان ثابت کرنے کے لیے یہ روایت بنائی ہے ورنہ جس گروہ کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فئۃ باغیہ اور داعی الی النار کا خطاب عطا فرمایا (دیکھئے بیانِ جنگ صفین) حضرت اس کو اپنی زبان مبارک سے مسلمان کیونکر فرما سکتے تھے!۔

(۲)۔ بخاری جلد ۲، چھاپہ مصر کتاب الصلح۔

(۳)۔ خلفاء صالحین سے حضرت امیر المومنینؑ اور خود حضرت امام حسنؑ مقصود ہیں۔

(۴)۔ طبری جلد ۴، صفحہ ۱۲۲ چھاپہ مصر۔

(۵)۔ طبری بحوالہ بالا۔

۵۔معاویہ کو یہ حق نہ ہو گا کہ اپنے بعد کے لیے اپنا کوئی ولی عہد قرار دیں بلکہ ان کے بعد خلافت امام حسنؑ کو ملے (۱)۔ اور اگر حسنؑ کا انتقال ہو جائے تو امام حسینؑ خلیفہ ہوں (۲)۔

۶۔اہل مدینہ و حجاز و اہل عراق کے پاس حضرت امیر المومنینؑ کے وقت سے جو کچھ املاک وجائداد چلی آرہی ہے ان سے واپس نہ لی جائے (۳)۔

۷۔خدا کی زمین شام و عراق و حجاز و یمن وغیرہ میں لوگ ہر طرح امن و امان میں رہیں۔

۸۔حضرت امیر المومنینؑ کے اصحاب اور حضرت کے شیعوں کی جان ومال واولاد اور عورتیں جس سرزمین پر بھی آباد ہوں مامون و محفوظ رہیں۔

۹۔حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ اور ان کے اہل بیتؑ سے خفیہ یا علانیہ کوئی تعرض نہ کیا جائے نہ ان کو ڈرایا جائے وہ جہاں جس سرزمین پر بھی آباد ہوں۔

۱۰۔معاویہ ابن ابوسفیان اس عہدنامہ پر خدا سے عہد و میثاق کریں اور اس کو پورا کریں (۴)۔

حضرت امام حسنؑ نے جب معاویہ کے سامنے یہ شرائط پیش کیے تو انھوں نے سب قبول کر لیے صرف دو باتیں نہیں مانتے تھے: ایک یہ کہ حضرت امیر المومنینؑ کو گالیاں نہ دی جائیں۔ معاویہ نے کہا کہ: یہ شرط منظور نہ کروں گا بہت سے بہت یہ کر سکتا ہوں کہ آپ کی موجودگی میں گالی نہ دوں گا۔ دوسرے یہ کہ دس آدمیوں کو امان نہ دوں گا جن میں سے ایک قیس ابن سعد تھے جو حضرت امام حسنؑ کی فوج کے افسر اور باوفا اور سچّے اصحاب میں سے تھے۔ حضرت امام حسنؑ نے فرمایا کہ: پھر میں ہرگز صلح نہ کروں گا۔ آخر معاویہ نے حضرت کے پاس ایک سادہ کاغذ بھیج دیا اور

---

(۱)۔ تاریخ الخلفاء فصل حالات حضرت امام حسنؑ۔

(۲)۔ عمدہ الطالب فی انساب آل ابی طالب، صفحہ ۵۲۔

(۳)۔ تاریخ الخلفاء وصواعق محرقہ، صفحہ ۸۱۔

(۴)۔ صواعق محرقہ صفحہ ۸۱ و بحارالانوار، جلد ۱۰، صفحہ ۱۱۵ وغیرہ۔

لکھا کہ: آپ جو کچھ چاہیں اس پر لکھ دیں مجھ کو سب منظور ہے حضرت نے شرائط مذکورہ لکھ کر بھیجے اور معاویہ نے سب منظور کیا(۱)۔

معاویہ نے یہ صلح نامہ اپنے قلم سے لکھا اور مہر کی اور خدا سے سخت عہد وپیمان کیے پھر روسائے شام نے اس پر اتنی شہادتیں ثبت کیں اور عبد اللہ ابن عامر کے ذریعہ سے حضرت امام حسنؑ کی خدمت میں بھیج دیا۔ حضرت امام حسنؑ نے صلح نامہ لے لیا اور صلح پر راضی ہو گئے اور آپ نے قیس کو لکھا کہ: معاویہ سے صلح ہو گئی تم معاویہ کی حکومت قبول کر لو اور مدینہ چلے آؤ(۲)۔

صلح حسنؑ یا بنی امیہ کی موت

خداوند عالم قرآن مجید پارہ ۹ سورۂ انفال، آیت ۳۰ میں ارشاد فرماتا ہے کہ:

﴿وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ﴾

یعنی اے رسول! وہ وقت یاد کرو جب کفّار تم سے مکر کر رہے تھے تاکہ تم کو گرفتار کر لیں یا قتل کر دیں یا نکال باہر کریں وہ یہ تدبیریں کر رہے تھے اور خدا ان کے خلاف تدبیر کر رہا تھا اور خدا سب تدبیر کرنے والوں سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔

جو لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اوصیائے رسولؐ اور ان کی حکمت و سیاست کو عام دنیاوی سطح پر دیکھتے ہیں اور رسالت و خلافت کا مقصد حکومت دنیا اور ان کی لڑائیوں کو دنیاوی لڑائیاں سمجھتے ہیں وہ انبیاء و اوصیائے خدا کی صلح و جنگ کو جس نگاہ سے چاہیں دیکھیں ان کو اختیار ہے جس نظریہ

---

(۱)۔ نصائح کافیہ۔

(۲)۔ اخبار الطوال، صفحہ ۲۰۰۔

کے مسلمانوں کو صلح حدیبیہ کے روز رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت میں شک پیدا ہو سکتا تھا ایسے لوگوں کو اگر صلح امام حسنؑ میں حضرت کی امامت اور حُسنِ تدبیر وسیاست میں لغزشیں اور کمزوریاں نظر آئیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

میں حضرت امام حسنؑ کی صلح پر حضرت کی طرف سے کوئی عذر پیش کرنا نہیں چاہتا عذر تو وہ پیش کرے جس نے غلطی کی ہو جس سے کوئی لغزش ہوئی ہو لیکن خود باطل کے ہاتھوں سے باطل کو ہلاک کر کے حق کو حیات ابدی بخشنے والا اور اسلام کے بلند قلعہ پر محمد و آل محمدؑ کی فتح و کامیابی کا پرچم لہرانے والوں کی طرف سے کیا عذر پیش کیا جائے۔

صلح امام حسنؑ کے اہم ترین و بہترین نتائج کو سامنے رکھ کر فیصلہ کیجئے کہ امام حسنؑ نے کیا کیا۔

معاویہ اور بنی امیہ کی بے دینی، ان کے خود ساختہ فضائل اور مصنوعی سخاوت و حلم اور صحابیت کے پردے میں ڈھکی ہوئی تھی جو بے شمار دولت خرچ کر کے حاصل کیے گئے تھے۔ پھر ان مفروضہ فضائل پر حضرت ابو بکر و عمر و عثمان کی مہرِ تصدیق اس طرح ثبت تھی کہ ان تینوں خلفاء کے دورِ خلافت میں معاویہ حکومت شام پر برقرار رکھے گئے اور ان پر اعتماد اور ان کا احترام کیا گیا اور ان کو بنی ہاشم پر مقدم کیا گیا جس سے عام مسلمان یہ سمجھے کہ بے شک معاویہ بلند مرتبہ صحابی رسولؐ اور خلافت کے حضرت علیؑ اور حضرت امام حسنؑ کے برابر حق دار ہیں چنانچہ اس بنا پر بھی معاویہ اور حضرت امیر المومنینؑ اور حضرت امام حسنؑ کی لڑائیوں میں مسلمانوں کی اکثریت معاویہ سے جنگ کرنے سے احتراز کرتی تھی وہ ان لڑائیوں کو حق و باطل کی جنگ نہیں بلکہ اجتہادی لڑائیاں سمجھتی تھی جس میں طرفین کی نیتیں خالص تھیں لہٰذا ایسی صورت میں سواء صلح کے چارہ نہ تھا۔

حضرت نے صلح کر کے بیس برس تک مسلمانوں کو معاویہ کے پہچاننے کا موقع دیا۔ حضرت خوب جانتے تھے کہ معاویہ صلح نامہ کی کسی شرط پر قائم نہ رہیں گے جس کے نتیجہ میں بغیر جنگ کے ان کو شکست ہو گی اور وہ تمام چیزیں ان کے قبضہ سے نکل جائے گی جن کو آج جنگ کر کے ان سے چھینا آسان نہیں ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ انھیں مسلمانوں نے جو معاویہ کا پیالہ پیئے ہوئے تھے خلافت راشدہ کو حضرت امام حسنؑ پر ختم کر دیا اور معاویہ کی حکومت کو ملک عضوض یعنی کاٹ کھانے والی حکومت اور حکومت کسریٰ و قیصر کا خطاب دیا۔

علامہ ابن حجر صواعق محرقہ میں حضرت امام حسنؑ کے حالات میں لکھتے ہیں کہ: وہ اپنے جد حضرت رسول اللہ ﷺ کی نص کے مطابق آخری خلفائے راشدین سے تھے۔ آپ اپنے والد بزرگوار کی شہادت کے بعد اہل کوفہ کی بیعت کے ساتھ خلیفہ قرار پائے اور چھ ماہ اور چند روز خلیفہ رہے آپ خلیفۂ برحق اور تحقیقاً امام صدق وعدل تھے جیسا کہ ان کے جد نے خبر دی تھی کہ خلافت ہمارے بعد تیس برس رہے گی تو آپ کی خلافت منصوص ہوئی اور اس پر اجماع قائم ہوا لہٰذا اس کی حقیقت میں کوئی شبہہ نہیں ہے۔

علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں امام احمد ابن حنبل سے روایت کی ہے انھوں نے حماد سے اور حماد نے سعید ابن جمہان سے انھوں نے سفینہ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ”خلافت تیس سال تک رہے گی اس کے بعد بادشاہت ہو جائے گی“۔

علماء لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے بعد تیس سال کے اندر خلفاء اربعہ اور حضرت امام حسنؑ کی ہی خلافت ہوئی (۱)۔

---

(۱)۔ تاریخ الخلفاء، صفحہ ٦۔

علامہ عقیل نے نصائح کافیہ میں بحوالہ ابونعیم و بیہقی وغیرہ نے حذیفہؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: خلافت میرے بعد تیس سال رہے گی اس کے بعد ملک عضوض یعنی درندہ بادشاہت ہو جائے گی (۱)۔

ابن ابی شیبہ نے سعید ابن جمہان سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ میں نے سفینہ سے کہا کہ: بنی امیہ خیال کرتے ہیں کہ وہ خلیفہ ہیں۔ انھوں نے کہا: جھوٹ کہا بنو زرقاء نے وہ تو بادشاہ ہیں اور سخت ترین بادشاہ اور سب سے پہلے بادشاہ معاویہ تھے (۲)۔

حضرت امیرالمومنینؑ کے صحابی جاریہ ابن قدامہ ایک مرتبہ معاویہ کے پاس گئے۔ معاویہ نے پوچھا کہ: تمہارا کیا نام ہے؟ انھوں نے کہا: جاریہ۔ معاویہ نے کہا کہ: تم کیا بن سکتے ہو؟ تم تو ایک حقیر شہد کی مکھی جیسے ہو۔ جاریہ نے کہا کہ: شہد کی مکھی تو ایک زہر دار ڈنک رکھتی ہے اور اس کا شہد میٹھا ہوتا ہے۔ لیکن معاویہ تو کتیا کو کہتے ہیں جو بھونک بھونک کر کتّوں کو بھونکا کرتی ہے۔

پھر ایک دوسری ملاقات میں معاویہ نے جاریہ سے کہا کہ: تم اپنے گھر والوں کی نظر میں کتنا ذلیل تھے کہ انھوں نے تمہارا نام جاریہ رکھا۔ جاریہ نے کہا کہ: تم اپنے گھر والوں کی نظر میں کتنے ذلیل تھے کہ انھوں نے تمہارا نام معاویہ رکھا۔ پھر جاریہ نے کہا کہ: ہمارے ہاتھ میں ابھی وہ تلواریں موجود ہیں جو صفین میں چلی تھیں۔ معاویہ نے کہا کہ: تم مجھ کو دھمکی دیتے ہو؟ جاریہ نے کہا کہ: تم نے زبردستی حکومت حاصل کی ہے اور عہد و پیمان کیے ہیں اگر تم اپنے عہد پر قائم رہو گے تو ہم بھی قائم رہیں گے اور اگر تم نے بدعہدی کی تو ہم بھی تمہارے ساتھ مکر و فریب کی چالیں چلیں گے (۳)۔

---

(۱)۔ نصائح کافیہ، صفحہ ۱۵۳۔

(۲)۔ نصائح کافیہ، صفحہ ۱۵۳ و تاریخ الخلفاء، حالاتِ معاویہ۔

(۳)۔ تاریخ الخلفاء، حالات معاویہ۔

شاہ عبد العزیز صاحب نے اپنے فتاویٰ صفحہ ۶ میں معاویہ کو خلفاء کی صف سے خارج کیا ہے اور صفحہ ۱۰۳ میں لکھا ہے کہ: جو لوگ معاویہ وغیرہ کے اجتہاد کی نفی کرتے ہیں درست ہے کیونکہ زمانۂ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ان لوگوں کو مرتبۂ اجتہاد حاصل نہ تھا اور حضرت نے کسی مسئلہ میں معاویہ کے اجتہاد کی تصدیق نہیں فرمائی تاکہ ان کا اجتہاد معتبر اور ثابت ہو۔

شاہ صاحب نے صفحہ ۹۳ میں لکھا ہے کہ: معاویہ نے جو حضرت علیؑ سے جنگ کی وہ نفسانیت اور اموی تعصب سے خالی نہ تھی اور تحفہ اثنا عشریہ باب ۱۲ میں لکھا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰؑ سے ازراہِ بغض وعناد جنگ کرنے والا باجماع اہل سنّت کافر ہے۔

علامہ ابن عقیل نے نصائح کافیہ صفحہ ۴۰ میں لکھا ہے کہ: سردار فئہ باغیہ معاویہ کے بارے میں مسلمان تین فرقہ ہوگئے ہیں ایک فرقہ نے ان کے فاسق ہونے کا حکم دیا ہے اور ان سے بغض کو واجب قرار دیا ہے اور ان پر لعنت کرنے کو جائز قرار دیا ہے اور یہی فرقہ حق پر ہے۔

ان تحریروں سے معلوم ہوا کہ معاویہ نہ تو خلیفہ تھے نہ مجتہد تھے نہ مسلمان تھے اور ان سے بغض رکھنا واجب اور ان پر لعنت جائز ہے جو معاویہ اور ان کے بیٹے یزید اور بنی امیہ پر تاقیامت جاری رہے گی اور کوئی ایک مسلمان بھی ان کے احکام اور فتووں پر عمل نہیں کرتا نہ ان کو مسلمانوں کا پیشوا سمجھتا ہے۔

یہ ہیں نتائج صلح امام حسنؑ پھر صلح امام حسنؑ کے بعد واقعۂ کربلا نے آل سفیان کی حکومت ہی کو خاک میں ملا دیا پھر ۱۳۲ھ میں سفاح نے بنی امیہ سے حکومت چھین لی، اور بے شمار بنی امیہ کو قتل کیا اور مغرب اقصیٰ تک تمام ممالک پر قبضہ کر لیا۔

حضرت امام حسنؑ اور معاویہ کے درمیان میں ۲۵ / ربیع الاول ۴۱ھ کو صلح کی تکمیل ہوئی اور صلح نامہ لکھا گیا پھر فریقین کے دستخط ہوئے اور شہادتیں ثبت ہوئیں اس کے بعد معاویہ کوفہ آئے اور سب سے بیعت لی اور اس سال کا نام عام الجماعت رکھا اس کے بعد معاویہ نے عمرو ابن

عاص کے اشارے سے حضرت امام حسنؑ کو خطبہ پڑھنے کو کہا تو حضرت منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ: لوگو! خدا نے ہمارے اول حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سے تمہاری ہدایت کی اور ہمارے آخر یعنی خود میرے ذریعہ سے تمہاری جانیں محفوظ کیں، لیکن اس معاملہ کے لیے مدّت معین ہے اور یہ دنیا تو ایک دن زائل ہونے والی ہے۔ خداوند عالم نے اپنے پیغمبرؐ سے فرمایا ہے کہ: ﴿وَإِنْ أَدْرِي لَعَلَّهُ فِتْنَةٌ لَكُمْ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ﴾(۱)؛ یعنی میں یہ بھی نہیں جانتا کہ شاید یہ (عذاب سے مہلت) تمہارے واسطے امتحان ہو اور ایک معین مدّت تک تمہارے لیے چین ہو(۲)۔

ابن ابی شیبہ اور ابن عساکر نے ربیع ابن انس سے روایت کی ہے کہ شب معراج حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی امیہ کے بعض لوگوں کو اپنے منبر پر خطبہ پڑھتے دیکھا تو حضرت کو بہت شاق گذرا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

اس آیت کو حضرت امام حسنؑ نے ٹھیک اس کے محل پر تلاوت فرمایا جب کہ معاویہ بمکر و غلبہ خلافت پر قبضہ کر کے منبرِ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بیٹھے حضرت نے اس خطبہ میں بیان فرمایا کہ: یہ خلافت و منبرِ رسولؐ پر بنی امیہ کا قبضہ ایک مشیّت و سیاست الٰہیہ ہے جو بحیثیت حجّت خدا ہونے کے میرے ہاتھ سے انجام پارہی ہے لیکن یہ چند روزہ بہار ہے جو بہت جلد زائل ہو جائے گی۔ معاویہ فوراً سمجھ گئے کہ امام کیا فرمارہے ہیں اور ابھی آپ نے اتنا ہی فرمایا تھا کہ انھوں نے کہا کہ: اب بس کیجئے اور عمرو ابن عاص پر غصّہ کرنے لگے کہ یہ تیری رائے سے ہوا ہے(۳)۔

---

(۱)۔ پارہ۱۷، سورۂ انبیاء، آیت ۱۱۱۔

(۲)۔ طبری جلد ۴، صفحہ ۱۲۴ چھاپہ مصر۔

(۳)۔ طبری جلد ۴، صفحہ ۱۲۴۔

علامہ مجلسی نے زاذان سے روایت نقل کی ہے کہ: جب حضرت امام حسنؑ نے صلح کرلی تو معاویہ منبر پر گئے اور کہا کہ: امام حسنؑ نے مجھ کو خلافت کا مستحق سمجھا اور اپنے آپ کو اس کا اہل نہیں سمجھتے جب وہ خطبہ سے فارغ ہوئے تو حضرت منبر پر تشریف لے گئے اور حمد وثنائے پروردگار کے بعد فضائل اہل بیتؑ بیان فرمائے اور آیت مباہلہ اور آیت تطہیر وغیرہ کا ذکر فرمایا کہ: معاویہ نے گمان کیا ہے کہ میں ان کو خلافت کا حق دار سمجھتا ہوں، معاویہ نے جھوٹ کہا ہے ہم کتاب خدا اور حدیث پیغمبرؐ میں سارے انسانوں سے زیادہ حق دار حکومت ہیں لیکن ہم اہل بیتؑ وفاتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روز سے آج تک برابر مظلوم ہی رہے خدا ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے جنھوں نے ظلم سے ہمارا حق ہم سے چھینا اور ہماری گردنوں پر سوار ہوگئے اور دوسروں کو بھی ہمارے اوپر سوار کر دیا ہم کو ہمارے مال سے محروم کیا اور ہماری مادرِ گرامی (فاطمہ زہراؑ) کو فدک سے محروم کیا جو خدا کے رسولؐ نے ان کو عطا فرمایا تھا خدا کی قسم! اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں بند ہوتے ہی لوگ ہمارے پدرِ بزرگوار کی بیعت کرلیتے تو زمین وآسمان دونوں اپنی برکتوں سے ان کو مالا مال کر دیتے اور تم اے معاویہ! کبھی اس کی آرزو بھی نہ کرتے لیکن جب یہ خلافت اپنے مرکز سے ہٹ گئی تو قریش اس کے لیے آپس میں جھگڑنے لگے اور طلیق اور ابنائے طلیق نے بھی اس کا لالچ کیا یعنی تم اور تمہارے ساتھیوں نے حالانکہ فرمانِ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ جس امّت نے اعلم کو چھوڑ کر غیر اعلم کو اپنے امور کا والی بنایا ہمیشہ اس کے معاملات برباد ہی رہے جب تک کہ اس نے پھر اعلم کی طرف رجوع نہ کیا۔

بنی اسرائیل نے حضرت ہارون کو چھوڑ کر سامری کی پیروی کی حالانکہ وہ جانتے تھے کہ حضرت ہارون ان میں حضرت موسیٰؑ کے خلیفہ ہیں اور اس امّت نے میرے پدرِ بزرگوار کو چھوڑ کر دوسروں کی پیروی کی حالانکہ وہ لوگ ان کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان سُن چکے تھے کہ: ''اَنتَ مِنّی بِمَنزِلَۃِ ھَارُونَ مِن مُوسَیٰ اِلَّا النُّبُوَّۃ'' نیز ان لوگوں نے غدیرِ خم میں دیکھا تھا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے والدِ بزرگوار کو اپنا جانشین بنایا تھا اور فرمایا تھا کہ: جو لوگ حاضر ہیں وہ غائب کو خبر دیں۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قوم سے چھپ کر نکلے جس قوم کو وہ خدا کی طرف دعوت دے رہے تھے اور غار میں داخل ہوئے حالانکہ اگر وہ مددگار پاتے تو ہرگز اس طرح نہ نکلتے اسی طرح ہمارے پدرِ بزرگوار نے اپنا ہاتھ جنگ سے روک لیا جب کہ انھوں نے فریاد کی لیکن لوگ ان کی فریاد کو نہ پہونچے حضرت ہارون کو جب ان کی قوم نے کمزور کر دیا اور قتل کر دینا چاہا تو خدا نے ان کو اختیار دے دیا (کہ تبلیغ کریں یا خاموش ہو جائیں) اور خدا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غار میں داخل ہونے کی اجازت دے دی جب حضرت نے مددگار نہ پائے۔

اسی طرح جب ہمارے پدرِ بزرگوار کو اور مجھ کو اس امّت نے چھوڑ کر اے معاویہ! تمہاری بیعت کر لی تو خدا نے ہم کو (تبلیغ کرنے یا نہ کرنے کا) اختیار دے دیا۔ یہ تو سنّت انبیا و اصیاء ہے اور اس کی مثالیں قائم ہیں جو ایک کے بعد ایک ظاہر ہوتی رہتی ہیں لوگو! اگر مشرق سے مغرب تک تلاش کرو گے تو سواء میرے اور میرے بھائی کے اور کسی کو نہ پاؤ گے جس کے باپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں ﴿وَإِنْ أَدْرِي لَعَلَّهُ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ﴿١١١﴾﴾(۱)۔

حضرت نے جب خطبہ تمام کیا تو معاویہ منبر پر گئے اور کہا کہ: کوفہ والو! کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ میں نے تم لوگوں سے نماز و زکوٰۃ و حج کے لیے جنگ کی ہے؟ میں جانتا ہوں کہ تم نمازیں پڑھتے ہو زکوٰۃ ادا کرتے ہو حج کرتے ہو میں نے تم لوگوں سے اس لیے جنگ کی ہے کہ تم پر حکومت کروں اور تمہاری گردنوں کا مالک ہو جاؤں خدا نے یہ سب کچھ مجھ کو عطا کر دیا حالانکہ تم لوگ اس پر راضی نہیں ہو آگاہ رہو کہ اس فتنہ میں جو کچھ مال خرچ ہوا یا جانیں گئیں سب رائیگاں ہیں اور جو شرطیں میں نے کیں ہیں میرے ان دونوں قدموں کے نیچے ہیں اور انسان بغیر ان تین

---

(۱)۔ بحار الانوار، جلد ۱۰، صفحہ ۱۱۴۔

باتوں کے ٹھیک نہیں ہوتا۔ موقع پر بخشش کرنا اور وقت پر لشکر کشی کرنا اور دشمن کے گھر پر چڑھائی کر کے جنگ کرنا اور اگر تم اس طرح نہ لڑے تو وہ خود تم سے لڑے گا۔

ابو اسحاق سبیعی نے کہا ہے کہ: معاویہ نے یہ بھی کہا کہ میں نے حضرت حسن ابن علی سے جو کچھ عہد و میثاق کیے ہیں وہ میرے ان دونوں قدموں کے نیچے ہیں ایک کو بھی پورا نہ کروں گا(۱)۔

صلح امام حسنؑ کے بعد معاویہ کی پہلی شکست

صلح امام حسنؑ کے بعد معاویہ کی یہ پہلی شکست تھی کہ انھوں نے خود اپنی زبان [سے] اپنے آپ کو دنیا دار بادشاہ و بدعہد و نہ جانے کیا کیا ثابت کر دیا معاویہ کی اس تقریر پر ہر طرف شور و ہنگامہ بلند ہوا لوگ ان کو گالیاں دینے لگے جس سے وہ ڈر گئے اور اپنی تقریر پر شرمندہ ہوئے۔

حضرت امام حسنؑ اس کے بعد اپنے اہل بیتؑ کو لے کر مدینہ چلے گئے اور خدمت اسلام اور نشر و اشاعتِ علومِ اہل بیتؑ اور یتیموں اور مسکینوں اور صاحبانِ حاجات کی دستگیری اور عبادت پروردگار میں مشغول ہو گئے۔ معاویہ سال میں جو کچھ رقم آپ کی خدمت میں بھیج دیتے تھے آپ غرباء و مساکین کو تقسیم کر دیتے تھے اور اسی لیے آپ نے صلح نامہ میں یہ شرط کر لی تھی کہ دارالجبر کا خراج مجھ کو ملتا رہے گا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ معاویہ سے صلح کے بعد بنی ہاشم اور امیر المومنینؑ کے شیعہ سخت اقتصادی کشمکش میں مبتلا ہو جائیں گے معاویہ بدعہدی کریں گے اور ان کے وظائف بند کر دیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا تو اگر حضرت نے اپنے نام سے ایک معتدبہ رقم نہ مقرر کرا لی ہوتی تو بنی ہاشم اور دوست دارانِ اہل بیتؑ بھوکوں مر جاتے۔

---

(۱)۔ نصائح کافیہ، صفحہ ۱۵۷ بحوالہ مدائنی۔

معاویہ کے یہاں سے جو بھی رقم امام حسنؑ کو ملتی تھی اس میں سے آپ اپنی ذات میں یا اپنے اہل بیتؑ کی ذات میں اتنا بھی نہیں خرچ کرتے تھے جتنا ایک مکھی اپنے منہ میں اٹھالیتی ہے(۱)۔

سخاوتِ امام حسنؑ

آپ کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ ایک ایک شخص کو ایک ایک لاکھ درہم دے دیا کرتے تھے۔

ابن سعد علی ابن جوعان سے روایت کرتے ہیں کہ: حضرت امام حسنؑ نے اپنی زندگی میں دو مرتبہ اپنا سارا مال راہِ خدا میں بانٹ دیا اور تین مرتبہ نصف نصف مال تقسیم کیا یہاں تک کہ ایک جوتا دے دیا اور ایک رکھ لیا اور ایک موزہ رکھ لیا اور ایک دے دیا(۲)۔

ملا مبین صاحب فرنگی محلی نے وسیلۃ النجات صفحہ ۲۳۹ میں لکھا ہے کہ: حضرت امام حسنؑ کے کمالات میں سے یہ بھی ہے کہ آپ مال کو بچا کر نہیں رکھتے تھے جو کچھ پاتے تھے راہِ خدا میں صرف کر دیتے تھے یہاں تک کہ مقروض ہو جاتے تھے آپ ایک لاکھ درہم سالانہ تقسیم کیا کرتے تھے۔

آپ کے جود وسخا کی کوئی انتہا نہ تھی آپ نے ایک شخص کو خدا سے دعا کرتے سنا کہ: اے پروردگار! دس ہزار درہم کہیں سے بھیج دے آپ نے گھر آکر دس ہزار درہم اس کے پاس بھیج دیا ایک شخص نے سوال کیا تو آپ نے اس کو پچاس ہزار درہم اور پانچ ہزار دینار عطا کیے اور مزدوروں کی مزدوری کے لیے اپنی ردائے مبارک عطا فرمائی تو آپ کے نوکر نے عرض کیا کہ: اب میرے پاس ایک درہم بھی خرچ کے لیے نہیں ہے فرمایا: خدا کے یہاں ثواب تو بہت ہے۔

(۱)۔ بحار الانوار، جلد ۱۰، صفحہ ۱۰۳۔

(۲)۔ تاریخ الخلفاء وصواعق محرقہ، صفحہ ۸۲ وغیرہ۔

ایک مرتبہ آپ حضرت امام حسینؑ اور حضرت عبداللہ ابن جعفر کے ساتھ حج کے ارادے سے مکہ تشریف لے جارہے تھے راہ میں بھوک اور پیاس سے پریشان ہوئے اتفاقاً ایک بڑھیا کی کٹیا کی طرف سے گذر ہوا تو اس سے کہا کہ پینے کی کوئی چیز ہو تو لاؤ اس نے دودھ پیش کیا پھر بکری ذبح کر کے ضیافت کی جب آپ اس سے رُخصت ہونے لگے تو فرمایا کہ: ہم لوگ قریش سے ہیں جب مدینہ آنا تو ہم سے ملنا اور روانہ ہوگئے۔ جب اس عورت کا شوہر آیا اور اس نے واقعہ سنا تو بہت ناراض ہوا کہ کیوں نامعلوم لوگوں کے لیے تو نے میری بکری ذبح کردی۔ کچھ دنوں کے بعد وہ لوگ کسی ضرورت سے مدینہ پہونچے اور بڑھیا ایک گلی سے گذری وہاں حضرت امام حسنؑ اپنے دروازے کی ڈیوڑھی پر تشریف فرما تھے بڑھیا نے حضرت کو نہیں پہچانا لیکن حضرت نے اس کو پہچان لیا اور بلا کر فرمایا کہ: میں تیرا وہی مہمان ہوں جس کو تو نے کھانا کھلایا تھا اور ایک ہزار بکریاں اور ایک ہزار دینار عطا فرمائے اور اس کو امام حسینؑ کے پاس بھیج دیا حضرت نے بھی اتنا ہی دیا۔ پھر جناب عبداللہ کے پاس بھیجا انھوں نے بھی اتنا ہی دیا وہ بڑھیا سب مال لے کر اپنے شوہر کے پاس پہونچ گئی (۱)۔

ایک مرتبہ لوگوں نے عرض کیا کہ: آپ خود فاقہ کرتے ہیں لیکن سائل کو رد نہیں کرتے! تو فرمایا کہ: میں خدا کی بارگاہ کا سائل ہوں تو مجھے شرم آتی ہے کہ میں خود تو خدا سے سوال کروں اور اپنے سائل کو رد کردوں خدا مجھ کو نعمتیں دیتا ہے تو میں اس کے بندوں تک پہونچا دیتا ہوں اور ڈرتا ہوں کہ اگر میں اپنا ہاتھ روک لوں تو خدا بھی اپنا ہاتھ نہ روک لے (۲)۔

اسی طرح تازندگی آپ نے غرباء و مساکین کی پرورش کی اور جس کو دیا مالامال کر دیا اور خود عسرت و تکلیف میں بسر کرتے تھے اور قرض دار رہتے تھے۔

---

(۱)۔ صواعق محرقہ، صفحہ ۸۳ و وسیلۃ النجات، صفحہ ۲۴۰ و بحار، جلد ۱۰، صفحہ ۹۶۔

(۲)۔ نور الابصار، صفحہ ۱۲۳۔

واضح رہے کہ حضرت امام حسنؑ کے عیش وآرام اور عمدہ کھانا اور عمدہ لباس وغیرہ کی داستانیں جو بیان کی جاتی ہیں بنی امیہ کی گڑھی ہوئی ہیں جن لوگوں نے ستّر ہزار منبروں پر آلِ رسولؐ کو گالیاں دیں، حضرت امام حسنؑ کو بلوا کر زیرِ منبر بٹھلا کر حضرت فاطمہ زہراؑ سیدۂ نساءؑ اور حضرت امیر المومنینؑ اور حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کو برا کہتے اور امام صبر و تحمل کے ساتھ سنا کرتے علماء وائمہ مسجد خطبۂ نماز جمعہ میں اہل بیتِ رسولؐ پر تبرا کرتے ہزاروں روایتیں اہل بیتؑ کی توہین و تنقیص اور صحابہ اور بنی امیہ کی مدح میں زر کثیر خرچ کر کے بنوائیں تاریخیں وضع کیں علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ: تمام ممالک اسلامیہ میں بہتر ہزار سے زیادہ منبروں پر حضرت علیؑ کو گالیاں دی جاتی تھیں۔ کیا ایسے لوگوں پر اعتبار کیا جاسکتا ہے کہ انھوں نے حضرت امام حسنؑ کے حالات جو کچھ لکھے ہیں وہ صحیح ہیں اور کیا ان تاریخوں پر اعتبار کر کے حضرت امامؑ پر اتہام لگایا جاسکتا ہے۔ درآنجائیکہ ہمارے پاس حضرت کی عصمت و طہارت وزہد و تقویٰ وپاکیزگی نفس وبلندی اخلاق وکردار وغیرہ کے متعلق قرآن مجید واحادیث رسولؐ ومستند روایات کی شہادتیں موجود ہیں۔

حضرت امام حسنؑ کا حِلم

علامہ ابن عقیل نے نصائح کافیہ صفحہ ۱۵۷ میں لکھا ہے کہ: معاویہ سے حضرت امام حسنؑ نے جو شرطیں کی تھیں انھوں نے ایک بھی پوری نہ کی۔ حضرت نے شرط کی تھی کہ معاویہ کتاب خدا اور سنّت رسولؐ پر عمل کریں گے لیکن انھوں نے نہ کیا۔ حضرت نے شرط کی تھی کہ معاویہ اپنے بعد کے لیے کسی کو ولی عہد نہ کریں گے لیکن انھوں نے اپنے شراب خور بیٹے یزید کے لیے لوگوں سے بیعت لی۔ حضرت نے شرط کی تھی کہ حضرت علیؑ کو کم از کم میرے سامنے گالیاں نہ

دیں گے لیکن انھوں نے حضرت کو گالی دینا ترک نہ کیا یہاں تک کہ خود حضرت کے سامنے بھی گالیاں دیتے تھے۔ نیز حسنینؑ کے قتل کی پوشیدہ سازش کی اور ان دونوں پر مدینہ میں مروان کو مسلّط کر دیا جو ان دونوں کو غم و غصّہ کا گھونٹ پلاتا تھا۔

ملا مبین صاحب فرنگی محلی وسیلۃ النجات صفحہ ۲۴۰ میں لکھتے ہیں کہ: مروان جمعہ کے روز منبر پر حضرت علیؑ کو گالیاں دیتا تھا اور امام حسنؑ سنتے تھے لیکن اپنی زبان مبارک سے کچھ نہیں کہتے تھے۔

ابن عساکر نے جویرہ سے روایت کی ہے کہ جب امام حسنؑ کا انتقال ہوا تو مروان رونے لگا تو حضرت امام حسینؑ نے پوچھا کہ: تو کیوں روتا ہے؟ حالانکہ تو نے ان کو کیسی کیسی روحانی اذیتیں پہونچائی ہیں اس نے کہا کہ: ہم جو کچھ کرتے تھے کرتے تھے لیکن وہ اس پہاڑ سے زیادہ حلیم و بردبار تھے۔

علامہ ابوالاعلی مودودی اپنی کتاب خلافت وملوکیت صفحہ ۱۷۴ پر لکھتے ہیں کہ: ایک اور نہایت مکروہ بدعت حضرت معاویہ کے عہد میں یہ شروع ہوئی کہ وہ خود اور ان کے حکم سے ان کے تمام گورنر خطبوں میں برسرِ منبر حضرت علیؓ پر سب و شتم کی بوچھار کرتے تھے حتیٰ کہ مسجد نبویؐ میں منبرِ رسولؐ پر عین روضۂ نبویؐ کے سامنے حضور کے محبوب ترین بھائی کو گالیاں دی جاتی تھیں اور حضرت علیؑ کی اولاد اور ان کے قریب ترین رشتہ دار اپنے کانوں سے یہ گالیاں سنتے تھے (۱)۔

امام حسنؑ کی عبادت

(۱)۔ بحوالہ طبری جلد ۴، صفحہ ۱۸۸ وابن اثیر، جلد ۳، صفحہ ۲۳۴ والبدایہ جلد ۸، صفحہ ۲۵۹ و جلد ۹، صفحہ ۸۰۔

مفضل ابن عمر نے حضرت جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے حضرت نے فرمایا کہ: مجھ سے میرے پدر بزر گوار نے بیان فرمایا ان سے ان کے پدرِ بزر گوار حضرت امام زین العابدینؑ نے بیان فرمایا کہ: حضرت امام حسنؑ اپنے زمانے میں سب سے بڑے عبادت گذار اورزاہد اور افضل الناس تھے آپ پاپیادہ حج کرتے تھے اور کبھی پابرہنہ حج فرمایااور جب آپ موت کا ذکر فرماتے تو روتے جب قبر کا ذکر کرتے تو روتے جب بعث و نشور کا ذکر آتا تو روتے اور جب روزِ قیامت داورِ محشر کے سامنے حاضر ہونے کا ذکر آتا غش کر جایا کرتے تھے۔ اور جب نماز میں کھڑے ہوتے تھے تو جسم میں لرزہ پڑ جاتا تھا۔ جب جنّت و جہنّم کا تذکرہ فرماتے تو مضطرب ہو جاتے اور خدا سے جنّت طلب کرتے اور جہنّم سے پناہ چاہتے اور قرآن مجید میں جب "یَآاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" کی تلاوت فرماتے تو "لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ" کہتے اور ہر حال میں خدا کا ذکر کرتے اور سب سے زیادہ صادق اللہجہ اور افصح اللسان تھے (۱)۔

حضرت نے پچیس حج پاپیادہ کیے حالانکہ بہترین سواریاں آپ کے سامنے پیش کی جاتی تھیں لیکن آپ سوار نہیں ہوتے تھے (۲)۔

امام حسنؑ کی ہیبت

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: "حسنؑ کو ہماری ہیبت اور سرداری ملی ہے" (۳)۔

محمد ابن اسحاق نے اپنی کتاب میں روایت کی ہے کہ: بعدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو شرف حضرت امام حسنؑ کو حاصل تھا کسی کو حاصل نہ ہوا آپ گھر سے نکل کر کبھی دروازے پر بیٹھ جاتے تھے تو لوگ آپ کی ہیبت سے ادھر سے راستہ چلنا ترک کر دیتے تھے جب آپ کو اس کی خبر ہوتی تو گھر

(۱)۔ بحار الانوار، جلد ۱۰، صفحہ ۹۱۔

(۲)۔ صواعق محرقہ، صفحہ ۸۲ و تاریخ الخلفاء، صفحہ ۱۲۸ وغیرہ۔

(۳)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۲۳۸ بحوالہ طبرانی۔

کے اندر چلے جاتے تو پھر لوگ چلنے لگتے تھے۔ محمد نے کہا کہ: میں نے حضرت کو پیادہ پا مکّہ جاتے ہوئے دیکھا تو راہ میں جس کی بھی حضرت پر نظر پڑ گئی وہ سواری سے اُتر گیا۔ یہاں تک کہ میں نے سعد ابن ابی وقاص کو سواری سے اتر کر پیادہ چلتے دیکھا (۱)۔

امام حسنؑ کا زہد

آپ نے کبھی عیش و آرام دنیا اختیار نہیں کیا خود فقر و فاقہ میں بسر کرتے پاپیادہ سفر کرتے۔ اپنے بیت الشرف سے نکل کر دروازہ پر زمین پر بیٹھ جاتے۔

وضو کرتے تو بدن کانپنے لگتا اور چہرۂ مبارک کا رنگ زرد ہو جاتا تھا جب مسجد کے دروازے پر پہونچتے تو فرماتے: ''اِلٰهِی ضَیفُکَ بِبَابِک یَا مُحسِنُ قَد اَتَاکَ المُسِی فَتَجَاوز بِقَبِیحِ مَاعِندِی بِجَمِیلِ مَاعِندَک یَاکَرِیم''۔

ایک مرتبہ آپ نماز میں مشغول تھے کہ ایک نہایت صاحب حُسن و جمال عورت آپ کے پاس پہونچ کر کھڑی ہو گئی جب حضرت نماز سے فارغ ہوئے تو اس سے پوچھا کہ: تیری کیا حاجت ہے؟ اس نے کہا کہ: میں غیر شادی شدہ ہوں اور آپ سے آرزو رکھی ہوں! فرمایا: دور ہو جا میرے پاس سے مجھ کو اور اپنے آپ کو آتشِ جہنم سے بچا پھر آپ رونے لگے آپ کے رونے کی آواز سُن کر کچھ لوگ آ گئے اور حضرت امام حسینؑ بھی آ گئے اور آپ کو روتا دیکھ کر وہ لوگ بھی رونے لگے اور وہ عورت غائب ہو گئی۔

حضرت امام حسینؑ نے احتراماً آپ سے واقعہ کی تفصیل نہ پوچھی کچھ دنوں کے بعد ایک رات حضرت امام حسنؑ خواب سے روتے ہوئے بیدار ہوئے تو امام حسینؑ نے سبب پوچھا؟ تو فرمایا کہ: میں نے ابھی حضرت یوسفؑ کو خواب میں دیکھا تو میں ان کے اور عزیزِ مصر کی بیوی کے واقعات اور حضرت یوسفؑ کی زندان کی مصیبتیں اور حضرت یعقوبؑ کے گریہ وزاری کو یاد کر کے

(۱)۔ بحار، جلد ۱۰، صفحہ ۹۳۔

رونے اور تعجب کرنے لگا تو کسی نے مجھ سے کہا کہ: آپ حضرت یوسفؑ کے حالات پر تعجب کرتے ہیں اس واقعہ پر تعجب کیوں نہیں کرتے جو ایک بدوی عورت کے ساتھ آپ کو پیش آیا(۱)۔

حضرت امام حسنؑ کا علم

اس بزرگ کے علم کا کیا بیان کیا جائے جو خاتم المرسلینؐ کا فرزند، باب مدینہ علم کا نورِ نظر، آغوشِ عصمت کا پروردہ اور ماں کی گود میں لوحِ محفوظ کا مطالعہ کرنے والا ہو جس کے گھر کی کنیز جناب فضہ نے بیس برس قرآن مجید سے گفتگو کی۔

کمال الدین ابن طلحہ نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ: میں ایک مرتبہ مسجدِ مدینہ میں داخل ہوا تو ایک شخص کو دیکھا کہ وہ احادیث رسولؐ بیان کر رہا ہے اور لوگ اس کے گرد جمع ہیں تو میں نے اس سے پوچھا کہ: بتاؤ شاہد و مشہود کیا چیزیں ہیں؟ اس نے کہا کہ: شاہد روزِ جمعہ ہے اور مشہود روزِ عرفہ ہے۔ پھر میں نے ایک دوسرے شخص سے جو حدیثیں بیان کر رہا تھا پوچھا کہ: شاہد و مشہود کیا ہے؟ اس نے کہا: شاہد روزِ جمعہ ہے اور مشہود روزِ نحر ہے۔ پھر میں نے ایک لڑکے سے جو حدیثیں بیان کر رہا تھا پوچھا کہ بتاؤ شاہد و مشہود کیا چیزیں ہیں؟ اس نے کہا کہ: شاہد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور مشہود روزِ قیامت ہے کیا تم نے قولِ پروردگار نہیں سنا ارشاد فرماتا ہے کہ: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۴۵﴾ اور قیامت کے متعلق فرماتا ہے کہ: ﴿ذَٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوعٌ لَّهُ النَّاسُ وَذَٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُودٌ ۱۰۳﴾۔ پھر میں نے پہلے شخص کے متعلق سوال کیا کہ کون ہیں؟ تو لوگوں نے کہا کہ: ابن عباسؓ ہیں اور تیسرے کے متعلق دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت امام حسنؑ ہیں اور امام حسنؑ کا جواب سب سے بہتر تھا(۲)۔

---

(۱)۔ بحار جلد ۱۰، صفحہ ۹۴۔

(۲)۔ بحار، جلد ۱۰، صفحہ ۹۵۔

شاہِ روم نے ایک مرتبہ معاویہ کے پاس تین سوالات لکھ کر بھیجے ا۔وہ کون سا مکان ہے جو وسطِ آسمان میں ہے ؟ ۲۔سب سے پہلا خون کا قطرہ جو زمین پر گرا کون سا ہے ؟ ۳۔وہ کون سی جگہ ہے جہاں آفتاب صرف ایک مرتبہ چمکا؟۔

ان سوالات کے جوابات جب معاویہ کی سمجھ میں نہ آئے تو اس نے حضرت امام حسنؑ سے دریافت کیا تو حضرت نے فرمایا کہ: وہ مکان جو وسطِ سماء میں ہے پشتِ کوفہ ہے اور وہ خون کا پہلا قطرہ جو زمین پر گرا حوا ؑکا خون ہے اور وہ زمین جس پر صرف ایک مرتبہ آفتاب چمکا دریائے نیل کی تہہ ہے جو عصائے حضرت موسیٰؑ سے شگافتہ ہوئی (۱)۔

جب مسلمانوں میں قدریوں کا مذہب پھیلنے لگا تو علماء اسلام ان کے شبہات کے جوابات میں سخت متحیر و پریشان ہوئے اس لیے کہ مسئلہ ٔجبر واختیار و قضاو قدر مشکل ترین مسائل میں سے ہیں تو حسن بصری (۲) نے حضرت کی خدمت میں لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سلام ہو آپ پر اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے! اور قرۃ العین پیغمبرؐ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، امابعد، آپ حضرات اے گروہ بنی ھاشم! مثل رواں کشتیوں کے ہیں گہرے دریاؤں میں، اور چراغ ہیں تاریکیوں میں اور نشان ہیں ہدایت کے اور خلق کے امام اور امّت کے وہ قائد ہیں کہ جس نے آپ کی پیروی کی نجات پائی مثل کشتی نوحؑ کے کہ رجوع کی اس کی طرف مومنوں نے اور نجات پائی اس سے تمسک کرنے والوں نے پس کیا فرماتے ہیں آپ اے ابن رسولؐ مسئلہ ٔقدر میں جس میں مسلمان اختلاف کر رہے ہیں اور ہم لوگ متحیر ہو رہے ہیں آپ

---

(۱)۔ بحار، جلد ۱۰، صفحہ ۹۸۔

(۲)۔ حسن بصری بڑے جلیل القدر علمائے اہل سنّت سے تھے لیکن مخالف اہل بیتؑ تھے ملا جامی نے آپ کے متعلق لکھا ہے کہ حسن بصری کبار تابعین سے تھے آپ نے ایک سو بیس اصحاب رسولؐ سے ملاقات کی آپ کی ولادت ۲۱ھ میں ہوئی اور ۱۱۰ھ میں نواسی سال کی عمر میں انتقال کیا (شواہد النبوۃ، صفحہ ۲۳۶) اگرچہ آپ مخالف اہل بیتؑ تھے لیکن جب کوئی مشکل پیش آتی تھی تو اہل بیتؑ ہی کی طرف رجوع کرتے تھے۔

ہم کو اپنی رائے سے آگاہ فرمائیں! آپ ذریّت ہیں اس شخص کی جس میں ایک نے دوسرے سے علم الٰہی حاصل کیا ہے اور تعلیمِ الٰہی سے عالم ہوئے ہیں۔ خدائے عزوجل آپ لوگوں پر گواہ ہے اور آپ حضرات خلق اللہ پر گواہ ہیں۔ والسّلام

رواۃ اہل سنّت نے لکھا ہے کہ: حضرت نے حسن بصری کے جواب میں تحریر فرمایا کہ: تمہارا خط مجھ کو ملا جس میں تم نے اپنی حیرت وپریشانی اور ان لوگوں کی حیرت کا حال لکھا ہے جن کو تم گمان کرتے ہو کہ وہ ہماری امّت سے ہیں میری رائے یہ ہے کہ جو شخص قدر پر ایمان نہ لائے کہ اس کا ہر خیر وشر خدا کی طرف سے ہے وہ کافر ہو گیا۔ اور جو شخص خدا کی طرف گناہوں کی نسبت دے وہ فاجر ہے خدا زبردستی کسی سے نیکی یا گناہ نہیں کراتا۔ (جیسا کہ مجبرہ کا مسلک ہے) اور نہ بندوں کو ان کے افعال میں بالکل آزاد کر دیا ہے (جیسا کہ مفوضہ کہتے ہیں) بلکہ خدا اختیار رکھتا ہے ان باتوں پر جن پر بندوں کو اس نے اختیار دیا ہے اور قادر ہے ان امور پر جن پر اپنے بندوں کو قدرت عطا فرمائی ہے پس اگر وہ خدا کی فرماں برداری کرنا چاہیں تو وہ اختیار رکھتے ہیں کوئی ان کا روکنے والا نہیں ہے (یعنی خدا ان کو روکتا نہیں ہے) اور اگر وہ گناہ کرنا چاہیں اور خدا اپنے فضل وکرم سے ان کو گناہ سے بچالینا چاہے تو بچا سکتا ہے اور ان کے اور ان کے گناہوں کے درمیان حائل ہونے کی قدرت رکھتا ہے لیکن اگر وہ نہ بچائے تو اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اس نے بندہ کو گناہ پر مجبور کر دیا (بلکہ بندہ اپنے اختیار ہی سے گناہ کرے گا)۔

کیونکہ اس نے اپنی حجّت تمام کر دی ہے اپنے بندوں کو گناہ وثواب کی معرفت عطا کر کے اور ان کے کرنے اور نہ کرنے کا اختیار دے کر اور اس نے ان کے لیے اپنی پسندیدہ باتوں کے کرنے اور ناپسند باتوں کے ترک کرنے کی راہ بھی کھول دی ہے۔

وَلِلّٰهِ الحُجَّةُ البَالِغَةُ وَالسَّلام (۱)۔

---

(۱)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۲۴۴ بحوالہ کشف المحجوب۔

واضح رہے کہ قدریہ مجبرہ اور اشاعرہ اہل سنّت کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان اپنے افعال میں بالکل مجبور ہے نیک و بد اطاعت و معصیت جو کچھ انسان کرتا ہے سب خدا ہی کراتا ہے پھر وہ فرماں بردار کو جنّت میں اور نافرمان کو دوزخ میں بھی داخل کرے گا (حالانکہ یہ بہت بڑا ظلم ہے اور اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا)۔

مفوضہ کا مذہب یہ ہے کہ نیک و بد جو کچھ انسان کرتا ہے اپنے اختیار سے کرتا ہے اور انسان کے افعال پر خدا کو کوئی اختیار و قدرت حاصل نہیں ہے۔ لیکن یہ دونوں باتیں باطل اور گمراہی ہیں اور حق یہ ہے کہ انسان اپنے افعال میں نہ تو بالکل مجبور ہے کہ جو کچھ وہ کرتا ہے خدا ہی کراتا ہے نہ بالکل آزاد ہے کہ خدا کو انسان کے مقدورات پر قدرت ہی نہیں ہے بلکہ امر ان دونوں کے درمیان میں ہے یعنی انسان نیک و بد جو کچھ بھی کرتا ہے اپنے اختیار سے کرتا ہے لیکن خدا کو اس کے افعال پر ہر وقت اختیار حاصل ہے کہ وہ جب چاہے نیک کاموں میں بندوں کی کمک کر سکتا ہے اور بُرے کاموں سے روک سکتا ہے لیکن اگر وہ ایسا نہ کرے تو جبر نہیں لازم آتا۔ حضرت امام جعفر صادقؑ کا فرمان ہے کہ: "**لَا جَبرَ وَلَا تَفوِیض بَل الاَمرُ بَینَ الاَمرَین**" (۱)۔

یہی مضمون حضرت امیر المومنینؑ اور حضرت امام رضاؑ اور دیگر ائمہ اہل بیتؑ کے اقوال سے ثابت ہے (۲) اور حضرت امام حسنؑ کے نامۂ مبارک کا مضمون بھی یہی اور یہی مذہب اہل بیتؑ اور مذہب امامیہ ہے۔

تنبیہ: حضرت کے نامۂ مبارک کا پہلا جملہ یہ ہے کہ: "**مَن لَم یُومِن بِالقَدرِ خَیرِہ وَشَرِّہ مِنَ اللہ فَقَد کَفَر**"؛ یعنی جو قدر پر ایمان نہ لائے کہ اس کا ہر خیر و شر خدا ہی کی طرف سے

---

(۱)۔ عیون اخبار الرضاؑ۔

(۲)۔ دیکھئے نہج البلاغہ واحتجاج طبرسی وغیرہ۔

ہے وہ کافر ہو گیا۔ اس میں انسان کے ہر اچھے اور بُرے کام کو خدا کی طرف منسوب کیا گیا ہے یعنی سب کچھ خدا ہی کراتا ہے اور یہی مذہب قدریہ اور اشاعرہ مجبرہ کا ہے۔

اور نامۂ مبارک کا دوسرا جملہ ہے کہ: "**مَن حَمَلَ المَعَاصِی عَلَی اللّٰہ فَقَد فَجَر**"؛ یعنی جس نے انسان کے گناہوں کی نسبت خدا کی طرف دی وہ فاجر ہو گیا اور اس کے بعد کی عبارت اس کی توضیح ہے جس میں حضرت نے ثابت کیا ہے کہ انسان اپنے افعال میں مختار ہے خدا انسان سے کوئی اچھا یا بُرا کام زبردستی نہیں کراتا اور یہی مذہب حق ہے۔ ان دونوں اقوال میں کھلا ہوا تضاد ہے جس سے حضرت امام حسنؑ کی ہستی بلند و ارفع تھی لہٰذا یقیناً اس خط میں **خیرہ وشرہ من اللّٰہ** یہ جملہ اشاعرہ نے بڑھا دیا ہے تاکہ ان کے مذہب کی تائید ہو جائے حالانکہ وہ نہیں سمجھے کہ بعد کے جملے صاف صاف اس کی رد کر رہے ہیں۔ اور اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے کہ یہ جملہ حضرت ہی کا ہے تو قطعاً اس میں لفظ خیر سے اطاعت اور شر سے نافرمانی و گناہ مقصود نہیں ہیں بلکہ خیر و شر سے خداوند عالم کے افعال تکوینیہ یعنی موت و حیات و نعمت و مصائب وغیرہ مقصود ہیں جو انسان کے اختیار میں نہیں ہیں نہ ان باتوں پر اس کے لیے جزا و سزا رکھی گئی ہے اور حضرت نے مصائب و حوادث کو شر سے اس لیے تعبیر فرمایا ہے کہ انسان ان کو شر سمجھتا ہے ورنہ خدا کے کل افعال خیر ہی خیر ہیں۔ جس طرح نعمتیں خیر ہیں اسی طرح مصائب و آلام اور گوشمالی اور سزائیں بھی خیر ہیں۔

حضرت امام حسنؑ کے قضایا

حضرت امام حسنؑ کے بہت سے فیصلے فقیہ اور کافی کی کتاب الحدود اور کتاب القضاء اور کتاب الدیات میں مرقوم ہیں جن کو طول کے خوف سے ترک کر رہا ہوں۔

حضرت امام حسنؑ کے معجزات

مسعودی نے لکھا ہے کہ: ابوجعفر ثانی حضرت محمد تقیؑ ابن علی رضاؑ سے روایت کی گئی ہے انھوں نے اپنے آباؤاجداد کے سلسلہ سے بیان فرمایا کہ: ایک مرتبہ حضرت امیرالمومنینؑ مسجد تشریف لے گئے اور وہاں تشریف فرماہوئے آپ کے ساتھ ۔۔۔۔۔۔ حضرت امام حسنؑ اور حضرت سلمان فارسی بھی تھے۔ مسجد میں لوگ حضرت کے پاس جمع ہوگئے ناگاہ ایک نہایت خوبصورت اورخوش پوشاک شخص آکر حضرت کو سلام کرکے بیٹھ گیا پھرعرض کیا کہ: یا امیرالمومنینؑ! میں تین سوالات کے جوابات دریافت کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں اگر آپ نے جواب دیاتو سمجھوں گا کہ آپ امام برحق اور وصی رسولؐ ہیں اوراگر جواب نہ دے سکے تو سمجھوں گا کہ آپ اور وہ لوگ سب برابر ہیں! حضرت نے فرمایا: جوچاہو پوچھو اس نے کہا کہ: ۱۔بتایئے جب انسان سوتا ہے تو اس کی روح کہاں چلی جاتی ہے؟ ۲۔یہ بتایئے کہ انسان کیونکر باتوں کو یاد کرتا ہے اور بھولتا ہے؟ ۳۔یہ بتایئے کہ لڑکے ماموں اور چچا سے کیونکر مشابہ ہوجاتے ہیں؟ یہ سُن کر حضرت امیرالمومنینؑ حضرت امام حسنؑ کی طرف مخاطب ہوئے اورفرمایاکہ: ان کا جواب دو۔ حضرت امام حسنؑ نے فرمایاکہ: انسان جب سوتا ہے تو اس کی روح نفَس پر معلق رہتی ہے اور نفس ہوا پر جب تک وہ بیدار ہو پھرجب خداوند عالم روح کو جسم میں واپس جانے کا حکم دیتا ہے تو روح نفس کو جذب کرتی ہے اور نفس ہوا کو کھینچتا ہے توروح اپنے مسکن کی طرف پلٹ آتی ہے اوراگر خدا اس روح کو جسم میں واپس جانے کا حکم نہیں دیتا تو ہوا نفس کو جذب کرتی ہے اور نفس روح کو کھینچتاہے پھر وہ روح تاقیامت پلٹ کر نہیں آسکتی۔

بھولنے اوریاد کرنے کا سبب یہ ہے کہ انسان کے قلب کی مثال ایک ظرف کی ہے جس پر ڈھکّن پڑا ہو تونسیان کے وقت اگر خدا کا ذکر کیا جائے اور محمد وآل محمدؐ پر درود بھیجا جائے تو وہ طبق ہٹ جاتا ہے اور قلب نورانی ہوجاتا ہے اور بھولی ہوئی بات یاد آجاتی ہے اور اگر ایسا نہیں کیا گیا تو قلب پر پردہ پڑجاتا ہے اور انسان پر نسیان طاری ہوجاتا ہے۔

بچے جو چچا یا ماموں سے مشابہ ہوتے ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ انسان جب سکون و اطمینان جسم و قلب کے ساتھ اپنی زوجہ سے ہم آغوش ہوتا ہے تو بچہ باپ یا ماں سے مشابہ ہوتا ہے اور اگر اضطراب جسم و قلب کے ساتھ مباشر ہوتا ہے تو بچہ کبھی چچا اور کبھی ماموں سے مشابہ ہوتا ہے۔

یہ سُن کر سائل نے کہا کہ: میں شہادت دیتا ہوں کہ سواء خدا کے کوئی خدا نہیں ہے اور میرا ہمیشہ سے یہی ایمان ہے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے رسولؐ ہیں اور امیر المومنینؑ وصی رسولؐ اور حجّت خدا ہیں اور آپ کے وصی اور حجّت ہیں اور آپ کے بعد آپ کے بھائی حضرت امام حسینؑ ان کے بعد علی ابن الحسین زین العابدینؑ ان کے بعد محمد ابن علی باقرؑ ان کے بعد جعفر ابن محمد صادقؑ ان کے بعد موسیٰ ابن جعفر کاظمؑ ان کے بعد علی ابن موسیٰ الرضاؑ ان کے بعد ان کے بیٹے محمد ابن علی تقیؑ ان کے بعد علی ابن محمد نقیؑ ان کے بعد ان کے بیٹے حسن ابن علی العسکریؑ ان کے بعد ان کے بیٹے ان کے وصی اور حجّت خدا ہوں گے جو کنیت سے یاد کیے جائیں گے یہاں تک کہ خدا ان کی حکومت کو ظاہر کرے وہ دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جیسا کہ وہ ظلم سے بھری ہوگی۔ آپ پر میرا اسلام اور خدا کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں یا امیر المومنینؑ! یہ کہہ کر وہ شخص روانہ ہوگیا۔ حضرت امیر المومنینؑ نے حضرت امام حسنؑ سے فرمایا کہ: ذرا بڑھ کر اس جانے والے کو دیکھو کہ کدھر جاتا ہے؟ راوی نے کہا کہ: حضرت امام حسنؑ اس کے پیچھے روانہ ہوئے اور دیکھا کہ جیسے ہی اس نے مسجد سے قدم باہر رکھا غائب ہوگیا۔ حضرت امام حسنؑ نے واپس آکر حال بیان کیا تو حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ: اے ابو محمدؑ! تم نے پہچانا یہ کون تھا؟ عرض کیا کہ: خدا اور اس کا رسولؐ اور امیر المومنینؑ بہتر جانتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ: وہ حضرت خضرؑ تھے۔

ملا مبین نے وسیلۃ النجات صفحہ ۲۴۲ میں لکھا ہے کہ: ایک مرتبہ آپ سفر میں جا رہے تھے عبد اللہ ابن زبیر اور آپ کے لڑکوں میں سے کوئی ساتھ تھا اتفاقاً ایک نخلستان میں آپ کا ورود ہوا جس کے درخت خشک ہوگئے تھے۔ ایک درخت کے نیچے حضرت امام حسنؑ کے لیے اور

دوسرے درخت کے نیچے ابن زبیر کے لیے فرش بچھا دیا گیا اور یہ لوگ بیٹھ گئے ابن زبیر نے کہا کہ: کاش یہ درخت باردار ہوتا تو ہم لوگ کھاتے! حضرت امام حسنؑ نے فرمایا کہ: خرمائے تر چاہتے ہو؟ ابن زبیر نے کہا: ہاں۔ حضرت نے زیرِ لب کچھ فرمایا: جس کو کوئی نہ سمجھا۔ ناگاہ ایک درخت ہرا ہو گیا اور تازہ خرما اس میں موجود ہو گیا۔ شتربان جو ان لوگوں کے ساتھ تھا کہنے لگا کہ: یہ سحر ہے حضرت نے فرمایا: سحر نہیں ہے بلکہ فرزندِ پیغمبرؐ کی دعائے مقبول ہے۔ پھر لوگوں نے درخت پر چڑھ کر خرما توڑا اور سب نے کھایا کہ سیر ہو گئے۔

ایک مرتبہ حضرت امیر المومنینؑ مقام رحبہ میں تشریف رکھتے تھے کہ مجمع سے ایک شخص کھڑا ہو گیا اور عرض کیا کہ: میں آپ کے ملک کا رہنے والا اور آپ کی رعیت سے ہوں حضرت نے فرمایا: نہ تو میرے ملک کا باشندہ ہے نہ میری رعیت سے ہے۔ ابن اصفر نے معاویہ سے چند مسائل پوچھے ہیں جن کے جواب سے عاجز ہو کر اس نے تجھ کو ان کے جوابات معلوم کرنے کے لیے میرے پاس بھیجا ہے۔ اس نے عرض کیا: سچ فرمایا آپ نے یا امیر المومنینؑ! معاویہ نے مجھ کو اسی غرض سے خفیہ طریقہ سے بھیجا ہے لیکن آپ اس کی خبر رکھتے ہیں جس کو خدا کے سواء کوئی نہیں جانتا؟ حضرت نے فرمایا کہ: میرے ان دونوں لڑکوں میں سے کسی سے پوچھ لے پھر حضرت نے امام حسنؑ کی طرف اشارہ فرمایا کہ ان سے پوچھ لے شامی نے سوال کیا کہ: فرمایئے حق و باطل میں کتنا فرق ہے؟ اور آسمان و زمین کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ قوس و قزح کیا ہے؟ وہ کون سا چشمہ ہے جہاں مشرکین کی روحیں بھیجی جاتی ہیں؟ اور وہ کون سا چشمہ ہے جہاں مومنین کی روحیں جاتی ہیں؟ اور مونث کیا ہے؟ اور وہ دس چیزیں کیا ہیں جو ایک دوسرے سے زیادہ شدید ہیں؟

حضرت امام حسنؑ نے فرمایا کہ: حق و باطل میں چار انگل کا فرق ہے جو آنکھوں نے دیکھا وہ حق ہے اور جو کانوں نے سنا اکثر باطل ہیں اور آسمان و زمین میں مظلوم کی دعا اور نور نگاہ کی رسائی کی دوری ہے اور مشرق و مغرب میں آفتاب کی ایک دن کی مسافت کی دوری ہے اور قزح شیطان کا

نام ہے قوس قزح نہ کہہ کر قوس اللہ کہہ یہ خشک سالی کی علامت اور اہل زمین کے لیے غرق ہونے سے امان ہے اور وہ چشمہ جہاں مشرکین کی روحیں جاتی ہیں برہوت ہے اور جہاں مومنین کی روحیں جاتی ہیں ایک چشمہ ہے جس کو سلمیٰ کہتے ہیں اور مونث وہ ہے جس کے متعلق نہیں معلوم کہ وہ مرد ہے کہ عورت ہے بلکہ اس کو دیکھا جائے گا اگر اس کو احتلام ہو تو مرد ہے اور اگر حیض آئے تو عورت ہے اگر یہ علامت بھی نہ ہو تو اس کے پستانوں سے فیصلہ کیا جائے گا اگر وہ بھی نہ ہو تو اس کو دیوار پر پیشاب کرنے کا حکم دیا جائے گا اگر اس کا پیشاب دیوار پر پڑے تو مرد ہے ورنہ عورت ہے۔

اور وہ دس چیزیں جن میں کی ہر ایک دوسرے سے زیادہ شدید ہے یہ ہیں خداوند عالم نے سب سے زیادہ شدید شی جو خلق فرمائی ہے پتھر ہے اور پتھر سے شدید تر لوہا ہے جو اس کو کاٹ دیتا ہے اور لوہے سے شدید تر آگ ہے جو اس کو پگھلا دیتی ہے اور آگ سے شدید تر پانی ہے جو اس کو بجھا دیتا ہے اور پانی سے شدید تر ابر ہے جو اس کو لیے پھرتا ہے اور ابر سے شدید تر وہ ملک ہے جو اس کو جہاں حکمِ خدا ہوتا ہے بھیجتا ہے اور ملک سے شدید ملک الموت ہیں جو اس کی روح قبض کریں گے اور ملک الموت سے شدید تر موت ہے جو ان کو بھی مار ڈالے گی اور موت سے شدید تر حکمِ خدا ہے جو موت کو بھی فنا کر دے گا یہ سُن کر اس شامی نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ابن رسولؐ ہیں اور علی ابن ابی طالبؑ معاویہ سے زیادہ خلافت کے حق دار ہیں پھر جوابات لکھ کر معاویہ کے پاس لے گیا۔ معاویہ نے وہ جوابات ابن اصفر شاہ روم کے پاس بھیج دیئے۔

ابن اصفر نے جوابات پڑھنے کے بعد معاویہ کو لکھا کہ: تو نے دوسرے کے جوابات میرے پاس کیوں بھیجے ہیں؟ قسم ہے مسیحؑ کی کہ یہ جوابات معدنِ نبوت و موضع رسالت سے نکلے ہوئے ہیں اے معاویہ! اگر تو ایک درہم بھی اس کا انعام مجھ سے طلب کرے تو نہ دوں گا(۱)۔

(۱)۔ احتجاج طبرسی، صفحہ ۱۳۷ و بحار جلد ۱۰، صفحہ ۹۰۔

حضرت امام حسنؑ کا خُلق

ایک مرتبہ آپ کہیں تشریف لے جارہے تھے ایک شامی نے آپ کو دیکھ کر گالیاں دینا شروع کیں! آپ نے کوئی جواب نہ دیا جب وہ خاموش ہوا تو آپ نے فرمایا کہ: شاید تم پردیسی ہو اور کسی شبہہ کی بناپر تم نے مجھ کو گالیاں دی ہیں اگر تم کو کوئی حاجت ہو تو کہو میں پوری کروں کچھ مانگو تو دوں؟ کوئی بات دریافت کرنی ہو تو بتادوں؟ سواری کی ضرورت ہو تو سواری حاضر کردوں؟ بھوکے ہو تو کھانا کھلاؤں؟ کپڑے کی ضرورت ہو تو کپڑا پہناؤں؟ رہنے کا ٹھکانہ نہ ہو تو اپنے گھر میں جگہ دوں؟ ان کے علاوہ اگر کوئی ضرورت ہو تو پوری کروں۔ تم میری دعوت قبول کرو اور میرے گھر چلو جب تک جی چاہے قیام کرو تمہیں آرام پہونچاؤں گا بفضلِ خدا میرا گھر وسیع ہے لوگوں کی نگاہ میں محترم بھی ہوں۔

حضرت کی باتیں سُن کر وہ رونے لگا اور عرض کیا کہ: میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ زمین پر خلیفہ اللہ ہیں: ''اَللهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ''۔ آج تک میں آپ سے اور آپ کے پدرِ بزرگوار سے بڑھ کر کسی کو دشمن نہیں رکھتا تھا لیکن اب سب سے زیادہ آپ کا دوست ہوں پھر وہ چند روز آپ کا مہمان رہا اور آپ کا معتقد ہو گیا(۱)۔

ایامِ طفلی کا امر بالمعروف

(۱)۔بحار جلد ۱۰، صفحہ ۹۵ ومناقب آل ابوطالب، صفحہ ۵۳ جلد ۴ وکامل مبرد وغیرہ۔

صلح حدیبیہ کے بعد جب مشرکین مکّہ نے اپنا عہد توڑ دیا اور ان کو خوف پیدا ہوا کہ کہیں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی عہد توڑ کر ان پر حملہ نہ کر دیں چنانچہ ابو سفیان چند آدمیوں کے ساتھ مدینہ پہونچا اور عذر اور بہانے کیے اور کہا کہ: جو کچھ ہوا ہے میری مرضی سے نہیں ہوا ہے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خواہش کی کہ تجدیدِ عہد کر لیجئے! حضرت نے کوئی جواب نہ دیا۔ تو اپنی بیٹی ام حبیبہ کے پاس گیا پھر حضرت امیر المومنینؑ سے عرض کیا کہ: آنحضرتؐ سے سفارش کر کے تجدید عہد کرا دیجئے! لیکن کوئی تیار نہ ہوا اتنے میں حضرت امام حسنؑ کھیلتے ہوئے سامنے آگئے اس وقت آپ کی عمر چودہ ماہ تھی، ابو سفیان نے حضرت فاطمہ زہراؑ کی خدمت میں عرض کیا جو پس پردہ تشریف فرما تھیں کہ: اگر حسنؑ سے میری سفارش کرا دیجئے تو یہ سردار عرب و عجم ہو جائیں گے قبل اس کے کہ حضرت معصومہؑ اس کا کوئی جواب کہلائیں حضرت امام حسنؑ نے بڑھ کر ایک ہاتھ سے ابو سفیان کی داڑھی پکڑی اور دوسرے ہاتھ سے اس کی ناک پر مارا اور کہا کہو: لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو میں تیری سفارش کیے دیتا ہوں یہ دیکھ کر حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ: اس خدائے بزرگ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے ذریّت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی حضرت یحییٰ ابن زکریاؑ پیغمبر کا مثل و نظیر پیدا کیا اور بچپن ہی میں ان کو شریعت کی حکومت عطا فرمائی (۱)۔

حضرت ابو بکر ایک روز منبرِ رسولؐ پر تھے کہ حضرت امام حسنؑ پہونچ گئے اور حضرت ابو بکر کو منبر پر دیکھ کر فرمایا کہ: میرے باپ کے منبر پر سے اُتر جاؤ! حضرت ابو بکر نے عرض کیا: آپ سچ فرماتے ہیں یہ منبر آپ کے والد ہی کی جگہ ہے پھر آپ حضرت امام حسنؑ کو گود میں بٹھلا کر رونے لگے (۲)۔

حضرت امام حسنؑ کی وفات

(۲)۔ بحار جلد ۱۰، صفحہ ۹۰ و مناقب آل ابو طالب جلد ۴، صفحہ ۴۶۔

(۱)۔ صواعق محرقہ، صفحہ ۱۰۵ و وسیلۃ النجات، صفحہ ۲۳۷ و تاریخ الخلفاء وغیرہ۔

مسعودی نے لکھا ہے کہ: حضرت امام حسنؑ صورت و سیرت میں حضرت رسول اللہ ﷺ سے مشابہ تھے۔ معاویہ نے آپ کو زہر دلوایا آپ زہر کے اثر سے بیمار ہوگئے تو حضرت امام حسینؑ نے دریافت کیا کہ: مزاج کیسا ہے؟ تو فرمایا کہ آج کا دن دنیا کا آخری دن اور آخرت کا پہلا دن پاتا ہوں اور آپ کے اور بہنوں اور دوستوں کے فراق کا غم ہے پھر استغفار فرمایا اور فرمایا کہ: مجھ کو حضرت رسول اللہ ﷺ اور حضرت امیر المومنینؑ اور اپنی مادرِ گرامی حضرت فاطمہ زہراؑ اور حضرت حمزہ اور حضرت جعفرِ طیار کی ملاقات کا اشتیاق ہے۔

وصیت

پھر حضرت نے وصیتیں کیں اور اسم اعظم اور مواریث انبیاء اور وصایائے امیر المومنینؑ حضرت امام حسینؑ کے سپرد فرمائے اور انتقال فرمایا۔ یہ واقعہ سنہ ۵۰ھ کا ہے۔ آپ کی عمر اس وقت سینتالیس سال تھی آپ حضرت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سات برس چھ ماہ رہے اور بعد رسول اللہ ﷺ حضرت امیر المومنینؑ کے ساتھ تیس سال اور بعد حضرت کے منصب امامت پر دس سال رہے۔

صلح امام حسنؑ سے معاویہ کو ایسی فاش شکست ہوئی جو پھر کبھی فتح سے نہ بدل سکی اور وہ ایک ایسے شکنجہ میں پھنس گئے جس سے نکلنا ان کے لیے مشکل ہوگیا۔ آپ نے صلح نامہ میں ایک شرط یہ رکھی تھی کہ معاویہ کو اپنے بعد کے لیے کسی کو خلیفہ منتخب کرنے کا حق نہ ہوگا بلکہ اس کے بعد خلافت امام حسنؑ کو اور اگر وہ نہ رہے تو امام حسینؑ کو ملے گی اس طرح صلح نامہ کی رو سے معاویہ کے بعد حضرت امام حسنؑ یا امام حسینؑ کل امّت مسلمہ پر مسلم الثبوت خلیفہ قرار پائے۔ لہٰذا اب آلِ ابوسفیان میں خلافت کے جانے کا کوئی امکان باقی نہ رہا۔

پس معاویہ نے جب یزید کو اپنا ولی عہد بنانا چاہا تو ان کو سواء اس کے کوئی راستہ نظر نہ آیا کہ حضرت امام حسنؑ کی ہستی کو ختم کر دیں انھوں نے حضرت کی ایک زوجہ جعدہ بنت اشعث ابن قیس کے پاس ایک نہایت مہلک زہر اور ایک لاکھ درہم بھیجے اور پیغام دیا کہ اگر تو امام حسنؑ کو زہر دے کر ان کا کام تمام کر دے تو میں تیری شادی اپنے بیٹے یزید سے کر دوں گا، چنانچہ اس نے حضرت کو زہر دیا جس سے آپ کا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔

جنادہ ابن امیہ بیان کرتے ہیں کہ: میں حضرت امام حسنؑ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا جب آپ مرض موت میں مبتلا تھے، آپ کے سامنے ایک طشت رکھا تھا جس میں آپ خون جگر اور جگر کے ٹکڑے اُگل رہے تھے، اس زہر کے اثر سے جو معاویہ نے آپ کو پلوایا تھا میں نے عرض کیا کہ: مولا اپنا علاج کیوں نہیں کرتے؟ فرمایا: موت کا کیا علاج کروں؟ میں نے کہا: **انا للّٰہ وانا الیہ راجعون**۔ پھر حضرت میری طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا: خدا کی قسم! مجھ سے عہد فرمایا تھا کہ یہ خلافت الٰہیہ حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہ زہراؑ کی نسل میں گیارہ اماموں کو ملے گی جو سب کے سب یا تلوار سے یا زہر سے شہید ہوں گے پھر طشت اٹھا لیا گیا اور آپ (امّت کی کج روی پر) روئے میں نے عرض کیا: مولا کچھ موعظہ فرمایئے؟ حضرت نے فرمایا:

حضرت امام حسنؑ کے آخری کلمات جو آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں

"اے جنادہ! سفر آخرت کے لیے تیار ہو جاؤ اور موت کے قبل زادِ سفر فراہم کر لو! کل کی فکر آج نہ کرو! تم اپنے قوت لایموت سے زیادہ جو کچھ بھی حاصل کرو گے دوسروں کے خزانچی رہو گے! سمجھ لو کہ حلال دنیا میں حساب اور حرام میں عقاب اور شبہات میں عتاب ہے۔ یہ دنیا بمنزلۂ ایک مردار کے ہے اس میں سے اتنا ہی لو جتنا تمہارے لیے ضروری ہے، اگر حلال ہوئی تو تم

نے زہد اختیار کیا اور اگر وہ شاید حرام ہوئی اور تم کو خبر نہ ہوئی تو عذاب سے بچ گئے کیونکہ تم نے اتنا ہی لیا جتنا جان بچانے کے لیے مردہ سے لیا جاتا ہے اور اگر جانتے ہوئے تم نے حرام لیا تو عذاب ہلکا ہو گا کیونکہ تم نے کم لیا۔

دنیا کے لیے اس طرح کوشش کرو جیسے تم کو ہمیشہ دنیا میں رہنا ہے اور آخرت کے لیے اس طرح عمل کرو جیسے تم کو کل ہی مر جانا ہے۔ اگر تم ایسی عزت چاہتے ہو جو قبیلہ کی مدد کی محتاج نہ ہو اور ایسی ہیبت چاہتے ہو جو بغیر حکومت کے حاصل ہو جائے تو نافرمانی خدا کی ذلّت سے نکل کر اطاعت پروردگار کی عزّت حاصل کرو اگر تم کو کسی کی صحبت اختیار کرنی پڑے تو ایسے شخص کی صحبت اختیار کرو جس کی صحبت تمہارے لیے باعث زینت اور جس کی خدمت سبب محافظت ہو اگر تم اس سے مالی مدد چاہو تو مدد کرے اور کوئی بات کہو تو تمہاری تصدیق کرے اگر تم کسی پر حملہ کرو تو وہ تمہارے حملہ کو مضبوط کرے اگر تم بخشش کا ہاتھ بڑھاؤ تو وہ قبول کرے اور اگر تمہارے امور میں رخنہ پڑے تو وہ اس کو پُر کر دے، تمہارے احسانات کو یاد رکھے۔ اگر اس سے سوال کرو تو عطا کرے اور اگر خاموش رہو تو خود پہل کرے۔ اگر اس پر کوئی سختی وارد ہو تو تم سے کہے، تم پر ستم نہ کرے تمہارے خلاف نہ جائے، مصیبتوں میں تم کو تنہا نہ چھوڑے، اگر کسی امر میں تم دونوں کے درمیان جھگڑا پڑ جائے تو تم کو اپنے اُوپر مقدم کرے۔

راوی نے کہا کہ: یہ فرماتے فرماتے آپ کی سانس اکھڑ گئی اور رنگ زرد ہو گیا یہاں تک کہ مجھ کو حضرت کے متعلق خوف پیدا ہو گیا اتنے میں حضرت امام حسینؑ اور اسود ابن ابوالاسود آ گئے اور حضرت امام حسینؑ حضرت پر جھک گئے اور حضرت کے سر اور پیشانی کا بوسہ لیا(۱)۔

معاویہ کی زہر خورانی کا واقعہ بہت سی معتبر کتابوں میں منقول ہے (۲)۔

---

(۱)۔ بحار جلد ۱۰، صفحہ ۱۳۳۔

(۲)۔ دیکھئے مروج الذہب مسعودی جلد ۶، صفحہ ۵۵ و نصائح کافیہ صفحہ ۶۰ و استیعاب جلد ۱، صفحہ ۱۴۴ وغیرہ۔

معاویہ کو جب حضرت امام حسنؑ کی شہادت کی خبر ملی تو انھوں نے زور سے تکبیر کہی اور ان کی تکبیر سُن کر قصر خضراء کے اندر جو لوگ بھی تھے سب نے تکبیر کہی تکبیر کی آواز سُن کر فاختہ بنت قرظہ کھڑکی سے نکل آئیں اور تکبیر کا سبب پوچھا معاویہ نے کہا کہ: حسنؑ نے انتقال کیا۔ فاختہ رونے لگیں اور کہنے لگیں کہ: افسوس ہے کہ مسلمانوں کے سردار اور نواسۂ رسولؐ نے انتقال فرمایا۔ معاویہ نے کہا کہ: وہ اسی قابل تھے جو میں نے کیا جب ابن عباس کو خبر ملی تو وہ معاویہ کے پاس گئے۔ معاویہ نے کہا کہ: اے ابن عباس! حسنؑ نے انتقال کیا۔ ابن عباس نے پوچھا: کیا اس لیے تکبیر کہی تھی؟ کہا: ہاں۔ حضرت ابن عباس نے کہا کہ: خدا کی قسم! ان کی موت تمہاری موت کو ٹال نہیں سکتی نہ تمہاری قبر کو بند کر سکتی ہے اگر امام حسنؑ کی موت نے آج ہم لوگوں کو دردمند کیا ہے تو ان کے قبل سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سید الاوصیاء حضرت علیؑ کی موت کا صدمہ بھی اُٹھا چکے ہیں الخ(۱)۔

حضرت امام حسنؑ نے وصیت فرمائی تھی کہ: مجھ کو میرے جد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں دفن کرنا، حضرت امام حسینؑ تجہیز و تکفین کے بعد حضرت کا جنازہ مسجدِ نبویؐ میں لائے اور نماز پڑھی پھر قبرِ اطہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف لے چلے جناب عائشہ ایک خچر پر سوار ہو کر آئیں اور کہا کہ: یہ میرا گھر ہے میں اجازت نہ دوں گی کہ حسنؑ یہاں دفن کیے جائیں بنی امیہ اور مروان ابن حکم اور عثمانی گروہ جو ان کے ساتھ تھا دفن سے مانع ہوا۔ جناب ابن عباس نے کہا کہ: اے عائشہ! تمہاری مخالفت کا یہ پہلا دن نہیں ہے **يَوْمٌ عَلَى الجَمَل وَيَوْمُ البَغل** ایک دن اونٹ پر سوار ہو کر آئیں اور ایک دن خچر پر جب جناب عائشہ کسی طرح نہ مانیں اور ان کے لشکر نے تیروں کی بارش شروع کر دی یہاں تک کہ چند تیر حضرت امام حسنؑ کے جنازہ میں پیوست ہو گئے تو بنی ہاشم

---

(۲)۔ نصائح کافیہ بحوالہ تاریخ طبری وحیاۃ الحیوان دمیری حالات حضرت امام حسنؑ، جلد ۱۔

نے بھی تلواریں کھینچ لیں لیکن حضرت امام حسینؑ نے ان لوگوں کو سمجھا کر روک دیا اور حضرت امام حسنؑ کو جنّت البقیع میں لاکر حضرت فاطمہ زہراؑ کے پہلو میں دفن کر دیا(۱)۔

آپ معاویہ سے صلح کے بعد دس سال زندہ رہے اور ۲۸/ صفر سنہ ۵۰ھ میں مدینہ میں وفات پائی اور بقیع میں دفن کیے گئے (۲)۔

حضرت امام حسنؑ کی ازواج

آپ کی ازواج کی تعداد کے متعلق کئی اقوال ہیں بعض لوگوں نے ستّر اور بعض نے نوّے اور کسی نے دو سو پچاس اور کسی نے تین سو لکھی ہے کسی نے لکھا ہے کہ: صحیح تعداد معلوم نہیں لیکن ان میں سے کوئی قابل اعتماد نہیں ہے جس کی پہلی دلیل خود ان اقوال کا اختلاف ہے نیز اینکہ یہ روایتیں اس دور کی ہیں جب کہ معاویہ کے حکم سے سارے ممالک اسلام میں ستّر ہزار منبروں پر آلِ رسولؐ کو گالیاں دی گئیں بڑے بڑے علماء و محدثین رشوتیں لے کر صحابہ کی مدح اور اہل بیتؑ کی توہین و تنقیص میں روایتیں بناتے تھے، بغیر اہل بیتؑ کو گالیاں دیئے ہوئے نماز جمعہ صحیح نہیں ہوتی تھی۔ شیعہ اینٹ پتھر کے نیچے سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کیے جاتے تھے۔ ان کے املاک ضبط کیے جاتے تھے۔ ان کی شہادتیں قبول نہیں کی جاتی تھیں ان کے مکانات ڈھائے جاتے تھے اور کوئی شخص حضرت امیر المومنینؑ اور حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کا نام بھلائی کے ساتھ نہیں لے سکتا تھا اسی دور کی یہ حضرت امام حسنؑ کی کثرت نکاح و طلاق والی روایتیں بھی ہیں۔

حضرت امیر المومنینؑ سے ایک روایت نقل کی جاتی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ: ”تم لوگ حسنؑ سے اپنی لڑکیوں کی شادی نہ کرو وہ بڑے طلاق دینے والے ہیں“۔ اس روایت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ کے زمانے میں بھی آپ کثرت سے شادیاں کرتے اور

---

(۱)۔ بحار، جلد ۱۰، صفحہ ۱۳۳ و کامل ابن اثیر جلد ۳، صفحہ ۱۸۲۔

(۲)۔ بحار جلد ۱۰، صفحہ ۱۳۲۔

طلاق دیتے تھے لیکن سوال یہ ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ نے خود کبھی بیت المال سے ایک پیسہ بھی اپنی ذات میں خرچ نہ کیا اور آپ کے حقیقی بھائی حضرت عقیل نے جب معاشی تنگی کی شکایت کی اور خواہش کی کہ: ان کے وظیفہ میں کچھ اضافہ کر دیا جائے تو آپ نے لوہا گرم کر کے ان کا ہاتھ داغ دیا اور فرمایا کہ: حق سے ایک پیسہ زیادہ نہ دوں گا۔ تو حضرت امام حسنؑ اتنی شادیوں کے اخراجات، بیویوں کا نفقہ ازواج کا مہر کہاں سے ادا فرماتے تھے۔ حضرت امیر المومنینؑ کی زندگی میں حضرت امام حسنؑ کی وہ کون سی ذاتی جائداد تھی جس سے اتنا بڑا خرچ پورا ہوتا تھا نیز حضرت امیر المومنینؑ نے امام حسنؑ کو اس فعل سے روکا کیوں نہیں اور اگر روکا تو امام حسنؑ نے قبول کیوں نہیں کیا؟

اگر حضرت امام حسنؑ کے پاس اتنی جائداد تھی تو انھوں نے اپنے حقیقی چچا کو کیوں نہیں دیا کہ ان کی تکلیف دور ہو جاتی اور ان کو معاویہ کے پاس شام جانے کی ضرورت نہ ہوتی۔ یہ باتیں اس امر کی دلیل ہیں کہ حضرت کی کثرت ازواج اور کثرت طلاق کی روایتیں بنی امیہ کی بنائی ہوئی ہیں جن کو دورِ اول میں پوری شہرت دی گئی کہ وہ حقیقت بن گئیں لہٰذا متاخرین بھی اپنی کتابوں میں نقل کرتے چلے آئے۔ پروپیگنڈہ میں تو ایسی طاقت ہے کہ وہ حق کو باطل اور باطل کو حق بنا دیتا ہے جس کی بے شمار نظیریں موجود ہیں۔

حضرت امام حسنؑ کی اولاد

آپ کی اولاد کی تعداد میں مؤرخین کے درمیان اختلاف ہے۔ اکثر مؤرخین کی روایت کے مطابق آپ کے پندرہ بیٹے اور پانچ بیٹیاں تھیں۔

لڑکے: ۱۔ زید	۲۔ حسن مثنیٰ	۳۔ عبد اللہ اکبر۔
۴۔ عمرو ابن حسن	۵۔ حسین	۶۔ عبد الرحمٰن۔
۷۔ ابراہیم	۸۔ قاسم	۹۔ عبد اللہ اصغر۔

۱۰۔ اسمٰعیل ۱۱۔ یعقوب ۱۲۔ جعفر۔

۱۳۔ طلحہ ۱۴۔ اسحاق ۱۵۔ عقیل۔

لڑکیاں: ۱۔ ام حسن ۲۔ فاطمہ والدہ حضرت امام محمد باقرؑ

۳۔ ام عبداللہ ۴۔ ام الخیر ۵۔ ام سلمہ تھیں۔

جناب زید ابن حسن اور ان کی بہن ام الحسن کی والدہ ام بشیر بنت ابو مسعود تھیں اور جناب حسن مثنیٰ کی والدہ خولہ بنت منظور فزاریہ تھیں (۱) جناب قاسم و عبداللہ اور عمرو ابن حسن کی والدہ کا نام رملہ تھا (۲) اور باقی لڑکے اور لڑکیاں دوسری ماؤں سے تھیں۔

حضرت امام حسنؑ کے مخصوص حواری

حضرت کے مخصوص اصحاب کے چند نام حسبِ ذیل ہیں:

۱۔ جناب عبداللہ ابن جعفر طیار۔ ۲۔ جناب مسلم ابن عقیل

۳۔ عبیداللہ ابن عباس ۴۔ حذیفہ ابن اسید

۵۔ جارود ابن ابی بشر ۶۔ جارود ابن منذر

۷۔ قیس ابن اشعث ابن سوار ۸۔ سفیان ابن ابو لیلیٰ ہمدانی

۹۔ عمرو ابن قیس مشرقی ۱۰۔ ابو صالح کیان ابن کلیب

۱۱۔ ابو مخنف لوط ابن یحییٰ ۱۲۔ مسلم البطین

---

(۱)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۲۵۹۔

(۲)۔ ابصار العین فی انصار الحسینؑ صفحہ ۳۶۔

۱۳۔ ابورزین سعود ابن ابی وائل ۱۴۔ ہلال ابن یسار
۱۵۔ ابواسحاق ابن کلیب سبیعی۔

آپ کے وہ حواری جو آپ کے پدر بزرگوار کے اصحاب خاص سے تھے ان میں سے ۱۔ حجر ابن عدی۔ ۲۔ رشید ہجری۔ ۳۔ رفاعہ۔ ۴۔ کمیل ابن زیاد وغیرہ بہت سے تھے (۱)۔

---

(۱)۔ بحار جلد ۱۰، صفحہ ۱۲۴۔